مجموعہ فتاویٰ

(جلد اول)

مؤلفہ حضرت خاتم الفقہاء والمحدثین جناب مولانا مولوی حاجی حافظ

ابو الحسنات محمد عبد الحی فرنگی محلی لکھنوی نور اللہ مرقدہ وبرد مضجعہ

(جسکو)

نور چشم مولوی محمد ایوب سلمہ اللہ بھتیجہ مؤلف نے نہایت جانفشانی

کے ساتھ موافق ترتیب ابواب فقہ کے مرتب کیا

اور باہتمام راجی رحمت رب قوی اضعف العباد محمد یوسف

فرنگی محلی لکھنوی مالک مطبع کے ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ ہجری

یوسفی پریس فرنگی محل لکھنو میں چھپا

فہرست کتب موجودہ مطبع یوسفی فرنگی محل لکھنؤ

نام کتاب	قیمت
ایضاحات لمبحث المختلطات از مولانا محمد عبد الحلیم رحمہ اللہ	۲/
بدیع المیزان تحشیہ مولانا محمد عبد الحلیم رحمہ اللہ	۲/
بوستان	۹/
پارہ عم	۱/
تحقیقات مرضیہ ... از مولانا محمد عبد الحلیم رحمہ اللہ	عمر
تبیان شرح میزان از مولانا محمد عبد الحی رحمہ اللہ	۲/
تقویم سعام یعنی جنتری صد سالہ	عمر
جامع صغیر تحشیہ مولانا محمد عبد الحی رحمہ اللہ تعالے	عہ
حصن حصین تحشیہ مولانا محمد عبد الحی رحمہ اللہ تعالے	عہ ۸/
حسامی تحشیہ نفیسہ	۱۰/
خیالی مع حاشیہ عبد الحکیم رح	۱۲/
ذیل اللآلی	لعہ
ذکر شہنشاہ	۸/
رسالہ ارکان	عمر
الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل از مولانا محمد عبد الحی رح	۴/
رشیدیہ شرح شریفیہ تحشیہ مولانا محمد عبد الحی رحمہ اللہ	۶/
زجر الشبان والشیبہ	

نام کتاب	قیمت
...من ازکتاب الخطبیہ از مولانا محمد عبد الحی رحمہ اللہ	۶/
سعی مشکور	عمر
سیر دربار حالات دربار دہلی سنہ ۱۹۰۳ عیسوی	عہ
سراجی تحشیہ مولانا محمد قیام الدین عبد الباری صاحب	۶/
سعایہ شرح شرح وقایہ از مولانا محمد عبد الحی رح در دو جلد	
جلد اول تاکتاب الطہارۃ	عہ
جلد ثانی از باب الاذان تا باب القراءۃ	معہ
سعدیہ	ہے
سلم العلوم	۴/
شمس بازغہ تحشیہ مولانا محمد عبد الحی رحمہ اللہ	۲/
شرح وقایہ تحشیہ مولانا مولوی محمد عبد الحی رح کامل	عہ ۱۲/
جلد اول	ملے
ایضاً جلد ثانی	۶/
ایضاً جلد ثالث تحشیہ جدیدہ	۶/
ایضاً جلد رابع تحشیہ نفیسہ	۶/
شرح عقائد نسفی	عہ
شرح ملا جامی	۱۲/
شرح تہذیب	۶/

نام کتاب	قیمت
تحفہ لطیفیہ شرح سراجیہ تحشیہ مولانا محمد عبد الحی رحمہ اللہ	۶/
شرح چغمینی تحشیہ مولانا محمد عبد الحی رحمہ اللہ	عمر
شرح سلم صرف تعلیقات	عہ
ایضاً تصورات	
شرح مائۃ عامل کلان	۶/
شرح الشرح قاضی	
شرح الاسباب جلد اول	عہ
ایضاً جلد ثانی	معہ
شافیہ	
صدرا	ہے
صراح مع قراح	۴/
ظفر الامانی مع مقدمہ ابن الصلاح از مولانا محمد عبد الحی رحمہ اللہ	۲/
عمدۃ النصائح	عہ ۱۲/
مشکوۃ شریف مع ترغیب و ترہیب	ملے
سنن ابن ماجہ	۶/
قرآن شریف مطبوعہ میرٹھ	۶/
ہدایۃ النحو	۶/
الفیہ ابن مالک	عہ
ابوداود شریف	۱۲/
محیط اعظم کامل	۶/
الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ از مولانا محمد عبد الحی رحمہ اللہ	۶/

[illegible]

للہ الحمد کہ درین زمان برکت توامان مجموعہ جواب استفتا ہای ہر قسم اعنی جلد اول

[illegible]

مجموعۂ فتاوی

از افادات عالم ربانی فاضل لاثانی حامی دین متین

باہتمام مراجی رحمت رب قوی اضعف العباد محمد یوسف فرنگی محلی لکھنوی ماہ شوال ۱۳…

در مطبع [illegible] لکھنؤ طبع شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل رسولہ بالہدی ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون والصلوٰۃ والسلام علیہ وعلی آلہ وصحبہ الذین سلکوا سواء سبیلہ کما یعرفہ المؤمنون اما بعد خاکسار ہیچمدان راجی رحمۃ رب الباری محمد ایوب الانصاری خلف مولانا مولوی حاجی مفتی محمد یوسف حفظہ اللہ الحافظ عن کل ما یوجب الحسرۃ والآفت نبیسۂ حضرت خاتم الفقہاء والمحدثین مولانا المولوی حاجی حافظ ابو الحسنات محمد عبد الحی اللکنوی الفرنگی محلی نور اللہ مرقدہ و برد مضجعہ بخدمت ماہران رموز شریعت و واقفان فنون طریقت عرضہ میدہد کہ اکثر اصحاب متعددہ و ارباب صدق و سداد از طرف امصار واکناف دیار خواستگار فتاوی دستخطی جناب المعی زمان لوذعی دوران کشاف دقائق معقول و منقول حلال مہمات فروع و اصول مجدد ملت خاتم المحققین مروج قانون شرع مبین اکمل الکملاء افضل الفضلاء حاجی حرمین شریفین حافظ کلام رب المشرقین و المغربین جناب مولانا و استاذ استاذنا ابو الحسنات مولوی محمد عبد الحی تغمدہ اللہ بغفرانہ و اسکنہ بحبوحۃ جنانہ بودند و گوہر مقصود را گاہے بسلک تحریر و گاہے برشتۂ تقریر منسلک نمودہ ظاہر میکردند و بباعث کثرت فتاوی دستخطی مولانای صدر الوصف ارسال آنکش پیش ہر خواستگار امرے محال بود و کاری دور از مجال لہذا بغرض فرصت رسانی مشتاقین و افادۂ طالبین فتاوی دستخطی

مولانای مرحوم کہ در زمانِ حیات خود بنفس نفیس در دو مجلد ضخیم از تلمیذان خویش درج کنانیدہ
بودند و از ترتیبش بر طبق کتب علم فقہ اعراض نمودہ بحیثیتے کہ جناب مولانا مغفور نقل کنانیدہ باسم
مجموعۃ الفتاوی بکرات و مرات در مطبع یوسفی طبع شدہ شایع شدہ بود بحمد اللہ کہ این کار
صعب را احقر بذمۂ خود گرفتہ اکنون ترتیب کتاب و ابواب علیحدہ علیحدہ مطابق کتب فقہیہ ساختہ
و بنظر آسانی استخراج فتاوی فہرست کتاب بحوالۂ ہندسہ از برادر خرد مولوی محمد یونس سلمہ کنانیدہ
شامل کتاب نمودہ امیدوارے بعنایت بیغایت جناب باری چنان ست کہ جناب مولانائے
مرحوم را بصلۂ این ہدایات معظم خلد برین عطا سازد و این مجموعۂ مکرم را از چشم مفسدین محفوظ
دارد و بعین رضا مطبوع و ملحوظ نماید و من اللہ الفوز لکل مامول والوصول الی کل مسئول

کتاب الکفر والایمان

استفتا چہ می فرمایند علمای ملت اہل سنت و جماعت کہ در فتاوی عالمگیریہ
است من انکر امامۃ ابی بکر الصدیق فہو کافر والرافضی اذا کان یسب الشیخین فہو کافر
والمعتزلی اذا قال باستحالۃ الرویۃ فہو کافر ولو قال رجل لو لم یاکل آدم الحنطۃ لما صرنا
اشقیاء کفر ولو قال رجل ان آخر کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم یحب القرع
مثلا و قال ذلک الغیر انا لا احبہ فہذا کفر و کذا رجل قال لغیرہ ان آدم نسیج الکرباس پس ما ہمہ
جولاہہ بچگان باشیم فہذا کفر و اگر کسے گوید کہ بخدا و بہ پیغمبر تو سوگند است فہذا
کفر ولو قال ان الانبیاء لم یعصوا حال النبوۃ ولا قبلہا کفر و اگر گوید کہ اگر از آسمان
بانگ آید کہ مزن ہم بزنم یکفر و اگر گوید کہ حضرت یوسف علیہ السلام عزم
زنا کردہ بود کافر شد و امثال اینہا از قسم الفاظ زبانی بسیار ست کہ بیان آنہا موجب التطویل
است پس انچہ درین فتاوی قائل این قسم کلمات را محکوم علیہ بالکفر نمودہ یعنی
این کفر چیست آیا چنین شخص را بدون توبہ از دائرۂ اسلام خارج و محجوب الارث
و ممنوع عن التناکح دانیم یا محجوب عن الارث و ممنوع عن التناکح فی ما بین المسلمین

نخواہد شد آنچہ حکم مفتی بہ باشد ارقام فرمایند بینوا توجروا

ہو المصوب حکم ارباب فتوی بکفر قائل ہمچو کلمات تہدیدی است نہ آنکہ ازانہا کفر حقیقی لازم آید صاحب بحر رائق وغیرہ تصریح این معنی کردہ اند واللہ اعلم بالصواب کتبہ العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی ابی الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

الجواب صحیح

محمد نور الحسین ۱۲۹۲

کتاب العقائد

استفتاء چہ میفرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندرین صورت کہ واجب تعالی شانہ بر پیدا کردن شریک خود قادر ست یانہ بینوا توجروا

ہو المصوب واجب تعالی بر پیدا کردن شریک خود قادر نیست چہ جملہ متکلمین تصریح این امر میسازند کہ علت مقدوریت امکان ست پس شریک الباری کہ ممتنع است مقدور نخواہد شد ونیز شریک الباری ممتنع ست بالاجماع وقدرت الہی بہ ممتنع نیست امام فخر الدین رازی وعلامہ سعد الدین تفتازانی می نویسند لاشی من الواجب والممتنع بمقدور لہ تعالی لزوال امکان الذی فی الاول والفصل فی الثانی انتہی وملا علی قاری در شرح فقہ اکبر تحریر میسازند قد قیل کل عام خص الا قولہ تعالی واللہ علی کل شیٔ قدیر بماشاءہ لیخرج ذاتہ وصفاتہ ومالم یشأ من مخلوقاتہ وما یکون من المحال وقوعہ فی کائناتہ والحاصل ان کل شیٔ تعلقت مشیتہ تعلقت بہ قدرتہ والا فلا لیقال ہو قادر علی المحال لعدم وقوعہ ولزوم کذبہ انتہی وعلامہ کمال الدین ابن ابی شریف تلمیذ صاحب فتح القدیر در شرح رسالہ مسایرہ تصنیف استاذ خود می نویسند متعلق العلم اعم من متعلق القدرۃ فان العلم یتعلق بالواجب والممکن والممتنع والقدرۃ انما تتعلق بالممکن دون الواجب والممتنع انتہی اگر در قلب اختلاج این امر شود کہ عدم قدرت واجب تعالی بر شریک الباری مستلزم عجز اوست وعجز مستلزم للنقص در دفع آن گفتہ خواہد شد کہ عدم قدرت بر امری کہ لائق تعلق قدرت نباشد نقص نیست بلکہ عین کمال است در کتب علم کلام وفقہ تصریح این امر موجود ست علامہ عبد الغنی نابلسی در مطالب وفیہ فی ادتہ قال المحققون المراد بالممکن الایجب وجودہ ولا عدمہ لذاتہ فدخل بالمیسور من الممکنات ما لا دنیہ بل لغیرہ ممکن لتعلق علم اللہ تعالی بعدم وقوعہ کایمان ابی جہل ہو وقوع الامر بما ہو بین الجلیل دان

حیث قال الله تعالیٰ قادر علی ان یتخذ ولدا اذ لو لم یقدر علیه لکان عجزا وقد نقله بعض الاغبیاء من المبتدعة
فانظر الی اختلال هذا المبتدع کیف فانه ان العجز انما یکون لو کان القصور جاء من ناحیة القدرة
اما اذا کان لعدم قبول المحل تعلق القدرة فلا یتوهم متوهم ان هذا عجز وقد سئل الامام عبد الله
ابن اسعد الیمنی عن کون الله قادرا علی جمیع الممکنات هل یلحق بذلک شئ من المحالات فاجاب بان
جمیع المحالات العقلیة لا تعلق للقدرة بها سواء کانت استحالته شرعا کقوله تعالیٰ ولا اللیل سابق النهار
او عقلا کولوج الجمل فی سم الخیاط وقوله تعالیٰ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط یدل علی انقطاع طمع الکفار
لدخول الجنة فان قیل لم لم یوصف الحق بالاقتدار علی ذلک وعدم القول به یؤدی الی قصر القدرة
قلت ذلک لا یؤدی الیه فان الله قادر علی ان یصغر الجمل مثلا الی ان یصیر بحیث
یلج فی سم الخیاط وعلی توسیع سم الخیاط الی ان یسع الجمل واما ولوجه فیه وکل منهما علی صورته فذلک
من المستحیل العقلی الذی نص العلماء علی ان لا تعلق لقدرة الله وکذلک لا یعقل النهار الا بعد
ذهاب اللیل واللیل الا بعد ذهاب النهار کل منهما شرط لمجیء الآخر واجتماع النهار مع اللیل مستحیل عقلی
فلا یتعلق القدرة به وقوله تعالیٰ خالق کل شیء معناه خالق کل شیء وجد او سیوجد والمستحیل
العقلی غیر موجود ولا یمکنه ان یوجد فلا یدخل تحت ذلک ولا یجد العقل الی خلق ذلک سبیلا
انتهی کلام النابلسی ملخصا الحاصل عبارات منقوله صریحا دلالت میکنند برین که واجب تعالیٰ را
قدرتے بر خلق امور مستحیله مثل اجتماع نقیضین ودخول جمل در سم خیاط ووجود شریک باری
واتخاذ ولد وامثال آنها نیست وانتفاء قدرت برین امور موجب نقص نیست بلکه عین
کمال ست وعلی هذا اطبق المتکلمون واجمع العلماء المتشرعون وشهد به العقل والنقل فمن انکر ذلک
فقد اتی بشیء عجاب والله اعلم بالصواب وعنده حسن الثواب کتبه محمد عبد الحی عفا الله عنه

محمد عبد الحی ابو الحسنات	الجواب صحیح	محمد نور الدین ١٢٨٦

استفتا کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو حضرت
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بعد میرے امت میری کے تہتر فرقے
ہو جائیں گے ایک ناجی اور سب ناری ہونگے آیا ناری سے مراد کفار ہیں یا مسلمان
فاسق ان کو بسبب عصیان کے دوزخی ہو جائیں گے بعضے صاحب فرماتے ہیں کہ رافضی

سب شیخین کی شان مین بے ادبی کرتے ہین کافر ہوگئے بعضے کہتے ہین کہ سب اہل ہوا کافر ہین
ایک فرقہ مسلمان ہی جسکو اہل سنت وجماعت کہتے ہین اور بعضے صاحب فرماتے ہین کہ
رافضی کی توبہ قبول نہین بلکہ اوسکو قتل کرنا واجب ہی جو شرع شریف مین لکھا ہوا قائم فرمائین بینوا
توجروا جواب کتابون عقائد اور فقہ مین اسطرح لکھا ہی کہ بہتر فرقہ جو اہل ہوا ہین ایک بھی
کافر نہین ہی چنانچہ عبارت اون کتابون کی جو یہان موجود ہین بعینہ مفصلہ ذیل مین لکھی جاتی
ہین اور عبارت فتاوی کی سب الشیخین کفر ہی اوسکا بھی جواب لکھا جاتا ہی بغور ملاحظہ فرماوینگے
بلکہ اعتقاد کفر کا اہل ہوا جو بدعتی ہین اونکی طرف رکھنا بھی کفر ہی اول تو یہ ہی کہ تمہید ابو الشکور
سلمی مین لکھا ہی کہ جو حدیث شریف تفرقہ امت مین وارد ہوئی ہی اوسمین اختلاف ہی چنانچہ
ایک روایت مین لکھا ہی ستفرق امتی من بعدی ثلثة وسبعون فرقة کلہم فی النار الا واحدة اور
روایت دوسری مین کلہم فی الجنة الا واحدة قیل ما تلک الواحدة فقال صلی اللہ علیہ وسلم القدریة
بغور ملاحظہ فرماوین کہ کفر دونون حدیثون سے ثابت نہین ہوا بلکہ دوسری حدیث سے جنتی ہونا
ثابت کیا ہی کفار کے واسطے کہین بھی یہ لفظ آیا ہی اور یا کسی عالم نے اونپر حکم جزیہ یا استرقاق
بسبب کفر کے لکھا ہی اور دوسرے ایک مقام پر لکھا ہی اعلم ان الذین مع الجماعة والجماعة
ہم اہل السواد الاعظم والسواد الاعظم بین الجبر والقدر وبین التشبیہ والتعطیل وبین النصب والرفض
وسئل ابو حنیفة رح عن السنة والجماعة فقال لا النصب ولا الرفض ولا الجبر ولا القدر ولا التشبیہ ولا التعطیل
وروی عن ابی حنیفة انہ قال شہادة اہل الاہواء مقبولة فاذا قبل شہادتہ دل انہ مسلم وروی عن محمد
ابن الحسن رح انہ قال الصلوة خلف المبتدع جائز الا انہ یکرہ ولانہ اعتقد البدعة علی زعمہ انہ حق وجہ
حلال والثانی انہ اول فی ذلک واستحل بالتاویل فلا یکفر۔ تمہید اور جاننا چاہیے کہ بہتر فرقے
جو کتابون مین ہین جنکا احوال مرقوم ہی اوسمین بھی کئی فرقے مثل شاخون کے ظاہر ہوے ہین
چنانچہ فرقہ تناسخیہ چار قسم ہو کر پھر چوراسی قسم ہوگئے چنانچہ تفصیل اوسکی بھی تمہید مین موجود ہے
اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اور بھی ہر فرقے مین اقسام ہوگئے جو شخص جس فرقے کا کام کریگا اوسی مین
شمار کیا جاویگا چنانچہ فرقہ دہاہین کو معتزلہ کہتے ہین اب تفصیل فرقون اور بیان ہر ایک کی
بدعت کا موجب طول ہی غرض سائل جو ہی سب الشیخین کفر ہی یا نہین اور توبہ اونکی قبول ہی

یا قتل اونکی توبہ ہی اسکا جواب لکھنا مقصود ہی شرح فقہ اکبر مین لکھا ہی سب الشیخین لیس بکفر لما صحح
ابو الشکور السلمی فی تمہیدہ وذلک لعدم ثبوت مبناہ وعدم تحقق معناہ فان سب المسلم فسق کما فی
حدیث ثابت ح فیستوی الشیخان وغیرہما فی ہذا الحکم ولانہ لو فرض ان احدا قتل الشیخین بل والختنین
بوصف الجمع لا یخرج عن کونہ مسلما عند اہل السنۃ والجماعۃ ومن المعلوم ان السب دون القتل نعم لو استحل
السب والقتل فہو کافر لا محالۃ وعلی تقدیر ثبوت الحدیث فیجب ان یؤول کما اول حدیث من ترک
صلوۃ متعمدا فقد کفر ای مستحلا الترک اور دوسری جگہ فقہ اکبر مین لکھا ہی کہ جمع کرنا دونو نکا مشکل ہے
ایک تو یہ اہل قبلہ کافر نہین ہین چنانچہ سب فقہا او متکلمین کا بھی یہ قول ہی اور دوسری عبارت
فتاوی کی سب الشیخین کفر ہی وجہ اشکال کی بیان کر کے پھر جواب لکھا ہی بدفع الاشکال بان نقل
کتب فتاوی مع جہالۃ قائلہ وعدم اظہار دلائلہ لیس بحجۃ من ناقلہ اذ مدار الاعتقاد فی المسائل الدینیۃ
علی الادلۃ القطعیۃ علی ان فی تکفیر المسلم قد تترتب مفاسد جلیۃ وخفیۃ وقال الامام ابن الہمام فی شرح
الہدایۃ للجواب عن ہذہ الحکایۃ حیث قال اعلم ان الحکم بکفر من ذکرنا من اہل الاہواء مع ما ثبت
عن ابی حنیفۃ والشافعی رح من عدم تکفیر اہل القبلۃ من المبتدعۃ کلہم محمل ان ذلک المعتقد فی نفسہ کفر
اور صاحب درمختار نے باب الامامۃ مین لکھا ہی کہ نماز صاحب بدعت کے پیچھے مکروہ تنزیہی ہی مبتدع
ای صاحب بدعۃ وہی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندۃ بل بنوع شبہۃ وکل من کان
من قبلتنا لا یکفر بہا حتی الخوارج الذین یستحلون دماءنا واموالنا وسب اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم
وینکرون صفاتہ تعالی وجواز رؤیتہ لکونہ عن تاویل وشبہۃ بدلیل قبول شہادتہم اور باب شہادت مین
لکھا ہی تقبل من اہل الاہواء ای اصحاب بدع لا تکفر کجبر وقدر ورفض وخروج وتشبیہ وتعطیل وکل
منہم اثنا عشرۃ فرقۃ فصارت اثنین وسبعین الا الخطابیۃ صنف من الروافض یرون الشہادۃ لشیعتہم
وکل من حلف انہ محق فردہم لا لبدعتہم بل لتہمۃ الکذب دیکھیے کہ اس عبارت مین کہین کفر ساب شیخین
کیا لیکن بعضے صاحب فرماتے ہین کہ مرتد کے باب مین صاحب درمختار نے واسطے بے ادبی کرنے انبیا کے
اور بے ادبی کرنے ولے شیخین کے جناب مین حکم قتل فرمایا ہی اور عبارت اوس مقام کی یہ ہی والکافر
بسب الشیخین او بسب احدہما فی البحر عن الجوہرۃ معزیا للشہید من سب الشیخین او طعن فیہما کفر ولا تقبل
توبتہ وبہ اخذ الدبوسی وابو اللیث وہو المختار للفتوی انتہی وجزم بہ فی الاشباہ درمختار کے مصنف

آپ ہی اس مسئلہ کو رد کیا ہی اس قول سے لکن فی النہر وہذا لا وجود لہ فی اصل الجوہرۃ وانما وجد علی

ہامش بعض النسخ فالحق بالاصل مع انہ لا ارتباط لہ بما قبلہ انتہی اصل حال مسئلے کا یہ ہی کہ جس زمانہ میں

بحر اور اشباہ تصنیف ہوئی تھی تو مصنف بحر و اشباہ نے لکھا تھا سب الشیخین کفر ولا تقبل توبہ بہت سے

اُس زمانے مین بھائی مصنف کا جسنے نہر الفائق شرح کنز الدقائق تصنیف کی ہی جسکا نام عمر بن نجیم ہی

اور چند علمای شہر مثل شیخ امین الدین عبد العال وغیرہ جمع ہو کر آئے اور دریافت کیا کہ یہ مسئلہ

سب الشیخین کفر کا کہان سے لکھا ہے کہا جوہرہ سے لکھا ہی جو قدوری کی شرح ہی علماؤن نے جوہرہ

طلب کیا تو جواب دیا کہ میرا جوہرہ آگ مین جلگیا اور شہر مین سے جوہرہ منگوا کر ہر چند دیکھا یہ مسئلہ

نہ پایا کہا کون سی جگہہ سے نقل کیا تھا مقام بتلایا تو عبارت جو بحر مین تھی اوس سے ملا کر دیکھا تو

ہر چند اول آخر سے ربط دیا ربط نہ کھایا مسئلہ کی وہین خطا ظاہر ہو گئی وقال السید الحموی فی شرح الاشباہ

حکی عن عمر بن نجیم ان اخاہ افتی بذلک فطلب منہ النقل فلم یوجد الا علی طرۃ الجوہرۃ اور پھر حموی نے

اوسی عبارت کے آگے لکھا ہے واقول علی فرض ثبوت ذلک فی عامۃ نسخ الجوہرۃ لا وجہ لہ لظہور ما قدمناہ

من قبول توبۃ من سب الانبیاء عندنا خلاف للمالکیۃ والحنابلۃ واذا کان کذلک فلا وجہ للقول بعدم

قبول توبۃ من سب الشیخین بل لم یثبت ذلک عن احد من الائمۃ فیما اعلم بالفرض اگر انکو کفر بان لین

جب بھی یہ لازم نہین آتا ہی کہ اوسکی توبہ قبول نہین اور حکم کرنا ساتھ کفر کے بہت مشکل ہی بحر نے بیان مین

لکھا ہی اتفق الائمۃ علی تضلیل اہل البدع اجمع وتخطئتہم وسب احد من الصحابۃ وبغضہ لا یکون کفرا لکن

یضلل ثم ذکر فی فتح القدیر ان الخوارج الذین یستحلون دماء المسلمین واموالہم ویکفرون الصحابۃ حکمہم

عند جمہور الفقہاء واہل الحدیث حکم البغاۃ خیال کیجیے کہ خوارج جو سب سے زیادہ بدعتی ہین چنانچہ

دُر مختار سے مذکور ہوا اونکے واسطے بھی حکم کفر کا نفرمایا قال ابن المنذر وہو اعرف بکلام المجتہدین

ولم یقع فی کلام اہل المذہب تکفیر کثیر ولکن لیس من کلام الفقہاء الذین ہم المجتہدون بل من غیرہم

ولا عبرۃ لغیر الفقہاء بہت تفصیل سے رد المحتار مین جو حاشیہ در مختار ہی مسلمانی ثابت کی ہے

جس صاحب کو زیادہ تحقیق منظور ہو دیکھ لیوے طول کے سبب سے یہان نہ لکھا بلکہ چند باتین

ضروری نقل کر دین اور رد المحتار مین لکھا ہی ولم یعلل احد لعدم قبول شہادتہم بالکفر لما تری حتی

استثنوا الخطابیۃ لانہم یرون شہادۃ الزور لاشیاعہم او للحالف وکذا نص المحدثون علی قبول

روایۃ اہل الہواء فہذا فی حق من یسب عامۃ الصحابۃ ویکفرہم بناء علی تاویل لہ فاسد فعلم ان ما ذکرہ فی الخلاصۃ من انہ
کافر قول ضعیف مخالف للمتون والشروح بل ہو مخالف لاجماع الفقہاء کما سمعتہ وقد الف العلامۃ
ملا علی قاری رسالۃ فی الرد علی الخلاصۃ ولہذا العلم قطعا ان ما عزی الی الجوہرۃ من الکفر مع عدم
قبول التوبۃ علی فرض وجودہ فی الجوہرۃ باطل لا اصل لہ ولا یجوز العمل بہ وقد مر انہ اذا کان فی المسئلۃ
خلاف ولو روایۃ ضعیفۃ فعلی المفتی ان یمیل الی عدم التکفیر فکیف یمیل ہنا الی التکفیر المخالف للاجماع
فضلا عن میلہ الی قتلہ وان تاب وقد مر ایضا ان المذہب قبول توبۃ ساب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم
فکیف ساب الشیخین والعجب من صاحب البحر حیث تساہل غایۃ التساہل فی الافتاء بقتلہ مولف ردالمحتار
حاشیہ درمختار و مصنف درمختار نے انہیں اہل ہواء کو کافر نہیں لکھا بلکہ باب الحیض میں لکھا ہے
لا یفتی بتکفیر مسلم کان فی کفرہ خلاف ولو روایۃ ضعیفۃ اور دوسری جگہ لکھا ہے اذا کان فی المسئلۃ
وجوہ توجب الکفر و واحد یمنعہ فعلی المفتی المیل لما یمنعہ تعجب ہے صاحب علم سے کہ باوجود ان دلائل
قویہ قائل باسلام دلیل ضعیف کو ترجیح دیکر کفر ثابت کرے اور یہانتک حکم دیوے کہ توبہ بھی
اوسکی قبول نہیں بلکہ قتل اسکی توبہ سے ظاہر ہے کہ گویا سب علما کے قول کا انکار ہے درمختار میں لکھا ہے
منکر الاجماع کافر اور تمہید ابو الشکور سلمی میں لکھا ہے من قال للمؤمن یا کافر او شہد بالکفر علی مؤمن
فانہ یصیر کافرا اور روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من شہد علی امتی بالکفر فہو اولی بہ اہل ہواء
جو تہتر فرقے ہیں داخل ہیں اسواسطے جو حدیث شریف تفرق امت میں وارد ہوئی ہے اوسمیں
لفظ امتی ہے امت حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کا شمار اس میں داخل کرکے نہیں فرمایا تھا
اونکے واسطے اور حدیث ہے انہ قال صلی اللہ علیہ وسلم ان بنی اسرائیل افترقت بعد موسی علی احدی
وسبعین فرقۃ وبعد عیسی علی اثنین وسبعین فرقۃ وستفرق امتی من بعدی ثلثۃ وسبعون فرقۃ
اگر سب فرقے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مع اصناف کفار شمار کریں گے تو تہتر فرقے کیونکر ہونگے
پس اگرچہ کفار بھی امت دعوت ہیں پس معلوم ہوا کہ مراد امت سے امت اجابت ہے جنہوں نے
اسلام قبول کیا تھا المراد بالامۃ من یجمعہم دائرۃ الدعوۃ من اہل القبلۃ لانہ اضافہم الی نفسہ واکثر ورد
فی الحدیث علی ہذا الاسلوب فالمراد بہ اہل القبلۃ ولو ارید بہ امۃ الدعوۃ فتناول بہ اصناف الکفر
فکیف یکون تفرق الامۃ الی ثلث وسبعین خداوند تعالی غفور الرحیم اور تواب الرحیم ہے اوسکی رحمت کا

منکر نہونا چاہیے توبہ اسکی قبول ہو اگر پیغمبرون کی جناب مین بے ادبی کی ہو اسکی توبہ بھی قبول ہے
چنانچہ رد المحتار حاشیہ در المختار مین مذکور ہو اصحنہ الرحمۃ لا یتغیر وان تغیر احوال الامۃ اور نیک کام
بھی برائی کو دور کرتے ہین کقولہ تعالی ان الحسنات یذہبن السیئات واللہ اعلم بالصواب المجیب
عبد الحی ابن افضل العلماء والفضلاء مولانا محمد عبد الرب افاض اللہ علینا من برکاتہ ۞
ہو المصوب واقعی حدیث ستفرق امتی ثلث وسبعون فرقۃ مین مراد امت اجابت ہے کہ
عبارت اہل اسلام سے ہو نہ امت دعوت علامہ دوانی شرح عقائد عضدیہ مین لکھتے ہین
ای امۃ الاجابۃ وہم الذین آمنوا بالنبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم وہو الظاہر فان الاکثر ما ورد فی
الحدیث علی ہذا الاسلوب اریدبہ اہل القبلۃ انتہی اور سب شیخین موجب کفر نہین ہے ابو الشکور سلمی
تمہید مین لکھتے ہین کلام الروافض مختلف فبعضہ یکون کفرا وبعضہ لا فلو قال ان علیا کان الہا
نزل من السماء کفر ولو قال النبوۃ کانت لعلی وجبرئیل اخطا کفر ومنہم من قال ان علیا افضل
من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فہذہ الکلمۃ کفر واما الذی یکون بدعۃ ولا یکون کفرا فہو قولہم ان علیا
کان افضل من الشیخین ومنہم من قال یجب اللعن علی من خالف علیا کعائشۃ ومعاویۃ وہذا کلہ [illegible]
بدعۃ لیس بکفر لانہ صادر عن تاویل انتہی اور مولانا عبد العلی رح شرح مسلم الثبوت مین لکھتے ہین الصحیح
عند الحنفیۃ بان الروافض لیسوا بکفار والوجہ فیہ ان مذہبہم ووضعہم فی نا وعواہم عما سمعوا انہم علی الدین
المحمدی وان کان زعمہم ہذا باطلا ولم یکذبوا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم فی زعمہم فہم غیر ملتزمین بالکفر والتزام
الکفر کفر دون لزومہ انتہی ملخصا ہرگاہ روافض کا کافر نہونا ثابت ہوا اونکی توبہ قبول ہونے مین
شک نہین رہا اور اگر بالفرض والتقدیر روافض کافر ہون اوس صورت مین بھی اونکی توبہ قبول
نہونے کی کوئی وجہ نہین ہے مقام غور ہے کہ جو شخص مشرک ہو اور اللہ جل شانہ کا شریک بتاتا ہو
اگر وہ توبہ کرے قبول ہو جاوے کیا روافض مشرک سے بدتر ہو گئے کہ توبہ انکی قبول نہوگی اور
صاحب بحر وغیرہ نے جو مسئلہ عدم قبول توبہ روافض کا نقل کیا ہے وہ غلط ہے قابل التفات
نہین کیونکہ یہ مخالف ہے نصوص قرآنیہ کے قال اللہ تعالی ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ہو الغفور الرحیم
واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی
اللکنوی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی وحفظہ عن حجبات [illegible] ابن المرحوم مولانا محمد عبد الحلیم ادخلہ [illegible]

فی دار النعیم | محمد عبد الحی ابو الحسنات

فی الواقع حدیث افتراق امت مین ناری سے مراد مسلمان فاسقین ہین کہ شامت عصیان سے
دوزخ مین جاوینگے اور روافض کہ حضرات شیخین رض کی شان مین بے ادبی کرتے ہین اور
اسیطرح سب اہل ہوا کافر نہین ہین اور توبہ اونکی مقبول ہی فی المسایرة ان قول ابی حنیفة
انہ لا یکفر احد منہم وفی شرحہا للکمال ان عدم تکفیرہم ہو المنقول عن جمہور المتکلمین والفقہاء
وان الشیخ الاشعری قال ان الاسلام یعمہم واللہ علیم بالصواب وعندہ الہدایة
وحسن الثواب حررہ ابو الاحیاء محمد نعیم غفر لہ العلی الرب الحکیم ۱۲۸۸ھ

استفتا کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین ایک شخص
دعوی کرتا ہی اس بات کا کہ چھ مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موجود اور متحقق ہین اور اس سے
یہ غرض رکھتا ہی کہ شریک حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ کے جمیع صفات
اور ماہیت مین اور پیش کرتا ہی قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا کتاب درمنثور سے
ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراہیم کابراہیمکم وموسی
کموسکم وعیسی کعیسکم ونبی کنبیکم آیا یہ قول اوسکا یعنی موجود ومتحقق ہونا امثال آنحضرت
خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم مین بمعنی مذکور کے حق ہی یا باطل اور یہ عقیدہ صحیح ہی
یا خلاف اہل سنت والجماعت کے اور دلیل مین جو حدیث پیش کرتا ہی اوسکا کیا حال ہے
اوس سے یہ عقیدہ ثابت ہے یا نہین بینوا توجروا

ہو المصوب اولا جاننا چاہیے کہ حدیث مذکور صحیح الاسناد ومعتبر ہی ارباب تحقیق نے اوسکی
توثیق کی ہی حافظ جلال الدین تخریج احادیث شرح مواقف مین لکھتے ہین روی الحاکم فی مستدرکہ
عن ابن عباس فی قولہ تعالی اللہ الذی خلق سبع سموات ومن الارض مثلہن قال سبع ارضین فی کل
ارض نبی کنبیکم وآدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراہیم کابراہیمکم وعیسی کعیسی ثم قال صحیح انتہی اور علامہ
بدر الدین شبلی حنفی آکام المرجان فی احکام الجان مین لکھتے ہین قال الحاکم حدثنا احمد بن یعقوب
الثقفی حدثنا عبید حدثنا علی بن حکیم حدثنا شریک عن عطاء عن ابی الضحی عن ابن عباس قال و
من الارض مثلہن قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم وآدم کآدمکم ونوح کنوح وابراہیم

کابراہیم وعیسی کعیسی قال شیخنا الذہبی اسنادہ حسن قلت اورکشاہد قال الحاکم حدثنا عبد اللہ
بن الحسن حدثنا ابراہیم بن الحسین حدثنا آدم حدثنا شعبۃ عن عمرو بن مرۃ عن ابی الضحی
عن ابن عباس کمافی قولہ تعالی خلق سبع سموات ومن الارض مثلہن قال فی کل ارض نحو ابراہیم
قال شیخنا الذہبی ہذا حدیث علی شرط البخاری ومسلم انتہی وثانیا سمجھنا چاہیے کہ زمین کے سات
طبقات جداگانا ہونا اور ان میں مخلوقات الہی کا موجود ہونا چند احادیث سے ثابت ہے
اور مذہب محققین کا بھی یہی ہے حافظ ابن حجر فتح الباری شرح صحیح البخاری میں لکھتے ہیں قال
الداؤدی فی قولہ تعالی ومن الارض مثلہن دلالۃ علی ان الارضین بعضہا فوق بعض ونقل عن
بعض المتکلمین ان المثلیۃ فی العدد خاصۃ وان السبع متجاورۃ وحکی ابن التین عن بعضہم ان الارض
واحدۃ قال وہو مردود بالقرآن والسنۃ قلت لعلہ القول بالتجاور والا فیصیر صریحا فی المخالفۃ
ویدل للقول الظاہر ما رواہ ابن جریر من طریق شعبۃ عن عمرو بن مرۃ عن ابی الضحی عن ابن عباس
فی قولہ تعالی ومن الارض مثلہن قال فی کل ارض مثل ابراہیم ونحو ما علی الارض من الخلق ہکذا اخرجہ
مختصرا واسنادہ صحیح واخرجہ الحاکم والبیہقی من طریق عطاء عن ابی الضحی مطولا واولہ سبع ارضین
فی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوح وابراہیم کابراہیم وعیسی کعیسی ونبی کنبیکم قال البیہقی اسنادہ
صحیح الا انہ شاذ وظاہر قولہ تعالی ومن الارض مثلہن یرد علی اہل الہیأۃ فی قولہم ان لا مسافۃ بین کل
ارض وارض وقد روی احمد والترمذی من حدیث ابی ہریرۃ مرفوعا ان بین کل سماء وخمس مائۃ عام
وان بین کل ارض وارض خمس مائۃ عام واخرجہ اسحاق بن راہویہ والبزار من حدیث ابی ذر نحوہ انتہی
ملخصا اور علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی حاشیہ تفسیر بیضاوی میں لکھتے ہیں الذی نعتقدہ
ان الارض سبع کالسموات وفیہا سکان من خلقہ یعلمہم اللہ انتہی اور سلیمان جمل حاشیہ جلالین میں
لکھتے ہیں فذکر اللہ تعالی ان السموات سبع طبقات ولم یأت للارض فی التنزیل عدد صریح لا یحتمل
التاویل الا قولہ تعالی ومن الارض مثلہن وقد اختلف فیہ فقیل ای فی العدد لان الکیفیۃ والصفۃ
مختلفۃ بالمشاہدۃ والاخبار [illegible] ای فی الغلظ وما بینہن وقیل ہی سبع [illegible]
[illegible] قال [illegible] الاول انما سبع کالسموات [illegible]
[illegible]

انه قال بين كل ارض الى التي تليها مسيرة خمسمائة عام وهي سبع طبقات الارض الثانية يسجن الريح ونها
يخرج الرياح المختلفة وفي الارض الثالثة خلق وجوههم كوجوه بني آدم وافواههم كافواه الكلاب وايديهم كايدي الانس وارجلهم
كارجل البقر واذانهم كاذان البقر واشعارهم كصوف الضان لا يعصون الله طرفة عين نهارهم ليلنا
ونهارنا ليلهم والارض الرابعة فيها حجارة الكبريت التي اعدها الله لاهل النار يسجر بها جهنم قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم والذي نفسي بيده ان فيها اودية من كبريت لو ارسل الله فيها الجبال
الرواسي لماعت والارض الخامسة فيها عقارب اهل النار والسادسة فيها دواوين اهل النار
واعمالهم واسمها سجين والسابعة مسكن ابليس وجنوده انتهى ملخصا اور فاضل محمد بن احمد بن اياس
حنفي بدائع الدهور في وقائع الدهور میں لکھتے ہیں قال وہب بن منبہ لما خلق الله الارض كانت
طبقة واحدة ففتقها فصيرها سبعا كما فعل في السموات وجعل بين الطبقة والطبقة مسيرة خمسمائة
عام وهو قوله تعالى ففتقناهما وجعلها سبعا فكان اسم الطبقة العليا اديما والثانية بسيطا والثالثة
ثقيلا والرابعة بطيحا والخامسة جنيبا والسادسة ماسكة والسابعة الثرى وسكان الارض الثانية
امم يقال لهم الطمس وطعامهم من لحومهم وشرابهم من دمهم والطبقة الثالثة سكانها امم وجوههم كوجوه
بني آدم وافواههم كافواه الكلاب وايديهم كايدي بني آدم وارجلهم كارجل البقر وعلى ابدانهم شعر
كصوف الغنم وهو لهم ثياب والطبقة الرابعة سكانها امم يقال لهم الحلهام ليس لهم اعين ولا اقدام
بل لهم اجنحة كاجنحة القطا والخامسة بها امم يقال لهم الخشن وهم كامثال البغال ولهم اذناب كل ذنب
نحو ثلث مائة ذراع والسادسة بها امم يقال لهم الخشوم وهم سود الابدان ولهم مخاليب كمخاليب السباع ويقال
ان الله تعالى يسلطهم على ياجوج وماجوج حين يخرجون فيهلكهم والطبقة السابعة فيها مسكن ابليس وجنوده
من المردة والشياطين انتهى ملخصا وغیرہا اب معلوم کرنا چاہیے کہ جملہ طبقات باقیہ میں انبیا کا ہونا
ثابت ہے چنانچہ حدیث مذکور کہ صحیح ہے دلالت کرتی ہے اور قرآن پاک میں ہے ولکل قوم ہاد یعنی
ہر قوم کے واسطے ہادی مبعوث ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قوم کے واسطے ایک راہنما
مقرر ہوا ہے پس جس جگہ طبقات باقیہ میں وجود مخلوقات الہی کا ثابت ہے اور کوئی مخلوق حقتعالیٰ
کی مہمل نہیں چھوڑی گئی لابد ہے کہ وہاں بھی راہنما ہونگے اور علامہ جلال الدین محلی کی تفسیر سے
بھی یہ بات ثابت ہے کہ حضرت جبرئیل طبقات باقیہ میں وحی لیجاتے تھے چنانچہ تفسیر جلالین میں

لکھتے ہیں اللہ الذی خلق سبع سموات ومن الارض مثلہن یعنی سبع ارضین یتنزل الامر الوحی بینہن یعنی بین السموات والارض یتنزل بہ جبرئیل من السماء السابعۃ الی الارض السابعۃ انتہی ہر گاہ یہ تین امر ذہن نشین ہو گئے اب سمجھنا چاہیے کہ لفظ نبی کنبیکم سے اگرچہ ایک ایک نبی خاتم النبیین ہونا طبقات باقیہ میں ثابت لیکن اوسکا مثل ہونا ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ کلام عرب میں کاف تشبیہ کے واسطے مستعمل ہے اور تشبیہ میں لازم نہیں ہے کہ مشبہ مثل یا اقوی ہو مشبہ بہ سے بلکہ کبھی تشبیہ ناقص کے ساتھ مجرد تفہیم کیواسطے ہوتی ہے قرآن پاک میں حق تعالی فرماتا ہے اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح اس آیت میں حق تعالی نے اپنے نور کو تشبیہ دی ہے ساتھ نور مشکوۃ کے اور یہ ظاہر ہے کہ نور الہی بدرجہا اس نور سے اعلی و احسن ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک ٭ پس لفظ نبی کنبیکم سے یہ امر ہرگز نہیں ثابت ہے کہ خاتم الانبیاء طبقات باقیہ کا مثل خاتم الانبیاء اس طبقہ کے ہو بلکہ تشبیہ فقط تعلیم و تفہیم کے واسطے ہے اس غرض سے کہ جس طرح سے ایک خاتم الرسل اس طبقہ میں ہے اسیطرح سے ایک ایک خاتم ہر طبقہ میں ہے نہ یہ کہ وہ خاتم مثل اس خاتم کے ہے بلکہ اگر غور کیا جاوے تو اسی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خاتم مثل ہمارے خاتم الانبیاء کے نہیں ہے کیونکہ اسی حدیث میں لفظ آدم کادمکم بھی وارد ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مخلوقات طبقات باقیہ کی اولاد ہمارے آدم کی نہیں ہے بلکہ دوسرے آدم کی اور تمام کتب عقائد میں یہ امر مصرح ہوتا ہے کہ اولاد آدم این عالم تمام مخلوقات سے حتی کہ ملائکہ سے بھی افضل ہے اور آیۂ ولقد کرمنا بنی آدم سے یہ امر مفہوم ہوتا ہے کیونکہ تمام مفسرین اور علما کا اتفاق ہے اس امر پر کہ مراد آدم سے اس آیت میں ہمارے آدم ہیں نہ آدم طبقات باقیہ بلکہ تمام انبیا کہ قرآن پاک میں اونکا ذکر ہے اون سے مراد انبیاء اسی طبقہ کے ہیں نہ انبیاء طبقات باقیہ کے اور حدیث صحیح میں وارد ہے انا سید ولد آدم ولا فخر اور دوسری حدیث میں وارد ہے انا اکرم الاولین والآخرین اب یہاں سے دو مقدمے ممہد ہوئے اول یہ کہ ہمارے خاتم الانبیاء تمام اولاد آدم سے افضل ہیں دوسرے یہ کہ اولاد آدم اس عالم کی تمام مخلوقات سے افضل ہے بعد ترکیب ان دونوں مقدموں کے نتیجہ نکلا ہمارے خاتم الانبیاء افضل ہیں تمام مخلوقات سے پس مماثلت

خاتم الانبیاء طبقات باقیہ کے ساتھ ہمارے خاتم الانبیاء کے کیسی ثابت ہوگی علاوہ یہ ہے کہ مماثلت مین اتحاد ماہیت واتحاد قسم ضرور ہی اسیواسطے انسان انسان کے مماثل کہلاتا ہی اور انسان جن یا فرشتہ کے مماثل نہین کہلاتا ہی اور عبارت بدائع الدہور وغیرہ سے جو سابقا منقول ہوئی معلوم ہوتا ہی کہ مخلوقات طبقات باقیہ اس مخلوقات کے صنف سے نہین ہین اور یہ امر نصوص قطعیہ سے ثابت ہی کہ نبی ہر قوم کا اوسی قوم کے صنف سے ہوتا ہی تا امت اوسکے ساتھ ارتباط پیدا کرے اور اوسکی متابعت کرے اسیواسطے بنی آدم پر کوئی نبی از قسم جن یا از قسم ملائکہ مبعوث نہین پس ضرور ہی کہ انبیاء مخلوقات طبقات باقیہ کے اونھین صنف سے اور اونھین کی جنس سے ہونگے اور ہمارے خاتم الانبیاء ہمارے جنس سے ہین پس دونون خاتم مین مماثلت کہ عبارت ہی اتحاد صنف وصفات سے کیونکر ہوگی آرے اسقدر مین دونون شریک ہین کہ ہمارے نبی خاتم الانبیاء اس طبقہ کے ہوے اور طبقات باقیہ کے خاتم اپنے اپنے طبقات کے خاتم ہوے لیکن مجرد اس شرکت سے مماثلت کا اطلاق درست نہین ہی الحاصل حدیث مذکور صحیح ہی اور موجود ہونے امثال خاتم الانبیاء افضل مخلوق اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا باطل ہی اور اس حدیث سے ہرگز ثابت نہین ہوتا ہی بلکہ عدم مماثلت اس سے ثابت ہی مقام افسوس وتعجب ہی کہ از زمان وجود نبوی تا این جزو زمان مدت قریب تیرہ سو کے گذرے اور اس مدت مین صدہا فقہا اور محدثین اور ہزارہا علما اور صحابہ اور تابعین کی نظر سے حدیث مذکور گذری مگر کسی کی خیال مبارک مین موجود ہونا امثال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ آیا آیا تو اس صاحب عقیدہ کی خاطر عاطر مین آیا انا للہ وانا الیہ راجعون

لقد صدق رسولنا صلی اللہ علیہ وسلم بدء الدین غریبا وسیعود غریبا تا زمن برین عقل ودانش اگر شیوع جہل کی یہی کیفیت رہی تو دیکھا چاہیے کہ کیسے کیسے عقائد فاسدہ احادیث صحیحہ افہام ناقصہ سے مستنبط کرینگے اور کیا کیا فسادات اس عالم مین برپا کرینگے والی اللہ المشتکی ومنہ البدء والیہ الرجعی ہذا ما خطر بالبال واللہ اعلم بحقیقۃ الحال حررہ الراجی عفو ربہ القوی المتعوذ من شرور اصحاب الطغیان والغوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا ما قولہم رحمہم اللہ تعالی اس مسئلہ مین کہ رافضی تبرائی یعنی جو رافضی کہ صحابہ

رضوان اللہ تعالی عنہم کو اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالی عنہا کو سب وشتم کرتا ہی اور قسم قسم کے القاب دیتا ہی اوس رافضی کے ہاتھ کا ذبیحہ درست اور حلال ہی یا حرام یا مکروہ کون مکروہ اور درست اور بعدم درست وغیر ذلک کی دلیل کیا ہی بینوا وافتوا بسند الکتاب توجروا عند اللہ حسن المآب

ہو المصوب اکثر اصحاب فتاوی حنفیہ سب صحابہ اور ازواج مطہرات کو موجب کفر وارتداد لکھتے ہین پس اس تقدیر پر ذبیحہ روافض کا حرام ہی اور محققین حنفیہ اسکو موجب کفر نہین لکھتے ہین بلکہ موجب فسق کما ہو مصرح فی تمہید السلمی ومسایرۃ ابن الہمام وفتح القدیر وشرح الفقہ الاکبر لعلی القاری وشرح السلم لبحر العلوم وشرح المسلم لمولانا ولی اللہ اللکھنوی وغیرہ پس اس تقدیر پر ذبیحہ رافضی کا حلال ہی واللہ اعلم - حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی (محمد عبد الحی ابو الحسنات) واقعی اوس رافضی کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہی بنا بر قول منقول از جمہور متکلمین و فقہای فحول واللہ اعلم حررہ ابو الاحیاء محمد نعیم عفی عنہ صح الجواب ہکذا فی الکتب محقہ خادم اولیاء اللہ الکریم محمد ابراہیم غفر لہ اللہ الرحیم ابن مولانا علی محمد المرحوم

استفتا کیا فرماتے ہین علماء دین اس باب مین کہ زید نے بہ تتبع ایک عالم کے جسکی تصدیق ایک مفتی لکھنوی نے بھی کی تھی دربارہ قول ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ جو در منثور وغیرہ مین ہی ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم و نوح کنوحکم وابراہیم کابراہیمکم و موسی کموسیکم وعیسی کعیسیکم ونبی کنبیکم کے یہ عبارت تحریر کی کہ میرا یہ عقیدہ ہی کہ حدیث مذکور صحیح اور معتبر ہی اور زمین کے طبقات جدا جدا ہین اور ہر طبقے مین مخلوق الہی ہی اور حدیث مذکور سے ہر طبقے مین انبیا کا ہونا معلوم ہوتا ہی لیکن اگرچہ ایک ایک خاتم کا ہونا طبقات باقیہ مین ثابت ہوتا ہے مگر اونکا مثل ہونا ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت نہین اور نہ یہ میرا عقیدہ ہی کہ وہ خاتم مماثل آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ہون اسلیے کہ اولاد آدم جسکا ذکر ولقد کرمنا بنی آدم مین ہی اور سب مخلوقات سے افضل ہی وہ اسی طبقے کی آدم کی اولاد ہی بالاجماع اور ہمارے حضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سب اولاد آدم سے افضل ہین تو بلاشبہ آپ تمام مخلوقات سے افضل ہوے پس دوسرے طبقات کے خاتم جو مخلوقات مین داخل ہین آپکے مماثل کسی طرح نہین ہوسکتے انتہی اور باوجود اس تحریر کے زید یہ کہتا ہی اگر شرع سے

اسکے خلاف ثابت ہوگا تو مین اوسی کو مان لونگا میرا اصرار اس تحریر پر نہین پس علماء فحول سے
استفسار یہ ہے کہ الفاظ حدیث اس مضمون کو محتمل ہین یا نہین اور زید بوجہ اس تحریر کے
کافر یا فاسق یا خارج از اہل سنت وجماعت کے ہوگا یا نہین بینوا توجروا
ہوالمصوب مخفی نرہے کہ حدیث مذکور محققین محدثین کے نزدیک معتمد ہے حاکم نے
اسکے حق مین صحیح الاسناد کہا اور ذہبی نے حسن الاسناد کا حکم دیا اور اس حدیث کے ثبوت مین کوئی علت
قادحہ متحقق نہین ہے اور زمین کے طبقات کا جدا جدا ہونا بہت احادیث سے ثابت ہے اور اس حدیث
مذکور سے ہونا انبیا کا طبقات باقیہ مین ثابت ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح سلسلہ نبوت
اس طبقے مین واسطے ہدایت سکان کے جاری ہوا اسی طرح سے ہر طبقے مین سلسلہ نبوت کا واسطے ہدایت
وہان کے سکان کے جاری ہوا اور چونکہ بدلائل عقلیہ ونقلیہ لاانتہای سلسلے کے باطل ہے لاجرم ہر طبقے مین
ایک مبدا سلسلہ ہوگا کہ وہ ہمارے آدم کے ساتھ مشابہ کیا گیا اور ایک آخر سلسلہ ہوگا کہ وہ ہمارے خاتم کے
ساتھ تشبیہ دیا گیا پس بنا برین اواخر انبیاء طبقات تحتانیہ پر اطلاق خاتم کا درست ہے اب بیان
تین احتمال ہین ایک یہ کہ خواتم طبقات تحتانیہ بعد عصر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوے ہون
دوسرے یہ کہ مقدم ہوے ہون تیسرے یہ کہ ہمعصر ہون احتمال اول بحدیث لانبی بعدی وغیرہ باطل ہے
اور بر تقدیر احتمال ثانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم خاتم انبیاء ہر طبقات ہونگے اور بر تقدیر
ثالث دو احتمال ہین ایک یہ کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص ساتھ اسی طبقے کے ہو اور
آپکی خاتمیت بہ نسبت انبیاء اسی طبقے کے ہو اور ہر طبقہ تحتانیہ مین وہان کے خاتم کی رسالت ہو اور
ہر ایک اون مین کا صاحب شرع جدید وخاتم انبیاء اپنے طبقات کا ہو دوسرے یہ کہ خواتم طبقات تحتانیہ
متبع شریعت محمدیہ ہون اور کوئی اون مین کا صاحب شرع جدید نہو اور دعوت ہمارے آنحضرت کی عام
اور ختم آپکا بہ نسبت جملہ انبیاء طبقات کے حقیقی ہو اور ختم ہر ایک خواتم باقیہ کا بہ نسبت اپنے اپنے سلسلے کے
اضافی ہو احتمال اول بہ نسبت عموم وخصوص بعثت نبویہ کے کہ جس سے صاف آنحضرت کا مبعوث ہونا
تمام عالم پر معلوم ہوتا ہے باطل ہے اور علماء اہل سنت بھی اس امر کی تصریح کرتے ہین کہ آنحضرت کے
عصر مین کوئی نبی صاحب شرع جدید نہین ہو سکتا اور نبوت آپکی عام ہے اور جو نبی آپکے ہمعصر ہوگا
متبع شریعت محمدیہ کا ہوگا چنانچہ تقی الدین سبکی وجلال الدین سیوطی رسالہ الاعلام بحکم عیسی علیہ السلام

مین نقل کرتے ہین قال السبکی فی تفسیره ما من نبی الا اخذ الله علیه المیثاق انه ان بعث
محمد فی زمانه لیؤمنن به ولینصرنه ویوصی امته بذلک وفیه من التنویه بالنبوة وتعظیم قدره ما لا یخفی وفیه
مع ذلک انه علی تقدیر مجیئه فی زمانهم یکون مرسلا الیهم ویکون نبوته ورسالته عامة لجمیع الخلق
من زمن آدم الی یوم القیامة ویکون الانبیاء وامهم کلهم من امته فالنبی صلی الله علیه وسلم
نبی الانبیاء ولو اتفق مجیئه فی زمن آدم ونوح وابراهیم وموسی وعیسی وجب علیهم وعلی اممهم
الایمان به ونصرته ولهذا یأتی عیسی فی آخر الزمان علی شریعته ولو بعث النبی علیه الصلوة والسلام
فی زمان موسی وابراهیم ونوح وآدم کانوا مستمرین علی نبوتهم ورسالتهم الی اممهم والنبی صلی الله علیه
وسلم نبی علیهم ورسول الی جمیعهم انتهی اور بحر العلوم مولانا عبد العلی اپنے رسالہ فتح الرحمن مین
لکھتے ہین معنی ختم رسالت دو چیز است یکی آنکہ بعد وی رسول نباشد دیگر آنکہ شرع وی
عام باشد وہر کسیکہ موجود باشد وقت نزول شرع وی اتباع شرع وی بر وی واجب وفرض است
ودرین ہر دو معنی ہمہ رسل در احکام شرع مستمد از خاتم الرسالۃ اند وچونکہ شرع او عام باشد پس
دیگرے صاحب شرع نباشد انتہی خلاصہ کلام یہ ہی کہ حدیث ابن عباس صحیح ومعتبر ہو اور اوس سے
طبقات تحتانیہ مین وجود انبیا ثابت ہی اور یہ نسبت بطلان تناہی سلسلے کے ہر ایک طبقے مین
ایک آخر انبیا بہ نسبت اوس طبقے کے ہونا ضروری ہی لیکن مطابق عقائد اہل سنت یہ امر ہی کہ بعثت
ہمارے حضرت کی عام ہی تمام مخلوقات کو شامل ہی پس اس امر کا اعتقاد کرنا چاہیے کہ خواتم
طبقات باقیہ بعد عصر نبویہ نہین ہوئی یا قبل ہوئی یا ہمعصر اور بر تقدیر اتحاد عصر متبع شریعت
محمدیہ ہونگے اور ختم اونکا بہ نسبت اپنے طبقے کے اضافی ہوگا اور ختم ہمارے حضرت کا عام ہوگا
اور تفصیل ان سب امور کی مین نے لکہا ہی اپنے دو رسالون مین ایک مسمی بالآیات البینات
علی وجود الانبیاء فی الطبقات دوسرے مسمی بدافع الوسواس فی اثر ابن عباس کی ہی ہرگاہ
یہ امر ممہد ہو چکا پس سمجھنا چاہیے کہ زید کہ جسنے عبارت جو سوال مین مرقوم ہو لکھی ہی ہرگاہ
ممانعت سے انکار ہو اور صحت حدیث وثبوت تعدد خواتم طبقات تحتانیہ کا قائل ہی مخالف
اہل سنت کے نہین ہی نہ کافر نہ فاسق بلکہ متبع سنت گر ہان اگر نبوت محمدیہ کو عام اسی طبقے کے
خاص کرتا ہو اور ہر ایک خاتم صاحب شرع جدید سمجھا ہو تو البتہ قائل ہو اوسکے جو لکھی جو ہم

خلاف نصوص کے اور خلاف کلمات علما کے معلوم ہوتا ہے اور اگر مجیب تعدد خواتم کا قائل اور ختم
ہمارے رسول کو حقیقی بہ نسبت جملہ انبیاء جملہ طبقات کے سمجھتا ہے اور ختم ہر ایک خاتم کا اضافی
کہتا ہے تو اوس پر کچھ مواخذہ نہیں ہے فقط علم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی
تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی حفظ عن موجبات الغی ھو الموافق نسبہ بوجہ اس تحریر کے کافر یا فاسق ہوگا
واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب - کتبہ ابو الاحیاء محمد نعیم غفر لہ العلی الرب الحکیم

استفتا چہ میفرمایند علمای دین و مفتیان شرع متین درین مسئلہ کہ ترجیح قواعد حرکت
ارضی مسئلہ ہیات فیثاغورسی کہ مستلزم نفی سموات ست بجسمانیت کثیفہ غیر قابل تداخل
اجسام کثیفہ دیگر در خود مثل مسائل ہیات حرکت فلکی شرعا محذوری لازم می آید یا نہ و در صورتیکہ
مروج نظام فیثاغورسی منکر وجود آسمانہا علی الاطلاق نباشد بلکہ قائل وجود آنہا باشد مگر بجسمانیت
لطیفہ مثل ہوا بلکہ از ان ہم لطیف تر او را ہم اندیشہ مخالف احکام شرع میرسد یا نہ و نیز قائل این قول
اگر مثل حکماے فرنگ بگوید کہ بعید از کار حکمت کاملہ ربانی چنان مستحسن مینماید کہ جمیع اجرام سماویہ
مثل کرہ ارضیہ مسکن مخلوقات ذی روح باشند درین صورت ہم خللی در عقاید شرعیہ او خواہد رفت
ام لا بینوا توجروا ھو المصوب درین باب نہ ہیأت فیثاغورثی را اعتبار است نہ ہیأت بطلیموسی
بلکہ اعتماد درین باب بران باید کرد کہ از قرآن مجید و احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ
وسلم و صحابہ بہ ثبوت برسد قال اللہ تعالی یَا اَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ
مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَاءَ بِنَاءً وقال اللہ تعالی ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ
مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَاءِ فَسَوّٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وقال اللہ تعالی اَللّٰہُ الَّذِیْ
خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ وقال اللہ تعالی کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ وقال اللہ تعالی تَنْزِیْلًا
مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی وقال اللہ تعالی اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ
بِحُسْبَانٍ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدَانِ وَالسَّمَاءَ رَفَعَھَا وَوَضَعَ الْمِیْزَانَ وقال اللہ تعالی وَالسَّمَاءِ
ذَاتِ الرَّجْعِ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ اِنَّہٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وقال اللہ تعالی وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی
فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وقال اللہ تعالی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وقال اللہ تعالی
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ وقال اللہ تعالی قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ

انی اعلم غیب السموات والارض وقال الله تعالی فقضاهن سبع سموات فی یومین واوحی
فی کل سماء امرها وقال الله تعالی ان ربکم الله الذی خلق السموات والارض فی ستة ایام
وقال الله تعالی الم تروا کیف خلق الله سبع سموات طباقا وهمچنین بسیاری از آیات
قرآنیه دلالت قطعیه بر وجود آسمانها و بودن آنها هفت می کنند پس انکار وجود آسمان
انکار قرآن است واخرج البیهقی عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضی الله عنه انه نظر الی
السماء فقال تبارک ما اشد بیاضها والثانیة اشد بیاضا منها ثم کذلک حتی بلغ سبع سموات
وخلق فوق السابعة الماء وجعل فوق الماء العرش واخرج اسحاق بن راهویه فی مسنده
وابن المنذر وابن ابی حاتم والطبرانی فی الاوسط عن الربیع بن انس قال سماء الدنیا موج
مکفوف والثانیة مرمرة بیضاء والثالثة حدید والرابعة نحاس والخامسة فضة والسادسة
ذهب والسابعة یاقوتة حمراء وما فوق ذلک صحاری من نور ولا یعلم ما فوق ذلک الا الله
واخرج ابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویه عن ابن عباس قال قال رجل یا رسول الله ما هذه
السماء قال هذا موج مکفوف عنکم آرے این احادیث و نظائر آنها که بر ناظر کتب حدیث مخفی نیست
ثابت است که اجرام سموات لطیف نیستند مثل هوا بلکه کثیف و غلظی دارند پس قول بلطافت
آنها موجب انکار اخبار است واما بودن اجرام سماویه مسکن مخلوقات مثل ارض پس این امریست
که در شرع اثری از آن نیست و اثبات آنها بمجرد عقل ممکن نیست آنچه در شرع ثابت است
همین قدر است که سموات مسکن ملائکه اند اخرج ابن جریر وابن المنذر والبیهقی عن ابن عباس
قال خلق فی کل سماء خلقا من الملائکة والخلق الذی فیها من البحار وجبال البرد وما لا یعلم الحاصل
در امثال این باب هر آنچه از قرآن و احادیث ثابت گردد بر آن اعتقاد باید کرد و آنچه
حکمای فیثاغورسیین یا حکمای بطلیموسیین از عقول خود ها میگویند و شرع مکذب آن است
اعتماد بر آن نشاید بلکه جزم باید کرد که قرآن و حدیث برای رد ایشان در وجه مباحث مخترعه ایشان
نازل نشده پس اختیار مردود و متروک کردن کلام الهی و نبوی است از شان اهل اسلام نیست
والله اعلم حرره الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی (محمد عبد الحی ابو الحسنات)
واقعی در نفی سموات و جسمانیت کثیفه آنها [illegible] لازم می آید بودن جمیع سموات مسکن

حیوانات از شجر غیر لیف مخلوق‌اند تمام شد والله اعلم حرره ابو الاحیاء محمد نعیم غفر له العلی الرب الحکیم

استفتا — ما قولکم رحمکم الله که خالق کون و مکان در عالم امکان اشجار و نبات را بموجب منطوق کلام الله فالق الحب والنوی بواسطه حبوب و بذور که قبل آن هیچ شجر و نبات خلق نشده باشد خلق نموده است و یا اشجار و نبات را بی واسطه بذر بمصداق آیه وهو الذی انزل من السماء ماء فاخرجنا به نبات کل شیء فاخرجنا منه خضرا نخرج منه حبا متراکبا مثل خلقت آدم علیه السلام اول خلق فرموده بعد ازان بذور و حبوبات نامیه برای ابقای نوع مثل نطفه در بنی آدم آفریده بعید که از تقدیم و تاخیر خلقت هر دو بدلائل عقلیه و نقلیه هر دو آگاهی بخشند بینوا توجروا

هو المصوب از ظاهر احادیث واضح میشود که حق جل جلاله ابتداء خلق اشجار و نبات فرموده است اخرج احمد والبخاری فی التاریخ ومسلم والنسائی والبیهقی وغیرهم عن ابی هریرة رض قال اخذ رسول الله صلی الله علیه وعلی آله وسلم بیدی فقال خلق الله التربة یوم السبت وخلق فیها الجبال یوم الاحد وخلق الشجر یوم الاثنین وخلق المکروه یوم الثلثاء وخلق النور یوم الاربعاء وبث فیها الدواب یوم الخمیس وخلق آدم یوم الجمعة بعد العصر واخرج البزار والطبرانی وابن مردویه والبیهقی عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله صلی الله علیه وعلی آله وسلم ان الله حاط حائط الجنة لبنة من ذهب ولبنة من فضة ثم شق فیها الانهار ثم غرس فیها الاشجار فلما نظرت الیها الملائکة قالت طوبی لك منازل الملوك والله اعلم وعلمه اتم واحکم حرره الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی

[محمد عبد الحی ابو الحسنات]

صح الجواب والله علیم حرره ابو الاحیاء محمد نعیم عفی عنه ۱۲۹۱

استفتا — چه میفرمایند علمای دین و مفتیان شرع متین اندرین مسئله که کسی منکر باشد از شفاعت حضرت سید المرسلین صلی الله علیه وآله وسلم بشفاعت امتیه استدلال آیه کریمه من ذا الذی یشفع عنده الا باذنه. حکم چنین مسلمانان را از شفیع المذنبین بودن آن سرور صلی الله علیه وآله وسلم در یک انکار دارد در حق اینچنین کس چه باید گفت و باذن حضرت خاتم الانبیاء والمرسلین صلی الله علیه وآله وسلم بشفاعت امت چه در دنیا و چه در آخرت از روی قرآن مجید و حدیث ثابت است یا نه بینوا توجروا

هو المصوب آن کسی که منکر شفیع بودن آنحضرت صلی الله علیه وآله وسلم شد از مذهب اهل سنت

معلوم است یا نه دلیل دیگر از آیات کثیره مثل واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات و آیه عسی
ان یبعثک ربک مقاما محمودا و آیه ولسوف یعطیک ربک فترضی وغیره وکذلک از احادیث مشهوره
که در صحاح ستة وغیره ماثور اند ثبوت شفاعت محمدیه بوجه احسن شده است و در باب قبول بودن
آنحضرت صلی الله علیه وسلم برای شفاعت روایات بسیار وارد شده اند ابن حجر مکی در زواجر عن
اقتراف الکبائر آورده اخرج البیهقی وصححه رأیت ما تلقی امتی بعدی و سفک بعضهم دم بعض
فسألته ان یولینی یوم القیامة شفاعة ففعل ملخصا واحمد بسند صحیح انه صلی الله علیه وسلم قال اعطیت
اللیلة خمسا ما اعطیهن احد قبلی الی ان قال والخامسة هی ما قیل لی سل فان کل نبی قد سئل
فاخرت مسئلتی الی یوم القیامة فهی لکم ولمن شهد ان لا اله الا الله والطبرانی باسانید احدها جید
الا اخبرکم بما خیرنی ربی آنفا قلنا بلی یا رسول الله قال خیرنی بین ان یدخل ثلثی امتی الجنة
بغیر حساب ولا عذاب وبین الشفاعة قلنا یا رسول الله ما اخترت قال اخترت الشفاعة انتهی ملخصا از این روایات
ثابت شد که آنحضرت صلی الله علیه وسلم را حق جل مجده اذن شفاعت داده و وعده مقام محمود
فرموده و ظاهر است که در وعده الهی و اذن الهی خلف و کذب محال است و آیه من ذا الذی یشفع عنده الا باذنه
وغیره موافق این احادیث اند چه از این آیات همین قدر مستفاد است که صدور شفاعت احدی بدون
اذن الهی نمی تواند شد نه این که اذن بجناب روز خواهد شد او قبل نشده است والله اعلم حرره الراجی
عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی

محمد عبد الحی

استفتا کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ در باب آیات صفات مثل استوی
علی العرش و ید اللہ وغیرہ مسلک تاویل حق ہے یا اور کوئی مسلک بینوا توجروا
ہو المصوب اس باب میں علماء کے چند مسلک ہیں ایک مسلک تاویل کہ استواء
بمعنی استیلا اور ید بمعنی قدرت و نعمت یا بمعنی ذات ہے وعلی ہذا القیاس اور یہی مختار اکثر متاخرین
متکلمین کا ہے دوسرا مسلک تشابہ فی المعنی وفی الکیفیة تیسرا مسلک معلوم المعنی متشابہ الکیفیة
اور حق ان میں مسلک ثالث ہے اور یہی مذہب صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین و محدثین و فقہا
و اصولیین محققین ہے شیخ الاسلام ذہبی سیر النبلاء میں ترجمہ قتیبہ بن سعید میں لکھتے ہیں روی
عمرو احمد عن ابی العباس السراج فقال سمعت قتیبة یقول هذا قول الائمة الاسلام واهل السنة

والجماعۃ ان ربنا عز وجل علی العرش انتہی اور ترجمہ علی بن المدینی میں لکھتے ہیں قال اکثر العلماء
ان اللہ علی العرش انتہی اور ترجمہ اسحٰق بن راہویہ میں لکھتے ہیں قال حرب الکرمانی قلت
لاسحاق ما تقول فی قولہ تعالیٰ ما یکون من نجویٰ ثلثۃ الا ہو رابعہم کیف تقول قال حیثما
کنت فہو اقرب الیک من حبل الورید وہو بائن من خلقہ انتہی اور ترجمہ مزنی میں لکھتے ہیں قال محمد بن اسمٰعیل
سمعت المزنی یقول لا یصح لاحد التوحید حتی یعلم ان اللہ علی عرشہ انتہی اور ترجمہ ابو حاتم رازی میں
لکھتے ہیں قال ابو حاتم مذہبنا واختیارنا اتباع رسول اللہ واصحابہ ونعتقد ان اللہ علی عرشہ
لیس کمثلہ شیء وہو السمیع البصیر انتہی اور بھی ذہبی نے کتاب العرش میں اسی قسم کے اقوال
کہ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حق جل شانہ فوق العرش ہے بلا کیف صدہا صحابہ اور تابعین اور
فقہا اور محدثین سے نقل کیے ہیں اور احادیث نبویہ جو فوقیت رب پر دال ہیں بھی ذکر کی ہیں
اور ابو شکور سلمی حنفی تمہید میں لکھتے ہیں سئل رجل عن الامام مالک عن قولہ تعالیٰ الرحمن
علی العرش استوی کیف استوی فقال لہ الاستواء غیر مجہول والکیف غیر معقول والایمان
بہ واجب والسوال عنہ بدعۃ وما اراک الا ضالا فامر بہ فاذا ہو جہم بن صفوان ہو قال ابو مطیع
البلخی سألت ابا حنیفۃ عمن قال لا ادری این اللہ فقال ابو حنیفۃ انہ یکفر لانہ خالف النص
واللہ یقول الرحمن علی العرش استوی اقروہا وآمنوا بہ فقال ابو مطیع کیف استوی فقال امروہا
کما جاءت انتہی اور سراج الدین علی حنفی قصیدہ بدء الامالی میں کہتے ہیں ؎ ورب العرش
فوق العرش لکن ٭ بلا وصف التمکن واتصال ٭ ملا علی قاری حنفی اسکی شرح میں لکھتے ہیں
سئل الشافعی عن الاستواء فقال آمنت بہ بلا تشبیہ واتہمت نفسی فی الادراک وامسکت عن الخوض
واجمع السلف علی ان استواءہ علی العرش صفۃ لہ بلا کیف نؤمن بہ ونکل العلم الی اللہ ومذہب الخلف
تاویل الاستواء بالاستیلاء ومختار السلف عدم التاویل بل اعتقاد التنزیل مع وصف التنزیہ
عما یوجب التشبیہ کما قال مالک الاستواء معلوم والکیفیۃ مجہولۃ واختاروا [illegible] وکذا کل ما ورد
من الآیات والاحادیث المتشابہات من ذکر الید والوجہ ونحوہ ومنہ لفظ فوق [illegible] باعتبار
والرفعۃ کما قالہ الخلف انتہی اور ابن ہمام حنفی مؤلف فتح القدیر مسایرہ فی العقائد المنجیۃ
فی الآخرۃ میں لکھتے ہیں نؤمن انہ تعالیٰ مستو علی العرش مع الحکم بان استواءہ لیس کاستواء

الاجساد من التمکن والمماسة والمحاذاة بل بمعنی یلیق به وهو اعلم به وحاصله وجوب الایمان بانه
استوی علی العرش مع نفی التشبیه فاما کون المراد به استیلاءه علی العرش فامر جائز الارادة لکن لا دلیل
علیه عینا فالواجب علینا ما ذکرناه وکذلک کل ما ورد به مما ظاهره الجسمیة کالاصبع والقدم والید فیجب
الایمان بها فان الید والاصبع صفة له لا بمعنی الجارحة بل بمعنی یلیق به وقد اول الید والاصبع بالقدرة
والقهر لصرف العامة من فهم الجسمیة وهو ممکن ان یراد ولا یجزم بارادته انتهی اور عبد العزیز بخاری حنفی
کشف الاسرار شرح اصول بزدوی میں لکھتے ہیں اثبات الرؤیة واثبات الوجه والید لله حق عندنا
خلافا للمعطلة من قال لا یوصف الله بالوجه والید بل المراد بالوجه الرضا والذات ومن الید القدرة
او القوة او النعمة فقال المصنف بل الله یوصف بصفة الوجه والید مع تنزیهه عن الصورة والجارحة
لان الوجه والید من صفات الکمال بدلیل فی الشاهد لان من لا وجه له ولا ید له یعد ناقصا وهو موصوف
بصفات الکمال فیوصف بهما ایضا الا ان اثبات الکیفیة مستحیل لتشابه وصفه فیجب التسلیم علی اعتقاد
حقیتهما من غیر اشتغال بالتاویل انتهی اور ابو شکور تمهید میں لکھتے ہیں قال جهم ان الله موجود
فی کل مکان وهم صنف من الجهمیة واحتجوا بقوله تعالی وهو الذی فی السماء اله وفی الارض اله وقوله
وهو الله فی السموات وفی الارض وقوله ان الله مع الذین اتقوا وقوله ما یکون من نجوی ثلثة
الا هو رابعهم والجواب ان معنی الآیة الاولی انه اله اهل السماء واهل الارض والآیة الثانیة مدبر
فی السموات والارض ومعنی الآیة الثالثة انه معهم بالنصرة ومعنی الرابعة انه سمیع بنجواهم علیم
بافعالهم ونحن نقول ان الله لو کان فی کل مکان یؤدی الی ان یکون فی افواه الدواب والاواری
النساء والاقذار وهذا القبیح انتهی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ مذہب صحابہ وغیر صحابہ ائمہ
وغیر ائمہ حنفیہ وغیر حنفیہ سب کا یہ ہے کہ حق جل شانہ کی فوقیت عرش پر ید و وجہ وغیرہ
صفات بلا کیف ہیں اور تاویل کرنا ان سب کی صحیح نہیں ہے منشا تاویل کا صرف اسقدر ہے
کہ جب مجسمہ نے اس قسم کی آیات واحادیث سے خیال تجسیم کیا علماء نے ان کے الزام دینے کے
واسطے تاویل کرنا شروع کیا نہ اس غرض سے کہ یہی معنی ماؤل مراد ہیں بلکہ اس غرض سے کہ شبہ
تجسیم دفع ہو جاوے کا اصل آیات فوقیت واستواء وید ووجہ وغیرہ سب معانی ظاہر پر محمول ہیں
اور کیفیات ان سب کی مجہول ہیں اور اسمیں تجسیم بھی لازم نہیں آتا ہے کیونکہ جب کیفیت مجہول

کہی گئی ہو اور خیال ابلیس کہ متلاشی کا بھی رہا اور تنزیہ بطور کی گئی جسم کسی طرح سے لازم نہ آویگا واللہ اعلم و علمہ احکم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ذات باری تعالی کو فقط عرش ہی پر سمجھے یعنی موجود ہے یا مستقر سمجھے یا جو کچھ جانیں اور ماسوا فوق العرش کوئی چیز کو مخلوقات الہی سے بذات باری تعالی محیط نہ جاننا بلکہ یہ کہنا کہ فقط علم الہی ساری اشیا کو محیط ہے اور ذات اوسکی فقط عرش ہی پر ہے اور دوسری جگہ نہیں یہ عقیدہ اہل سنت کا ہے یا نہیں اور جو معتقد اس عقیدہ کا ہو نماز پیچھے اوسکے ادا کرنا جائز ہے یا نہیں و این ہم تحریر فرمایند کہ اینها یان این عقیدہ را نسبت بحنابلہ میگویند فی الحقیقت عقائد حنابلہ ہمچنین ست یا نہ

ہو المصوب ذات پروردگار کو عرش پر سمجھنا بدون بیان کیفیت استواء اور اوسکے علم کو محیط تمام عالم سمجھنا اور آیات معیت و قرب وغیرہ کو قرب و معیت علمی پر حمل کرنا مذہب اہل سنت کا ہے اور معتقد اس مذہب کے پیچھے نماز درست ہے بلا کراہت شرح حکمت نبویہ میں ہے نعتقد انہ علی العرش مستو علیہ استواء منزہا عن التمکن والاستقرار وانہ فوق العرش مع ذلک ہو قریب من کل موجود وہو اقرب من حبل الورید ولا یماثل قربہ قرب الاجسام انتہی اور سیر النبلاء میں ہے قال اسحق ابن راہویہ اجمع اہل العلم علی انہ تعالی علی العرش استوی وہو یعلم کل شئی فی اسفل الارض السابعۃ انتہی اور جامع ترمذی میں بعد ذکر حدیث لو انکم دلیتم بحبل الی الارض السفلی لہبط علی اللہ ہے ثم قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو الاول والآخر والظاہر والباطن وہو بکل شئی علیم مرقوم ہے قراءۃ الآیۃ تدل علی انہ اراد لہبط علی علم اللہ وقدرتہ وسلطانہ وعلم اللہ فی کل مکان وہو علی العرش کما وصف نفسہ فی کتابہ انتہی اور یہ جو مشہور ہے کہ یہ مذہب حنابلہ کا ہے غلط ہے بلکہ یہ مذہب جمہور محققین حنفیہ و شافعیہ و حنابلہ و مالکیہ و محدثین وغیرہم کا ہے البتہ بعض حنابلہ استواء مع بیان الکیفیۃ کے قائل ہو گئے ہیں اور استقرار پروردگار کو مثل استقرار مخلوقات سمجھتے ہیں یہ مذہب مردود ہے والتفصیل یستدعی بسطا بسیطا وفیما ذکرنا کفایۃ واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا زید کہتا ہے رب العالمین کی ذات پاک کو کسی جگہ میں معین نہیں کر سکتا

کہ عرش پر ہی یا زمین پر یا آسمان میں اور اسکے خلاف عقیدہ کرنا خلاف عقیدۂ اہل سنت ہی
ذات پاک اوسکی بالکل مخلوقات کو واسعکے از عرش تا فرش محیط ہی اور یہی عقیدہ کہ اہل سنت ہی اور ہم
نہین کہہ سکتے اس بات کو کہ رب العالمین یہان یا وہان کہان ہی کوئی جگہہ ہم اوسکی تعین نہین
کہہ سکتے اور ہر مخلوقات کو از عرش تا فرش اور سب اشیا کو پروردگار کی ذات و علم کے ساتھہ
نسبت واحد ہی البتہ کوئی سرفراز او صفت سے اور کوئی دوسری صفت سے ممتاز ہے
اتنا فرق ہی اور رب العالمین کی کوئی جہت معین ٹھہرا نہین سکتا اور احاطہ اور قرب اور معیت
رب العالمین کی ہین نہین کہہ سکتا کہ کیسی ہی اور اوسکے کیا معنی ہین اور کیا اوسکی مراد ہے فقط
ایمان اسقدر ہی کہ جو کچھہ رب العالمین کا ارادہ ہی اوسی پر ایمان لائے اور یہی عقیدہ اہل سنت کا
ہی اور عمرو یہ کہتا ہی ذات باری تعالی بلا کیفیت خاص کر عرش ہی پر ہی نہ مثل جسم کے اوپر جسم کے
کیونکہ وہ جسم نہین ہی اور باوجود عرش پر ہونے کے بذاتہ و علمہ و قدرتہ سب کو محیط ہی اور سب کے
قریب ہی اور سب کے ساتھہ جیسا اوسکو لائق ہی بلا تشبیہ جیسا کہ آفتاب فلک چہارم پر ہی اور سب کے
ساتھہ ہی اور رب العالمین زمین و آسمان مین نہین ہی بلا تشبیہ جیسا کہ آفتاب زمین مین نہین ہے
اور ساتھہ ہی البتہ بعلمہ و قدرتہ سبکو ایک طرح برابر دیکھتا اور جانتا اور سنتا ہی اور جتنی صفتین اللہ تعالی کی
کتاب و سنت مین ہین جیسے فوق العرش ہونا دیکھنا سننا جاننا اوترنا خوش ہونا غصہ ہاتھہ منہ
نفس وغیرہ سب کے معنی معلوم اور کیفیت متشابہ ہی یعنی مثل فوقیت دیکھنے سننے جاننے اوترنے
خوش ہونے غصہ ہونے ہاتھہ موںہہ نفس وغیرہ اوسکے مخلوقات کے نہین ہی بلکہ کیفیت اوسکی
اللہ تعالی ہی جانتا ہی جیسے اللہ تعالی کی بیشک ایک ذات ہی مگر نہ مثل ذات مخلوقات کے
اوسی کے مناسب اوسکی سب صفتین ہین نہ مثل صفات مخلوقات کے اور جتنے صفات کہ
کتاب و سنت مین اللہ تعالی کی تنزیہہ کو اوس سے منزہ ہی غرض اثباتاً نفیاً پیروی کتاب
و سنت کی ضرور ہی اور زیادتی و کمی موجب ضلالت ان دونون عقیدون مین موافق
اہل سنت والجماعت کے کسکا عقیدہ رکھتا ہی بینوا توجروا
المصوب اہل سنت کی رای اس باب مین مختلف ہی اگرچہ بعض مثل قول زید کے بھی
کہہ گئے ہین مگر صحیح و مذہب جمہور محققین و ائمہ متبوعین و محدثین وغیرہم مثل قول عمرو کی ہی

ابو شکور حنفی تمہید میں لکھتے ہیں سئل مالک عن قوله تعالی الرحمن علی العرش استوی
کیف استوی فقال الاستواء غیر مجهول والکیف غیر معقول والایمان به واجب والسؤال عنه
بدعة وما اراک الا ضالا فامر به فاخرجوه فاذا هو جهم بن صفوان وقال ابو مطیع البلخی سألت
ابا حنیفة فی من قال لا ادری این الله فقال ابو حنیفة انه یکفر لانه خالف النص قال الله ویقول
الرحمن علی العرش استوی اقروها وآمنوا به فقال ابو مطیع کیف استوی قال آمنوا به کما جاء کجواب
انتهی اور حکمت نخبویہ میں ہے له ید ووجه ونفس کما ذکر الله فی القرآن ولا یقال ان قدرته هو یده
لان فیه ابطال الصفة وهو قول اهل القدر والاعتزال ولکن یده صفة له بلا کیف انتهی اور
سیر النبلاء میں ہے قال حرب الکرمانی قلت لاسحق بن راهویه ما القول فی قوله تعالی ما یکون من نجوی
ثلاثة الا هو رابعهم کیف تقول فیه قال حیث ما کنت فهو اقرب الیک من حبل الورید وهو بائن
من خلقه واَبین شیء فی ذلک قوله الرحمن علی العرش استوی انتہی اور یہی اوسی میں ہے قال السراج
سمعت اسحق بن راهویه یقول دخلت علی طاهر بن عبد الله وعنده منصور بن طلحة فقال لی
یقول ان الله ینزل کل لیلة فقلت تؤمن به اذا انت لا تؤمن ان لک ربا فی السماء لا تحتاج
ان تسألنی عن هذا قلت هذه الصفات من الاستواء والنزول والاتیان قد صحت به النصوص
ونقلها الخلف عن السلف ولم یتعرضوا لها برد ولا تأویل بل انکروا علی من اول مع الاتفاق
علی انها لا تشبه نعوت المخلوقین وان الله لیس کمثله شیء انتهی والله اعلم حرره الراجی عفو ربه القوی
ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی　　[محمد عبد الحی / ابو الحسنات]

استفتا [۱۲] ما قولکم رحمکم الله تعالی درین مسئله که عادت عوام این دیار است که در وقت
مصیبت وحاجت از دور وبعید انبیا علیهم السلام یا اولیای کرام را بطریق استمداد می خوانند
واعتقاد میدارند که ایشان حاضر وناظر اند در همه حال وهر وقت که ما مردم ایشان را میخوانیم
مطلع گشته در انجاح مقاصد وعا میکنند این صورت جائز است یا نه بینوا توجروا
الجواب وهو الموفق للصواب صورت مذکوره حرام بلکه شرک صریح ست چه این صورت
متضمن اعتقاد علم غیب ست برای غیر او تعالی واعتقاد مذکور شرک صریح ست بیانش آنکه
شرک در شرع عبارت ست از شریک گردانیدن غیر او تعالی شانه در ذات یا صفات مختصه

یا عبادت وی عز وجل و علم غیب از صفات مختصہ بوی سبحانہ و تعالی ہست کما ہو مصرح فی
کتب العقائد لا نطول بذکر العبارات کلہا بل نقتصر علی نقل عبارۃ علی القاری فی شرح الفقہ الاکبر
وہی ہذہ بالجملۃ العلم بالغیب امر تفرد بہ سبحانہ و تعالی ولا سبیل الیہ للعباد الا باعلام منہ والہام
بطریق المعجزۃ والکرامۃ وارشاد الی الاستدلال بالامارات فیما یمکن فیہ ذلک ولہذا ذکر فی
الفتاوی بان قول القائل عند رؤیۃ ہالۃ القمر ای دائرتہ یکون مطر مدعیا علم الغیب لا بعلامۃ
کفر وذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالی
قُل لَّا یَعْلَمُ مَن فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللہُ کذا فی المسایرۃ انتہی ملخصا درین جزو
زمان رسائل متعددہ درین باب تالیف شدہ و فتوہا نوشتہ آمدہ من شاء الاطلاع علی
الدلائل فلیرجع الیہا واللہ اعلم وعلمہ اتم کتبہ محمد بشیر عفا اللہ عنہ صح الجواب عبد الصمد پشاوری
صح الجواب ذو الفقار۔ صح الجواب سید محمد سیوانی

ہو المصوب فی الواقع ہمچو اعتقاد کہ حضرات انبیاء و اولیاء ہر وقت حاضر و ناظر اند و ہمہ
حال بر نداہا مطلع می شوند اگرچہ از بعید باشد شرک است چہ این صفت از مختصات حق
جل جلالہ است کسی را دران شرکت نیست در فتاوی بزازیہ می نویسد تزوج بلا شہود وقال
خدای و رسول خدای و فرشتگان را گواہ کردم یکفر لانہ اعتقد ان الرسول والملک یعلمان الغیب
انتہی و نیز در بزازیہ است ومن ہذا قال علماؤنا من قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر انتہی
واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

سئل [illegible] علی الظن ان الاولیاء یعلمون ویسمعون نداء المنادی قریبا وبعیدا
ویستمدون [illegible] الحاضرین [illegible] بالالہام [illegible] توجروا
الجواب [illegible] ان سماع الاولیاء النداء من بعید لیس
بثابت والعلم الکلی بجمیع الجزئیات فی جمیع الازمان مختص باللہ جل جلالہ وقد قال فی
الفتاوی البزازیۃ ومن قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر انتہی وذکر فیہ ایضا ان
من تزوج بشہادۃ اللہ ورسولہ لا ینعقد ویکفر لاعتقادہ ان الرسول یعلم الغیب انتہی [illegible]
[illegible] فی البحر الرائق ورد المختار وغیرہا واللہ اعلم

[illegible]

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی
استفتا ۱۵ سوال ساکنان بیام پیٹھ از اہل سنت وجماعت از جناب فیض مآب
حضرت مولوی عبد القادر صاحب دام فیضہم خدای تعالی عرش کے اوپر ہی اسکا اعتقاد رکھنا اور
تنزیہ کے ساتھ یعنی اوسکا عرش کے اوپر رہنا ایک جسم کا ایک جسم کے اوپر رہنے کے مانند نہیں
اور عرش اوسکا مکان و حاوی نہیں اور وہ اللہ اوس پر متمکن و متصل نہیں بلکہ جو کچھ کیفیت ہمارے
ذہن و تصور میں آوے اوس سے بھی منزہ ہی پس اسطرح اعتقاد رکھنا صحیح و حق ہی یا نہیں اور
یہ بات عقائد کی کتابوں میں اہل سنت وجماعت کے ہی یا نہیں اور یہی اعتقاد سلف کا یعنی
صحابہ و تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین وغیرہم کا ہی یا نہیں اور دلائل اس اعتقاد کے
محکمات سے ہیں یا متشابہات سے اور اس اعتقاد سے جہت جس سے متکلمین نے تنزیہ
ذات خدا کی کی ہی ثابت ہوتا ہی یا نہیں اور قرب و معیت اوسکی ہمارے ساتھ ذاتی ہی یا علمی وغیرہ بینوا توجروا
هو الموفق بسم اللہ الرحمن الرحیم مجیبا باحسن الجواب بعون اللہ الملہم للحق والصواب اعتقاد
رکھنا اسطرح پر کہ خدای تعالی اپنی ذات سے عرش کے اوپر ہی تنزیہ مذکور کے ساتھ صحیح و حق
ہی کیونکہ یہ بات قرآن و حدیث و اجماع سلف سے ثابت ہی اور معتبر ائمہ کی کتابوں میں اہل سنت
وجماعت کی موجود اور سلف صالحین یعنی صحابہ و تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین رضوان اللہ
علیہم اجمعین وغیرہ کا بھی یہی اعتقاد تھا اب چند دلائل اسکے بطور مشتے نمونہ از خروارے مذکور
ہوتے ہیں روی ابو داود فی سننہ عن جبیر بن مطعم قال اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم
اعرابی فقال یا رسول اللہ جہدت الانفس وضاعت العیال ونہکت الاموال وہلکت الانعام
فاستسق اللہ لنا فانا نستشفع بک علی اللہ ونستشفع باللہ علیک قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وعلی آلہ وسلم ویحک اتدری ما تقول وسبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم فما زال یسبح حتی
عرف ذلک فی وجوہ اصحابہ ثم قال ویحک انہ لا یستشفع باللہ علی احد من خلقہ شان اللہ اعظم
من ذلک ویحک اتدری ما اللہ ان عرشہ علی سمواتہ لہکذا وقال باصابعہ مثل القبة علیہ وانہ
لیئط بہ اطیط الرحل بالراکب قال ابن بشار فی حدیثہ ان اللہ فوق عرشہ وعرشہ فوق سمواتہ
وساق الحدیث فانتہی وحدیث احمد بن بشار حدیث حسن کما قال الامام الذہبی فی کتاب العرش

والعلو رواه ابو داؤد في الرد على الجهمية باسناد حسن عنده من حديث محمد بن بشار نقله صاحب المنتقاه
وقال وقد اخرجه البخاري في رسالة خلق افعال العباد ولفظه ان الله على عرشه فوق سمواته وسمواته
فوق ارضه مثل القبة انتهى وعن عباس بن عبد المطلب قال كنت في البطحاء في عصابة فيهم رسول الله
صلى الله عليه وعلى آله وسلم فمرت بهم سحابة فنظر اليها فقال ما تسمون هذه قالوا السحاب قال والمزن
قالوا والمزن قال والعنان قالوا والعنان الحديث وفي آخر الحديث بعد ذكر العرش ثم الله تعالى
فوق ذلك رواه الترمذي وقال هذا حديث حسن غريب انتهى وقال الذهبي في كتاب العرش والعلو
رواه ابو داؤد باسناد حسن وفوق الحسن انتهى وروى الامام البغوي هذا الحديث في تفسير سورة الحاقة
باسناده عن عباس ابن عبد المطلب وزاد بعد قوله والله تعالى فوق ذلك وليس يخفى عليه من اعمال
بني آدم شيء انتهى ويؤيده ما جاء عن ابن مسعود رضي الله عنه انه قال ما بين السماء القصوى
والكرسي خمس مائة عام وما بين الكرسي والماء كذلك والعرش فوق الماء والله فوق العرش لا يخفى عليه
شيء من اعمالكم انتهى رواه البيهقي باسناد صحيح وكذا رواه ابن المنذر وعبد الله بن احمد بن حنبل
وابو القاسم الطبراني وغيرهما كما قال الذهبي في كتاب العرش وهذه الزيادة تؤكد كون وجوده تعالى
فوق العرش كما لا يخفى وعن جابر بن سليم رضه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم يقول
ان رجلا ممن كان قبلكم لبس بردين فتبختر فنظر الله اليه من فوق عرشه فمقته فامر الارض فاخذته فهو يتجلجل
فيها قال الامام الذهبي في كتاب العرش رواه سهل بن بكار شيخ البخاري عن عبد السلام بن عجلان
عن عبيدة الهجيمي قال قال ابو جري قال جابر بن سليم فذكره انتهى اب تھوڑے اقوال کتب عقائد سے
لکھے جاتے ہیں امام ابو محمد بن ابی زید مالکی نے اپنے رسالہ میں جو مشتمل عقائد اور فقہ کے مسائل
ہی لکھا ہے انه تعالى فوق عرشه المجيد بذاته وانه في كل مكان بعلمه انتهى قال الامام الذهبي في كتاب
العرش وابن ابي زيد من كبار الائمة بالمغرب وشهرته تغني عن ذكره فانه اجتمع فيه العقل والدين
والورع والعلم وكان نهاية في علم الاصول توفي سنه ست وثمانين وثلث مائة بالقيروان انتهى
وايضا قال الذهبي قال الامام عبد الله ابو اسمعيل الانصاري شيخ الاسلام في رسالة مشتمل
ابن ابي زيد وقال وقد جاء في اخبار شتى ان الله فوق السماء السابعة على العرش بنفسه وهو ينظر
كيف تعملون وعلمه وقدرته واستماعه ونظره ورحمته في كل مكان انتهى ثم قال الذهبي ابو اسمعيل هو

معروف عند مشائخ الطريقة وكان عالما بالحديث صحيحه وسقيمه وبآثار السلف وبلغات العرب
واختلافها وتفسير الكتاب ومعانيها واقوال المفسرين وباحوال القلوب وكان ذا كرامات معروفة
توفي سنة احدى وثمانين واربعمائة وله خمس وثمانون سنة انتهى وايضا قال قال الامام الاوحد
ابو زكريا يحيى بن عمار السجستاني في رسالته لا نقول كما قال الجهمية انه مداخل الامكنة وممازج بكل شيء ولا نعلم
اين هو بل نقول هو بذاته على عرشه وعلمه محيط بكل شيء وسمعه وبصره وقدرته مدركة لكل شيء وذلك معنى قوله وهو
معكم اينما كنتم والله بما تعملون بصير وهو بذاته على عرش كما قال رسول الله صلى الله عليه وعلى آله
وسلم انتهى قال الذهبي يحيى بن عمار من كبار ائمة السنة جمع بين العلم والرواية والزهد توفي سنة
ثلاثين واربعمائة وهو احد شيوخ ابي اسمعيل الانصاري شيخ الاسلام صاحب منازل السائرين
والامام ابي نصر السجزي انتهى وقال صاحب العقائد الامامية ه ورب العرش فوق العرش لكن
بلا وصف التمكن والاتصال انتهى قال الامام الغزالي في كيمياء السعادة في بيان اعتقاد اهل السنة
وهرچه در عالم است همه زير عرش است وعرش زير قدرت او مسخر است ووی فوق عرش است
نه چنانكه جسمي فوق جسمي باشد كه وی جسم نيست وعرش حامل وبردارندهٔ او نيست بلكه عرش
وحملهٔ عرش همه برداشته ومحمول لطف وقدرت وے اند وامروز هم بآن صفت است
كه در ازل بود پيش از آنكه عرش را آفريد انتهى اب چند اقوال كه جن سے اجماع ہونا سلف صالحين كا
اس اعتقاد پر ثابت ہوتا ہے مذكور ہوتے ہیں قال الامام ابن حجر العسقلانی فی شرح البخاری
واخرج البيهقي بسند جيد عن الامام الاوزاعي قال كنا والتابعون متوافرون نقول ان الله
على عرشه ونؤمن بما وردت بها السنة من صفاته تعالى انتهى اقول انما قيد كلامه بالجملة الحالية يعني
والتابعون متوافرون لئلا يتوهم ان هذه العقيدة حدثت فيهم فاذا ثبت بهذا القول ان هذه
العقيدة عقيدة التابعين وتبع التابعين ولم يثبت اختلافهم فيها ثبت انها عقيدة الصحابة
ايضا لانهم كانوا آخذين من الصحابة دينهم من العقائد والاعمال فحصل الاجماع واصرح من ذلك
ما قاله عثمان بن سعيد الدارمي في كتاب النقض على بشر المريسي قد اتفقت الكلمة من المسلمين ان الله
تعالى فوق عرشه وعرشه فوق سمواته انتهى نقله الامام الذهبي في كتاب العرش وقال عثمان بن
سعيد الدارمي احد الائمة والحفاظ من اهل المشرق وقال فيه البخاري ما رأيت مثل عثمان بن سعيد الدارمي

انتہی وقال الامام ابو عبد اللہ ابن بطۃ العکبری فی کتاب الابانۃ لہ اجمع المسلمون من الصحابۃ والتابعین
ان اللہ علی عرشہ فوق سمواتہ بائن من خلقہ انتہی قال الذہبی بعد نقلہ ابن بطۃ ہذا من کبار الائمۃ
والزہاد والحفاظ الف کتاب الابانۃ المذکور اربع مجلدات اتی فیہ بمذاہب اہل السنۃ التی یخالف فیہا
المبتدعۃ من الجہمیۃ والحروریۃ والقدریۃ والرافضۃ والمرجئۃ والمعتزلۃ دل ذلک علی علم واسع وکثرۃ
من الحدیث توفی بعد ثمانین وثلثمائۃ سمع منہ البغوی ونحوہ انتہی وقال الامام ابو عثمان
اسمعیل بن عبد الرحمن الصابونی فی کتاب السنۃ لہ اصحاب الحدیث یشہدون ان اللہ فوق
سبع سمواتہ کما نطق بہ کتابہ وعلماء الامۃ واعیان الائمۃ من السلف لم یختلفوا فی ان اللہ عز وجل علی
عرشہ فوق سمواتہ انتہی قال الامام الذہبی ابو عثمان الصابونی ہذا من کبار الائمۃ وکان فقیہا محدثا
حافظا صوفیا واعظ الشیوخ شیخ نیشاپور فی وقتہ مات سنۃ تسع واربعین واربعمائۃ روی عنہ
کثیرون منہم الحافظ ابو بکر البیہقی انتہی وقال الامام الذہبی فی کتاب العرش والعلو والدلیل علی
ان اللہ فوق العرش فوق المخلوقات مباین لہا لیس بداخل فی شیء منہا وعلی ان علمہ فی کل مکان
الکتاب والسنۃ واجماع الصحابۃ والتابعین والائمۃ المجتہدین انتہی وقال الحافظ ابن تیمیۃ الحرانی
فی العقیدۃ الواسطیۃ وقد دخل فیما ذکرناہ من الایمان باللہ بما اخبر بہ اللہ فی کتابہ وتواتر عن رسولہ
صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم واجمع علیہ سلف الامۃ ان اللہ سبحانہ فوق سمواتہ علی عرشہ علی علی خلقہ
انتہی فاذا ثبت الاجماع وجب علینا اتباعہ ولا یجوز مخالفتہ قال اللہ تعالی ومن یشاقق الرسول
من بعد ما تبین لہ الہدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا قال صاحب
تفسیر المدارک تحت ہذہ الآیۃ ای السبیل الذی ہم علیہ من الدین الحنفی وہو دلیل علی ان الاجماع حجۃ
لا یجوز مخالفتہا کما لا یجوز مخالفۃ الکتاب والسنۃ انتہی اب چند اقوال ائمہ مجتہدین کے ذکر کرتا ہون
تا یہ عقیدہ حد درجہ یقین کو پہنچے اور دلون کو تسکین بخشے ملا سلام اللہ نے کمالین میں کہا
امام بیہقی نے امام ابی حنیفہ سے روایت کیا کہ اونھون نے فرمایا ان اللہ فی السماء دون الارض
انتہی وقال الامام الذہبی فی کتاب العرش واخرج عبد اللہ بن احمد بن حنبل فی کتاب الرد علی
الجہمیۃ عن ابیہ عن شریح بن النعمان عن عبد اللہ بن نافع قال تلمیذ مالک وخصیصہ قال سمعت
مالک بن انس یقول اللہ فی السماء وعلمہ فی کل مکان انتہی قال الذہبی ہذا حدیث ثابت عن مالک

انتہی اقول لم یرد ما کان من نفی السماء السماء الدنیا لانہا مکان بل اراد العلو الاعلی یدل علیہ قولہ ای وہو
فی کل مکان ای لا ذاتہ بل ہی فی العلو الذی لیس بمکان وہو ما وراء العرش کذا یستفاد ابن القیم من قول
امامنا ابی حنیفہ رح والدلیل علی ہذا قول ابی معاذ البلخی انہ قال ان اللہ فی السماء علی العرش کما وصف
نفسہ انتہی ای فی العلو علی العرش لانہ لیس فی ہذہ السماء ولا فی غیرہا فعلم انہ اراد بالسماء العلو قال
الذہبی فی کتاب العرش والعلو وہذا الحدیث ثابت عن ابی معاذ وہو احد الائمۃ انتہی وقال ایضا فیہ
وقصۃ ابی یوسف صاحب ابی حنیفۃ مشہورۃ فی استتابۃ بشر المریسی لما انکر ان یکون اللہ فوق عرشہ
رواہا عبد الرحمن بن ابی حاتم وغیرہ فی کتبہم انتہی وفی الحمویۃ للحافظ ابن تیمیۃ روی عبد اللہ بن احمد
بن حنبل وغیرہ باسانید صحیحۃ عن ابن المبارک انہ قیل لہ بماذا نعرف ربنا قال بانہ تعالی فوق سمواتہ
علی عرشہ بائن من خلقہ ولا نقول کما تقول الجہمیۃ انہ تعالی ہہنا فی الارض انتہی وفیہا ایضا وروی
ابن ابی حاتم ان ہشام بن عبید اللہ الرازی صاحب محمد بن الحسن القاضی حبس رجلا فی التجہم فتاب
فجیء بہ لیطلقہ فقال الحمد للہ علی التوبۃ فامتحنہ ہشام فقال اتشہد ان اللہ تعالی علی عرشہ بائن من
خلقہ فقال اشہد ان اللہ علی عرشہ ولکن لا ادری ما بائن من خلقہ فقال ردوہ الی الحبس فانہ لم یتب
انتہی وقال الامام الذہبی فی کتاب العرش قال الامام الشافعی فی وصیتہ التی رواہا البکاری وشیخ
عبد الغنی فی العقیدۃ ان اللہ یری فی الآخرۃ عیانا ینظر الیہ المؤمنون ویسمعون کلامہ وانہ تعالی
فوق العرش انتہی وقال الذہبی ایضا واخرج الخلال عن یوسف بن موسی القطان قیل لابی عبد اللہ
احمد بن حنبل اللہ فوق السماء السابعۃ علی عرشہ بائن من خلقہ وعلمہ وقدرتہ بکل مکان قال نعم انتہی

اور دلائل اس اعتقاد کے محکمات سے ہیں کیونکہ اثبات اعتقاد وعمل کا محکمات ہی سے ہوا کرتا ہے
نہ متشابہات سے اور اس محکمات میں نص اور ظاہر اور مفسر اور محکم اصطلاحی اہل اصول بھی داخل ہیں
جو یہی دلائل عقائد واحکام کے ہیں صاحب کمالین سلام اللہ نے سورہ آل عمران کی تفسیر جلالین کے
حاشیہ پر لکھا ہے فاحکمت عبارتہا بان حفظت عن الاحتمال والاشتباہ فیدخل فیہا النص والظاہر
والمفسر والمحکم علی مصطلح اہل الاصول من جملتہا انتہی پس جب اس اعتقاد کو اہل سنت کے
بزرگوں نے عقائد کی کتب میں داخل کیا اور اس پر اجماع سلف بھی ثابت کر چکے اب ان دلائل کے
محکمات سے ہونے میں کیا تردد باقی رہا اور اس اعتقاد سے یعنی خدا ہی تعالی عرش کے اوپر ہے

…بت کہ جس سے علمای متکلمین نے تنزیہ ذات خدا کی کی ہو ثابت نہیں جہت
…حدود اطراف کو کہتے ہیں اور وہی جہات عرش تک ثابت نہیں نہ اوسکے
…تفتازانی نے شرح عقائد نسفیہ میں فرمایا واذا لم یکن فی مکان لم یکن فی جہۃ
…غیرہا لانہا اما حدود واطراف للامکنۃ او نفس الامکنۃ باعتبار عروض الاضافۃ الی شیء
…عبد العزیز صاحب دہلوی نے تحفہ اثنا عشریہ کے عقیدہ سیزدہم میں فرمایا
ونیز آنچہ در نفی مکان مذکور شد نفی جہت ہم میکند زیرا کہ جہات اطراف امکنہ و حدود ہا انتہی اور شاہ
عنایت احمد نے شرح سکندر نامہ میں قول نظامی علیہ الرحمہ سے جہت را ولایت بپایان رسید
فلک نیست بپرگار دوران رسید کے لکھا ہے یعنی جہات اربعہ یا ستہ ہر چہ گویند باخر رسید چہ ثبوت
جہات در عالم اجسام است و فوق عرش عالم اجسام نیست و جہت ہم نیست انتہی اور صاحب جمل نے
تفسیر سے امام رازی کے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا اذا ثبت ان اجسام العالم متناہیۃ فخارج العالم
الجسمانی لا خلاء ولا ملاء ولا مکان ولا جہۃ فیمتنع ان یحصل لانہ فی مکان خارج العالم انتہی اقول اذ ثبت ہذا
ان خارج العالم الجسمانی لیس بمکان ولا جہۃ فوق العرش الذی ہو نہایۃ العالم الجسمانی لا یکون مکانا
ولا جہۃ لحصول الالہ فیہ من غیر تلبس بمکان لیس بممتنع بل حصولہ فی لامکان ولا جہۃ ضروری کما لا یخفی قال
مجدد الالف الثانی فی المکتوب الحادی والثمانین من المجلد الاول حق را بیرون عالم و داخل عالم چون باید جست
لامکانی را در لا مکان باید طلبید انتہی اور قرب و معیت اوس پروردگار کی ہمارے ساتھ ذاتی نہیں
یعنی ذات سے ہمارے قریب اور ساتھ نہیں بلکہ علم و قدرت وغیرہا سے ہمارے قریب اور ساتھ ہے
یہ بات یعنی قرب و معیت اوسکی ذاتی نہونا تقریر سابق سے بھی ثابت ہوتی ہے باوجود اسکے بغرض تصریح
لکھتا ہوں تا لوگوں کو اطمینان کامل حاصل ہوجائے قال الحافظ ابن تیمیۃ فی الحمویۃ قال ابن عبد البر علماء
الصحابۃ والتابعین الذین حمل عنہم التاویل قالوا فی تاویل قولہ تعالی ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ہو رابعہم
ہو علی العرش وعلمہ فی کل مکان وما خالفہم فی ذلک من یحتج بقولہ انتہی ای لونہ تعالی رابعہم بالعلم لا بالذات
وقال الامام الذہبی فی کتاب العرش قال الامام الحافظ ابو نصر السجزی فی کتاب الابانۃ لہ ائمتنا کسفیان
الثوری ومالک وحماد بن سلمۃ وحماد بن زید وعبد اللہ بن المبارک والفضیل بن عیاض واحمد بن حنبل
واسحق بن راہویہ متفقون علی ان اللہ سبحانہ وتعالی بذاتہ فوق عرشہ وان علمہ بکل مکان انتہی [illegible]

وقال الامام الغزالی فی کتاب العقائد من احیاء العلوم واضطر اهل الظاهر الی تاویل قوله تعالی وهو معکم اینما کنتم اذ حمل ذلک بالاتفاق علی الاحاطة والعلم انتهی والاحاطة فی قوة معنی العلم والادراک کما فی تعریفات الجرجانی الاحاطة ادراک الشیء بکماله ظاهرا وباطنا انتهی وقال الامام فخر الدین الرازی فی التفسیر الکبیر فی قوله تعالی وهو معکم اینما کنتم قال المتکلمون هذه المعیة اما بالعلم واما بالحفظ والحراسة وعلی التقدیرین فقد انعقد الاجماع علی انه سبحانه لیس معنا بالمکان والجهة والحیز فاذن قوله تعالی وهو معکم لابد فیه من التاویل انتهی وقال العلامة سعد الدین التفتازانی فی رسالته فاضح الملحدین فی رد قول الوجودیة بان المعیة ذاتیة واما استدلالهم بالسمع فبقوله تعالی وهو معکم اینما کنتم وقوله تعالی ولا ادنی من ذلک ولا اکثر الا هو معهم وجوابه ان المراد بالمعیة ههنا علی ما اجمع علیه المفسرون بالعلم ونحوه لا بنفس الذات انتهی وقال الامام مجدد الالف الثانی فی المکتوب الحادی والستین من المجلد الاول علوم سابق مبنی برا اتحاد و وحدت وجود بود نبذی بزوال آورد ونیز احاطه وسریان از قرب ومعیت ذاتیه که دران مقام منکشف شده بود بتستر گشتند و بیقین معلوم گشت که صانع تعالی جل شانه را با عالم ازین نسبتہائے مذکوره هیچ ثابت نیست احاطه وقرب وی تعالی علمی ست چنانچه مقرر اهل حق ست شکر الله سعیهم الی ان قال عجب ست که شیخ محی الدین ابن عربی وتابعان او ذات واجب را تعالی مجهول مطلق گویند ومحکوم علیه هیچ حکمی ندانند مع ذلک احاطه ذاتی وقرب ومعیت ذاتیه اثبات نمایند وما هو الا علم علی الذات تعالی وتقدس فالصواب ما قاله العلماء من اهل السنة من القرب العلمی والاحاطة العلمیة انتهی

ان اقوال مذکوره سے معلوم ہوا کہ اہل سنت کے سلف وخلف کا اجماع ہے خدای تعالی کے قرب اور اسکی معیت ذاتی نہونے پر الا فرقہ ملحدہ وجودیہ کہ انکے خلاف کا کچھ اعتبار نہیں کیونکہ انکا اہل سنت مین شمار نہیں ہے یہ اعتقاد مذکور کیونکر صحیح وحق نہو کہ اس سے حلول واتحاد وجہت ومکان سے تنزیہ باری تعالی کی کامل ہوتی ہے اور باطل فرقون کے عقائد سے مفارقت اور صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین کے ساتھ پوری موافقت حاصل ہوتی ہے والحمد للہ علی ذلک امر به الفقیر الی الله الصمد

عبد القادر بن القاضی احمد غفر الله لهما مرقومه ماه ذی القعده سنہ ۱۲۹۰ الہجری

ہو المصوب فی الواقع اعتقاد اس امر کا کہ ذات پروردگار کی بذاتہا عرش پر ہے ساتھ تنزیہ کے اوہام وطرق تشبیہ وتجسیم سے اور معیت وقرب اس کا علمی ہے موافق اعتقاد

جمہور صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین کی ہی ابن ہمام مؤلف فتح القدیر مسایرہ فی العقائد المنجیۃ فی
الآخرۃ میں لکھتے ہیں نؤمن انہ تعالی مستو علی العرش مع الحکم بان استواءہ لیس کاستواء الاجسام
من التمکن والمماسۃ والمحاذاۃ بل بمعنی یلیق بہ وہو اعلم بہ انتہی اور ابو شکور سلمی تمہید میں لکھتے ہیں
قال بعضہم ان اللہ موجود فی کل مکان وہم صنف من الجہمیۃ واحتجوا بقولہ تعالی ہو الذی فی السماء
الہ وفی الارض الہ وقولہ وہو اللہ فی السموات وفی الارض وقولہ ان اللہ مع الذین اتقوا وقولہ
ما یکون من نجوی ثلاثۃ الا ہو رابعہم والجواب ان معنی الآیۃ الاولی انہ الہ اہل السماء واہل الارض ومعنی
الآیۃ الثانیۃ تدبیرہ فی السموات والارض ومعنی الآیۃ الثالثۃ انہ سمیع بمقالتہم بصیر بافعالہم ومعنی الآیۃ
الرابعۃ انہ معہم بالنصرۃ انتہی اور زیادہ تفصیل اس بحث کی کتاب العرش وغیرہ میں موجود ہے
واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا ۱۷ بسم اللہ الرحمن الرحیم کیا فرماتے ہیں علمای محققین اہل سنت اس بحث خاص میں
کہ عمر کہتا ہی حکم کفر خوارج کا خود قرآن شریف میں موجود ہی جو نہیں منکر اوسکا گمراہ و مردود ہی حق سبحانہ
و تعالی سورۂ احزاب میں فرماتا ہی ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ
واعد لہم عذابا مہینا تفسیر کشاف میں ہی یہ آیت نازل ہوئی ہی اون لوگون کی شان میں جو
ایذا دیتے ہین حضرت علی مرتضی رض کو اور نیز بکر دعوی کرتا ہی کہ مذہب اہل حق یہی ہی کہ یزید
کافر ہی اور لعنت کرنا اوسپر بالخصوص جائز ہی جو اسمین مخالف ہی وہ اہل حق سے خارج ہی
اور بعضے علمای شافعیہ کا جو خلاف منقول ہی وہ بغرض عدم جواز لعن نہین ہی بلکہ بایں غرض ہی
کہ اونکے نزدیک یزید کا نام قابل زبان پر لانے کے نہین ہی نہ یہ کہ فی نفسہ اوسپر لعن کرنے مین
کچھ قباحت ہی شرح عقائد اور حاشیہ جند مین اسکی تصریح ہی یہی مذہب صحیح ہی یہ خلاصہ ہے
بکر کے رسالہ اردو کا جسمین اس بحث کو طول فضول دیا ہی فقط حامد اوسکی رد مین کہتا ہے
کہ عمر کا غرض خوارج کو منکر قرآن اور اہل حق سے خارج ٹھہرانا محض جہالت اور ضلالت
اور نیز آیت مذکورہ کو شان دشمنان حضرت علی کرم اللہ وجہہ مین نازل ٹھہرا کر حوالہ کشاف کرنا
محض کذب و بطالت ہی با آنکہ خوارج کے کفر کے مذکور ہونیکا اس آیت میں دعوی کرنا جہل صریح
الذی صحیح ہی بان البواقی آیت الذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا

بلتنا ناو اثما بیننا کا مصداق خوارج کو ٹھرایا جاوے تو احتمال صحیح ہو اور کسطرح خوارج کا
مسلمان جاننے والا اہل حق سے خارج ہو سکتا ہو کہ خود حضرت امیر المومنین علی مرتضی رضی نے
خوارج کو باوجود بیان اونکی گمراہی کے اور حکم قتل کے اونکو مسلمان بتلایا ہو اسی سبب سے
محققین فقہا و محدثین و متکلمین نے خوارج کو بد مذہب جانا مگر کافر نہین ٹھہرایا ہو چنانچہ
مرقاۃ اور مجمع البحار اور رد المحتار اور شرح فقہ اکبر اور فتح القدیر وغیرہ سے بخوبی ثابت ہو اور
نیز حامد کہتا ہو کہ اہل حق یزید پلید کے حکم کفر مین اور بجواز لعن مین خود مختلف ہین اگرچہ
بعض اکابر نے اوسپر حکم کفر و جواز لعن کا اطلاق فرمایا ہو لیکن حضرت حجۃ الاسلام جناب
امام غزالی اور صاحب قصیدہ امالی اور سوا اونکے بہت ائمہ دین حکم عدم کفر و عدم
لعن کو حق جانتے ہین اور جمہور محققین اونکے اطلاق حکم کفر و اسلام و جواز و عدم جواز
لعن مین توقف کو مذہب اپنا گردانتے ہین پس دعوی بکر کا بکلمہ حصر کہ یہی ہے مذہب
اہل حق اوسکی جہالت و ضلالت پر دلیل ہو اور تاویل جو علمائے حنفیہ کی طرف سے کی ہے
وہ بھی نہایت لچر و علیل ہو کاش یہ سخن تراش شرح عقائد نسفی کی عبارت کو سمجھتے جسکا خود
حوالہ دیتے ہین تو جانتے کہ انحصار مذہب اہل حق کا قول جواز لعن و کفر مین جو اوسکا مدعا ہو
باطل ہو اور قول حنفیہ مین جو خلاصہ وغیرہ کتب فقہیہ سے ثابت ہو وہ تاویل پوچ کر حیلہ
عقل سے باطل ہو عبارت شرح عقائد کی شروع بحث سے جسکو بکر نے چھوڑ دیا ہے یہ ہے

وبالجملۃ لم ینقل عن السلف الصالحین جواز اللعن علی معاویۃ رض واحزابہ وانما اختلفوا فی یزید بن
معاویۃ حتی ذکر فی الخلاصۃ وغیرہا انہ لا ینبغی اللعن علیہ ولا علی الحجاج لان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نہی عن لعن المصلین ومن کان من اہل القبلۃ وما نقل عن لعن النبی صلعم لبعض اہل القبلۃ فلما انہ یعلم
من احوال الناس ما لا یعلمہ غیرہ وبعضہم اطلق اللعن علیہ لما انہ کفر حین امر بقتل الحسین رض الخ

باقی رہی بحث ترجیح کی پس اگرچہ صاحب شرح عقائد نے باوجود اقرار اختلاف اہل حق
و بیان مذہب حنفیہ کی اپنے زعم مین ترجیح کفر کی ثابت فرمائی ہو لیکن دوسرے اکابر محققین نے
وہ ترجیح مسلم نہین ٹھرائی ہو مسایرہ اور مسامرہ ورد المحتار و شامی وغیرہ کتب معتمدہ فقہ و عقائد
علمائے حنفیہ مین دوسری جانب کے معتقد ہونیکی ترجیح ہو بلکہ بہت کتب مشہورہ محققین مین

شرح عقائد پر اعتراض کی بھی تصریح ہی چنانچہ شرح فقہ اکبر و ضوء المعالی اور حاشیہ عصام
اور حاشیہ ابو السعود شرح عقائد اور دوسرے حواشی سے ثابت ہی پس بکر کا ہو اصحیح لکھدینا اور
جھوٹا حوالہ کردینا جرأت و تفوہ قبیح ہی علاوہ ان سب امور کے بر تقدیر ترجیح مذہب جزم کفر
یزید کی حالت حیات میں پھر بھی دعوی انحصار مذہب اہل حق کا جواز لعن میں باطل و افترا ہی
کہ اون یکفر دن پر جنکا مرنا کفر پر خدا اور رسول کی خبر متواتر سے ثابت نہو باتفاق و اجماع جمہور
ایمہ محققین ہمگے لعن شخصی کرنا ناجائز و ناروا ہی جیسا کہ امام نووی نے شرح مسلم مین اور
امام عینی نے شرح بخاری مین اور امام نابلسی نے شرح طریقہ محمدیہ مین اور دوسرے اکابر
دین نے اور کتابون مین تصریح فرمائی ہی پس قول ترجیح جواز لعن بر یزید بر تقدیر ثبوت کفر
بھی بے ثبوت علم یقینی موت علی الکفر کے کسطرح اہل حق کے نزدیک جزماً صحیح ہو سکتا ہی تاکہ
جو اوسکا قائل نہو خوارج مین داخل ہو جاوے اور اہل سنت مین شامل نہو فقط اب سائل
سوال کرتا ہی کہ آیا دعوی بکر کا درست و بجا اور واجب الاعتقاد ہی یا حامد نے جو اوسکا رد کیا
قابل قبولیت و اعتقاد ہی اور نیز قول اہل حق منحصر کفر یزید و جواز لعن مین ہی یا اوسمین اختلاف ہے
اور در صورت اختلاف قول کفر و لعن معتمد و قوی و اولی ہی یا قول توقف و عدم جزم کفر و لعن قوی
و معتمد اور احوط اور اقرب الی الانصاف ہی اور حوالہ کشاف وغیرہ کا جو بکر نے کیا صحیح ہی یا باطل
اور حوالہ مجمع البحار و رد المحتار و مرقاۃ و شرح فقہ اکبر و ضوء المعالی و شرح امام نووی
و امام عینی وغیرہ کا جو حامد نے کیا ہی رد کے لائق ہے یا اعتماد کے قابل فقط

ہو المصوب قول بکر کا اس بحث مین صحیح نہین ہی بلکہ مخالف کتب معتبرہ ہی مسامرہ
لابن الہمام مین مع شرح اوسکی مسائرہ لابن ابی شریف موجود ہی وظاہر قول الشافعی رح
و ابی حنیفۃ رح انہ لا یکفر احد منہم ای لا یحکم بکفر احد من المخالفین فیما لیس من الاصول المعلومۃ
من الدین ضرورۃ و ہذا ہو المنقول عن جمہور المتکلمین والفقہاء انتہی اور بھی اوسمین ہے
قد اختلف فی اکفار یزید قیل نعم لما وقع منہ من الاجتراء علی الذریۃ الطاہرۃ کالامر بقتل الحسین
و ما جری منہ مما تنبو عن سماعہ الطبع و یصم لذکرہ السمع و قیل لا اذ لم یثبت لنا عنہ الاسباب
الموجبۃ للکفر و حقیقۃ الامر ای الطریقۃ الثابتۃ القویمۃ فی شانہ التوقف فی امرہ و رجع امرہ

الی اللہ تعالی انتہی اور اسی طرح اور کتب عقائد میں موجود ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی

ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا سوال اولیاء اللہ بچشم ظاہری در بیداری بلا تاویل خدای تعالی را

در دار دنیا می بینند یا نہ جواب درصورت مرقومہ نمی بینند باتفاق اہل سنت وجماعت

ومدعی آن کاذب ہست چنانچہ جملہ بالا وما علیہ ازمنح ازہر نگاشتہ می شود ہل یجوز رویۃ اللہ تعالی

فی الدنیا بعین البصر للاولیاء فقد جاء فی سوال واقعۃ الحال فی من ادعی ذلک فی بعض الاشخاص

فکتبت الجواب بحسب ما ظہر لی وجہ الصواب فہو اجماع الائمۃ من اہل السنۃ والجماعۃ علی ان رویۃ

اللہ تعالی بعین البصر جائزۃ فی الدنیا والاخری عقلا وثابتۃ فی العقبی سمعا ونقلا واختلفوا فی جوازہ

فی الدنیا شرعا فاثبتہا الاکثرون ونفاہا آخرون ثم الذین اثبتوہا خصوہ بوقوعہ صلعم لیلۃ الاسراء علی خلاف

فی ذلک بین السلف والخلف من العلماء والاولیاء والصحیح انہ صلعم انما رای ربہ تعالی بفوادہ لا بعینہ

کذا فی شرح العقائد وغیرہ فان قال قائل بانی اری اللہ تعالی فی الدنیا فان اراد بہ رویتہ فی المنام

ففی جوازہ خلاف مشہور بین الانام مع ان رویۃ المنامیۃ لا تکون بالحواسۃ البصریۃ بل التصورات

المثالیۃ والتمثیلات الخیالیۃ وان ارادبہا حال الیقظۃ فان قصد بہا ظہور المضاعف وانوار اطلاعہ بروئیۃ

انوار صفاتہ ولیشاہد آثار مصنوعاتہ فہذا جائز بلا مریۃ واما من ادعی بہذا المعنی لنفسہ من غیر تاویل

فی المبنی فہو فی اعتقاد فاسد وزعم کاسد وفی حضیض ضلال وتضلیل وفی مطعن وبیل وبعید عن سواء

السبیل فقد قال صاحب التعرف وہو کتاب لم یصنف مثلہ فی التصوف اطبق المشائخ کلہم علی

تضلیل من قال ذلک وتکذیب من ادعی ہنالک وصنفوا فی ذلک کتبا ورسائل منہم ابو سعید الخراز

والجنید وصرحوا بان من قال ذلک لم یعرف اللہ الملک المتعال واقرہ الشیخ علاء الدین القونوی

فی شرحہ وقال ان صح عن احد دعوی نحوہ فیمکن تاویلہ بان غلبۃ الاحوال تجعل الغائب کالشاہد اذا

کثر اشتغال السر بشئی واستحضارہ لہ یصیر کانہ حضر بین یدیہ انتہی ویویدہ حدیث ان تعبد اللہ کانک

تراہ وکذا حدیث عبد اللہ بن عمرو حال الطواف کنا نتراای اللہ وقال صاحب العوارف المعارف

فی کتابہ اعلام الہدی وعقیدۃ ارباب التقی ان رویۃ العیان متعذرۃ فی ہذہ الدار لانہا دار الفناء

والآخرۃ ہی دار القرار فلقوم من العلماء نصیبہم من علم الیقین فی الدنیا والآخرین من اعلی منہم تتم

نصیب من عین الیقین کما قال قائل رای قلبی ربی انتہی والحاصل ان الامۃ قد اتفقت علی انہ
تعالی لا یراہ احد فی الدنیا بعینہ ولم یتنازعوا فی ذلک الا فی نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حال عروجہ
علی ماصرح بہ فی شرح عقیدۃ الطحاوی ثم ہذا ان قبل التاویل السابق فیہا والا فان کان مصمما
علی مقولۃ ولم یرجع بالمنقول عن معقولہ یجب تعزیرہ وتشہیرہ بما یراہ الحاکم الشرعی وقال
بعض ارباب العقائد المنظومۃ من قال فی الدنیا یراہ بعینہ فذلک زندیق طغی وتمرد وخالف
اللہ والرسول وزاغ عن شرع الشریف قد قال ابن الصلاح وابو شامۃ انہ لا یصدق مدعی
الرویۃ فی الدنیا حال الیقظۃ ومنع منہ کلیم اللہ موسی علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام واختلف فیہ المرام
لنبینا صلعم فی ذلک المقام کیف تسمح لمن لم یصل الی مقامہ انتہی کلامہما وقال الکواشی فی
سورۃ النجم ومعتقد رویۃ اللہ تعالی ہہنا بالعین لغیر محمد صلعم غیر مسلم وقال الاردبیلی فی کتاب الانوار
ولو قال انی رای اللہ عیانا فی الدنیا کفر انتہی لکن الاقدام علی التکفیر بمجرد دعوی الرویۃ من صعب
الخطر فان الخطاء فی افناء الف کافر اہون من الخطاء فی افناء مسلم فالصواب ما قدمناہ انہ ان
انضم الی الدعوی ما یخرج عن عقیدۃ اہل الحق یحکم علیہ بانہ من اہل الضلالۃ والغوایۃ والسلام
علی من اتبع الہدی انتہی ما فی منح الروض شرح فقہ اکبر لملا علی قاری واظہر من الشمس است کہ ہرگاہ
خطاب لن ترانی بموسی علیہ السلام وارد شد پس ایجاد امت بصفت لن ترانی چگونہ موصوف
نشود لنعم ما قیل صفت جلوۂ یار گران بار کہ برد اشتنش ہر کہ طاقت کوہ و کمر مور ضعیف است
و منشور لامع النور وجوہ یومئذ ہی وجوہ المومنین یومئذ یوم القیمۃ ناظرۃ حسنۃ ناعمۃ
الی ربہا ناظرۃ مشعر و مخبر بدیدار رب غفار در عقبی است یعنی در جنت نہ در دنیا زیرا کہ احساس
وقوای دنیا ازبس ضعیف و درمعرض فنا ست ازین رہگذر دیدار الٰہی بدار دنیا متعذر بخلاف
احساس وقوای دار البقا کہ اقوی و ابقی خواہد بود تحقق و بیت رب العزت و قوای سرمدیت
دیدار حضرت صمدیت میسر خواہد بود و کلمات طیبات آن سرور کائنات ستروان ربکم یوم القیمۃ
بخطاب عالمتاب دربارۂ دیدار بعین البصر لیس نبی ہمہ صحابہ کرام کہ خلفاء راشدین درین خطاب
داخل اند وارد شدہ و این چنین نفرمودند کہ سترون ربکم یوم القیمۃ کما ترونہ فی الدنیا پس از
آیت و حدیث واضح گردید کہ دنیای فانی مقام دیدن نیست و ازینجا تمام اہل سنت و جماعت

اتفاق کردہ برین مسئلہ کہ کسی از آحاد امت بچشم ظاہری در بیداری در دار دنیا خدای تعالی را نمی بیند
و نخواہد دید و مدعی آن کاذب ست قیدہا بالقیمة اشارة الی ان الرویة فی الآخرة دون الدنیا کذا
فی فتح الباری والکرمانی والعینی شروح البخاری و یاوہ حدیث در صحیح بخاری از ابو موسی اشعری
آمدہ است کہ فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وما بین القوم وبین ان ینظروا الی ربہم الا رداء
الکبریاء علی وجہہ فی جنة عدن ای جنة اقامة وہو ظرف للقوم لا للہ تعالی وقولہ فی الجنة متعلق
بمعنی الاستقرار فی الظرف فیفید المفہوم انتفاء ہذا الحصر فی غیر الجنة والیہ اشار الشیخ التوربشتی بقولہ
یرید ان المومن اذا تبوؤا مقاعدہم فی الجنة تبوؤا الحجب مرتفعة والموانع التی تحجبہم عن النظر الی ربہم مضمحلة
الا ما یصدہم من ہیبة الجلال وسبحات الجمال وابہة الکبریاء فلا یرفع ذلک منہم الا برأفته ورحمته
تفضلا منہ علی عبادہ قال الحافظ ابن حجر وحاصلہ ان رداء الکبریاء مانع عن الرویة فکان فی الکلام
حذفا تقدیرہ بعد قولہ الا رداء الکبریاء فانہ یمن علیہم برفعہ فیحصل لہم الفوز بالنظر الیہ فکان المراد ان
المومنین اذا تبوؤا مقاعدہم من الجنة لولا ما عندہم من ہیبة الجلال لما حال بینہم وبین الرویة حائل
فاذا اراد اکرامہم حفہم برأفته وتفضل علیہم بتقویتہم علی النظر الیہ سبحانہ وتعالی انتہی ما فی ارشاد الساری
مختصرا وقال النووی اعلم ان مذہب اہل السنة قاطبة ان رویة اللہ تعالی ممکنة غیر مستحیلة واجمعوا
ایضا علی وقوعہا فی الآخرة نقلا ورویة اللہ تعالی فی الدنیا ممکنة لکن الجمہور من السلف والخلف
من المتکلمین وغیرہم انہا لا تقع فی الدنیا انتہی ما فی المرقاة مختصرا واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الابصار [illegible]

از شرفت سید مولوی محمد شریف حسین	سید مولوی محمد حسین صاحب	[illegible] علی احمد حسنی دہلوی

رویة اللہ تعالی بعین البصر فی حالة الیقظان فی دار الدنیا غیر جائز [illegible] کما ہو مذہب الجمہور لقولہ تعالی
لا تدرکہ الابصار وہو یدرک الابصار ولقولہ تعالی قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی واللہ اعلم وعلمہ اتم

محمد حبیب [illegible]	محمد عبد الحمید	[illegible] محمد شاہ چشتی مولف مدار الحق	سید احمد حسین [illegible]

خادم شریعت رسول الثقلین محمد تلطف حسین [illegible]

الجواب صحیح رویت ذات حق جل علاہ در دار دنیا بچشم ظاہری در حالت بیداری [illegible]
سوای آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی را حاصل نیست و مدعی او دعاوی کذب [illegible] اشعری
در کتاب الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر می نویسند قال [illegible] و نعت [illegible]

یقظۃ فی الدنیا لاحد غیر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فالجواب کما قالہ الشیخ عبد القادر الجیلی لم یبلغنا
وقوع ذلک فی الدنیا لاحد غیر رسول اللہ فقیل لہ ان فلانا یزعم انہ یری اللہ بعینی راسہ فارسل
الشیخ خلفہ وقال لہ احق ما یقول ہؤلاء عنک فقال نعم فانتہرہ الشیخ وزجرہ واخذ علیہ العہد
ان لا یعود الیہ انتہی ونیز می نویسند اما رؤیۃ الحق فی الیقظۃ لغیر نبینا فمنعہا جمہور العلماء واستدلوا
لذلک بقولہ تعالی لا تدرکہ الابصار وبقولہ لموسی لن ترانی وبقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لن یری
احدکم ربہ حتی یموت رواہ مسلم فی کتاب الفتن اما نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فقد اختلف
الصحابۃ فی وقوع الرؤیۃ لہ لیلۃ المعراج قال الجلال المحلی الصحیح نعم انتہی واللہ اعلم
حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتاء چہ میفرمایند علماء دین ومفتیان شرع متین در تکفیر فرقہ کہ درین ایام در شہر بیکانیر
پیدا شدہ میگویند کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر و آدمی نبود بلکہ حق تعالی محمد مصطفی
صلی اللہ علیہ وسلم را از آسمان فرستادہ وکسی کہ بیان میلاد شریف کند از وی احتراز می نمایند ومیگویند
کہ در بیان میلاد حضرت ہتک عزت می شود اگر احادیث را برآن گواہ گذاریم بران اعتماد نمیکنند
ومیگویند کہ در قل ہو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد این صفت خدا و ہم
رسول خداست بگو کہ اللہ یکی ست ہمچنین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم یکی ست اللہ الصمد اللہ تعالی
از خوردن و نوشیدن پاک ست ہمین طور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از خوردن و نوشیدن پاک بود
لم یلد ولم یولد نہ حق تعالی زادہ شدہ ونہ کسی از وی زادہ شد ہمچنان رسول مقبول نہ کسی را زادہ
ونہ از کسی زائیدہ شد پس درین قول فرقہ جدید از امامین وخاتون جنت واہل بیت طیبہ طاہرہ
ہمہ را منکر اند در حق ایشان شرعا تکفیر والحاد ثابت می شود یا نہ بیان فرمودہ اللہ
بمہرہا ودستخطہا مزین فرمودہ بیچارہ مسلمانان ناخواندہ را ازین بلا برہانند بینوا توجروا

الجواب بشریت حضور صلی اللہ علیہ وسلم از قول انا سید ولد آدم ثابت ومؤید آن قولہ تعالی
قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی الخ اور اکل وشرب ومشی فی الاسواق نسبت حضور صلعم کے
قرآن مجید سے ثابت اور احادیث نبوی مصداق اور مؤید اس امر کی مشکوۃ شریف میں باب
خصائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصل ثانی میں ترمذی سے موجود ہیں چنانچہ ایک حدیث اونمیں سے بعینہ

از ملک [illegible] ہجری

لکھی جاتی ہے وعن العباس انہ جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکانہ سمع شیئا فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم
علی المنبر فقال من انا فقالوا انت رسول اللہ صلعم قال انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ان اللہ
خلق الخلق فجعلنی فی خیرہم ثم جعلہم فریقین فجعلنی فی خیرہم فرقۃ ثم جعلہم قبائل فجعلنی فی خیرہم قبیلۃ ثم
جعلہم بیوتا فجعلنی فی خیرہم بیتا فانا خیرہم نفسا وخیرہم بیتا وغیرہ اور کئی حدیثیں اس باب میں
مثبت بشریت وولادت حضور صلعم جا بجا کتب احادیث و تفسیر میں موجود ہیں اور خود حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار فرمانا کہ میں پیدا ہوں زمانہ ملک عادل میں اور حدیث کتاب مشکوۃ
باب الصیام میں موجود ہے کہ فیہ وُلِدت وفیہ بعثت یعنی پیر کے روز میں پیدا کیا گیا ہوں
اور اُسی روز مبعوث کیا گیا اور اکل و شرب حضرت کا آیات و اخبار و آثار سے
اظہر من الشمس ہے اسمیں کچھ حاجت دلیل کی نہیں اور سورۂ اخلاص محض وحدانیت میں
ذات پاک مقدس عز اسمہ کے نازل ہے بلا شبہ احدیت و صمدیت اور لم یلد یت ولم یولدیت کی صفت
سوائے ذات باری کے کسی پر صادق نہیں آتی اور نہ کسی مفسر نے یہ تاویل ہو سکی کہ نہیں کچھ
اور کفویت آنحضرت کی قبیلہ بلکہ قبائل قریشیہ سے حسبًا ونسبًا ظاہر و باہر ہے اور سوا اسکے
ہزارہا دلائل حضور کے تولد شریف کے باب میں موجود ہیں چنانچہ جواب سوال عباسؓ عم رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یعنی حضرت عباسؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلعم چاند آپکے ساتھ
کیا معاملہ کرتا تھا اور آپ اون دنون میں جبکہ روزہ تھے آپنے فرمایا کہ مادر مشفقہ نے ہاتھ میرا
مضبوط باندھ دیا تھا اوسکی اذیت سے مجھے رونا آتا تھا اور چاند منع کرتا تھا حضرت عباسؓ نے
عرض کیا آپ اون دنون میں جبکہ روزہ تھے یہ حال کیونکر معلوم ہوا فرمایا کہ لوح محفوظ پر
قلم چلتا تھا اور میں سنتا تھا حالانکہ شکم مادر میں تھا اور فرشتے عرش کے نیچے پروردگار کی
تسبیح کرتے تھے اور میں اونکی تسبیح کی آواز سنتا تھا حالانکہ میں شکم مادر میں تھا پس آنحضرت
صلعم کا شکم مادر میں رہنا اور تولد ہونا مسلم الثبوت ہے پس آنحضرت صلعم بے شبہہ فرزند
حضرت عبد اللہ کے ہیں بی بی آمنہ خاتون کے شکم مبارک سے تولد ہوئے اور بی بی آمنہ کا
حاملہ ہونا اور نکاح حضرت عبد اللہ سے اور نوح اور ابراہیم وغیرہ انبیاء علیہم السلام کا
مبشر ہونا بی بی آمنہ کو اور خود حضور صلعم کا فرمانا کہ میرے اجداد میں کوئی بے نکاح نہیں ہوا

اور اصلاب طاہرہ سے ارحام طیبہ میں نقل کرتا ہوا عبد اللہ اور آمنہ تک آیا ہوں اور یہ منتقل ہونے عبد اللہ کے یتیم ابو طالب قریشیوں میں کہلاتا اور جناب باری کا ارشاد الم یجدک یتیما فآوی فرمانا اور حدیث رضاعت وغیرہ سے ثبوت پر ثبوت ہے بیشک منکران امور کا اور براہین بینہ اور نصوص متواترہ قطعیہ کا اور محرف مضمون آیات قرآنی کا کافر مطلق ہے اس میں کچھ شک نہیں چنانچہ مشکوۃ شریف میں موجود ہے من فسر القرآن برایہ فقد کفر

جواب صحیح ہے محمد عبد اللہ عفی عنہ — المجیب مصیب والسائل مثاب
لاریب فیہ سید علی شاہ — والمسئول لہ صعب کتبہ
محمد حسین عفی عنہ

دستخط — محمد صدیق اللہ

خادم شریعت

برای الیشان قول قرآنی غضب اللہ علیہم و سخط اللہ علیہم ہست
حاجی حقیر سید احمد شاہ عرف مولوی سید میر علی شاہ پیرزادہ اولاد سید فخر الدین بن پیران نبیرہ خواجہ خواجگان خواجہ معین قدس سرہ

محمد بہاء الدین

قول الیشان خلاف قرآن و احادیث است — جواب صحیح ہے العبد عبد الشکور
بلکہ این کلام بالیشان بکفر ثابت میباشد محمد جمال الدین — جواب صحیح ہے العبد سید غلام محمد شاہ

دستخط سید احمد غزنوی فتوی اثبات قول رسول علیہ السلام من الجوبہ جواب باصواب ہے عبد الحی عرف

وانچہ در حق الیشان تکفیر ثابت میشود واللہ علم حررہ ابو الاحیاء محمد نعیم غفر لہ العلی التواب الحکیم

در تکفیر این فرقہ کہ لاولدیت نبویہ را منکر اند از متواترات و قطعیات سنت و سورۂ اخلاص را در حق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میگویند مستغبہ نیست واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

١٩
استفتاء کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارہ میں کہ گاؤ کشی کرنی ایسا امر ہے جسکے نہ کرنے سے کوئی شخص دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے یا اگر کوئی شخص معتقد اباحت ذبح ہو مگر کہ اس گاؤ کے ذبح نہ کی ہو یا گاؤ کا گوشت نہ کھایا ہو حیف کہ اکل اوسکا جائز جانتا ہو تو اوسکے اسلام میں کچھ فرق نہ آئیگا اور وہ کامل مسلمان رہیگا گاؤ کشی کرنی واجب فعل ہے کہ جسکا تارک گنہگار ہوتا ہے یا اگر کوئی شخص گاؤ کشی نہ کرے صرف اباحت ذبح گاؤ کا دل سے معتقد ہو تو وہ گنہگار

ہوگا جہاں بلا وجہ اس فعل کے ارتکاب سے ثوران فتنہ و فساد ہو اور عود شر بر اہل اسلام ہو
اور کوئی فائدہ اس فعل پر مرتب نہو اور علماے اہل اسلام بھی نہو تو وہاں بلا وجہ اگر اس فعل
کا کوئی مرتکب ہو تو جاہل ہے کہ بلا سبب آتش جدال مشتعل کرتا ہے بقصد اثارۂ فتنہ و فساد ارتکاب اس فعل کا کیا جاوے واللہ اعلم
ہو الصواب گاوکشی واجب نہیں تارک اسکا گنہگار نہوگا اور جو شخص معتقد اباحت ہو
اور گوشت اوسکا نہ کھاتا ہو اور نہ ذبح کرتا ہو اوسکے اسلام میں فرق نہیں آئیگا ہاں جو
گاؤ کو معظم سمجھکر ذبح نکرتا ہو یا اوسکے ذبح کو برا سمجھتا ہو اوسکے اسلام میں قصور ہوگا اور بقصد
اثارۂ فتنہ گاوکشی نہیں چاہیئے بلکہ ایسے مقام پر کہ جہاں فتنہ کا ظن غالب ہو بغرض
سلامت اعتقاد کے احتراز اولی ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات
محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

استفتا ما قولکم رحمکم اللہ تعالی درین اشعار ہے

گر از دوستان او بپیچید ہیچ	ہمہ از دو دندان پیمبر بشکست	داستان ہمہ پیش کرد شہیدی
او بناحق حق داماد پیمبر بگرفت	پسر او سر فرزند پیمبر ببرید	مادر او جگر عم پیمبر بکشید
لعن اللہ یزید او سے علے قوم یزید	موت شیخ طالب پسر ہند کس	ہمچنین قوم تو لعنت لگی شرب باد

صحابی سے مراد ہوا اور تھا اسم شریف
کیا تھا صحابی موصوف سے کیا سوء ادبی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں واقع ہوئی
تھی صحابی موصوف کے بیٹے اوسکے کون کون اس سے مراد ہو اور اونکے کیا نام ہیں صحابی
موصوف کے والد نے دندان مبارک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کیا تھا یا نہیں اور
اونکا کیا نام تھا صحابی موصوف کی والدہ نے عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا کیا تھا اور اونکا
نام کیا تھا صحابی موصوف نے حق داماد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یعنی امیر المومنین حضرت علی ابن
ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا کیونکر غصب کیا تھا اور یہ معاملہ کس طور پر واقع ہوا تھا صحابی موصوف
کے بیٹا جسنے قرۃ العین رسول اللہ صلعم کو شہید کیا تھا اوسکا کیا نام تھا یزید سے مراد ہی یا اور کسی سے
لفظ ہمچنین قوم سے کون قوم مراد ہے سنی یا خارجی قوم یزید سے کون قوم مراد ہو سنی یا مذہب
اہل سنت و جماعت کو ان اشعار کا پڑھنا اور سننا روا ہی یا نہیں اگر اہل سنت کو اسکا پڑھنا درست
نہیں اور اتفاقا نظر اوس جگہ پر جہاں یہ اشعار لکھے ہوئے ہوں جا پہونچے اور دیکھ لیا تو کیا

کفارہ ادا کرنا چاہیے یا نہین اگر ادا کرنا چاہیے تو اوسکی تصریح معلوم ہونا چاہیے بینوا بسند الکتاب توجروا یوم الحساب
ہو المصوب اہل سنت کو اس شعر کا کہ ہمہ تن مشتمل ہی ہجو صحابہ پر پڑھنا نہین درست ہی اور اگر
اتفاقا بوجہ نہ معلوم ہونے اسکے مطالب کے پڑھ لیا یا دیکھ لیا تو کچھ حرج نہوگا اور کچھ گناہ
یا کفارہ لازم نہوگا مگر بعد معلوم ہونے اسکے مطالب کے اسکو پڑھنا حرام ہی پسر ہندہ سے مراد
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہین اونکی والدہ کا نام ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن
عبد مناف تھا تا زمانۂ فتح مکہ وہ اور اونکے شوہر یعنی ابو سفیان والد معاویہ رض کافر تھے فتح مکہ کے سال یعنی
کہ سنہ آٹھ ہجری تھا دونون مشرف باسلام ہوے اور معاویہ رض بھی اوسی وقت اسلام لائے تھے اور
غزوۂ احد کہ سنہ تین ہجری مین ہوا تھا ابو سفیان اور اونکی بی بی دونون کفار کے لشکر مین آئے
تھے اوسی غزوہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوے تھے بعضے لکھتے ہین
کہ ابو سفیان نے شہید کیا تھا اور بعضے لکھتے ہین کہ عتبہ بن ابی وقاص نے کہ کافر مر گیا
اسلام اوسکو نصیب نہین ہوا اور صحیح یہی ہی اور جس نے ابو سفیان کو لکھا اوسکو شبہہ پڑا
کہ عتبہ کی والدہ کا نام ہند بنت وہب بن الحارث بن زہرہ تھا پس چونکہ ابو سفیان کی بی بی
اور عتبہ کی والدہ کا نام ایک ہی تھا اسوجہ سے اونسے اس حرکت کو ابو سفیان کیطرف
منسوب کر دیا یہی مراد ہی اوس شاعر خبیث کی مصرع پدر او دُرِ دندان پیمبر بشکست
سے اور جس وقت غزوۂ احد مین چچا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ
شہید ہوئے ابو سفیان کی بی بی ہندہ نے بہ سبب شدت عداوت کے اونکے جسد مقدس کو
چاک کر کے اونکا جگر نکال کے چوس لیا یہی مراد ہی خبیث کی جملہ سے مادرِ او جگرِ عم پیمبر بمکید
سے اور معاویہ رض نے باب خلافت مین جو حضرت علی رض سے مقابلے کیے اور نوبت یہان تک
پہونچی کہ بعد شہادت حضرت علی رض کے امام حسن رض نے مصالحہ کر لیا اور خلافت حضرت
معاویہ کو سپرد کر دی اسکی طرف خبیث نے جملۂ او بناحق حقِ داماد پیمبر بگرفت سے
اشارہ کیا اور یزید بن معاویہ نے امام حسین رض کی شہادت مین جو کچھ قبایح کیے اوسکی طرف
اس مصرع سے پسر او سر فرزند پیمبر ببرید مین اشارہ ہی اور مراد چنین قوم سے یزید اور
اوسکے مادر و پدر و پدر پدر ہین اہل سنت کے نزدیک قبایح یزید تو البتہ قابل ملامت ہین

باقی قبائح ابو سفیان اور ہندہ کے اونکے اسلام سے سب محو ہو گئے اور معاویہ رضہ کے مقاتلے بھی خطائی الاجتہاد پر محمول ہین ان تینون حضرات صحابہ کو برا کہنا نہین درست ہے تفصیل ان سب امور کی کتب علم کلام مین اور کتب اخبار صحابہ مین مسطور ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

(۳۱) **استفتا** کیا ارشاد فرماتے ہین علمائے محققین اس مسئلہ مین کہ کسی نبی یا صدیق یا شہید یا ولی یا صالح کا بعد موت یا قبل موت اپنے کسی شخص کے سر پر آنا اور اوسکی زبان پر کلام کرنا اور اوسکی اعانت کرنا اسی طرح کسی ملک یا جن صالح کا کسی کے سر پر آنا اور اوسکی زبان پر بولنا اور اوسکی مدد کرنا کسی دلیل شرعی سے ثابت ہے یا نہین اور در صورت ثانیہ اگر یہ امر تجربہ سے ثابت ہو تو عقیدہ اسکا رکھنا مضر ہے یا نہین اور اوسکے تجربہ کا کوئی طریقہ صحیح ہے یا نہین جواب ہر امر کا بحوالہ کتاب معتبر بتفصیل و توضیح تحریر فرمائیے **الجواب** در صورت مرقومہ ظاہر ہو کہ کسی نبی یا صدیق یا شہید یا ولی یا مرد صالح وغیرہ کا کسی شخص کے سر پر آنا اور اوسکی زبان پر کلام کرنا اور اوسکی اعانت کرنا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہین بالکل یہ بات لغو ہے اور قائل ایسے امورات کا واہی ہے قول اوسکا لائق سماعت کے نہین ہے البتہ شیاطین جن ایسے کام کیا کرتے ہین جیسا کہ سورۂ بقرہ مین مذکور ہے الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ الآیہ

واللہ اعلم بالصواب حررہ سید شریف حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

ہو المصوب سر پر آنا جن کا شرعاً اچھی طرح سے ثابت ہے اور یہ مخصوص ساتھ شیاطین جن کے نہین ہے بلکہ صلحائے جن سے بھی کسی وجہ خاص سے ایسے امور ہوا کرتے ہین جیسا کہ معاینہ آکام المرجان فی احکام الجان و لقط المرجان فی اخبار الجان سے واضح ہوتا ہے باقی سر پر آنا کسی نبی یا صدیق یا شہید یا ولی کا اگرچہ فی نفسہ ممکن ہے مگر تصدیق اوسکے وقوع کی بدون ثبوت مشتبہ ہے تحریر شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ کی اس باب مین کافی و وافی ہے وہو ہذا این نوع تصرف در بعضے مخلوقات مثل ملائکہ و جنیان باشند عادی و مطرد ست و در بعض دیگر مخلوقات کہ ارواح بنی آدم اند خارق عادت و در قصص اولیا ازین باب چیزے بسیار منقول ست و خود حضرت شیخ اکبر درین باب تقریر کافی روایت کردہ اند و مشارکت ارواح بنی آدم با ارواح جنیان مثل

تسخیر شده وغیره درین امر موجب نقصان و قدح نمیشود و بیشمار کسان در شکل و اشکال مختلف
نمایان ملائکه و شیاطین ثابت است و از اولیا هم بسیار منقول چنانچه قطب جلیل غوث عبد علی همدانی
و شیوخ آن باب است و اصلا موجب قدح و نقصان ملائکه و اولیا نمیشود اگر شیاطین را بسبب
اقتضای لطافت خود این قدر مشابهت با ملائکه و اولیا حاصل شود دیده جای آنست که شیطان و
پیران از هم جنس با هم در لباس و امور شریک میباشند فرق این است که شیاطین مثل تسخیر شده
وغیره این تصرف را برای اغوای بنی آدم و بقصد ظلم و طلب عبادت و نذر برای خود میکنند
و ارواح مقدسه برای القای علمی یا احداث کیفیت محموده در روح قابل ارشاد میکنند و مشتر
فرق درمیان شیطان و پیران بغیر اثر و نیات ملکه صالحه و خبیثه نمی باشد و مشابهت این عمل
ارواح مقدسه با عمل تسخیر شده وغیره از شیاطین در شکل یک عمل دیگر چندان نزد صوفیه کرام
مستبعد نیست اما علمای ظاهر چون ارواح را اصلا نمیگیرند بر تلبیسات شیاطین در جمع کردار این نوع تصرف
ایشان را غالب است بالاجماع پس ایشان در روح تصرف می نمایند و کسی نام بی ادب بزرگان
میگیرند تا مردم بانکار ایشان برخیزند و تعظیم پیش آیند و کلام ایشان باستماع بشنوند و از ایشان
حاصل نمایند و مثل این خصوص نزد شیاطین و جنیان عمل جاری است آری بعض
از شیاطین باین نوع تصرف صریح اغوا قصد میکنند و نزد خواص تلبیس ایشان پیش نمیرود
و بعضی از ایشان در پرده تعلیم و ارشاد خود کردن مردم رجوع بسوی خود قصد می نمایند و در
تلبیس خواص نیز در رنگ عوام اشتباه پیدا می کنند و درمیان بجا هیئت اهل الله شیاطین
بر بعض اشخاص بعین و شبیه مثل شیخ وسیطره و دیگر پنهان آن فرصت فریب بود از انجا میده جاری
انکار نیست و دلیل علمای ظاهر برین دعوی این است که اگر این نوع تصرف از ارواح طیبه
انبیا و اولیا یا ملائکه یا حضرت حق واقع شود حالانکه بالقطع این تصرف از شیاطین واقع
میشود واقع است حق [illegible] آمده و اشتباه و قوی میشود پس وجاحت باعث شود که برود در دو
[illegible] خود ادعا نمیشد اقوال و اعمال ایشان جای انکار نشود و انجام اهل حق [illegible]
و بعضی از اولیا فی [illegible] عوان ترجمه [illegible] مثل ایشان در [illegible] عبد القادر قدس سره فرمائی است
[illegible] وقت دانست قبول [illegible] اولیا را [illegible] بر روح [illegible] و [illegible] تصرف کرده او

معطل ساختند و بجای او نطق و تکلم کرده اند و این معنی جای اشتباه نیست که در حالت حیات
اگر شخصے ادعای بروز روحی از ارواح زندگان نماید و فی الواقع فعلے از و صادر شود بآن زنده
رجوع کرده حل شبه میتوان کرد بخلاف اموات که در برزخ اند یا ملائکه و اهل مشرب تصوف تجویز
بروز ارواح اولیا مطلقا خواه زنده باشد خواه مرده می نمایند و ازین دلیل چنین جواب میدهند
که اشتباه و تلبیس چون سریع الارتفاع باشد و قریب الزوال از آن باکی نیست و این تلبیس
از همین است که بادنی رجوع بدلائل کتاب و سنت و احکام شرعیه مرتفع میشود و اقوال
و افعال آنکس را باید که بر معیار شریعت حک نمایند اگر مطابق آن باشد بروز روح پاک است
و اگر بر خلاف آن باشد روح خبیث است بالجمله طریق اسلم همین است که امکان را بر قاعده
تصوف انکار نباید نمود و وقوع را که محل اشتباه است مسلم نباید داشت انتهی والله اعلم

حرره الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

استفتا ۲۲ سوال اول قال فی الدر المختار وفیها اذا سئلنا عن مذهبنا ومذهب مخالفینا
قلنا وجوبا مذهبنا صواب یحتمل الخطأ ومذهب مخالفنا خطأ یحتمل الصواب واذا سئلنا عن معتقدنا
ومعتقد خصومنا قلنا وجوبا الحق ما نحن علیه والباطل ما علیه خصومنا انتهی هذه العبارة محتاج الی
الشرح بینوا بیانا صافیا وشافیا اجرکم الله تعالی اجرا کافیا کیف حکم الاعتقاد فی هذه المسئلة
وهل یجب ان یعتقد المذاهب الثلثة دون الحنفیة باطلة ام لا سوال دوم قال ایضا
فی الدر المختار فی ابیات ابن المبارک ؎ وقد قال ابن ادریس مقالا ٭ صحیح النقل فی حکم لطیفة
بان الناس فی فقه عیال ٭ علی فقه الامام ابی حنیفة ٭ فلعنة ربنا اعداد رمل ٭ علی من
رد قول ابی حنیفة ٭ انتهی فیه سوالات الاول هل ثبت هذا القول عن الامام الشافعی رحمه الله
بسند صحیح ام لا الثانی فی منتخب اللغات رد بالفتح وتشدید دال باز گردانیدن و باز گشتن
و باز آوردن و چیزی زبون و فساد انتهی کما لایخفی علیکم فما معنی هذا الرد الثالث ایضا فی
منتخب اللغات لعن بالفتح راندن و دور کردن از نیکی و رحمت و نفرین کردن انتهی کما هو الظاهر
علیکم فای معنی هذه اللعنة الرابع هل یلیق ویجوز لاحد من الناس ان یلعن بهذه المرتبة ام لا
الخامس هل ورد اللعن علی راد قول الامام ابی حنیفة رحمه الله تعالی بدلیل جید وان ثبت فیها

از مقام ... مرسله مولوی محمد رضا صاحب ... شعبان سنه ۱۳۰۲

والفعل یجوز اللعن علی غیر من ثبت اللعنة علیه بالکتاب والسنة السادس فان ثبت القول المذکور عن الامام الشافعی
فی مواضع کثیرة ومسائل غیرها فکما هو المذکور فی الکتب بینوا توجروا اجرکم الله الجنة والرؤیة آمین ثم آمین
هو المصوب جواب السوال الاول هذا القول ذکره النسفی فی آخر المصفی ومنه اخذ
من اخذ لکنه بظاهره لیس بصحیح بل هو مبنی علی قول ضعیف غیر نجیح والذی یجب الاعتقاد به هو
ان الحق النفس الامری فی المسائل الخلافیة دائر بین اقوال المجتهدین بمعنی ان الحق واحد منها واما بحسب
الظاهر فکل منها حق لا لو اخذ الرجل بالعمل بواحد منها قال محمد امین الشهیر بابن عابدین الشامی فی
رد المحتار علی الدر المختار اعلم انه ذکر فی التحریر وشرحه ایضا انه یجوز تقلید المفضول مع وجود الافضل
وبه قال الحنفیة والمالکیة واکثر الحنابلة والشافعیة وفی روایة عن احمد وطائفة کثیرة من الفقهاء
لا یجوز ثم ذکر انه لو التزم مذهبا معینا کابی حنیفة والشافعی فقیل یلزمه وقیل لا وهو الاصح انتهی
وقد شاع ان العامی لا مذهب له اذا علمت ذلک ظهر لک ان ما ذکر عن النسفی من وجوب اعتقاد
ان مذهبه صواب یحتمل الخطاء مبنی علی انه لا یجوز تقلید المفضول وانه یلزمه التزام مذهبه وان ذلک لا یتاتی
فی العامی وقد رأیت فی آخر فتاوی ابن حجر الفقهیة التصریح ببعض ذلک فانه سئل عن عبارة النسفی
المذکورة ثم حرر ان قول ائمة الشافعیة کذلک ثم قال ان ذلک مبنی علی الضعیف من انه یجب تقلید
الاعلم دون غیره والاصح انه یتخیر تقلید ای شاء ولو مفضولا وان اعتقده کذلک وحینئذ فلا یمکن ان
یقطع او یظن انه علی الصواب بل علی المقلد ان یعتقد ان ما ذهب الیه امامه یحتمل انه الحق قال ابن حجر
ثم رأیت المحقق ابن الهمام صرح بما یؤیده حیث قال فی شرح الهدایة ان اخذ العامی بما یقع فی قلبه انه
اصوب اولی وعلی هذا اذا استفتی مجتهدین فاختلفا علیه الاولی ان یاخذ بما یمیل الیه قلبه منهما
وعندی انه لو اخذ بقول الذی لا یمیل الیه جاز لان میله وعدمه سواء والواجب علیه تقلید مجتهد
وقد فعل انتهی وقال السید احمد الطحطاوی فی حواشی الدر المختار قوله خطا یحتمل الصواب هذا ابناء علی
ان الحق واحد وهو المشهور وانما لم نجزم بخطاء المخالف فی الفروع لما تقدم من ان المجتهد یخطی
ویصیب والمراد ان ما ذهب الیه امامنا صواب عنده مع احتمال الخطاء اذ کل مجتهد یصیب
ویخطی فی نفس الامر واما بالنظر الینا فکل واحد من الاربعة مصیب فی اجتهاده وکل مقلد یقول هذه
العبارة لو سئل عن مذهبه علی لسان امامه الذی قلده ولیس المراد انه یکلف کل مقلد اعتقاد

خطاء المجتهد الآخر الذي لم يقلده لان تقليده واحدا منهم انما يسوغ بقدر ضرورة التقليد وهي
كون المقلد ليس من اهل النظر في الادلة لاستنباط الاحكام الظنية فيقلده في العمل فقط انتهى
جواب السؤال الثاني وما بعده هذه الاشعار المنسوبة الى ابن المبارك قول الشافعي فيهل
ثم قيل ذكر اللعنة وحكم اللعنة من ابن المبارك لا من الشافعي فقد نقل جمع من المحدثين كالخطيب
والنووي وابن حجر وغيرهم ان الشافعي قال من اراد ان يتبحر في الفقه فهو عيال ابي حنيفة وهذا
القول منه مشهور في كتب النقاد مسطور وهو الذي نظمه ابن المبارك فقال شعر وبيت قائله
ابن ادريس من مقالا ÷ صحيح النقل في حكم لطيف ÷ بان الناس في فقه عيال ÷ على فقه الامام ابي حنيفة
والذي استشكل من قوله فلعنة ربنا الخ هو ان اللعنة لا يجوز على مسلم بل على كافر معين ايضا بعد موته
والضرار والائمة لبعضهم على بعض شائع وهو غير مستنكر لا سيما اذا كان لاحقاق الحق فما وجه كون
الرد على ابي حنيفة بخصوصه موجبا للعنة والجواب عن هذه الاشكالات على ما بسطته في مقدمة عمدة الرعاية
في حل شرح الوقاية وغيره من رسائلي ان اللعنة قد يجيء بمعنى الحرمان مطلقا عن رحمة الله وهو غير جائز
على المسلمين وقد يجيء بمعنى الابعاد عن رحمة الله المختصة بالصلحاء والابرار وهو جائز على العصاة
والفساق وقد ورد في الاخبار الصحيحة اللعن على شارب الخمر وساقيه وعاصره ومعتصره وبائعه وحامله
وعلى الراشي والمرتشي وعلى آكل الربوا وموكله وشاهديه وكاتبه وعلى من ذبح لغير الله ومن آذى خلق الله
والواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة والمتشبهين بالنساء والمتشبهات بالرجال الى
غير ذلك كما لا يخفى على من له نظر في كتب الحديث من الصحاح الستة وغيرها وحينئذ فلا يستبعد
كون الرد على ابي حنيفة موجبا للفسق الموجب للابعاد والطرد ثم المراد بالرد ليس مطلقه حتى يستشكل
بصنيع الائمة بل الرد تحقيرا له وحطا له عن منزلته وطعنا في رتبته بحيث يؤذي مقلديه كما هو شان
اكثر العوام الذين هم كالانعام مثل الخواص كالعوام ومثل هذا الرد المشتمل على السب والشتم لا شبهة
في كون الراد به فاسقا يجوز اللعنة به بالمعنى الثاني وليس الشعر المذكور متضمنا على اللعن على معين
بل انما فيه اللعن على غير معين ظاهر يعني جوازه وبهذا كله وضح لكم صحة قول الحلبي في حواشي الدر المختار

المراد من قوله لمن حقر المنكر ان يكون فيه قوة الاجتهاد والا فلم تزل الائمة ترد اقوال بعضهم مع
انهم متابعون على نحو ثبت لكنه لنصرة الحق بحسب ظنهم وكان الاولى ان يقول على من حط قدره

ابی حنیفة انتہی واما قول الطحطاوی فی حواشیه ردا علی الحلبی وفیه ان غایة من رده بهذه الصفة المتقدمة ان یکون قد ارتکب محرما وهو لا یلعن بل لا یجوز لعن کافر بخصوصه آه فباطل لما اسلفنا وقال ابن عابدین الشامی فی رد المحتار ای علی من رد ما قاله من الاحکام الشرعیة محتقرا لها فان ذلک موجب للطرد والابعاد لا بمجرد الطعن فی الاستدلال لان الایة لم تنزل برد بعضهم قول بعض ولا بمجرد الطعن فی الامام نفسه لان غایة الحرمة فلا یوجب اللعن لکن لیس فیه لعن شخص معین فهو کلعن الکاذبین ونحوهم من العصاة انتہی هذا ما خطر بالبال والله اعلم بحقیقة الحال حرره الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی

استفتا سوال چون پیغمبر از دنیا برفت وصی تعیین کرد یا نه علماء اهل سنت میگویند که نکرد من گویم خطا کرد یا صواب وانچه خلفا در سقیفه بنی ساعده کردند خطا کردند یا صواب پیغمبر را نسبت خطا کنی یا اصحاب را **الجواب** والله سبحانه هو الموفق للصواب آنچه که علماء اهل سنت والجماعت میفرمایند درست ست وبرخلاف عقیده ایشان رفتن راه ضلالت وبیوداع ست زیرا که این امر بالیقین معلوم ست که از آنحضرت صلی الله علیه وسلم در حق کسی از صحابه کرام رضوان الله تعالی علیهم اجمعین نص جلی در باب وصیت خلافت ثابت نیست ونه کسی از اصحاب عظام رض در باب وصیت مذکور دعوی نص مستور بر منصه ظهور آورد چرا که اگر در حق کسے وصیت خلافت که اهم امور است از آنحضرت صلعم بنص جلی بظهور آمدی مخفی ومستور نماندی بلکه بدرجه متواتر ومشهور رسیدی که بجهت تعلق بدواعی کثیره بنقل او بظهور رسیدی بر منصه ظهور بودی کالشمس فی نصف النهار کما قال فی شرح المواقف ثم عدم النص الجلی معلوم قطعا لانه لو وجد لتواتر ولم یخف ستره عادة اذ هو مما تتوفر الدواعی الی نقله وایضا لو وجد نص جلی علی امامة علی رض لمنع غیره ولم یجمع به ابوبکر رض الانصار بقوله علیه السلام الائمة من قریش مع کونه خبر واحد فاطاعوه وترکوا الامامة فکیف یتصور ان یوجد نص جلی متواتر فی علی رض ولم یذکره احد منهم ... خبر الواحد ... وهم الذین ... فی الصلابة فی الدین ... بذلوا الاموال والانفس ... ولم ... ولا یخاف فی الله لومة لائم ... فی نصرة الدین ثم لا یحتج علی رض علیهم بذلک النص المقبول ... فی امر الامامة بالحکم ... ینازعون فیها ... غلابا له الا الحق

وانچه که سائل بر تقدیر تحقیق شق ثانی گفت که من میگویم خطا کرد یا صواب جواب باختیار شق ثانی است
یعنی آنحضرت صلعم سراسر صواب فرمودند و هیچ خطای ازان به نسبت آنحضرت صلی الله علیه وسلم
عائد نمی شود چرا که نصب امام بر آن خیر الانام علیه السلام واجب نبود تا بجهت عدم تعیین
منسوب بخطا گشتی زیرا که از آیه کریمه بلغ ما انزل الیک من ربک فان لم تفعل فما بلغت رسالته
الآیة وجوب ابلاغ جمیع ما انزل بر آنحضرت صلعم ثابت است پس اگر نصب امام نیز بر آنحضرت
واجب بود بوجه خولش در ما انزل ظهور بیشش از آنحضرت صلعم به ضرور بود ورنه ترک امتثال
امر الٰهی لازم آمدی و هو معصوم بالاتفاق حال آنکه نصب امام از آن خیر الانام علیه السلام بظهور نیامد
کما حقق فیما قبل و هرگاه که وجوب تعیین امام بر آنحضرت صلی الله علیه وسلم ثابت نگشت پس بنابر
این بر تقدیر عدم تعیین وصی هیچ خطا بآن حضرت صلعم عائد نشد و انچه صحابه کرام رضی الله تعالی
عنهم اجمعین در سقیفه بنی ساعده فرمودند عین صواب و ادای واجب بود چرا که بیعت امام
و نصب آن برای تنفیذ احکام دین اسلام و اهتمام قیام امور خاص و عام بر اصحاب عظام
واجب بود لقوله علیه السلام علی ما اخرجه مسلم من حدیث ابن عمر رض بلفظ من مات و لیس فی عنقه
بیعة مات میتة جاهلیة انتهی پس بادای واجب چه خطا واجب آمد که نسبت باصحاب کرام
توان کرد خلاصه جواب آنکه آنحضرت بجهت عدم تعیین وصی که بر آنحضرت صلعم واجب نبود
منسوب بخطا نمی شود و اصحاب عظام رض بسبب نصب امام که بر ایشان واجب بود نیز منسوب
بخطا نمی شوند پس شیعه پیغمبر خدا صلعم را بخطا نسبت میکنند نه اصحاب کرام را فقط هذا ما ظهر لی
والله سبحانه و تعالی اعلم و علمه اتم و احکم حرره العبد العاصی محمد گوهر علی عفا الله عن
ذنبه الجلی و الخفی   الجواب صحیح محمد ارشاد حسین الحنفی   الجواب صحیح محمد عبد القادر   الجواب صحیح
محی الدین محمد عبد القادر رامپوری   اصاب من اجاب محمد عبد الله   الجواب هو الجواب
محمد اعجاز حسین   قد صح الجواب والله اعلم بالصواب محمد عبد الغفار   الجواب صواب
محمد ریاست علی   الجواب صحیح محمد امداد حسین   قد صح الجواب سید حسین   [illegible]
تفضل حسین خان   جواب با صواب است فی الحقیقه ثبوت خلافت از نص جلی [illegible]
البته باشارة و بدلالة ثبوت آن از احادیث صحیحین بوده است تفصیل این اجمال [illegible]

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شارح فقہ اکبر در خلیفہ مقرر فرمودن آن سرور کائنات ابوبکر را برای
امامت نماز اشارتے بود بنابر ثبوت خلافت مطلقہ شان پس وقتیکہ آن سرور کائنات
دریافت فرمود کہ صحابہ بفہم اشارت رسیدند قصد تحریر وصیت نامہ را ترک فرمودند و صحابہ
نیز در وقت شدت مرض آن حضرت تکلیف تحریر را ضروری ندانستند و اقعی بعد اجرای خلافت
نماز کہ قولاً و فعلاً ہر دو روبروی آنحضرت صلعم گشتہ ضرورت تحریر چہ ماندہ و نہ در حالت لزوم
امر الہی درین بارہ خطای ترک تبلیغ احکام بر نبی علیہ السلام کہ معصومیت حضرت شان
نزد جملہ فرق اسلامیہ مسلم چگونہ امکان میداشت جای کہ بظاہر اقوال و افعال انبیا علیہم السلام
و صحابہ کرام و سلف صالحین شبہات جاگیرد مسلمانان را تاویل نیک آن لازم چرا کہ یک مسلم را
بر اسلام باقی داشتن بہتر از ہزار مسلم نو کردن نسبت نہ آنکہ از ممکن التاویل بلکہ ظاہر التاویل اغماض
نمایند و منافقانہ و معاندانہ باعتراض پیش آیند و آنرا مبنی مذاہب خود قرار دہند رفضہ را
عناد بصحابہ بجدی رسید کہ بسوی ادب پیغمبر کشید کہ سائل معاند سوال نسبت خطائے
آنحضرت کرد زیادہ ازین چہ گمراہی است عبارت شرح فقہ اکبر مذکور این است و
فی الصحیحین عن عائشۃ رضہ انہا قالت دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الیوم
الذی بدء فیہ المرض ادعی لی اباک واخاک حتی اکتب لابی بکر کتابا ثم قال یابی اللہ
والمسلمون الا ابا بکر واما قول عمر ان استخلف فقد استخلف من ہو خیر منی یعنی ابا بکر وان لا
استخلف فلم یستخلف من ہو خیر منی یعنی النبی صلعم فاصل مرادہ لم یستخلف بعہد مکتوب ولو کتب عہدا
لکتبہ لابی بکر بل قد اراد کتابتہ ثم ترکہ وقال یابی اللہ والمسلمون الا ابا بکر وکان ہذا ابلغ من مجرد العہد
فانہ علیہ السلام دل المسلمین علی استخلاف ابی بکر بالفعل والقول واخبارہ بخلافتہ اخبار راض
بذلک حاکم بہ وقد عزم علی ان یکتب بذالک عہدا ثم علم ان المسلمین یجتمعون علیہ فترک الکتابۃ اکتفاء
بارادۃ اللہ تعالی واختیار الامۃ ثم عزم علی ذلک فی مرضہ یوم الخمیس فلما حصل لبعضہم شک
ہل ذلک القول من جہۃ المرض او ہو قول یجب اتباعہ ترک الکتابۃ اکتفاء بما سبق فلو کان التعیین
مما یشتبہ علی الامۃ لبینہ بیانا قاطعا للمعذرۃ لکن لما الہم ودلالات متعددۃ علی ان بایع ابا بکر
الا سعد بن عبادۃ لکونہ ہو الذی کان یطلب الولایۃ ولذا لما بایع عمر و ابو عبیدۃ و من حضر من الصحابۃ

قال قائل حلمهم سعد افقال عمر قتله الله ولم ينقل احد من الصحابة ان النبي صلى الله عليه وسلم نص على غير ابي بكر رض من علي وعباس وغيرهما ولو كان لاظهره انتهى واتفق صحابہ در سقیفۂ بنی ساعدہ در امر تقرر خلافت مشاورت نمودند صواب کردند اول منا امیر و منکم امیر میگفتند پس وقتیکہ از زبان عمر رض شنیدند ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد امر ابا بكر ان يؤم الناس وايكم تطيب نفسه ان يتقدم ابا بكر رض اتفاق نمودہ گفتند کہ نعوذ بالله ان نتقدم ابا بكر رضي الله عنه اخرجه النسائي وابو يعلى والحاكم هذا ما القي في خاطر القاصر والله سبحانه اعلم بالصواب نمقه عبده المذنب الاواه محمد لطف الله عفي عنه

صح الجواب قال التفتازاني في شرح المقاصد لو كان نص جلي ظاهر المراد في مثل هذا الامر الخطير لتواتر واشتهر فيما بين الصحابة وظهر على اجلتهم الذين لهم زيادة قرب بالنبي صلى الله عليه وسلم واللازم منتف والالم يتوقفوا على الانقياد ولم يترددوا حين اجتمعوا في سقيفة بني ساعدة لتعيين الامام ولم يقل الانصار منا امير ومنكم امير ولم تمل طائفة الى ابي بكر رض واخرى الى علي واخرى الى العباس فان قيل علموا ذلك وكتموه الاغراض لهم في ذلك كحب الرياسة والحقد على علي رض وظنهم ان النص قد لحقه النسخ الى غير ذلك وترك علي المحاجة به تقية وخوفا من الاعداء وقلة وثوق بقبول الجماعة قلنا من كان له حظ من الديانة والانصاف علم قطعا براءة اصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عن مخالفة امره في مثل هذا الخطب الجليل انتهى ملخصا والله اعلم حرره الراجي عفو ربه القوي ابو الحسنات محمد عبد الحي تجاوز الله عن ذنبه الجلي والخفي

۲۴
استفتا ما قولكم في هذه المسألة اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت غوث اعظم رح کو یہ قوت حاصل ہی کہ جس مقام سے کوئی اونکو پکارے اوسکی ندا کو وہ سنتے ہین اور اوسکے حال کیطرف متوجہ ہوتے ہین تو موافق قواعد شرعیہ کے یہ عقیدہ کیسا ہے

هو المصوب یہ عقیدہ خلاف عقائد اہل اسلام بلکہ منجر الی الشرک ہے ہر شخص کی ندا کو ہر جگہ سے ہر وقت سننا خاص ہے پروردگار عالم کے ساتھ کسی مخلوق مین یہ صفت نہین

والله اعلم حررہ الراجی عفو ربه القوي ابو الحسنات محمد عبد الحي تجاوز الله عن ذنبه الجلي والخفي

محمد عبد الحی ابو الحسنات

۲۵
استفتا کیا حکم ہی اس صورت مین کہ ایک شخص جبہ مثل رسول الله صلی الله علیہ وسلم کے متحقق موجود عالم مین کہتا ہی یہ صحیح العقیدہ ہی یا فاسد العقیدہ اور شخص مذکورہ بالا کافر ہے یا فاسق و گنہگار

ہو تو مصوب اگر مراد اثبات مماثلت نبوی سے مماثلت جمیع صفات نبویہ میں حتی کہ صفت رسالت میں بھی ہے تو یہ قول کفر ہے کیونکہ قرآن مجید میں خاتم النبیین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت موجود ہے پس دعوی کرنا دوسرے نبی کا مخالف نص قطعی کے ہے علامہ ابو شکور سلمی تمہید میں لکھتے ہیں اعلم ان الواجب علی کل عاقل ان یعتقد ان محمدا کان رسول اللہ والآن ہو رسول اللہ وکان خاتم الانبیاء ولا یجوز بعدہ ان یکون احد نبیا ومن ادعی النبوۃ فی زماننا یکون کافرا انتہی اور اگر مراد مماثلت جمیع صفات کمالیہ محمدیہ میں سوای نبوت کے ہے تو یہ قول فسق اور مخالف جملہ اہل سنت کے ہے جمہور علما اشعریہ وغیرہا اعتقاد اس امر کا رکھتے ہیں کہ جس طرح ذات محمدی بجمیع الکمالات الظاہریۃ والباطنیۃ ہے کوئی مخلوق نہیں ہے تمہید میں ہے یجب الاعتقاد بان محمدا اعلم الخلائق وافضلہم خلافا للروافض انتہی اور حدیث صحیح میں وارد ہے انا سید ولد آدم ولا فخر اور دوسری حدیث میں وارد ہے انا اکرم الاولین والآخرین اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں روایت کی ہے ان آمنۃ اتاہا آت بعد ستۃ اشہر من حملہا وقال یا آمنۃ قد حملت بخیر العالمین فاذا وضعتہ فسمیہ محمدا اور علامہ ابن حجر مکی نعمۃ کبری میں لکھتے ہیں روی الحافظ ابو بکر بن عابد فی کتاب المولد عن ابن عباس قال لما ولد صلی اللہ علیہ وسلم قال فی اذنہ رضوان خازن الجنان ابشر یا محمد فما بقی لنبی علم الا وقد اعطیتہ فانت اکثرہم علما واشجعہم قلبا اور مثل اسکے بہت احادیث اور اخبار اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ ذات محمدی افضل المخلوقات ہے ایک بھی مخلوق مثل ذات محمدی کے صفات کمالیہ میں نہیں ہے چہ جائیکہ چند مثل اور اگر مراد مماثلت صورت ظاہری میں ہے پس یہ امر شرعا مستبعد نہیں ہے ترمذی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ امام حسن اور امام حسین صورت میں اشبہ تھے ساتھ صورت محمدیہ کے مگر یہ امر اثبات طلب ہے بغیر تنقیح کے دعوی مماثلت کا صورت محمدیہ کے ساتھ جائز نہیں ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی

ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

باب تلاوة القرآن

استفتا کیا فرماتے ہیں علمای دین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف کا تلاوت کرنیوالا

ایک ایک آیت یا ایک ایک رکوع پڑھتا جاوے اور ترجمہ بزبان ہندی یا فارسی وغیرہ کرتا جاوے تو شرکت کلام در کلام باری ہوتی ہی یا نہین اور در صورت شرکت ہونے کے کیا حکم ہے بینوا توجروا

ہو المصوب ہرگاہ مقصود اوسکو فہم معانی قرآن ہی نہ صرف تلاوت پس اس صورتمین کچھ حرج نہین ہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا ۲۷ چہ میفرمایند علمای دین درین مسئلہ اگر کسے کلام مجید بآواز بلند خواند وکسانیکہ بر چہار جانب شخص خوانندہ نشستہ اند بوجہ چند گوش نمیدارند یا بوجہ درپیش کارہای دنیاوی بہ شنیدن آن نمیکنند پس دران حالت شخص خوانندہ را لازم خواہد بود یا نہ کہ آہستہ بخواند اگر نخواند دران حالت مسئلہ چہ میگوید

ہو المصوب شنیدن قرآن شریف فرضی ست بر سامعین واگر سامعین و حاضرین مشغول بکار باشند و توجہ باستماعت نسازند درین صورت قاری را لازم کہ آہستہ بخواند و باعث گنہگار شدن حاضرین نشود علامہ منقاری زادہ در رسالہ خود الاتباع فی مسئلة الاستماع کہ در بحث سماعت قرآن تالیف ساختہ وتفصیل وافی درین مسئلہ کردہ می نویسد فی الحجة یکرہ رفع الصوت بقراءة القرآن عند المشتغلین لان فیہ منع غیرہ عن شغلہ وفی شرح التحفة نقلا عن ظہیر الدین التمرتاشی لا یقرأ القرآن جہرا عند المشتغلین بالاعمال لما فیہ من قطعہم عن الاعمال او ترک الاستماع وفی المنیة امرأة تعمل فی البیت لیس لا حد ان یقرأ القرآن عندہا جہرا انتہی ملخصا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب حررہ محمد رحمت اللہ عفی عنہ

باب صفة الجنة

استفتا ۲۸ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ حضرت آدم علیہ السلام جس جنت سے نکالے گئے حساب وکتاب کے بعد اوسی جنت مین مومنین داخل کیے جاوینگے یا اوسکے علاوہ کسی اور مین اور قبر مین جو جنت ونار کی دریچی ہوتی ہے اوسی جنت کی ہی یا اور کوئی اسکے علاوہ ہی دفعات مندرجہ ذیل کا اعتقاد رکھنے والا کیسا شخص ہی اور اوسکے اعتقاد کو کتاب وسنت کے ساتھ مطابقت ہی یا نہین ط (۱) جنت دو قسم کی ہی ایک صغری دوسری کبری صغری جبل

یاقوت ہو ہی اسکو جنت برزخ بھی کہتے ہین کبریٰ مین قیامت کے بعد مستحقین داخل ہونگے اور
وہ بالفعل اللہ کے علم مین مدخر ہی (۲) حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جس جنت سے
نکالے گئے وہی جنت البرزخ ہی قیامت کے بعد لوگ اسکے علاوہ ایک اور جنت ہی جسکا
نام کبریٰ ہی اوسمین داخل کیے جاوینگے (۳) قبر مین جنت ونار کا دریچہ جو کھولا جاتا ہی
یہ بھی جنت ونار صغریٰ سے ہی کبریٰ تو قیامت کے پہلے کسیکو نصیب ہی نہین ہے
ہو المصوب صدہا احادیث وآثار سے جو کہ بدور سافرہ فی احوال الآخرہ للسیوطی
اور شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور للسیوطی اور تفسیر سیوطی مسمی بدر منثور اور تفسیر ابن جریر
طبری وغیرہ مین مبسوط ہین اور کتب صحاح ستہ ومسانید وسنن ومعاجم محدثین انکی تخریج سے
مملو ہین بلکہ آیات قرآنیہ سے بھی یہ امر بلا شبہ ثابت ہے کہ وہ جنت جسمین اہل اسلام بعد
حساب وکتاب کے داخل ہونگے وہی جنت ہی کہ جسمین حضرت آدم وحوا رہتے تھے اور بسبب
صادر ہونے گناہ کے زمین پر بھیجے گئے اور اسی جنت کا دریچہ قبر مین کھولا جاتا ہی اور مقام اسکا
ساتوین آسمان کے اوپر ہے لقد رآہ نزلۃ اخری عند سدرۃ المنتہی عندہا جنۃ الماوی
اور جہنم بھی ایک ہی جسکا مقر فی الحال ساتوین زمین کے نیچے ہے اسمین کفار بطور خلود کے اور
اہل اسلام فساق داخل ہونگے اور اسیکا دریچہ قبر مین کفار کے واسطے کھلتا ہے اور سوائے اسکے
دوسری جنت وجہنم کا قرآن واحادیث وآثار صحابہ وکتب علماء شریعت سے نشان نہین معلوم
ہوتا ہی اور یہ اعتقاد کہ جنت ونار دو قسم کے ہین اور مسکن آدم وحوا کا وہ جنت البرزخ تھی اور
دریچہ قبر مین اس جنت ونار سے جو مقر جن وانس بعد حساب کے ہونگے نہین کھولا جاتا ہے
بلکہ صغریٰ سے جہالت ہے بلکہ بعد وضوح دلائل ضلالت ہی ہان یہ قول بعض اہل کشف سے
منقول ہی مگر چونکہ قرآن وحدیث کے بالکلیہ مخالف ہے بالضرورۃ خطاء کشفی پر محمول ہوگا اور
بمقابلہ آیات واحادیث وآثار کہ جنمین جبل یاقوت کا پتہ نہین ہے اور نہ نار وجنت صغریٰ کا
صراحۃ یا اشارۃ تذکرہ ہے ہرگز مسموع نہوگا اور شاید اگر ایسے اعتقاد رکھنے والے کو اشتباہ عبد الوہاب

شعرانی کے خاتمہ میزان کبریٰ سے واقع ہوکر اوسمین یہ مرقوم ہے ثم اعلم یا اخی ان الجنۃ التی
کان فیہا آدم لیست بالجنۃ الکبری المدخرۃ فی علم اللہ تعالیٰ لعبادہ الی الآخرۃ وانما ہی جنۃ البرزخ

التی فوق جبل الیاقوت کما قالہ اہل الکشف الخ تو اسکا رفع یون سمجھنا چاہیے کہ خود شعرانی کے
نزدیک یہ قول معتبر نہین ہے اور نہ یہ قول جملہ ارباب کشف کا ہے بلکہ بعض کا خود شعرانی اپنی
تالیف کتاب الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر مین لکھتے ہین المبحث الاولی والسبعون
فی بیان ان الجنۃ والنار حق وانہما مخلوقتان قبل خلق آدم علیہ السلام کما تقدم بسطہ فی المبحث
الثانی من الکتاب فی حدوث العالم وذکرنا ہناک ان خلق الجنۃ والنار متاخر عن خلق الدنیا بتسعۃ
آلاف سنۃ ولذلک سمیت الجنۃ بالآخرۃ لتاخر خلقہا عن خلق الدنیا وہما مخلوقتان مہیاتان
لاصحابہم قبل خلقہم وزعم اکثر المعتزلۃ انہما یخلقان یوم الجزاء ودلیلنا علیہم النصوص الصریحۃ الصحیحۃ
الدالۃ علی انہما مخلوقتان قبل یوم الجزاء نحو قولہ اعدت للمتقین واعدت للکافرین وقصۃ آدم وحواء
واسکانہما الجنۃ واخراجہما منہا ونحو ذلک کحدیث یفتح للمومن فی قبرہ کوۃ فینظر منہا الی الجنۃ ویدخل
علیہ من روحہا ونعیمہا ویفتح للکافر کوۃ الی النار فیدخل علیہ من حرہا وسمومہا وکحدیث لما خلق اللہ
جنۃ عدن بیدہ ودلی فیہا ثمارہا وشق فیہا انہارہا قال لہا تکلمی فقالت قد افلح المومنون رواہما
البخاری وغیرہ وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم رایت الجنۃ والنار فی عدۃ احادیث وکان الشیخ محی الدین
ابن عربی یقول الجنۃ والنار مخلوقتان لکنہما لا یکمل بناؤہما الا بانتہاء الدنیا وانقضاء زمن التکلیف
فہما بمثابۃ سور الدار الذی بناہ الملک ثم بعد ذلک یشق الجدران ویبنی حتی ینتہی البناء لانہما یبنیان
من اعمال المکلفین من خیر وشر فمن نظر الی السور من خارج قال فرغ من بنائہما ومن دخل السور وجدہما
ناقصتین بقدر ما بقی من اعمال المکلفین فی ہذہ الدار ویدل علی ذلک حدیث ان الجنۃ عذبۃ الماء طیبۃ
التربۃ وانہا قیعان وغراسہا سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر الحدیث فان القیعان ہی
التی لا بناء فیہا ولا شجر وفی الحدیث ایضا من صلی کل یوم ثنتی عشرۃ رکعۃ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ ومن قال سبحان اللہ
غرس لہ شجرۃ فی الجنۃ انتہی ای کلام ابن عربی وقال المحقق لیست الجنۃ التی اخرج منہا آدم ہی الجنۃ
الکبری المدخرۃ فی علم اللہ تعالی فان تلک لا یصح فیہا معصیۃ لادم وانما ہی حضرۃ المدد الجامعۃ التی لا [illegible]
فیہا وانما ہی جنۃ البرزخ التی ہی فوق جبل الیاقوت فالجنۃ الکبری لا یدخلہا الناس الا بعد انتہاء
الحساب والمرور علی الصراط قال وجنۃ البرزخ ہی التی تری فی الدنیا وکذلک نار البرزخ فانہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال رایت الجنۃ والنار فی مقامی ہذا وذکر انہ رای عمرو بن لحی الذی سیب السوائب فی النار

ورأی المرأۃ التی جبست الھرۃ حتی ماتت جوعا ومعلوم ان ھولاء لم یدخلوا النار الکبری الی الآن وانما ھم محبوسون فی البرزخ کذا قال فلیتامل ویحرر انتہی اس عبارت سے صاف واضح ہے کہ معتقد شعرانی کا وہی ہے جو معتقد اہل حق ہے اور حضرت محی الدین بن عربی اور محمد بن طی کا کلام اوسکے نزدیک مخدوش ہے کیونکہ یواقیت کے دیباچہ میں شعرانی نے لکھا ہے اعلم یا اخی انی طالعت من کلام اہل الکشف ما لا یحصی من الرسائل ومارأیت فی عبارتہم اوسع من عبارۃ الشیخ محی الدین بن العربی فلذلک شیدت ہذا الکتاب بکلامہ من الفتوحات وغیرہا لکنی رأیت الفتوحات مواضع لم افہمہا فذکرتہا لینظر فیہا علماء الاسلام ویحققوا الحق ویبطل الباطل ان وجدوہ فلا تظن یا اخی انی ذکرتہا لکونی اعتقد صحتہا وارضاہا فی عقیدتی کما یقع فیہ المتہورون فی اعراض الناس فیقولون لولا انہ ارتضی ذلک الکلام ما ذکرہ فی مولفہ معاذ اللہ ان اخالف الجمہور المتکلمین واعتقد صحۃ کلام من خالفہم من بعض اہل الکشف لغیر المعصوم فان فی الحدیث ید اللہ مع الجماعۃ ولذلک اقول غالبا عقب کلام اہل الکشف انتہی فلیتامل ویحرر ونحو ذلک لخفاء الکشف فی بعضہم علی مصطلح اہل الکلام وکان شیخنا شیخ الاسلام زکریا الانصاری یقول لا نحمل کلام ائمۃ الصوفیۃ عن خلاف اقوال الائمۃ ان لم یوافق صریح الکتاب والسنۃ فہذا یجب اعتقادہ جزما اما ان یخالف صریح الکتاب والسنۃ فہذا یحرم اعتقادہ جزما واما ان لا تظہر لنا موافقتہ ولا مخالفتہ واحسن احوالہ الوقف انتہی پس جبکہ کلام محمد بن طی وابن عربی کا انھون نے نقل کرکے فلیتامل ویحرر لکھدیا معلوم ہوا کہ یہ قول اونکے نزدیک قابل اعتبار نہیں ہے الحاصل تعدد جنت ونار کسی دلیل سے ثابت نہیں بلکہ ادلہ شرعیہ صحیحہ توحد پر دلالت کرتے ہیں پس اعتقاد تعدد کا لغو و باطل ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

کتاب العلم

استفتا سوال کسی کہ کنز الدقائق یا ضلالت گوید یا سفر السعادت را سبب گمراہی داند حکم آن چیست بینوا توجروا

ہو المصوب اگر کسی این ہر دو کتاب را موجب ضلالت بدین وجہ داند کہ دران ہمہ کتاب مسائل شرعیہ موافق کتاب اللہ وسنت رسول اللہ واجماع وقیاس اند آن کس ار

[illegible]

احاطۂ اسلام بیرون خواہد شد لانہ اہان الدین ومن اہان الدین فقد کفر جملۂ فقہا تصریح
این امر ساختہ اند علامۂ حافظ الدین بزازی در فتاوی خود می آرند اذا القی الفتوی علی الارض
او قال عند رؤیۃ الفتوی روی او قال این چہ شرع است یکفر لانہ رد حکم الشرع انتہی وہمچنین اگر حسب
ضلالت بدین وجہ دانستہ کہ این ہر دو کتاب تصنیف دو عالم جید ہستند چہ استہزا و استخفاف
بر علما ہم کفر است علامۂ ابن حجر مکی ہیتمی شافعی تحقیق این امر کما حقہ در کتاب خود مسمی بہ اعلام
بقواطع الاسلام ساختہ اند و اگر سبب ضلالت آن ہر دو کتاب نقصان علم مصنف آنہا و عدم
اعتبار شان پندارد پس حال آن باید شنید کہ صاحب کنز رئیس الفقہاء ابو البرکات عبد اللہ بن احمد
الملقب بحافظ الدین نسفی صاحب منار و وافی وغیرہ است وفات او در سنہ ۷۱۰ واقع شد فقہا
کہ بعد او آمدند ثنا خوان او ماندند و کنز الدقائق را مستند خود و اسم با مسمی پنداشتند علامۂ فخر الدین
زیلعی در شرح خود می نویسند اما بعد فانی لما رأیت المختصر المسمی بکنز الدقائق احسن مختصر فی الفقہ
حاویا لما یحتاج الیہ من الواقعات مع لطافۃ حجمہ واختصار نظمہ احببت ان یکون لہ شرح متوسط الخ
و اما سفر السعادت پس مصنف آن شیخ مجد الدین ابو طاہر محمد بن یعقوب شیرازی است وفات او
در ۸۱۷ھ واقع شد فقیہی جلیل شافعی المذہب بر طریقۂ اہل حدیث حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ
او را از مجددین مائۃ ثامنۃ شمردہ اند تصانیف او بسیار نافع وہادی ہستند مگر در بعضی تصانیف
بر مسلک تعصب رفتہ و در سفر السعادت اکثر اقوال خلاف مذاہب مجتہدین تحریر ساختہ و در خاتمۂ
آن اقتدا بابن جوزی اختیار ساختہ احادیث صحاح را ثابت نشدہ گفتہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی
در شرح سفر السعادت جابجا تعرض ساختہ و بر مواضع زلل و مسامحات مطلع کردہ پس عالم متدین را
باید کہ حسن را از قبیح ممیز ساختہ عامل شود و جاہل محض متعصب را از مطالعۂ آن منع سازد مگر تامل
باید کرد کہ وقوع مسامحات وغیرہ موجب این امر نیستند کہ آن کتاب محکوم بہ ضلال شود چہ خطا
از لوازم بشریت است باید دید کہ ابن جوزی در باب حدیث مسلک تعصب گرفتہ احادیث
صحیحہ و حسنہ و ضعیفہ را کہ در صحاح ستہ موجود اند موضوع گفتہ چنانچہ حافظ ابن حجر وغیرہ
تصریح آن ساختہ اند و موضوع را از غیر موضوع ممیز ساختند وہمچنین بعض حنفیہ بہ شافعیہ و شافعیہ
بر حنفیہ تعصب کردند با این ہمہ کسی از علماء الشان را ضال نگفتند عالم زمانہ را باید کہ عوام کالانعام

بلکہ خواص کالعوام را ازین چنین کلمات باز دارد و اگر کسی کنز الدقائق را بدین وجہ موجب ضلالت
داند کہ آن کتاب فقہ حنفی ست و امام ابو حنیفہ قیاس را بر حدیث مقدم میساختند پس آن شخص
مخطی ست و نسبت تقدیم قیاس بر حدیث بطرف امام اعظم افترای محض ست عارف ربانی
عبد الوہاب شعرانی در میزان کبری می نویسند اعلم ان ہذا الکلام صدر من الجاہل المتعصب وقد روی
الامام ابو جعفر بسندہ المتصل الی ابی حنیفۃ انہ کان یقول کذب علی اللہ وافتری علینا من یقول اننا
نقدم القیاس علی النص واعتقادنا واعتقاد کل منصف فی الامام ابی حنیفۃ انہ لو عاش حتی دونت
الاحادیث وبعد رحیل الحفاظ فی جمعہ من البلاد وظفر بہا لترک کل قیاس لکن لما کانت ادلۃ الشرع
متفرقۃ فی عصرہ کثر القیاس فی مذہبہ بالنسبۃ الی الائمۃ الاخری وقد صح عنہ وعن الائمۃ کلہم اذا صح
الحدیث فہو مذہبنا انتہی واللہ اعلم حررہ ابو الحسنات محمد عبد الحی عفا عنہ

استفتا **سوال** مردے عالم غیر مجتہد اگر عمل خود را باین طور گرداند کہ انچہ در کتاب اللہ
خواہم یافت عمل خواہم کرد و اگر در کتاب اللہ نخواہم یافت در احادیث انچہ خواہم یافت عمل خواہم کرد
و اگر دران ہم نیافتم بر انچہ مجتہدان عمل کردہ باشند بران عمل خواہم کرد و اگر درین ہم نباشد انچہ در فقہ
حنفی یا شافعی خواہد بود عمل خواہم کرد و ہمین جہت خود را حنفی یا شافعی گوید و از رای خود ہیچ مسئلہ
نگوید و در فہم معنی قرآن و حدیث نیز اعتماد بر رای خود نکند آیا بر صواب ست یا بر خطا

ہو المصوب این چنین عالم بر صواب ست بشرطیکہ مہارتے کاملہ داشتہ باشد و تمیز در ناسخ
و منسوخ و صحیح و موضوع و ما یتعلق بہا کردن میتواند و ہمین مسلک علماء سابقین و فضلای ماہرین بود
عارف ربانی عبد الوہاب شعرانی در میزان مینویسند سمعت سیدی علیا الخواص یقول اعتقادنا
فی جمیع الاکابر من العلماء انہم ما سلموا بعضہم لبعض الا لعلمہم بصحۃ اقوالہم ومستند اتہم لا لحسن الظن فیہم
من غیر ان یطلعوا علی صحتہا وقد تقدم ان بعض اتباع المجتہدین وصل الی شہود عین الشریعۃ وقال
کل مجتہد مصیب کابن عبد البر المالکی والشیخ ابی محمد الجوینی وقد صنف ابو محمد کتابا المسمی بالمحیط
ولم یتقید فیہ بمذہب وکذلک الشیخ عبد العزیز الف کتابا سماہ الدرر الملتقطۃ فی المسائل المختلط
فیہا علی المذاہب الاربعۃ انتہی حاصل مرام اینکہ شریعت غرا و اصول او بمنزلۂ چشمہ ہستند
و مذاہب متفرقہ مثل انہار متفرقہ پس عالمی کہ مرتبۂ علیا نصیب او شدہ و بر اصول مسائل ائمہ

مطلع شده‌اند حاجت این امر نمانده که اتباع یکی از ائمه نمایند و کتب فقه ائمه ملاحظه کنند فاما کسی که باین مرتبه نرسد او را جز اتباع مجتهدین فی زماننا چاره دیگر نیست رفعا للفساد و دفعا للخصومة والعناد نمی‌بینی طریقهٔ اهل حدیث و تفسیر را که اوشانان بر اصول مسائل ائمه مطلع بودند و صحیح را از سقیم خوبی می‌شناختند حاجت این امر نمی‌داشتند که نظر به کتب خلافیات نمایند و اگر کدامی مسئله در فقه حنفی یا شافعی یا غیر آن خلاف حدیث صحیح می‌یافتند بر آن عمل نمی‌کردند بخلاف علمای زمانهٔ ایشان که اوشان را این چنین مرتبه نصیب نشده معهذا اگر کسی را اطلاع بر عین شریعت غراء حاصل شود احتیاجش بطرف کتب خلافیات باقی نخواهد ماند و اگر بنظر تعصب و اعتقاد این امر که ائمه خلاف شرع مسائل را استخراج کرده‌اند ترک تقلید ائمه می‌نماید درین صورت آثم خواهد شد فانما لکل امرء ما نوی والله علیم بما ظهر و ما خفی والله اعلم بالصواب و عنده خیر الثواب

حرره الراجی عفو ربه القوی محمد عبد الحی عفا الله عنه

۳۱ استفتا بسم الله الرحمن الرحیم ما قولکم ایها العلماء اندرین مسئله که بماه محرم الحرام ذکر شهادت حسنین علیهما السلام و بیان کردن فضائل صبر و محاسن شهدا و ممنوعیت نوحه و سینه زنی و دیگر بدعتهای محرمه مروجه و ذکر فضائل استرجاع حسب روایت سید الشهداء و تلقین و احادیث صحیحه و روایت معتبره در خصوص روز عاشوراء یا غیر آن رواست یا نه و بعضے مردمان ذکر شهادت حرام میدارند و بقول امام غزالی و قول مولوی محمد اسمٰعیل شهید که در صراط المستقیم است تمسک می‌نمایند عبارت امام غزالی رح این است یحرم علی الواعظ و غیره روایة قتل الحسن والحسین وحکایته ما جری بین الصحابة من التشاجر والتخاصم فانه یهیج الی بغض الصحابة والطعن فیهم انتهی و عبارت صراط المستقیم این است ذکر قصه شهادت بشرح و بسط و عقد مجلس کردن باین قصد که مردم بشنوند و تاسف نمایند و حسرتها فراهم آرند و گریه و زاری کنند هر چند در نظر ظاهری طاعت در آن ظاهر می‌شود اما فی الحقیقت از هم مذموم مکروه است تا آخر این قول که لیس بالکل مسطور دان و مردود دان آنجناب اند مفتی جواب سوال و تاویل عبارت منقوله در یب قلم فرموده آید بینوا بالتفصیل توجروا بالصواب الجمیل

هو المصوب ذکر شهادت امام حسین رضی الله تعالی عنه را چند صورت است اول اینکه واعظ و حضار مجلس وعظ ماتم سازند و جامه‌های خود را پاره پاره سازند و دیگر افعال شنیعه که از خوف

شیعہ اند مرتکب شوند درین صورت در حرمت اینچنین وعظ وعقد مجلس شکے نیست علامہ ابن حجر مکی
رحمہ اللہ در صواعق محرقہ مینویسند وایاہ ثم ایاہ ان یشتغل فی یوم عاشوراء ببدع الرافضۃ
من الندب والنیاحۃ والحزن اذ لیس ذلک من اخلاق المؤمنین والا لکان یوم وفاتہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم
اولی بذلک واحری انتہی وابو الرجاء مختار بن محمود زاہدی از برہان الدین بخاری نقل میسازند خرق
القاص ثیابہ فی مقتل الحسین یوم عاشوراء تاسفا علی المصیبۃ وامرہم بالقیام والتشنیع فہل یجب علی الولاۃ
ان یزجروہ فکتب برہان الدین یمنع ذلک انتہی دوم اینکہ واعظ ذکر مقتل امام را از اخبار موضوعہ
واکاذیب منتحلہ کند ووعظ خود را از اہانت اہل اسلام وانواع اتہام بر سلف کرام پر سازد در حرمت
این صورت ہم شک نیست وحکم امام غزالی کہ بحرمت ذکر شہادت حسنین صادر شدہ برہمین صورت
محمول ہست چنانچہ از کلام ابن حجر کہ در صواعق محرقہ می آرند ظاہر میشود قال الغزالی وغیرہ یحرم
علی الواعظ وغیرہ روایۃ مقتل الحسن والحسین وحکایاتہ وما جری بین الصحابۃ من التشاجر
والتخاصم فانہ یہیج علی بغض الصحابۃ والطعن فیہم والطاعن فیہم مطعون طاعن فی نفسہ ودینہ انتہی
کلام الغزالی ملخصا وما ذکرہ من حرمۃ روایۃ قتل الحسن والحسین وما بعدہما لا ینافی ما ذکرتہ فی ہذا الکتاب
لان ہذا البیان الحق الذی یجب اعتقادہ من جلالۃ الصحابۃ وبراءتہم من کل نقص بخلاف ما یفعلہ الوعاظ
الجہلۃ فانہم یاتون بالاخبار الکاذبۃ الموضوعۃ ونحوہا ولا یبینون المحامل والحق الذی یجب اعتقادہ
فیوقعون العامۃ فی بغض الصحابۃ وتنقیصہم انتہی وملا احمد رومی در مجالس الابرار می آرند القاص
الذی یذکر للناس قصۃ القتل یوم عاشوراء ویخرق ثیابہ ویکشف راسہ ویامرہم بالقیام والتشنیع
تاسفا علی المصیبۃ یجب علی ولاۃ الدین ان یمنعوہم والمستمعون لا یعذرون فی الاستماع قال الامام
الغزالی وغیرہم یحرم علی الواعظ وغیرہ روایۃ مقتل الحسین وحکایۃ ما جری بین الصحابۃ من التشاجر
والتخاصم فانہ یہیج علی بغض الصحابۃ والطعن فیہم وہم اعلام الدین تلقی ائمۃ الدین عنہم وتلقینا عنہم فالطاعن
فیہم طاعن فی نفسہ ودینہ وقد روی عن النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوہم
غرضا من بعدی من احبہم فبحبی احبہم ومن ابغضہم فببغضی ابغضہم ومن آذاہم فقد آذی اللہ تعالی فعلی
ہذا یجب علی المؤمن تعظیمہم وذکرہم بالخیر وکف اللسان عن الطعن فیہم اذ بسبب قتل عثمان رض وقتل حسین رض
جرت فتن کثیرۃ واکاذیب وظہرت اہواء وبدع وصارت الاکاذیب والاہواء لا تزال تزداد

انتھی ملخصا این عبارت صاف دلالت میکند بر اینکه عبارت امام غزالی محمول بر حرمت ذکر مقتل که
مشتمل باشد بر اکاذیب و بدع ست نه بر مطلق ذکر و استدلالی که در عبارت غزالی بر حرمت منقول
دلیلی ست وضیع بر آن اکاذیب نه بر مطلق ذکر شهادت خصوصاً از روایات صحیحه تهییج بغض صحابه و طعن
بر سلف لازم نمی آید آری ذکری که مشتمل بر اخبار واهیه و مهملات متداوله خواهد بود البته موجب طعن
بر سلف خواهد بود پس اگر حرمت در عبارت مذکوره بر مطلق ذکر شهادت محمول شود لازم آید
عدم انطباق دلیل بر دعوی و مثل هذا لا تتهافت صورت سوم اینکه واعظ برای ذکر شهادت عقد مجلس
چنانچه روافض میکنند کند و روزی برای آن خاص کند این صورت خالی از کراهت نیست بسبب تشبه
روافض و هنداو در جامع الرموزی نویسند لو اراد ذکر مقتل الحسین ینبغی ان یذکر اولا مقتل سائر الصحابة
لئلا یتشابه بالروافض کما فی العون انتھی و عبارت مولوی اسمعیل رحمه الله که در سوال منقول است
بر همین صورت محمول ست چنانچه لفظ عقد مجلس دال بر آن ست صورت چهارم اینکه واعظ ذکر
شهادت از اخبار صحیحه سازد و در بیان خود افراط و تفریط که موجب بغض صحابه یا اهانت اهل اسلام
باشد نسازد و مجلس خود را از بدع روافض محفوظ دارد و از تخصیص یومی و عقد مجلس چنانکه روافض
میسازند محفوظ باشد و غرض آن مجرد ذکر مصائب و استرجاع بر آن امر ست مشروع در مجالس الابرار
می نویسد قد روی احمد و ابن ماجه عن فاطمة بنت الحسین عن ابیه الحسین ان النبی صلی الله علیه
وعلی آله وسلم قال ما من مسلم یصاب بمصیبة فیذکرها وان قدم عهدها فیحدث لها الاسترجاع
الا کتب الله له اجره مثلها یوم اصیب به هذا الحدیث رواه الحسین وعنه بنته فاطمة التی شهدت
مصرعه وقد ثبت فی علم الله تعالی ان المصیبة بالحسین یذکر مع تقادم العهد فکان من محاسن
الاسلام ان تجری هذه السنة کلما ذکر تلک المصیبة بان یسترجع لها فیکون للانسان من الاجر
الذی کان لمن استرجع یوم اصیب المسلمون بها انتھی هذا ما خطر بالبال والله اعلم بحقیقة الحال
حرره الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی وحفظ عن موجبات النفی
استفتا ما قولکم رحمکم الله اندرین مسئله که در حدیث ان الله یبعث لهذه الامة
علی راس کل مائة سنة من یجدد لها امر دینها که در سنن ابی داؤد و مسند حسن بن سفیان
و مسند بزار و معجم اوسط طبرانی و کامل ابن عدی و مستدرک حاکم و حلیۂ ابو نعیم و مدخل بیهقی

وغیرہ مروی است مراد از راس آخر صدی ست یا آغاز صدی است و مجدد یکہ در راس صدی
می آید شروط و علامات او چیست و از صدی اول تا اینقدر کدام کدام مجدد شمار کردہ شدہ اند و مولوی
اسماعیل شہید و سید احمد بریلوی مرشد شان از مجددین می توانند شد یا نہ بینوا توجروا

ھو المصوب مراد از راس مائۃ باتفاق محدثین آخر صد است و علامات و شروط
مجدد این ست کہ عالم باشد بعلوم ظاہرہ و باطنہ و نفع از تدریس و تالیف و تذکیر او شایع
باشد و در احیای سنن و محو بدعات سرگرم بود و در آخر یکصدی و اول صدی دیگر اشتہار
علوم و شیوع انتفاع از و باشد پس اگر آخر صدی را نیافتہ یا دران زمان انتفاع احیائے
شریعت از و حاصل نشدہ از مجددین خارج خواہد بود و در مورد حدیث داخل نخواہد شد
شیخ الاسلام بدر الدین اہدل در رسالۂ مرضیہ فی نصرۃ مذہب الاشعریۃ می نویسد اعلم ان المجدد
انما ہو بغلبۃ الظن ممن عاصرہ بقرائن احوالہ والانتفاع بعلمہ ولا یکون المجدد الا عالما بالعلوم
الدینیۃ الظاہرۃ والباطنۃ ناصرا للسنۃ قامعا للبدعۃ ثم قد یکون واحدا فی العالم کعمر بن عبد العزیز
فی المائۃ الاولی بالاتفاق وکالامام الشافعی علی راس المائتین باجماع المتقین علی انہ
علم اہل زمانہ وقد یکون اثنین وجماعۃ ان لم یحصل الاجماع علی واحد بعینہ ثم قد یکون فی اثناء
المائتین ہو افضل من المجدد وانما کان التجدید علی راس المائۃ لانخرام علماء الامۃ غالبا واندراس
السنن واظہار البدع فیحتاج الی تجدید الدین فیاتی اللہ بخلف عن السلف انتہی
و جلال الدین سیوطی و در مرقاۃ الصعود شرح سنن ابی داود میگوید قال ابن الاثیر اختلف
العلماء فی تاویل ہذا الحدیث کل واحد فی زمانہ واشاروا الی القائم الذی یجدد للناس دینہم
علی راس کل مائۃ وکان کل قائل قد مال الی مذہبہ وحمل تاویل الحدیث علیہ والاولی
ان یحمل الحدیث علی العموم فان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من یجدد لہا دینہا لا یلزم منہ ان یکون
المبعوث علی راس المائۃ رجلا واحدا وانما قد یکون واحدا وقد یکون اکثر منہ فان انتفاع الامۃ بالفقہاء
وان کان نفعا عاما فی امور الدین فان انتفاعہم بغیرہم ایضا کثیر مثل اولی الامر واہل الحدیث
والقراء والوعاظ واصحاب الطبقات من الزہاد فان کل قوم ینفعون بفن لا ینفع بہ الآخر اذ الاصل فی حفظ الدین
حفظ قانون السیاسۃ وبث العدل الذی بہ ... والزہاد ینفعون بالمواعظ والحث

علی لزوم التقوی والزہد فی الدنیا فالاحسن والاجود ان یکون ذلک اشارۃ الی حدوث جماعۃ
من الاکابر المشہورین علی راس کل مائۃ سنۃ یجددون للناس دینہم ویحفظونہ علیہم فی اقطار
الارض ولکن الذی ینبغی ان یکون المبعوث علی راس المائۃ رجلا مشہورا معروفا مشارا الیہ فی فن من
ہذہ الفنون وقد کان قبل کل مائۃ ایضا من یقوم بامر الدین وانما المراد بالذکر من انقضت المائۃ وہو
حی عالم مشہور مشار الیہ انتہی آزین عبارات واضح شد کہ سید احمد بریلوی کہ ولادت شان در سنہ ۱۲
بود و مرید شان مولانا اسماعیل دہلوی وغیرہ در مصادیق حدیث داخل نیستند چہ مجدد را ضرور است
کہ آخر یک صدی و اول صدی دیگر باین صفت باید کہ نفعش عام باشد و اشتہارش تام و این
حضرات را این در اثناء صدی سیزدہم حاصل گشتہ بعد چندے دور گشت و علما کہ تعین مجدد
کردہ اند بلحاظ ہمین وصف داشتہ اند تفصیل این مباحث در رسالۂ حافظ ابن حجر عسقلانی مسمی
بفوائد الجمۃ فی من یبعثہ اللہ لہذہ الامۃ و رسالۂ جلال الدین سیوطی مسمی بتنبئۃ بمن یبعثہ اللہ علی راس المائۃ
وغیرہ باید دید و از معاینۂ این رسائل واضح است کہ در صدی اول مجدد مائۃ اولی بالاتفاق
عمر بن عبد العزیز بودہ و مجدد صدی دوم امام شافعی اتفاقا و از مجددین صدی سوم قاضی
ابو العباس ابن سریج شافعی و ابو الحسن اشعری و محمد بن جریر طبری بود و از مجددین صدی چہارم ابو بکر
بن الباقلانی و ابو الطیب صعلوکی وغیرہ و از مجددین صدی پنجم امام غزالی و از مجددین صدی
ششم امام فخر الدین رازی بود و از مجددین صدی ہفتم تقی الدین ابن دقیق العید و از مجددین
صدی ہشتم زین الدین عراقی و شمس الدین جزری و سراج الدین بلقینی و از مجددین صدی نہم
جلال الدین عبد الرحمن سیوطی و شمس الدین سخاوی و از معاینۂ خلاصۃ الاثر فی اعیان قرن
الحادی عشر وغیرہ واضح است کہ از مجددین الف شہاب الدین رملی و ملا علی قاری وغیرہ بودہ اند و بس

واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

استفتاء ما قولکم رحمکم اللہ درین مسئلہ کہ مصافحہ کہ در وقت ملاقات مسنون است زید میگوید
کہ از یک دست مسنون است و استدلال بہان از حدیث فاخذہ بیدہ ولیصافحہ قال النعم کہ
در جامع ترمذی وغیرہ مروی است میکند پس آیا قولش صحیح است یا نہ و مصافحہ بہر دو دست
از احادیث ثابت است یا نہ بینوا توجروا

هو المصوب جمهور فقها مصافحه را بدو کف دست مسنون می نویسند در مجالس الابرار
می نویسد والسنة ان تکون بکلتا یدیه انتهی و همچنین هست در دُرِّ مختار و جامع الرموز وغیره و حدیث
ابوامامه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا تصافح المسلمان لم تفرق اکفهما حتی یغفر لهما
که در معجم طبرانی مرویست دلالت بران دارد چه اگر مصافحه بیک یک کف از هر کس می شد در حدیث
بجای اکفهما که جمع کف است لفظ کفاهما بصیغه تثنیه وارد می شد و شاهد آن تعلیق صحیح بخاری است
که دران در باب الاخذ بالیدین مسطور است وصافح حماد بن زید ابن المبارک بیدیه انتهی ازین
تعلیق معلوم می شود که مصافحه بهر دو دست در عهد تابعین متوارث بود و آنچه که در صحیح بخاری
در باب مذکور از عبد الله بن مسعود رض مرویست علمنی رسول الله صلی الله علیه وسلم وکفی بین کفیه
التشهد کما یعلمنی السورة من القرآن التحیات لله والصلوات والطیبات الحدیث پس ظاهر آنست
که مصافحه متوارثه که بوقت تلاقی مسنون است نبوده بلکه طریقهٔ تعلیمیه بوده که اکابر بوقت اهتمام
تعلیم چیزی از هر دو دست یا یک دست اصاغر گرفته تعلیم می سازند بر تقدیر تسلیم اینکه این مصافحه
متوارثه بوده ثبوت آن بهر دو دست از ان حضرت صلی الله علیه وسلم ظاهر است و از جانب
ابن مسعود بودن صرف یک کف مابین هر دو کف نبوی قطعی نیست چه گاهی کف بمعنی جنس
مستعمل شده و هر دو کف ازان مراد گرفته می شوند و همچنین در استعمال عرب و آیات قرآنیه
و احادیث نبویه استعمال ید بمعنی جنس آمده است که بر یک ید و دو ید متضمن است و در اکثر مقامات
بمقام [illegible] لفظ ید آمده است بناء علیه در احادیثی که دران اخذ بالید وارد است
نص [illegible] بودن مصافحه بیک دست نیست بلکه هر دو امر محتمل هست بالجمله درین باب اگر حدیثی صحیح
صریح [illegible] یافته شود که مصافحه صرف بیک کف مسنون است اقوال فقها را اگر اتفاق لازم
خواهد بود تا وقت عدم وجود تصریح صریح بر اقوال فقها عمل باید ساخت والله اعلم حرره الراجی
عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

استفتا گویند که نفس و روح شیء واحد را نام هست که آنرا اهل تصوف دل هم گویند
برین تقدیر از علماء کرام رحمهم الله تعالی استفاده استفسار میکنم که اگر نفس و روح یکی است پس
در اکثر کتب مذهب [illegible] ذکر کرده اند همین معنی است بیت از مثنوی معنوی بیت

دوزخ است این نفس دوزخ اژدہاست	گو بدریاہا نگردد کم و کاست

و روح را از عالم علوی منسوب کردہ بحسن توصیفش داستانہا نگاشتہ اند کہ ہمدرین معنی ست
بیت امر ربم روح کردہ نام باد کردہ بر ساقی وحدت جام باد دوم میگویند کہ فلان کس را
نفس زندہ و دل مردہ است و بالعکس آن ہم شخصے نسبت دہند و گروہ فقرا در نفس کشی جد و جہد
بلیغ مینمایند پس چون از نفس مراد روح باشد در حالت مردن او بجز کالبد خاکی چہ ماند پس چون
نفس بقبائح افعال و روح بحمیدہ خصائل متصف شد شئی واحد چون تواند شد با جتماع ضدین
حسن و قبح در ذات واحد چگونہ ممکن ست اکنون انچہ بقیاسم می آید بامید اصلاح بیشکش میکنم
کہ عناصر اربعہ بحقیقت منفعل ست و قابل و روح حیوانی فاعل اوست پس لا محالہ از و کیفیتی
پدید آید و قوتی بر آید کہ از و مزاج را حادث جبلّی و خواہش دادہ اند کہ آنرا یقین باید دانست
چون ترکیب مادہ اش از عالم سفلی رو دادہ است زین فر اکثر میل بر جعت بذات خود دارد
برین تقدیر اگر روح و عقل تابع اوست نفس امارہ و اگر روح و عقل را خود تابع شد نفس لوامہ
و اگر مغلوب روح و عقل چنانکہ عادت جبلی و خواہش طبعی اوست نفس مطمئنہ باشد بینوا توجروا
ہوالمصوب نفس و روح یک چیز است و اختلاف اوصاف باختلاف احوال اوست
و مذمت نفس مطلقا کہ صوفیہ بیان نمودہ مراد شان از نفس معنی دیگر می باشد تفصیل آن در احیاء العلوم
و کیمیای سعادت وغیرہ و کتب تصوف و سلوک موجود است بقدر ضرورت عبارت احیاء العلوم را
معاینہ باید ساخت در بحث معانی نفس و روح و قلب و عقل می نویسد اللفظ الاول لفظ القلب
وہو یطلق لمعنیین احدہما اللحم الصنوبری الشکل المودع فی الجانب الایسر من الصدر والمعنی الثانی
ہو لطیفۃ ربانیۃ روحانیۃ لہا بہذا القلب الجسمانی تعلق وتلک اللطیفۃ ہی حقیقۃ الانسان وہو
المدرک العالم العارف من الانسان وہو المخاطب والمعاقب والمعاتب والمطالب اللفظ
الثانی الروح وہو ایضا یطلق لمعنیین احدہما جسم لطیف منبعہ تجویف القلب الجسمانی فینشر بواسطۃ
العروق الضوارب الی سائر اجزاء البدن والاطباء اذا اطلقوا لفظ الروح ارادوا بہ ہذا المعنی
المعنی الثانی ہو اللطیفۃ العالمۃ المدرکۃ من الانسان وہو الذی شرحناہ فی احد معانی القلب
وہو الذی اراد اللہ بقولہ قل الروح من امر ربی اللفظ الثالث النفس وہو ایضا مشترک

بين معان يتعلق لغرضنا منه معنيان احدهما انه يراد به المعنى الجامع لقوة الغضب والشهوة في الانسان وهذا الاستعمال هو الغالب على اهل التصوف لانهم يريدون بالنفس الاصل الجامع للصفات المذمومة من الانسان فيقولون لابد من مجاهدة النفس وكسرها واليه الاشارة بقوله عليه الصلوة والسلام اعدى عدوك نفسك التي بين جنبيك المعنى الثاني هي اللطيفة التي ذكرناها التي هي بالحقيقة وهي نفس الانسان وذاته ولكنها توصف باوصاف مختلفة بحسب اختلاف احوالها فاذا سكنت تحت الامر وزايلها الاضطراب بسبب معارضة الشهوات سميت النفس المطمئنة والنفس بالمعنى الاول لايتصور رجوعها الى الله فانها مبعدة عن الله وهي من حزب الشيطان واذا لم يتم سكونها ولكنها صارت مدافعة للنفس الشهوانية ومعترضة عليها سميت النفس اللوامة وان تركت الاعتراض واذعنت واطاعت لمقتضى الشهوات ودواعي الشيطان سميت النفس الامارة بالسوء انتهى ملخصا

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

استفتا ۲۴۵ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کا یہ قول اثبات توحید وجودی میں صحیح ہی یا نہیں اور دلیل عقلی ونقلی اوسکی صحیح یا غلط ہے قول اوسکا یہ ہو اور توحید وجودی کی حقیقت بدلائل عقلیہ ونقلیہ ثابت ہے تفصیل کے لیے تو دفتر چاہیے مختصر ایک دلیل عقلی اور ایک نقلی لکھتا ہوں عقلی یہ ہے کہ کوئی شی غیر اللہ موجود نہیں ہو سکتی اسلیے کہ حکمت میں ثابت ہو چکا ہے کہ وجود عین ذات واجب ہے اور غیر وجود نہیں مگر عدم تو غیر واجب نہیں مگر عدم اور عدم موجود نہیں ہو سکتا پس غیر واجب یعنی غیر اللہ موجود نہیں ہو سکتا اور دلیل نقلی کلمۂ توحید ہے کہ جسکا حاصل یہ ہے کہ ہر آلہ عین اللہ یعنی ہر موجود عین اللہ ہے اسلیے کہ ہر موجود مصداق آلہ ہو اسواسطے کہ آلہ کہتے ہیں معبود کو اور معبود کہتے ہیں اوسکو جسکی کوئی عبادت کرے اور عبادت کہتے ہیں تابعداری کرنے کو اسی واسطے جو کوئی کسی کا تابعدار ہوتا ہی تو اوسکو اوسکا عبد اور بندہ کہتے ہیں جیسے کہتے ہیں عبد الدینار وعبد الدرہم اور بندۂ پیٹ اور بندۂ روپیہ کا اور جسکا کوئی تابعدار ہو تو اوسکو معبود اور آلہ کہتے ہیں جیسے قولہ تعالی اتخذ الٰہہ ھواہ میں ہوا کو آلہ کہا بالجملہ اطلاق آلہ کا ہر اوس شی پر آتا ہے جسکا کوئی تابعدار ہو اور کوئی موجود موجودات میں ایسا نہیں جسکا کوئی تابع نہیں پس غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر موجود مصداق آلہ کا ہے اور لا آلہ الا اللہ اسپر دال ہے کہ جو مصداق آلہ کا ہے وہ عین

اللہ ہی پس ثابت ہو کہ ہر موجود عین اللہ ہی بینوا توجروا

ہو المصوب زید کا یہ کلام من اولہ الی آخرہ مغلط و مغلطہ ہے اور ہر تقریر اوسکی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اوسکو علم معقول و منقول دونوں مین استعداد واقعی نہیں ہے ورنہ ایسی تقریر اوس سے نہ صادر ہوتی چند وجوہ سے کل تقریر غلط ہے تطویل کے لیے تو ایک دفتر چاہیے مختصر یہان سمجھ لینا چاہیے وجہ اول یہ کہ زید نے جو دلیل عقلی قائم کی بعد صحت اوسکے مقدمات کے وہ منتج اس امر کو ہے کہ کوئی شئی غیر اللہ کے موجود نہیں ہو سکتی ہے اور کسی چیز کو سوا اسکے ذات وحدہ لاشریک کے وجود کا حصہ نہیں مل سکتا ہے بلکہ عدم محض ہر چیز کو سوائے اللہ کے حاصل ہے اور دلیل نقلی بعد تسلیم اوسکے مقدمات کی منتج اس امر کو ہے کہ ہر چیز عین اللہ کی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ موجود ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو چیز عین موجود کی ہوگی وہ بالضرورۃ موجود ہوگی اسوجہ سے کہ عینیت بین الشیئین مستلزم تشارک وجودی ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ ہر چیز موجود ہی پس ایک دلیل تو مثبت عدم محض تمام اشیاء سوائے اللہ کے ہے اور دوسری دلیل مثبت وجود جمیع اشیا ہے دلیلین ہذا الا متناقضہ و متساقطہ وجہ دوم یہ کہ دلیل عقلی کا یہ مقدمہ کہ وجود عین ذات واجب ہے اس سے کیا مراد ہے اگر یہ مراد ہے کہ وجود مصدری کہ جسکو بودن وہستی کہتے ہین عین ذات پروردگار ہے تو محض غلط ہے شرح سلم قاضی مبارک اور حاشیہ قدیمہ وغیرہ کتب منطق وحکمت کے معائنہ سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ عینیت ذات واجب فلاسفہ کے نزدیک وجود بمعنی ما بہ الموجودیت ہے نہ بمعنی مصدری اور جنہوں نے معنی مصدری کی عینیت کا حکم کیا ہے اونکی مراد یہ ہے کہ منشاء انتزاع وجود مصدری واجب مین نفس ذات واجب ہے کسی وصف اور حیثیت کو اوسمین مدخل نہیں ہے بخلاف ممکنات کی کہ مصداق وجود مصدری انکے نفس ذوات ممکنات نہین بلکہ بحیثیت استناد وطلے الجاعل وغیرہ اور یہ مذہب کسی عاقل کا نہیں ہے کہ وجود مصدری عین ذات واجب ہے یعنی ہویت بحت اور کیونکر یہ مذہب کسی عاقل کا ہو سکتا ہے ہر عاقل جسکو ادنی بھی تمیز ہے سمجھ سکتا ہے کہ وجود مصدری قبیل انتزاعیات سے ہے اور ذات واجب موجود ذات متاصل ہے پس اگر یہ دونوں بالکلیہ متحد ہوں تو لازم آتا ہے کہ معنی مصدری موجود خارجی ہو جاوے یا موجود خارجی عین مصدری ہو جاوے

وبطلانہ ظاہر علی کل عاقل فضلاً عن ماہر اور اگر یہ مراد ہی کہ وجود بمعنی مابہ الموجودیۃ عین وجوب
یا یہ کہ منشاء انتزاع وجود مصدری کا نفس ذات واجب ہے تو صحیح ہے مگر مفید مطلب نہین
کیونکہ اس سے اگر ثابت ہوگا تو یہ ہوگا کہ غیر واجب مابہ الموجودیۃ نہین اور نفس ذات اسکی منشاء
انتزاع وجود مصدری نہین اور اس سے یہ نہین لازم آتا کہ غیر واجب معدوم محض ہوجاوے
وجہ سوم یہ کہ دلیل عقلی کا یہ مقدمہ کہ غیر وجود نہین مگر عدم محض غلط ہے کیونکہ غیر وجود مصدری تمام
موجودات خارجیہ اور ذہنیہ ہین صرف غیریت وجود عدم کے ساتھ خاص نہین ہے ہر طفل کتب
سمجھ سکتا ہے کہ زید وعمرو وبکر وفرس وحمار وحجر وشجر وسما وارض وشمس وقمر وغیرہ جتنی چیزین مخلعہ
بخلعت وجود ومشاہدہ ہین یہ سب غیر وجود مصدری ہے اور اگر غیر نہون تو لازم آتا ہے
کہ یہ سب عین وجود مصدری ہون یا عین مابہ الموجودیۃ ہون اور بطلان اسکا ظاہر ہے کہ
وجود مصدری انتزاعی غیر موجود خارجی وغیر مشاہد ہے اور یہ اشیاء محسوسہ موجودہ وجہ چہارم
یہ کہ یہ نتیجہ مقدمتین مذکورتین کہ غیر واجب نہین مگر عدم محض باطل ہے ہرگاہ دونون مقدمہ
سابق باطل ہوے اس نتیجہ کے ابطال مین کیا شبہ رہا وجہ پنجم یہ کہ یہ مقدمہ دلیل عقلی کا
کہ عدم موجود نہین ہوسکتا ہے بھی باطل ہے اسوجہ سے کہ عدم موجودات ذہنیہ سے ہے
اور حصہ وجود کا اوسکو عارض ہے جیسا کہ حواشی میرزاہد مین جو شرح مواقف وغیرہ پر ہین
بتفصیل تمام مذکور ہے اور اگر عدم موجود نہو تو لامحالہ معدوم ہوگا اور عدم العدم مستلزم وجود
ہے الحاصل اس دلیل عقلی کا ہر مقدمہ محض باطل ولغو ہے اگر کتب مطولہ حکمیہ سے قطع نظر کیجاوے
اور کتب مختصرہ متداولہ پر نظر کیجاوے بطلان ان سب کا مخفی نرہیگا وجہ ششم یہ کہ دلیل
نقلی کا یہ مقدمہ کہ ہر موجود مصداق الٰہ کا ہے اسواسطے کہ الٰہ کہتے ہین معبود کو اور معبود
کہتے ہین اوسکو جسکی کوئی عبادت کرے محض لغو ہے اسوجہ سے کہ آلہ نام مستحق عبادت کا نہ
ہر ایسی چیز کا کہ جسکی کوئی عبادت حماقت سے کرنے لگے جیسا کہ معاینہ کتب لغت سے یہ امر
واضح ہے پس مصداق آلہ کا موجودات مین وہی ہوگا جو مستحق عبادت ہے نہ ہر عبادت
کردہ شدہ وجہ ہفتم یہ کہ یہ قول کہ عبادت کہتے ہین تابعداری کو دال ہے علوم شرعیہ اور
علوم لغویہ کی ناواقفیت پر مطلق تابعداری معنی عبادت کے نہین ہین بلکہ معنی عبادت کے

پرستش اور رعایت مخصوص عسکر میں ہر کس و ناکس اس امر سے واقف ہے کہ نابعداری اور چیز ہے
اور پرستش اور چیز ہے ہاں غیر پرستش پر اطلاق عبودیت کا مبالغۃً کیا جاتا ہے خلاصہ یہ ہے
کہ اس دلیل نقلی کا ہر مقدمہ غلط ہے لغت و عرف و شرع سے ہر گاہ دونوں دلیلیں منخرف
ٹھہریں ثبوت دعوی مدعی رد ہو گیا واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب حررہ الراجی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا ہندوستان جہاں تک عملداری انگریزوں کی ہے دار الحرب ہے یا نہیں
اور اگر ہے تو صرف مطابق مذہب صاحبین کے یا بر طبق مذہب ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بھی بینوا توجروا

ہو المصوب ہندوستان دار الحرب نہیں ہے بلکہ دار الاسلام چنانچہ ان عبارات
فقہیہ سے واضح ہوتا ہے خزانۃ المفتین میں ہے دار الاسلام لا تصیر دار الحرب الا باجراء
احکام الشرک فیہا وان تکون متصلا بدار الحرب وان لا یکون فیہا وفی جامع الفصولین لا
یبقی فیہا مسلم ولا ذمی آمنا بالامان الاول فما لم توجد ہذہ الشرائط لا تصیر دار الحرب وفی قولہ ان لا یبقی
مسلم ولا ذمی آمنا بالامان الاول ان لا یبقی فیہا مسلم او ذمی آمنا علی نفسہ فلو ان المشرکین دخلوا دارا
اجروا فیہا حکم الشرک فانہا تصیر دار الحرب سواء کانت متصلۃ بدار الحرب او لم تکن ولا یبقی فیہا مسلم
او ذمی آمنا بالامان الاول اوکما فی بحار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء احکام الاسلام فیہا وان
غلب اہل الاسلام کما فی شرح سیر الاصل وفی سیر الاصل للامام السرخسی ان دار الاسلام لا تصیر دار الحرب
مالم یبطل جمیع ما صارت بہ دار الاسلام لان الحکم اذا ثبت بعلۃ فما بقی من العلۃ شیء یبقی الحکم ببقائہ وفی المنتقی
دار الاسلام باجراء احکام الاسلام فما بقی علقۃ من علائق الاسلام یترجح جانب الاسلام
انتہی اور بزازیہ میں ہے قال السید الامام وما بقی فی ایدی الکفرۃ التی فیہا ششہ بلاد الاسلام
لا تصیر دار الحرب ولم یظہر فیہا احکام الکفر بل القضاۃ مسلمون والملوک الذین یطیعونہم
عن ضرورۃ یجوز فیہا اقامۃ الجمع والاعیاد واخذ الخراج وتقلید القضاۃ وتزویج الایامی فانہا دار الاسلام
المسلم علیہ وان البلاد التی علیہا ولاۃ کفار یجوز فیہا ایضا اقامۃ الجمع والاعیاد والقاضی قاضی تراضی
المسلمین وقد تقرر ان بقاء شیء من العلۃ یبقی الحکم وقد حکمنا بلا خلاف بان ہذہ الدیار قبل استیلاء
التتار کان من دیار الاسلام وبعد استیلائہم اعلان الاذان والجمع والجماعات والحکم بمقتضی الشرع

[illegible]

والفتوى والتدريس بشرائع بلا نكير من ملوكهم والحكم بأنها من دار الحرب لا وجه له نظرا إلى الدراية
والرواية وإعلان بيع الخمور وأخذ الضرائب والمكوس والحكم من النقص برسم التتار كإعلان بني قريظة
باليهود وطلب الحكم من الطاغوت في مقابلة محمد صلى الله عليه وسلم في عهده بالمدينة ومع ذلك
كانت بلدة إسلام بلا ريب ذكر الحلواني أنه إنما تصير دار الحرب بإجراء أحكام الكفر وأن لا يحكم فيها
بحكم من أحكام الإسلام وأن تتصل بدار الحرب وأن لا يبقى فيها مسلم ولا ذمي آمنا بالأمان الأول فإذا
وجدت الشرائط كلها صارت دار الحرب وعند تعارض الدلائل والشرائط يبقى ما كان أو ترجح جانب
الإسلام احتياطا انتهى ملخصا اور شرح زيادات للعتابی میں ہے دار الإسلام إنما تصير دار الحرب
بثلاث شرائط أحدها إجراء أحكام الكفار على سبيل الاشتهار والثاني أن تكون متاخمة بدار الحرب أي
متصلة لا يتخلل بينها بلدة من بلاد المسلمين والثالث أن لا يبقى فيها مسلم أو ذمي آمنا بالأمان الأول
فشرط هذه الشرائط ليكون علما على تمام القهر والاستيلاء إذ دار الإسلام يحتاط لإثباتها وعندهما
تصير دار الإسلام دار الحرب بإجراء أحكام الكفر فيها انتهى اور طحطاوی حاشیہ در مختار میں ہے
قوله بإجراء أحكام الشرك أي على الاشتهار وأن لا يحكم فيها بحكم أهل الإسلام هندية وظاهره أنه
لو أجريت أحكام المسلمين وأحكام أهل الشرك لا تكون دار حرب انتهى ان عبارات سے اور انکی
امثال سے واضح ہے کہ دار الحرب ہونے میں دار الاسلام کی شرط یہ ہے کہ احکام کفر علی
سبیل الاشتہار جاری ہوں اور احکام اسلام بالکلیہ موقوف کردیے جاویں اور شعائر اسلام
وامور دیانات دینیہ میں کفار مزاحمت کرنے لگیں اور یہ شرط اتفاقی ہے اور امام ابو حنیفہ نے
اسکے سوا اور بھی دو شرطیں زائد کی ہیں ایک یہ کہ اوس بلدہ میں اور دار الحرب میں کوئی بلدہ مملکت
اہل اسلام کا باقی نہ رہے دوسرے یہ کہ امان اول مرتفع ہوجاوے اور بامان کفار نوبت
اقامت کی آئی ہو اور یہ ظاہر ہے کہ بلاد ہندوستان میں یہ مفقود ہے اسوجہ سے کہ شعائر
اسلام میں حکام کی طرف سے بعد انتظام ہذا مخالفت نہیں ہوا اگرچہ اکثر قضاۃ کفار ہیں اور احکام خلاف اسلام
جاری کرتے ہیں مگر بہت سے امور میں انقیاد فتاوی اہل اسلام کا بھی کرتے ہیں اور موافق شرع
فیصلہ کرتے ہیں پس یہ بلاد دار الحرب نہونگے نہ بمذہب امام ہو نہ بمذہب صاحبین واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی	محمد عبد الحی ابو الحسنات

استفتا[۳۱] کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ مسافت ریل کو بعض علما حمل کرتے ہین اوپر اگنبوٹ کے اور بعضے حمل کرتے ہین اوپر سیر ابل کے اور دلیل فریقین کے مخالف ہے دلیل فریق اول کی یہ ہے کہ مناسبت ریل کو ساتھ اگنبوٹ کے زیادہ تر ہے بسبب جلانے آگ کے دونون مین اور دلیل فریق ثانی کی یہ ہے کہ مسافت ریل ساتھ ابل کے مناسب ہے بسبب سیر بری کے اگرچہ تیزی ریل مین زیادہ ہے۔

ہو المصوب بحر الرائق مین ہے فی المعراج الوہاج اذا کانت المسافۃ ثلاثۃ ایام ولیالیہا بالسیر المعتاد فسار الیہ سیرا سریعا او علی الفرس جریا حثیثا فوصل فی یومین قصر انتہی والمراد بسیر البر والجبل ان یکون بالابل ومشی الاقدام والمراد بالابل القافلۃ دون البرید واما السیر فی البحر فیعتبر فی البحر بما یلیق بہ وہو ان یکون مسافۃ ثلاثۃ ایام فیہ اذا کانت الریاح معتدلۃ وان کانت تلک المسافۃ بحیث تقطع فی البر یوم کما فی الجبل یعتبر کونہا من الجبل بالسیر الوسط ثلاثۃ ایام وان کانت تقطع من طریق السہل بیوم والحاصل انہ یعتبر المدۃ من ای طریق اخذ فیہ انتہی اس عبارت سے اور ایسے ہی اور عبارات فقہیہ سے واضح ہے کہ سیر بری اور بحری ہر ایک مین سیر متوسط اوسی سیر کی لیجاویگی اور دوسری سیر جو تیز ہو نہ لیجاویگی اور اعتبار اسی سیر متوسط کا ہوگا پس سیر ریلوی اگرچہ مشابہ اگنبوٹ کے ہے مگر چونکہ سیر بری ہے لحاظ اوسی سیر بری کا نہین ہوسکتا ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا[۳۲] کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص جسکو معرفت وتحصیل دستگاہ کامل نہین حاصل ہے اور شرع شریف کے اصول سے صرف بوساطت ترجمہ مروجہ کتب فقہ واقف ہے مگر بوجہ کم علمی اور جہل کے اصح مدالب سے واقف نہین ہوسکتا اور نہ حق وباطل مین تمیز کرسکتا ہے اور بدین غرض کہ عوام الناس جہلا اوسکو عالم کہین اور اوسکے دام مکر مین گرفتار ہو کر اتباع کرین مسجد مین وعظ کہتا ہے جسمین ہزارہا غلطیان اور خطائین خلاف قرآن اور حدیث کے ہوتی ہین اور اسی طرح بہت لوگون کو گمراہ کرکے بلا اجازت کسی پیر ومرشد کے بیعت آدمیون کو مرید بھی کیا ہے اور باوجود کہ ایک شخص جو کہ فی الحقیقت واقف اصول فقہ وحدیث کے موجود ہے مگر بنظر اس فائدہ اوٹھانے کے واسطے اوسکو وعظ وامامت سے منع کرین

جو شخص کہ مذہب شیعہ رکھتا ہے اور خود امامت کرتا ہے اور اسکے بوجہ اتحاد در روافض عمدا اصحاب کی تعریف
اصحاب کی تعریف نہیں بیان کرتا ہے اور سنی مذہب کے کل لوگوں کو روافض کے اتحاد
کی وجہ سے بالکل ترک کیے ہوئے ہے تعزیت مردگان و دیگر مراسم مثل نکاح و شادی
و بیاہ میں بھی روافض کے کہنے سے نہیں شریک ہوتا ہے آیا ایسا شخص عند اللہ گنہگار
ہے یا نہیں اور اوسکی وعظ اور امامت عیدین و جمعہ ایک عالم کی موجودگی میں درست ہیں یا نہیں
اور نیز اسکا مرید کرنا بلا اجازت کسی پیر و مرشد کے جائز ہو یا نہیں حالانکہ وہ شخص بوجہ غصب مال
ورثہ و مکان لوگوں کو اکثر رنج پہونچاتا ہے اور شرعی طہارت کا بھی اسقدر پابند نہیں فقط

ہو المصوب ایسا شخص گنہگار ہوگا اور اوسکو بصورت موجودگی عالم کے استحقاق امامت
و وعظ کا نہیں ہے اور بر تقدیریکہ اوس شخص میں افعال نا مشروع موجود ہیں اوسکے مرید ہونے سے
پرہیز کرنا چاہیے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا چہ میفرمایند علمائے دین اندرین صورت کہ درین اطراف رواج است
کہ صبیان در ابتدای درس پارہ چند از کلام مجید نزدیک اوستاد میخوانند پس از ان بتعلیم
علوم مشغول می شوند چون حصول علم درست و ہر بقیہ کلام اللہ بجز استماع از اوستادی
بسند و اجازت آن تلاوت میکنند پس اینچنین تلاوت مشروع است یا نہ بینوا توجروا

ہو المصوب مشروع است جلال الدین سیوطی در اتقان فی علوم القرآن مینویسد
ادعی ابن خیر الاجماع علی انہ لیس لاحد ان ینقل حدیثا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما لم یکن لہ
بہ روایۃ ولو بالاجازۃ فہل یکون حکم القرآن کذلک فلیس لاحد ان ینقل آیۃ او یقرأہا ما لم یقرأہا
علی الشیخ لم ار فی ذلک نقلا ولذلک وجہ من حیث ان الاحتیاط فی اداء الفاظ القرآن اشد
منہ فی الفاظ الحدیث ولعدم اشتراطہ وجہ من حیث ان اشتراط ذلک فی الحدیث انما ہو
خوف ان یدخل فی الحدیث ما لیس منہ او یتقول علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما لم یقلہ والقرآن
محفوظ متلقی متداول میسر وہذا ہو الظاہر انتہی وہو ان الاجازۃ من الشیخ غیر شرط فی جواز التصدی
للاقراء والافادۃ فمن علم من نفسہ الاہلیۃ جاز لہ ذلک وان لم یجزہ احد وعلی ذلک السلف
الاولون والصدر الصالح وکذلک فی کل علم وفی الاقراء والافتاء انتہی واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا ۳۴ بسم اللہ الرحمن الرحیم چہ میفرمایند علمای دین کہ از عبارت نور الانوار معلوم میشود
کہ توریت وانجیل منسوخ نیستند ومولانا سعدی میفرمایند ع نہ از لات وعزی برآورد گرد
کہ توریت وانجیل منسوخ کرد ٭ وحال ہذا الا التنافی بینہما بینوا توجروا

ہو المصوب نسخ توراۃ وانجیل در جملہ احکام نیست چہ بعض احکام این ملت موافق
ملت بنی اسرائیل بودہ اند البتہ بسیاری از احکام ومشاق بنی اسرائیل درین شریعت
منسوخ شدند قال اللہ تعالی فی صفۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم یامرہم بالمعروف وینہاہم عن المنکر
ویحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث ویضع عنہم اصرہم والاغلال التی کانت علیہم واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا ۳۵ بخیال مصلحت وقت مثلا روز جمعرات یا شب جمعہ ایک جلسہ ٹھیرایا جاوے
کہ ہر ہفتہ کو لوگ جمع ہوا کریں اور وعظ بذریعہ قرأۃ ترجمہ قرآن یا احادیث ومسائل نماز وروزہ
وغیرہ مسائل دینیات کا بیان ہوا کرے اور کسی معاملہ دنیا ودین کا بحث جھگڑا اوسمیں نہو صرف
قال اللہ وقال الرسول کا ذکر ہوا کرے اسلیے ایک دن صرف اس غرض سے مقرر کیا جاوے
کہ سب لوگ بغیر اسکے کہ اطلاع دیجاوے روز معلومہ کو بوقت ومقام معلومہ خود بخود مجلس
وعظ میں شریک ہوا کریں جیسا کہ دہلی میں وعظ مولوی حفیظ اللہ خان صاحب کا بروز دوشنبہ
بوقت معین صبح یا وعظ مولوی عبد الرب صاحب کا بروز معینہ جمعہ بمقامات معینہ ہوتا ہے
اور شوقین بلا اطلاع دینے کے وقت معلومہ پر شریک ہوجایا کرتے ہیں ایسا کرنا کچھ گناہ تو
نہیں ہے یا گناہ ہے پھر ایسے وعظ میں اگر بایام گرمی شربت یا پانی برف کا یا موسم سرما چای
کا فی حاضرین کو پلایا جاوے اور کچھ پابندی کسی رسوم جہال کا خیال نرکھا جاوے تو کچھ
حرج تو نہیں ہے وعلی ہذا القیاس رمضان المبارک کی کسی شب میں بعد ختم کلام مجید حاضرین کو بلا نیت
خصوصی رسم ورواج کے کھانا کھلانا یا شیرینی تقسیم کرنا یا شربت اسوقت اور بوقت افطار شربت پلانا جائز ہے یا نہیں

ہو المصوب یہ سب جائز ہے اور اصل انکی یہ حدیث ہے جو صحیح بخاری کی کتاب الاعتصام
میں ابو سعید خدری سے مروی ہے قال جاءت امرأۃ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فقالت یا رسول اللہ ذہب الرجال بحدیثک فاجعل لنا من نفسک یوما نأتیک فیہ تعلمنا مما علمک اللہ
فقال اجتمعن فی یوم کذا وکذا فی مکان کذا وکذا فاجتمعن فاتاہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فعلمہن مما علمہ اللہ الحدیث اور بھی صحیح بخاری کی کتاب الدعوات مین عکرمہ سے مروی ہے
کہ اونسے ابن عباس رض نے فرمایا حدث الناس فی کل جمعۃ مرۃ فان ابیت فمرتین
فان اکثرت فثلث مرات الحدیث اور بھی صحیح بخاری کی کتاب العلم مین مروی ہے
عن ابی وائل قال کان عبد اللہ بن مسعود یذکر الناس فی کل خمیس فقال لہ رجل یا ابا عبد الرحمن
انک لوددت انک ذکرتنا کل یوم قال اما انہ یمنعنی من ذلک انی اکرہ ان املکم وانی اتخولکم بالموعظۃ
کما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بہا مخافۃ السآمۃ علینا انتہی ان اخبار سے انعقاد مجلس وعظ
کیواسطے تعیین مکان وزمان ثابت ہے اور حضار مجلس کو جب وہ ایک مکان پر جمع ہون
رمضان مین مجلس ختم مین یا غیر رمضان مین مجلس وعظ مین بلا لحاظ رسم ورواج والتزام ضروری
واہتمام غیر شرعی کوئی چیز کھلانا پلانا یا تقسیم کردینا بھی درست ہے اصل اسکی یہ حدیث ہے جو
صحیح بخاری مین کتاب الجہاد مین باب الطعام عند القدوم مین مروی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لما قدم المدینۃ نحر جزورا وبقرۃ انتہی اور بھی اوسی مین کتاب الاطعمہ مین قصہ عتبان بن مالک
مین مروی ہے قال عتبان فغدا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابو بکر حین ارتفع النہار ثم
جلس حتی دخل البیت فقال این تحب ان اصلی من بیتک فاشرت الی ناحیۃ فقام فکبر فصففنا فصلی
رکعتین ثم سلم فحبسناہ علی خزیرۃ صنعناہا لہ الحدیث اور بھی اوسی کتاب مین مروی ہے ان عائشۃ
کانت اذا مات المیت من اہلہا فاجتمع لذلک النساء ثم تفرقن الا اہلہا وخاصتہا امرت ببرمۃ
من تلبینۃ فطبخت ثم صنع ثرید فصبت التلبینۃ علیہا ثم قالت کلن منہا الحدیث واللہ اعلم

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا اگر شارع نے کسی علت سے کوئی حکم بیان کیا ہو بعد ازان وہ علت جاتی رہی
تو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ حکم باقی نہو چنانچہ ابن عباس نے طواف مین رمل سے کے
سنت ہونیکا انکار کیا لیکن حضرت عمر رض نے باوجودیکہ زوال علت کا یقین تھا پھر فرمایا کہ جو ہم
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین کرتے تھے اوسے نہ چھوڑینگے تو یہ معلوم ہونا چاہیے

کہ زوال علت سے زوال حکم ہوتا ہے یا نہین اگر ہوتا ہے تو یہ قاعدہ کلیہ ہے یا اسکا کوئی خاص موقع ہے بینوا توجروا

ہو المصوب احکام شرعیہ کے مناشی و بواعث شریعت کے ارتفاع سے احکام کا ارتفاع نہین ہوتا ہے اور اکثر مناشی علل کے ساتھ مشتبہ ہو جاتے ہین اسوجہ سے بعض احکام شرعیہ کے بقا و عدم بقا مین اشتباہ ہوتا ہے نظائر اسکے بہت ہین منجملہ اوسکے حکم رمل ہے کہ منشا اوسکے شریعت کا مشرکین کا دفع خیال تھا مگر بعد اس منشا کے ارتفاع کے بھی یہ حکم باقی رہا اسیوجہ سے حجۃ الوداع مین بھی رمل کیا گیا باوجودیکہ وہ منشا باقی نرہا اور منجملہ اوسکے حکم غسل روز جمعہ ہے کہ بعد ارتفاع اوسکے منشا شریعت کے جو کہ سنن ابی داؤد وغیرہ مین مروی ہے باقی رہا اور علل احکام کے ارتفاع سے ارتفاع حکم بالضرور ہوگا مگر بدو شرط ایک یہ کہ شرعا امر ثابت ہو کہ اس حکم کی یہ علت ہے دوسرے یہ کہ یہ بھی معلوم ہو کہ اس حکم کی اسکے سوا کوئی اور علت نہین ہے ورنہ ممکن ہے کہ ایک شی معلول بعلل شتی ہو پس ایک علت کی عدم سے عدم اوسکا نہ لازم آویگا اور اگر علت کی علیت قطعی نہو بلکہ اجتہادی ظنی ہو اوسکی ارتفاع سے ارتفاع حکم بھی ظنی ہوگا

ہذا ہو الاصل واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی

استفتا ۱۵ کیا فرماتے ہین علماء دین و مفتیان شرع متین در باب تعلیم زبان انگریزی کے آیا شرعا وہ جائز ہے یا ناجائز اور آیا اوسکے عدم جواز پر من تشبہ بقوم فہو منہم سے استدلال ہو سکتا ہے یا نہین اور بعض احادیث مین جو وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کرام کو توریت یا انجیل پڑھتے دیکھ کر اونکو اوسکے پڑھنے سے منع فرمایا آیا اس روایت سے تعلیم زبان انگریزی کا شرعا ممنوع ہونا ثابت ہوتا ہے یا نہین بینوا توجروا

جواب نفس تعلیم زبان انگریزی کا شرعا جائز ہے کیونکہ موافق علم اصول کے اصل حلت ہے پس تاوقتیکہ منع شرعی ثابت نہو ہر شی شرعا جائز سمجھی جاویگی من تشبہ بقوم الخ اور دوسری روایت سے انگریزی سیکھنا ممنوع نہین ثابت ہوتا ہے کیونکہ اسمین تشبہ بالنصاری نہین ہے اور نہ انگریزی زبان توریت و انجیل ہے — اشرف علی عفا اللہ عنہ

ہو المصوب فی الواقع نفس تعلیم زبان انگریزی شرعا ممنوع نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو زبان یہودی سیکھنے کا حکم کیا جیسا کہ جامع ترمذی وغیرہ مین

مروی ہے اور ملا علی قاری کی شرح مشکوٰۃ میں ہے لا یعرف فی الشرع تحریم تکلم لغتہ
من اللغات سریانیۃ کانت او عبرانیۃ ہندیۃ کانت او ترکیۃ فارسیۃ کانت او غیرہا انتہی اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا منع کرنا قراءت توریت سے اس وجہ سے نہ تھا کہ وہ زبان کفار میں ہے بلکہ
اس غرض سے تھا کہ ایسا نہو کہ اس امت کے لوگ قرآن کو واگذاشت کرکے اور کتب سابقہ
کی طرف متوجہ ہو جاویں اور اپنے دین کو غارت کردیں تفصیل اسکی شرح کتب حدیث میں موجود ہے
اور حدیث میں تشبہ سے تعلم زبان سے کچھ علاقہ نہیں اور اوضاع خاصہ و اطوار خاصہ کفار کو طعام
و شراب و لباس و مشی وغیرہ میں اختیار کرنا داخل تشبہ ہے نہ کسی زبان کو سیکھنا واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی
محمد عبد الحی ابو الحسنات

استفتاء کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین درباب جواز تعلیم زبان انگریزی
بشمول دیگر السنہ غیر کی تعلیم کی غرض سے نواب صاحب بہادر والی سورٹھ نے ایک مدرسہ خاص
مسلمانوں کی تعلیم کے واسطے جاری فرمایا ہے ہر چند کہ خاص شہر جوناگڈھ میں مکتب گجراتی
اردو وغیرہ کے ہیں اور ہائی اسکول بھی جسمیں انگریزی تعلیم عموماً ہندو مسلمان کو ہوتی ہے موجود ہے
مگر خاص بغرض تحفظ دین و عقائد اہل اسلام حضور نواب صاحب بہادر دام اقبالہ نے یہ مدرسہ
مسلمانوں ہی کے واسطے قائم فرمایا اور ایک عالم متقی اور پرہیزگار کو واسطے اسکا پرنسپل مقرر کیا ہے
کہ تعلیم علوم دینی و دنیاوی باحسن وجوہ ہو اس صورت میں علمائے دین اس طور کی تعلیم
انگریزی کو جسمیں خیال دین مقدم ہے جائز فرماتے ہیں یا نہیں بینوا توجروا

ہو المصوب اس طور سے تعلیم زبان انگریزی کہ جس میں خیال دین مقدم ہو درست ہے
شرعاً کسی زبان کے سیکھنے کی اگرچہ وہ زبان کفار کی ہو ممانعت نہیں وارد ہے بلکہ جب منجر
کسی مفسدہ کی طرف ہو اور اس سے انسان اطوار شرعیہ و عقائد دینیہ میں تخلل واقع ہو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بعض صحابہ کو زبان یہودی سیکھنے کی اجازت دی ہے
جامع ترمذی میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان اتعلم السریانیۃ وفی روایۃ امرنی ان اتعلم کتاب یہود وقال انی ما آمن یہود علی کتاب قال
فما مر بی نصف شہر حتی تعلمتہ فکان اذا کتب الی یہود کتبت واذا کتبوا الیہ قرأت لہ کتابہم انتہی

ملا علی قاری مکی مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں قیل فیہ دلیل علی تعلم ما ہو حرام فی شرعنا للتوقی
عن الوقوع فی الشر کذا ذکرہ الطیبی فی ذیل کلام المظہر وہو غیر ظاہر اذ لا یعرف فی الشرع تحریم علم لغۃ
من اللغات سریانیۃ کانت او عبرانیۃ ہندیۃ او ترکیۃ فارسیۃ او غیرہا نعم یعد من اللغو ما لا یعنی وہو
مذموم عند ارباب الکمال الا اذا ترتبت علیہ فائدۃ فح یستحب کما یستفاد من الحدیث انتہی السلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

استفتا ۲۵ چہ میفرمایند علماء دین اندرین مسئلہ کہ تعلیم کتابت بزنان درست است یا نہ بینوا توجروا

ہو المصوب درست است روایات حدیث وعبارات فقہاء بران شاہداند وتعامل اکابر علماء
مؤید جواز ست در حیوۃ الحیوان زیر ذکر نمل می نویسد اخرج ابو داؤد والحاکم وصححا ان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم قال للشفا بنت عبد اللہ علمی حفصۃ رقیۃ النملۃ کما علمتہا الکتابۃ والنملۃ قروح تخرج فی الجنب
من البدن ورقیتہا شیٔ کانت تستعملہ النساء انتہی ازین روایت صحیح واضح است کہ شفا از
صحابیات اند در کتابت مہارت میداشتند وآنحضرت صلعم ایشان را بر تعلیم کتابت بام المؤمنین
حفصہ رض تقریر فرمودند ودر خزانۃ المفتیین می آرد الحائض والجنب اذا کانا یکتبان الکتاب الذی
فی بعض سطورہ آیۃ القرآن یکرہ لہما ذلک وان کانا لا یقرآن لانہما منہیان عن مس القرآن وفی
الکتابۃ مس لانہ یکتب بقلم وہو فی یدہ وہو صورۃ المس انتہی وہمچنین ہست در شرح ہدایہ للعینی
والبیاری از کتب فقہیہ وکفوی در طبقات حنفیہ در ترجمہ مؤلف تحفۃ الفقہاء علاء الدین محمد
السمرقندی می آرد کانت لہ ابنۃ فاطمۃ الفقیہۃ زوجۃ ابی بکر صاحب البدائع وکانت تفقہت علی
ابیہا وحفظت تحفتہ وکان زوجہا یخطی فتردہ الی الصواب وکانت الفتوی تاتی فتخرج وعلیہا خطہا
وخط ابیہا فلما تزوجت بصاحب البدائع کانت تخرج وعلیہا خطہا وخط ابیہا وزوجہا انتہی
وانچہ در اذہان عوام اختلاج می شود کہ تعلم زنان کتابت را منجر الی المفاسد است پس لا بد کہ وہ
خواہد شد دفعش اینکہ حکم کتابت درین باب حکم سائر مباحات ست ونفس ہمہ وقت مفسدہ ان
مباحی مورث کراہت آن مباح نیست آری اگر مباحی غالبا منجر الی المفاسد شود سد اللذرائع
از ان امتناع لازم واما استدلال بر حرمت آن مطلقا بحدیث عائشہ قالت قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لا تنزلوہن الغرف ولا تعلموہن الکتابۃ وعلموہن الغزل وسورۃ النور اخرجہ

[illegible]

ابن مردویه والبیهقی فی شعب الایمان لیس مردود است بچند وجوه اول اینکه این روایت
ضعیف ست چنانچه در تصانیف بعض محدثین سیوطی وغیره مصرح ست پس قابل معارضه
بحدیث جواز نیست دوم اینکه نهی درین روایت بالاتفاق محمول بر کراهت تنزیهیه است
که مرجع آن ترک اولی می شود پس ثبوت حرمت یا کراهت تحریمیه ازان نمی شود سوم اینکه اگر
حرمت یا کراهت تحریمیه کتابت برای زنان ازین روایت ثابت گردد لازم می آید که تعلم زنان
سورهٔ یوسف را یا تمام قرآن را که مشتمل بر سورهٔ یوسف ست هم مکروه تحریمی یا حرام باشد چه
در بعض کتب چنین روایت منقول ست که علموهن سورة النور ولا تعلموهن سورة یوسف وهذا
خلاف الاجماع بالجمله تعلیم زنان کتابت را نه حرام ست نه مکروه تحریمی بلکه بنظر رفع حوائج
ضروریه خالی از استحباب نخواهد بود الا اذا افضی الی مفسدة والله اعلم حرره الراجی
عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

استفتا چه میفرمایند علماء دین درباب تعلیم کتابت بزنان بینوا توجروا

الجواب المصوبه درباب جواز کتابت برای زنان حدیث شفا شافی ووافی است که
آنحضرت صلی الله علیه وسلم بالشان فرموده علمی حفصة رقیة النملة کما علمتها الکتابة اخرجه ابو داود
واحتمال خصوصیت حفصه رضی الله عنها چنانکه شیخ عبد الحق دهلوی در شرح مشکوة نوشته
تعلیم کتابت مر زنان را در حدیثی دیگر نهی ازان آمده چنانکه فرموده ولا تعلم الکتابة وازین حدیث
جواز آن مفهوم میگردد این مگر پیش از نهی باشد وبعضے گفته اند که نساء آنحضرت صلی الله علیه
وسلم مخصص اند ازان یا بعض احکام وفضائل ونهی از کتابت محمول بر نساء عامه است که
خوف فتنه در آنجا متصور ست ودرینجا چنین نیست انتهی وملا علی قاری در شرح مشکوة مے آرد
قال الخطابی فیه دلیل علی ان تعلیم النساء الکتابة غیر مکروه قلت یحتمل ان یکون جائزا للسلف دون
الخلف لفساد النسوان فی هذا الزمان ثم رایت قال بعضهم خصت به حفصة لان نساءه صلی الله علیه
وسلم خصصن باشیاء قال تعالی یا نساء النبی لستن کاحد من النساء وخبر لا تعلمن الکتابة یحمل علی
عامة النساء خوف الافتتان علیهن [illegible] باینکه در فتح الباری وغیره خروج
[illegible] بخاری [illegible] والله اعلم [illegible]

پس مجرد احتمال برای ثبوت خصوصیت جواز تعلیم با امہات المومنین کافی نخواہد بود و ادای کہ نفسی
بران دلالت کند اسارزد و اگر تعلم کتابت و اشتغال بدان مطلقا برای غیر امہات المومنین مکروہ بودی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنت عبداللہ را ہم منع فرمودی و اذ لیس فلیس خلاصۂ کلام درین مقام
این ہست کہ حدیثے کہ دال بر جواز ہست حاکم وغیرہ تصحیح آن کردہ و حدیث نہی ضعیف ہست پس
عموما اثبات حرمت یا کراہت تحریمیہ ازان متعسر و بر تقدیر صحت آن اگر ثابت خواہد شد
صرف کراہت تنزیہیہ کہ مرجعش ترک اولی ہست ثابت خواہد شد و حدیث نہی اگرچہ در کتب
مختلفہ بالفاظ مختلفہ یافتہ می شود و در ترجمۂ شیخ عبدالحق لفظ لا تعلم الکتابۃ ذکر کردہ و ملا علی قاری
لفظ لا تعلمن الکتابۃ نوشتہ و از غالیۃ المواعظ المفتی بغداد سید نعمان بن محمود مشہور بآلوسی زادہ
مذکور است اعلموا ان السیوطی قد روی فی کتابہ الجزل فی الغزل عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لا تسکنوہن الغرف ولا تعلموہن الکتابۃ وعلموہن الغزل وسورۃ النور انتہے
لیکن این اختلاف نہ بسبب تعدد روایت است بلکہ بسبب اختلاف نقل ناقلین اصل حدیث
بہمان لفظ است کہ سیوطی در رسالۂ جزل فی الغزل و تفسیر در منثور بروایت عائشہ ذکر کردہ
و اخراجش بسوی بیہقی و ابن مردویہ منسوب کردہ و از معاینۂ کتب تواریخ وغیرہ واضح است
کہ در ازمنۂ سابقہ بسیاری از زنان کتابت آموختہ اند و بر ایشان انکاری از علمای عصر واقع
نشدہ سیوطی در رسالۂ خود نزہۃ الجلساء فی اشعار النساء در ترجمۂ شہدہ بنت احمد دینوری
بغدادی می نویسد کانت ذات دین و ورع وعبادۃ سمعت الکثیر وعمرت وکتبت الخط المنسوب
علی طریقۃ الکاتبۃ وما کان فی زمانہا من یکتب مثلہا وکان لہا الاسناد العالی ماتت سنۃ اربع
وسبعین وخمسمائۃ انتہی و در ترجمۂ عائشہ بنت احمد قرطبی می نویسد قال ابن حیان فی المقتبس لم یکن
فی زمانہا فی جزائر الاندلس من یعدلہا علما وفہما وادبا وشعرا وفصاحۃ تمدح ملوک الاندلس وتخاطبہم
بما یعرض لہا من حاجۃ وکانت حسنۃ الخط تکتب المصاحف ماتت عذراء ولم تنکح سنۃ اربعمائۃ
انتہی و ہمچنین کتابت را در ترجمۂ ولادۃ بنت مستکفی باللہ محمد المروانی و ترجمۂ مریم بنت ابی یعقوب
الانصاری القیصوری وغیرہما ذکر کردہ و علامہ عبدالقادر عیدروس در نور سافر فی اخبار القرن
العاشر در حوادث سنہ [illegible] می نویسد و فی عشیۃ یوم الاربعاء فی ربیع الاول توفیت السیدۃ العا

اسماء بنت الفقیہ العلامۃ کمال الدین موسی بمدینۃ زبید وکانت عابدۃ صالحۃ قاریۃ للقرآن تقرأ
کتب التفسیر والحدیث وتسمع النساء وتعظم وکان لقولها وقع فی القلوب وربما کتبت الشفاعات
الی السلطان والقاضی الامیر فتقبل شفاعتها انتہی ودر حوادث ۸۴۱ سنہ می نویسند فیہا توفیت
فاطمۃ بنت القاضی محمود بالقاہرۃ ولدت تقریبا سنۃ خمس وخمسین وثمانمائۃ ونشأت فتعلمت
الکتابۃ وما تیسر انتہی وابن قیم در زاد المعاد بعد ذکر حدیث شفا گفتہ وفی الحدیث دلیل علی جواز
تعلیم النساء الکتابۃ انتہی حالا کیفیت حدیث نہی باید شنید کہ اسانیدش از وضاع ومتروک
وضعیف خالی نیستند وبعض محدثین حکم وضع کردہ وبعض بر حکم ضعف اکتفا ساختہ وبر حاکم
بصحیحش تعقب کردہ علامہ ابن الجوزی در کتاب الموضوعات بسند خود تا بہ ابن حبان روایت
ساختہ قال ابن حبان محمد بن عمر وانبأنا محمد بن عبد اللہ بن ابراہیم حدثنا یحیی بن زکریا بن یزید
الدقاق حدثنا محمد بن ابراہیم ابو عبد اللہ الشامی حدثنا شعیب بن اسحق الدمشقی عن ہشام بن عروۃ
عن ابیہ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسکنوہن الغرف ولا تعلموہن الکتابۃ
وعلموہن الغزل وسورۃ النور انتہی بعد ازان ابن جوزی گفتہ لا یصح محمد بن ابراہیم الشامی کان
یضع الحدیث وقد ذکر الحاکم ہذا الحدیث فی صحیحہ والعجب کیف خفی علیہ امرہ انتہی وہم بسند خود تا بہ
ابن حبان روایت ساختہ قال ابن حبان حدثنا جعفر بن سہل حدثنا جعفر بن نصر حدثنا حفص
بن غیاث عن لیث عن مجاہد عن ابن عباس مرفوعا لا تعلموا نساءکم الکتابۃ ولا تسکنوہن الغرف
وقال خیر لہو المومن السباحۃ وخیر لہو المرأۃ الغزل انتہی بعد ازان گفتہ لا یصح جعفر بن نصر حدث عن الثقات
بالبواطیل انتہی وسیوطی در اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ در کتاب النکاح بعد نقل کلام
ابن جوزی زیر حدیث عائشۃ می نویسد قلت الحاکم ما اخرجہ من طریق ہذا الوضاع حتی یتعجب
منہ بل قال انبأنا ابو علی الحافظ حدثنا محمد بن سلیمان حدثنا عبد الوہاب بن الضحاک حدثنا
شعیب بن اسحاق فذکرہ وقال صحیح الاسناد واخرجہ البیہقی فی شعب الایمان عن الحاکم من ہذا
الطریق ثم قال انبأنا ابو نصر بن قتادۃ انبأنا ابو الحسن محمد بن حسن السراج حدثنا سفین حدثنا محمد
بن ابراہیم الشامی حدثنا شعیب بن اسحق فذکرہ باسنادہ نحوہ وقال ہذا بہذا الاسناد منکر قال البیہقی
فلو کان من طریق محمد بن ابراہیم ہی المنکرۃ وانہ بغیر ہذا الاسناد لیس بمنکر نعم قال الحافظ ابن حجر

فی الاطراف بعد ذکر قول الحاکم ہذا حدیث صحیح الاسناد بل عبد الوہاب متروک وقد تابعہ محمد بن ابراہیم الشامی عن شعیب بن اسحق وابراہیم بعاہ ابراہیم بالوضع انتہی واز ینجا واضح شد کہ احتمال خصوصیت حفصہ رض بجواز تعلیم کتابت چنانکہ شیخ دہلوی وقاری ذکر کردہ اند باوجود عدم وجود نص دال بر اختصاص محض لغوست چہ بناء آن بر ثبوت نہی ست وحدیث نہی بجمیع طرقہ قابل احتجاج نیست ہذا ما عندی ولعلہ عند غیری احسن مما عندی واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی | محمد عبد الحی ابو الحسنات

۱۹ **استفتا** چہ میفرمایند علمای دین ومفتیان شرع متین اندرین صورت کہ این حدیث من ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر صحیح است یا نہ بینوا توجروا

ہو المصوب حدیث صحیح است لیکن محمول بر تشدید است واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی | محمد عبد الحی ابو الحسنات

۲۰ **استفتا** حدیث شریف الغناء اشد من الزنا جہان وارد ہے وہان حدیث لا الٰہ حلال ولغیرہ حرام بھی صحیح ہے یا نہین

ہو المصوب دونون حدیثین موضوع ہین کسی حدیث کی کتاب مین اسکا نشان نہین ہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی | محمد عبد الحی ابو الحسنات

کتاب الطہارت

۱ **استفتا** چہ میفرمایند علمای دین اندرین صورت کہ زن ومرد بر یک سر بر آرام کردند چون از خواب بیدار شدند نشان منی بر بستر یافتند وہر یکی میگوید کہ مرا احتلام نشد پس درین صورت غسل برکدام واجب خواہد شد

ہو المصوب اگر نشان منی زرد رقیق ہست بر زن غسل واجب خواہد شد واگر سفید غلیظ ست بر مرد واگر تمیز نشود بر ہر دو در فتح القدیر می آرد لو وجد الزوجان بینہما ماء دون تذکر ولا تمیز بان لم یظہر غلظ ورقۃ ولا بیاضہ وصفرتہ یجب علیہما الغسل صححہ فی الظہیریۃ ولم یذکروا القید فقالوا یجب علیہما وقیل اذا کان غلیظا ابیض فعلیہ او رقیقا اصفر

فعلیہا الیقین بعد زوال المانع و وصول الماء الی الجسد الذی الظہر تحتہ بالوجوب علیہا بما ذکرنا خلافا لمن
اذن فی الغسل وانکر مضی والله اعلم حررہ محمد عبد الحی عفا الله عنہ

استفتا چہ میفرمایند علمای دین اندرین مسئلہ کہ شخصی فیما بین اسنان خود بجز میان
وقدری ازان کہ آخر این چہ میگویند منجمد میشود پس غسل او جائز وصحت یا نہ

ہو الموفق اگر ازالہ آن چیز ممکن باشد ازالہ باید نمود چہ آن مانع غسل است اندر و کتب فقہ موجود است
اگر فیما بین اسنان قدری از طعام باقی ماندہ ازالۂ آن ضرور نیست لیکن بعض نوشتہ اند
که الضرورۃ فی الحرج غسل جائز ست والله اعلم حققہ خادم اولیاء الله الصمد محمد عفر له الله الاحد

ہو المصوب اگر زیر آن ریخته آب غیر رسیده غسل جائز خواہد شد در شرنبلالی فی المراقی الفلاح وفی المبتغی
لابد من زوال ما یمنع وصول الماء للجسد کشمع وعجین انتہی والله اعلم حررہ محمد عبد الحی عفا الله عنہ

استفتا ہندو دھوبی کا کپڑا دھویا ہوا پہننا اور اوس سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہین
اور کپڑے کی طہارت مین مجال گفتگو ہے یا نہین بینوا توجروا

ہو الموفق اوس سے نماز پڑھنا جائز ہے والله اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب
کتبہ ابو الاحیاء محمد نعیم غفر له العلی الرب الحکیم

استفتا اگر دھوبی مسلمان ہو تو اوسکے گھر کا پکا ہوا کھانا کھانا شرعا درست ہے یا نہین
اور جس ظرف آب یا آب کو دھوبی مسلمان چھووے تو اوس ظرف اور پانی سے وضو کرنا یا
اوس پانی کو پینا شرعا درست ہے یا نہین سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم

الجواب دھوبی مسلمان کے گھر کا پکا ہوا کھانا کھانے مین بشرطیکہ وہ کھانا درست طاہر
ظرف طاہر مین پکایا گیا ہو کوئی وجہ ناجوازی اور ممانعت کی از روی قواعد شرعیہ کے
معلوم نہین ہوتی ہے مگر چونکہ دھوبیون کے یہان پارچہای شستنی ہر قسم کے آتے ہین
کہ اونمین اکثر پارچہای نجسہ ملبوسہ حائض ونفسا بھی رہتے ہین اور عورتین دھوبیون کی
پارچہائے نجسہ ملبوسہ لقانو راتدن کو شب و روز چھوتے رہتے ہین اور شستہ وشوئیدن
اوسکے مصروف رہتی ہین اور انہین ہاتھون سے کھانا بھی پکاتے ہین تو خیال نجاست
پارچہ کا فی الجملہ اون سبھون کو بھی رہتا ہے اسوجہ سے غالبا ہاتھ دھو کر کھانا پکاتے ہونگے

اور ظروف طعام چھونے ہونگے گرمہر وقت شست وشو ہاتھ کی بغرض تطہیر اونکون سے
محال عادی ہے اسوجہ سے اس دیار کے مسلمان دھوبیون کے گھر کے ظروف کھانے وپانی
کے طہارت کا عموما وثوق نہین ہو سکتا ہے بلکہ غالب اور ظاہر عدم طہارت ہے مگر چونکہ
اصل اشیا مین طہارت ہے اور شک ثبت حکم نہین ہو سکتا ہے اور الیقین لا یزول
بالشک اصل مقرر شرعی ہے بدینوجہ دھوبی مسلمان کے گھر سے پکے ہوئے کھانے کو قطعا
ممنوع وناجائز بھی نہین کہسکتے ہین غایت یہ کہ وقوع شک سے حکم کراہت کا دیا جائیگا
اور عموما دھوبیون کے گھر کا پکا ہوا کھانا مکروہ ٹھہرے گا جیسا کہ ماکیان مخلاۃ کے
جھوٹے کو فقہا نے مکروہ لکھا ہے بوجہ شک تلویث منقار اوسکی کے پس حاصل کلام یہ ٹھہرا
کہ اگر بالیقین معلوم ہو کہ کھانا دھوبی مسلمان کے گھر سے باحتیاط پک کر آیا ہے یعنی
ظروف تحتینی طعام اور ہاتھ دھوبی یا دھوبن پزندہ طعام کا طاہر تھا تو وہ کھانا کھانا بلا کراہت
جائز ہوگا اور اگر بالیقین حال تلویث ظروف طعام وپزندہ طعام کا بہ نجاست وقاذورات
معلوم ہو تو وہ کھانا کھانا قطعا منع وحرام ہوگا اور اگر فقط غالب عدم احتیاط کا بقرائن حالیہ
ہو تو وہ کھانا مکروہ ہوگا احتراز اوس سے اولی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
من اتقی الشبہات استبرأ لدینہ وعرضہ ومن وقع فی الشبہات وقع فی الحرام الیاٰخرہ
لکھا ہے صاحب نصاب الاحتساب نے بخصوص حکم کھانے اور پینے کے ظروف مشرکین
مین عبارت اونکی یہ ہے یکرہ الاکل والشرب فی اوانی المشرکین قبل الغسل لان الغالب
والظاہر من اوانیہم النجاسۃ وانہم یستحلون الخمر ویاکلون المیتۃ ویطبخون فی قدورہم وفی قصاعہم
واوانیہم فکرہ الاکل فیہا قبل الغسل اعتبارا للظاہر لما کرہ التوضی بسور الدجاجۃ لانہا لا تتوقی من
النجاسۃ غالبا الا ان الاصل فی الاشیاء الطہارۃ وتشککنا فی النجاسۃ فلم یثبت النجاسۃ
بالشک ہذا اذا لم یعلم بنجاسۃ الاوانی فاذا علم فانہ لا یجوز ان یشرب فیہا قبل الغسل ولو اکل وشرب
کان اکلا وشاربا حراما ہذا حاصل ما ذکر فی الذخیرۃ انتہی اور دھوبی مسلمان اگر ظروف آب یا
آب چھوے اور اوس وقت چھونے کے ہاتھ اوس دھوبی کا وہ عضو جس سے اوسنے پانی یا
ظروف پانی کو چھویا ہے ملوث بہ نجاست حقیقیہ تھا جو باعث انجاس شے ملموسہ ہو

تو وہ ظروف آب نجس نہو گا بلکہ طاہر رہیگا وضو اوس سے بلا تکلف جائز ہے اور پینا پانی کا
بھی درست ہے گو دوسرے اعضا اوسکے ملوث بہ نجاست ہون نظیر اور دلیل اس مسئلے کی
وہ ہے جو احادیث صحیحہ قولیہ و فعلیہ بخصوص جواز اختلاط جنب و حائض و نفساً و طہارت اشیاء
ملموسہ اونھون کے صحاح مین موجود ہین کہ ہرچند زن حائض کا موضع خروج دم نجس ہوتا ہے
اور جنب بھی بہ نجاست حکمی نجس ہوتا ہے مگر باینہمہ حائض و جنب و نفسا کی چھوئی چیز نجس
نہین ہوتی اور جھوٹا اون سبھون کا حرام اور مکروہ نہین ہو جاتا ہے قال الامام النووی
فی شرح صحیح المسلم فی باب الاضطجاع مع الحائض قال العلماء لا یکرہ مضاجعۃ الحائض ولا قبلتہا
ولا الاستمتاع بہا فیما فوق السرۃ ولا تحت الرکبۃ ولا یکرہ وضع یدہا فی شیء من المائعات ولا یکرہ
غسلہا راس زوجہا او غیرہ من محارمہا و ترجیلہ ولا یکرہ طبخہا و عجنہا و غیر ذلک من الصنائع وسؤرہا
و عرقہا طاہران و کل ہذا متفق علیہ وقد نقل الامام ابو جعفر محمد بن جریر فی کتابہ فی مذاہب العلماء
اجماع المسلمین علی ہذا کلہ ودلائلہ من السنۃ ظاہرۃ مشہورۃ انتہی وقال ایضا فی باب الدلیل
علی ان المسلم لا ینجس فاذا ثبت طہارۃ الآدمی مسلما کان او کافرا فعرقہ ولعابہ ودمعہ طاہرات
سواء کان محدثا او جنبا او حائضا او نفساء وہذا کلہ باجماع المسلمین کما قدمتہ فی باب الحیض
انتہی مختصراً ہذا ما فہمنا بمطالعۃ الکتاب واللہ تعالی اعلم بالحق والصدق والصواب حررہ
العبد المفتقر الی رحمۃ خالق العرش [قادر بخش] صانہ اللہ عن البطر والبطش

صح الجواب واللہ علیم حررہ ابو الاحیاء محمد نعیم عفی عنہ ۱۲۹۴ الجواب صحیح والرای نجیح
واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی
[محمد عبد الحی ابو الحسنات]

استفتا ۵ کیا فرماتے ہین علمای شریعت محمدیہ صلعم اس صورت مین کہ قوم مہتر یا ڈوم یا چمار
یا دوسادھ جو ہندو کافر مردار خوار ہوتے ہین اور اکثر چیزین حرام مثل چوہا اور بلا اور ضب یعنی
گوہ اور کیکڑا وغیرہ کو کھایا کرتے ہین اونکے یہان کی چیزین از قسم حلال پکی ہوئی کھانا یا اونکے
ہاتھ کا پانی کنوئین یا دریا سے نکالا ہوا پینا کہ جسمین کوئی شبہہ تلویث اشیاء حرام یا نجاست
وغیرہا کا نہو شرعاً ممنوع ہے یا جائز اور اونکے ہاتھ سے چیزین مثل روٹی اور گوشت یا خشکہ یا
دال پکوانا یہ سب چیزین اون لوگونکے ہاتھ کی چھوئی ہوئی مسلمانون کو کھانا روا ہوگا یا نہین بینوا توجروا

ہو المصوب جب تک کوئی نجاست ظاہری یقیناً اعضای ظاہرہ کافر پر نہو وسکے ہاتھ سے کھانا پکوانا یا پانی نکلوانا یہ سب درست ہے بوجہ اسکے کہ نجاست کافر کی صرف اعتقادی ہے نہ نجاست ظاہری جیسا کہ بحر الرائق مین ہے لما انزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض المشرکین فی المسجد وکلہ من البیت فیہ علی ما فی الصحیحین علم ان المراد بقولہ تعالی انما المشرکون نجس النجاستہ فی اعتقادہم اور بھی اوسی مین ہے سور الادمی طاہر لافرق بین الجنب والطاہر والحائض والنفساء والصغیر والکبیر والمسلم والکافر والذکر والانثی یعنی ان الکل طاہر وطہور من غیر کراہتہ انتہی واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی | محمد عبد الحی ابو الحسنات

واقعی روا ہوگا جبتک بیقین نجاست نہین ہوگا کتاب فتاوی حمادیہ مین مذکور ہے والاطعمۃ التی یتخذہا اہل الشرک وبتوہم فیہا اصابۃ النجاسۃ کل ذلک محکوم بطہارتہ حتی یتیقن بنجاستہا انتہی مختصراً واللہ اعلم۔ حررہ ابو الاحیاء محمد المدعو بالنعیم عفی عنہ

استفتا بسم اللہ الرحمن الرحیم چہ قول ست علماء دین متین را در حکم الصمد در جواز وعدم جواز تیمم بضرب دست بر وسادہ وبساط ونمدہ وبانات وغیرہ از قسم پارچہ کہ غبار نیز ازان وبر دست محسوس نگردد مگر بوقت ضرب در ہوا چیزی پیدا شدہ می شود و بوی غبار اشیاء مذکورہ بقدر یا یجوز بہ التیمم لضرب الید علیہا چگونہ شناختہ می شود بینوا بالتفصیل والاسناد توجروا من رب العباد فی یوم التناد

ہو المصوب ہرگاہ بوقت ضرب دست بر وسادہ وغیرہ در ہوا غبار محسوس شدہ وازان غبار ضربات تیمم ومسح وجہ وکفین ادا کردہ شد تیمم جائز خواہد شد خواہ آن غبار بر دست محسوس باشد یا نباشد وخواہ بران وسادہ وغیرہ بدون ضرب بر غبار باشد یا نباشد عینی در شرح کنز می نویسد یجوز التیمم ایضاً بالنقع بان نفض ثوبا وحصیراً طاہراً ثم تیمم بغبارہ جاز انتہی ودر خزانۃ المفتین می آرد لو نفض لبدہ او ثوبہ او الاشیاء الطاہرۃ فتیمم بغبارہا جاز وصورتہ ان ینفض ثوبہ او لبدہ فیرتفع غبارہ فرفع یدیہ فی الہواء قریباً منہ فوقع الغبار علی یدہ وتیمم ولو ضرب یدہ علی اللبد والثوب وارتفع غبارہ فرفع یدہ وتیمم جاز انتہی ودر رد المحتار ہست قال الرملی الظاہر التقصیر ان استبان اثر الغبار جاز والا فلا

لوجود الشرط خصوصاً فی ثیاب ذوی الاشتغال انتہی وہمچنین ہست در بسیاری از کتب فقہ واشتراط محسوس شدن غبار بر وسادہ وغیرہ بدون ضرب ید وغیرہ یا محسوس خدشش بر ہر دو دست از عبارات کتب معتمدہ بدرجۂ ثبوت رسیدہ واللہ اعلم حررہ الراجی

عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

صح الجواب نمقہ خادم اولیاء اللہ الکریم محمد ابراہیم غفر لہ اللہ الرحیم | محمد ابراہیم |

استفتا[۵۵] کیا فرماتے ہیں علمای دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ گشتہ کتب فقہ میں دیکھا جاتا ہے کہ جھوٹا آدمی کا مسلم ہو یا کافر پاک ہے آیا اس قیاس پر اگر کوئی ہنود حقہ یا ظروف مسلمان کا سہواً یا قصداً جھوٹا کر دیوے اور پھر مسلمان اوس چیز کو سہواً یا قصداً دھو کر یا بدون اسکے اپنے استعمال میں لاوے تو کچھ ضرر اسلام میں ہے یا نہیں بینوا توجروا

ہو المصوب فی الواقع جھوٹا کافر کا اور تھوک اوسکا پاک ہے پس حقہ جھوٹا اوسکا پینا یا جھوٹے برتن میں اوسکے کھانا کھانا بغیر دھونے کے درست ہے جبتک کہ کسی نجاست کا اختلاط معلوم نہو ہاں اگر کافر نے شراب پی اور فی الفور کسی چیز کے ساتھ اوسکا تھوک ملگیا یا حقہ اوسکے منہ میں فی الفور دیا گیا ایسی صورت میں حکم نجاست کا دیا جاویگا کنز الدقائق اور اوسکی شرح بحر رائق میں ہے سور الآدمی والفرس وما یوکل لحمہ طاہر اما الآدمی فلان لعابہ متولد من لحم طاہر ولا فرق بین الجنب والطاہر والحائض والنفساء والصغیر والکبیر والمسلم والکافر والذکر والانثی کذا ذکرہ الزیلعی یعنی ان الکل طاہر طہور من غیر کراہۃ وفی الخلاصۃ وتنجیس حمل شرب الخمر ان تردد فی فیہ من البزاق بحیث لو کان الخمر علی ثوب طہرہا ذلک البزاق لا ینجس والکراہۃ انما ہو فی الشرب من ساعتہ فان سورہ نجس لا للنجاسۃ لحمہ بل لنجاسۃ فمہ ولو مکث قدر ما یغسل فمہ بلعابہ ثم شرب لا ینجس انتہی ملخصاً حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات

محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا[۵۶] سوال آنکہ در کتب فقہ مصرح است کہ انا مات الحمار فی المملحۃ فصار ملحا او وقع الروث فی البئر فصار حمأۃ زالت النجاسۃ وطہرت عند ابی حنیفۃ ومحمد خلافاً لابی یوسف والفتوی علی قول محمد درین باب دلیل نقلی از شارع یافتہ می شود یا نہ وفرق درین صورت

۵ رجب سنہ ۱۲۹۶ ہجری از [illegible] ضلع [illegible] مرسلہ مولوی غلام غوث صاحب

ودرانچہ قطرۂ شراب یا بول درچاہ افتاد کہ متعدان حکم نجاست آن بید ہند حیثیت بینوا توجروا
ہوالمصوب. ارباب طہارت شئ نجس بتبدیل حقیقتش نص صریح از شارع بنظر ہنوز
نگذشتہ استخراج این حکم از نظائر آنست چنانکہ ابن الہمام در فتح القدیر می نویسد
قول محمد ہو المختار لان الشرع رتب وصف النجاسة علی تلک الحقیقة وتنتفی الحقیقة بانتفاء بعض
اجزاء مفہومہا فکیف بالکل فان الملح غیر العظم واللحم فاذا صار ملحا ترتب علیه حکم الملح ونظیره
فی الشرع النطفة نجسة وتصیر علقة وہی نجسة وتصیر مضغة فتطہر والعصیر طاہر فیصیر خمرا
فینجس ویصیر خلا فیطہر فعرفنا ان استحالة العین تستتبع زوال الوصف المرتب علیہا انتہی وفرق
درین صورت ودر صورت افتادن نجس درچاہ آنست کہ درین صورت تغیر حقیقت گشتہ مستلزم
تغیر وصف نجاست می گردد ودران صورت اختلاط وتلاشی میگردد وبسبب اختلاط تام تمیز باقی نیماند
نہ آنکہ آن نجس فی نفسہ آب میگردد واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا سوال. صاحب درمختار نے جو اسبیجابی کے قول کو نقل کیا ہے وقیده
الاسبیجابی بان یستبین اثر التراب بمدیدہ علیه تو اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو چیز
زمین کی جنس سے نہیں ہے مثل کپڑے اور نمدہ اور تکیہ اور توشک وغیرہ کے اوسپر تیمم
تب جائز ہے جب ظاہر ہو نشان تراب کا ساتھ کھینچنے ہاتھ کے اوپر اوسکے اور اوس
نشان پڑنے کی شرط سے معلوم ہوتا ہے کہ کپڑے اور بانات اور توشک وغیرہ پر تیمم جائز
ہی نہیں ہے جیسا کہ بحر میں بعد عبارت اسبیجابی کے لکھا ہے وبہذا العلم حکم التیمم علی جوخة
او بساط علیه غبار فالظاہر عدم الجواز لفقد وجود ہذا الشرط فی نحو الجوخة فلیتنبہ له اور ابراہیم شاہی
میں لکھا ہے او ضرب یدیه علی اللبد وارتفع غباره فرفع یدیه وتیمم جاز انتہی اور تاتارخانیہ میں
لکھا ہے وصورة التیمم بالغبار ان یضرب بیده ثوبا او نحوه من الاعیان الظاہرة التی علیہا غبار
فاذا وقع الغبار علی یدیه تیمم اور ایسا ہی محیط اور فتاوی عالمگیری میں ہے ان کتابوں کی عبارات
سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کپڑے یا نمدے یا تکیہ وغیرہ پر ہاتھ ملے اور غبار ہاتھوں پر پڑے
تو تیمم جائز ہے نشان پڑنے کی شرط ان کتابوں کی عبارت سے نہیں ثابت ہوتی تو
اسبیجابی کے قول کی تطبیق عبارت کتب مرقومہ بالا سے ہو سکتی ہے یا نہیں اگر ہو سکتی ہو

توکسطرح اور اگر تطبیق نہیں ہوسکتی تو فتوی کس عبارت پر دیا جاویگا

ہوالموفق عبارت اسبیجابی اور محیط وغیرہ مین تعارض نہیں ہے کیونکہ لفظ مد کا اس مقام پر بجائی ضرب کے ہے جیسا کہ بعض کتب مین لفظ وضع کا قائم مقام ضرب کے آیا ہے پس اسبیجابی کے قول کی تطبیق عبارت کتب مرقومہ سوال سے یون ہوسکتی ہے کہ بان تستبین اثر التراب کے یہ معنی ہین ہاین طور کہ ظاہر ہو اثر تراب کا ساتھ مارنے ہاتھ کے اوپر او سکے تو جب نمدے یا بانات اور تکیہ اور توشک اور لحاف وغیرہ پر ہاتھ مارنے سے غبار اوڑا اثر تراب کا ظاہر ہے کیونکہ مقصود اس عبارت سے یہی غبار کا ظاہر ہونا ہے اوس شئی مین جسپر ہاتھ مارا اور نشان پڑنا موضع ضرب پر مقصود نہیں اور حقیقت مین اس عبارت کا وہ مطلب ہے جو وصورۃ التیمم بالغبار ان یضرب بیدیہ الخ کا مطلب ہے اور اسیواسطے طحطاوی مین جو شرح معتبر درالمختار کی ہے اسمین بعد قول اسبیجابی کے اسی عبارت وصورۃ التیمم الخ کو نقل کردیا ہے تو معلوم ہوا کہ صاحب طحطاوی کے نزدیک اسبیجابی کے قول کے یہی معنی ہین جو وصورۃ التیمم الخ کے معنی ہین فتظہران قولہ بمدیدہ ما قول یضرب یدیہ اور اگر اسبیجابی کی عبارت سے نشان اوڑنا کل اشیاء غیر جنس الارض پر شرط مراد لیجاوے تو تطبیق محیط وغیرہ کی روایت سے نہوگی اور درصورت عدم تطبیق کے فتوی محیط اور تاتارخانیہ وغیرہما کتب معتبرہ کی عبارت کے موافق دیا جاویگا تین وجون سے اول یہ کہ اسبیجابی نے گیہون وغیرہ سب چیزون پر نشان پڑنیکی شرط لگائی ہے اور محیط مین نشان پڑنے کی شرط نہین لگائی اور روایت محیط کی مفتی بہ ہے علامت افتا اور تصحیح کی اوسمین موجود ہے صریحا قال صاحب المحیط و قالوا ایضا فی الحنطۃ والشعیر وسائر الحبوب اذا کان علیہا غبار جاز التیمم عند ابی حنیفۃ و محمد رحمہما اللہ وانہ صحیح انتہی یعنی گیہون اور جواور تمام دانون مین جبکہ ہواوپر غبار تو تیمم جائز ہے نزدیک ابی حنیفہ اور محمد رحمہما اللہ کے اور یہی صحیح ہے اور بعد اسکے پھر محیط مین لکھا ہے و لو تیمم بالغبار تو بہ او غیر ذلک اجزاہ فی قول ابی حنیفۃ رح والصحیح قول ابی حنیفۃ محیط کے ان دونون عبارتون سے یہ سمجھا گیا کہ ان اشیاء پہ غبار کا ہونا شرط ہے جواز تیمم کے لیے نشان ہاتھ کا پڑنا ان چیزون پر نہیں معلوم ہوتا کما لایخفی علی المبصرین اور قاعدہ یہ ہے کہ جو دو روایت مختلف ہون تو جس

روایت کی ذیل میں تصحیح ہو یعنی لفظ صحیح یا ماخوذ یا بہ یفتی یا وعلیہ الفتوی کا ہو تو اوسکے مخالف کا
فتوی نہ دے کما فی آداب المفتی اذا ذیلت بالصحیح او الماخوذ او بہ یفتی او علیہ الفتوی لم یفت بمخالفہ اور
طحطاوی میں لکھا ہے لان مقابل ہولاء ضعیف وغیر ماخوذ بہ وغیر مفتی بہ اوسواسطے کہ صحیح کا مقابل
ضعیف اور ماخوذ بہ کا مقابل غیر ماخوذ بہ اور بہ یفتی اور علیہ الفتوی کا مقابل غیر مفتی بہ ہے اور صاحب
در المختار نے اسبیجابی کی روایت کی آخر میں کوئی علامت ترجیح کی نہ لکھی نہ ترجیح صحیح نہ ماخوذ بہ
اونکی عادت ہے کہ روایت مفتی بہ کی آخر میں لفظ بہ یفتی اور علیہ الفتوی کا لکھتے ہیں دوم یہ کہ جب
اقوال فقہاء کے مختلف ہوتے ہیں تب جو قول کہ مناسب احوال لوگوں کے ہو اور ارفق ہو اور جس
قول پر تعامل ہو اور جس قول کی وجہ قوی ہو اوسی پر فتوی دیا جاتا ہے جیسا کہ در مختار میں لکھا ہے
فان قلت قد یحکون اقوالا بلا ترجیح وقد یختلفون فی التصحیح قلت یعمل بمثل ما عملوا من اعتبار تغیر العرف
واحوال الناس وما ہو الارفق وما ظہر علیہ التعامل وما قوی وجہہ ولا یخلو الوجود ممن یمیز ہذا حقیقۃ لا ظنا
پس اس قاعدہ کی رو سے عبارت محیط وغیرہ کی ارفق ہے اور اوسپر تعامل ہے لوگوں کا اور
اسبیجابی نے جو نشان دینے کی شرط لگائی ہے تو اس شرط کا پایا جانا ہر وقت میں مشکل اور نہایت
دشوار ہے اور اسمیں تضیق اور حرج متصور ہے اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے وما جعل علیکم فی الدین
من حرج یعنی نہیں کیا اوپر تمہارے بیچ دین کے کچھ تنگی وجہ سوم یہ کہ روایت محیط اور تاتارخانیہ
وغیرہا کی متون کے موافق ہے اور متون معتبر ہوتے ہیں شروح سے اور شروح فتاوی سے
کما فی الشامی والعمل بما فی المتون لانہ اذا تعارض ما فی المتون والفتاوی فالمعتمد ما فی المتون کما فی
انفع الوسائل وکذا یقدم ما فی الشروح علی الفتاوی اور اصحاب متون معتمدہ مشہورہ نے نشان
دینے کی شرط کو ذکر نہ کیا مثل صاحب کنز اور صاحب وقایہ اور صاحب مختار وغیرہم کے کما ہو الظاہر
اور یہ لوگ چھٹے طبقہ کے فقہا ہیں اقوی اور قوی کے درمیان میں تمیز کرتے ہیں اور ان کتب کی
روایات بہت معتبر اور قوی ہیں کیونکہ یہ لوگ اقوال مردودہ اور روایات ضعیفہ کو نہیں نقل کرتے
کما قال صاحب رد المحتار وشانہم ان لا ینقلوا الاقوال المردودۃ والروایات الضعیفۃ اور یہ بھی ہے
کہ متون کالمتواتر ہے فی الشامی فالحکم بما فی المتون مما لا ینبغی لانہا صارت متواترۃ اور متون سے
مطلقا غبار سے تیمم جائز ثابت ہے بغیر کسی شرط و قید کے جیسا کہ کنز میں لکھا ہے وبہ بلا عجز او

ساتھ غبار کے تیمم جائز ہے بلا عجز یعنی اگرچہ نہ عاجز ہو مٹی سے اور وقایہ میں لکھا ہے وعلیہ
مع قدرتہ علی الصعید یعنی اور غبار پر تیمم جائز ہو باوجود قدرت رکھنے کے مٹی پر اور تنویر الابصار میں
لکھا ہے وبہ مطلقا یعنی ساتھ غبار کے تیمم جائز ہے مطلقا عاجز مٹی سے ہو یا نہیں تو متون کی
عبارتوں سے جواز تیمم کا غبار سے مطلقا ثابت ہوا اور اگر جائز ہونا تیمم کا نشان پڑنے کی شرط پر
موقوف تھا تو متون والوں نے کیوں اس شرط کو چھوڑ دیا حالانکہ شرط کے فوت ہونے سے
مشروط فوت ہو جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ اصحاب متون کے نزدیک نشان پڑنا شرط نہیں
ہاں یہ البتہ کہہ سکتے ہیں کہ مختار اسبیجابی کا اقرب باحتیاط وتقوی ہے اور اگر کوئی شخص کہے کہ
متون کی عبارتوں سے جواز تیمم کا غبار سے مطلقا ثابت ہوا تو کسقدر غبار ہو تو اوسپر تیمم جائز ہو
تو ہم کہیں گے کہ جسقدر کو عرف میں غبار کہیں اسواسطے کہ عرف کا اعتبار شرع میں ہے
لما قال الشامی والاحکام تبتنی علی العرف فیعتبر فی کل اقلیم وفی کل عصر عرف اہلہ یعنی اور احکام موقوف
ہوتے ہیں عرف پر پس اعتبار کیا جاتا ہے ہر اقلیم اور ہر زمانے میں عرف اُسی زمانہ کے
لوگوں کا انتہی اور ہدایہ میں لکھا ہے وکذا یجوز بالغبار مع القدرۃ علی الصعید عند ابی حنیفہ
ومحمد رحمہما اللہ صاحب ہدایہ کی عبارت سے بھی نشان پڑنا نہیں سمجھا جاتا اور صاحب ہدایہ
پانچویں طبقہ کے فقہا میں سے ہیں اور اصحاب ترجیح سے ہیں وفی العالمگیریۃ ویجوز بالغبار
مع القدرۃ علی الصعید کذا فی السراج الوہاج وہو الصحیح اور قاضی خان میں ہے ولو نفض ثوبہ
او لبدہ او سرجہ فتیمم بغبارہ جاز اور بعد اسکے جو لکھا وان ضرب یدہ علیہ فلزق بہ تراب فتیمم بہ
وکذا لو ضرب یدہ علی حنطۃ او شعیر فلزق التراب او الغبار بیدہ بذلک جاز اس سے بھی نشان پڑنا
ثابت نہیں ہوتا اور تیمم کرنے کی کیفیت جو امام سے منقول ہے یہ ہے فی الشامی روی ان
ابا یوسف قال سالت اباحنیفۃ عن التیمم فقال التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ للیدین الی المرفقین
فقلت کیف ہو فضرب بیدیہ علی الصعید فاقبل بہما وادبر ثم نفضہما ثم مسح بذلک ظاہر الذراعین
وباطنہما الی المرفقین اس سے معلوم ہوا کہ امام اعظم رح کے نزدیک تیمم کرنے کی یہی کیفیت
اور مٹی اور غبار اونکے نزدیک ایک ہی چیز ہے قال فی الہدایۃ لانہ تراب رقیق پس نشان پڑنا
اشیاء غیر جنس الارض پر ہاتھ رکھکر کھینچنے سے اور محسوس ہونا غبار کا ہاتھوں پر واسطے

جواز تیمم کے شرط نہیں ہے غبار بسبب رقیق ہونے کے اکثر ہاتھون پر محسوس نہین بھی ہوتا فقط
مرتفع اور ظاہر ہونا غبار کا بعد ضرب لید موضع ضرب سے کافی ہے واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ الراجی الی رحمۃ ربہ الصمد فقیر احمد بن علی اجولفوری عفا اللہ عنہما

ہو المصوب للسدر والمجیب وہو فیما کتبہ مصیب عبارات کتب فقہیہ سے علی الخصوص عبارات متون مین اشتراط ظہور اثر تراب کا اسطرح پر کہ ہاتھون پر محسوس ہووے یا اوس چیز پر جسپر غبار ہے نشان پڑجاوے نہیں معلوم ہوتا ہے بلکہ عبارت عینی سے شرح ہدایہ مین ویجوز التیمم بالغبار بان نفض ثوبا او لبدہ وارتفع فیتیمم منہ یجوز عندہما اور ایسی ہی عبارات اور فقہا سے صرف ارتفاع غبار کا فی معلوم ہوتا ہے اور بظاہر امداد اسبیجابی کے کلام سے بتبین اثر التراب بدیدہ علیہ سے بھی یہ مراد ہے ہاتھ مارنے یا ہاتھ کھینچنے سے غبار مرتفع ہووے اور اثر غبار متیقن ہووے نہ یہ کہ خواہ مخواہ ہاتھ پر محسوس ہوئے یا اوس چیز پر نشان پڑجاوے اگر بالفرض عبارت اسبیجابی مخالف و فقہا کے ہو تو باب افتا مین جمہور فقہا کا اعتبار کیا جاویگا اور چونکہ غبار سے تیمم کا جائز ہونا یعنی اسپر ہے کہ یہ تراب رقیق ہی جیسا کہ کتب فقہ مین مرقوم ہے اور ظاہر ہے کہ قول حق جل و علا فتیمموا صعیدا طیبا مین صعید کسی قید کے ساتھ مقید نہیں ہے پس جب غبار بھی داخل صعید طیب ہو لا جرم اوس سے تیمم بغیر شرط زائد کے جائز ہوگا آرے وجود غبار کا تیقن ضروری ہے اور وہ صرف ارتفاع غبار سے موجود ہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کے کہ درمیان وضو کے واجب ہے یا نہیں اگر ہے تو کے واجب اور کیا کیا چیز واجب ہے بینوا توجروا

ہو المصوب نور الانوار وغیرہ مین لا واجب فی الوضوء مذکور ہے اور جمہور فقہا بھی متون مین فرائض و سنن و مستحبات لکھتے ہین اور واجب کا ذکر نہیں کرتے ہین لیکن ابن ملک کی شرح منار اور صبح صادق شرح منار وغیرہ مین مقدمہ لا واجب فی الوضوء چند وجوہ سے مخدوش کیا گیا ہی اور ابن ہمام نے وضو کے شروع مین بسم اللہ کہنے کو واجب لکھا ہے اور اوس مقدمہ کو مردود کیا ہی عبارت اونکی فتح القدیر حاشیہ ہدایہ مین بعد تفصیل حدیث تسمیہ عند الوضوء کے یہ ہی فالذی ینظر الی الیہ وجوب التسمیۃ فی الوضوء وعنوان صحتہ لا یتوقف علیہا لان الرکن انما ثبت بالقاطع و قیل من لا ندخل الوجوب

از مقام ... ضلع فیض آباد محلہ ... مکان مولوی سبحان علی صاحب تلمیذ بحر العلوم مرسلہ ابو الوفا مولوی محمد ذاکر ... مولوی خواجہ محمد ظہیر ... ماہ ذی حجہ سنہ ۱۳۰۰ ہجری

فیہ لانہ شرط تابع خلو فقلنا بالوجوب لیساوی التبع الاصل غیر لازم اذا اشتراکہما ثبوت الواجب
فیہما لا یقتضیہ ثبوت عدم التساوی او نوجیہ آخر وہو ان الوضوء لا یلزم بالنذر بخلاف الصلوۃ مع انہ
لا مانع من الحکم بان واجبہا انحط رتبۃ من واجب الصلوۃ کفرضہ بالنسبۃ الی فرضہا انتہی اور زیادہ تفصیل
اس بحث کی میرے رسالہ احکام القنطرۃ فی احکام البسملۃ میں موجود ہے جسکو شوق ہو اوسکا مطالعہ کرے
واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

استفتا ۹۹ کیا فرماتے ہیں علمای دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص معذور جنب کہ
غسل کرنے سے عاجز اور احتمال بیماری بڑھنے کا ہے اور وضو کرنے میں کچھ ضرر بھی نہیں
پس وہ شخص وضو کرکے نماز ادا کرے یا تیمم کرے

ہو المصوب ہرگاہ کہ وضو سے اوسکو عجز نہیں چاہیے کہ تیمم جنابت کرے اور وضو کرکے نماز
ادا کرے مدار اباحت تیمم عجز پر حاصل ہے جیسا کہ کتب فقہ میں مبسوط ہے ولو لیس فلیس واللہ اعلم
حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

اصاب المجیب کتبہ اضعف عباد الصمد محمد فضل اللہ عفی عنہ

استفتا ۱۰۰ ما قولکم رحمکم اللہ اندرین مسائل کہ استنجا خواہ بآب باشد یا بکلوخ سنت
موکدہ ہست یا نہ چنانکہ در حاشیہ رد المحتار معروف بشامی در تحت این عبارت در مختار
وہو سنۃ موکدۃ مطلقا نوشتہ است سواء کان بالماء او بالحجر والجمع بین الحجر والماء سنت
غیر موکدہ یعنی مستحبہ و افضل ست یا نہ چنانکہ در فتاوی عالمگیریہ نقلا عن التبیین نوشتہ والافضل
ان یجمع بینہما و استنجا بکلوخ صرف یا بآب نیز درست یا نہ و قسم اوسط از فضیلت و ثواب
ادای سنت استنجا ازین قدر حاصل ست یا نہ چنانکہ در ہمان حاشیہ معروف بشامی از امداد
وغیرہ نقل کردہ کہ ثم اعلم ان الجمع بین الحجر والماء افضل ویلیہ فی الفضل الاقتصار علی الماء ویلیہ الاقتصار
علی الحجر وتحصل السنۃ بالکل وان تفاوت الفضل و دیگر ازین عبارت عالمگیریہ کہ قیل ہو (ای الجمع
بین الحجر والماء) سنۃ فی زماننا وقیل علی الاطلاق وہو الصحیح وعلیہ الفتوی فہم کردہ کہ بہمارا جمع
الحجر والماء سنت استنجا ادا نخواہد گردید و ثواب نخواہد یافت غلط فہم کردہ یا نہ و عبارت مذکورہ شامی
کہ تا قدر دفع حرج و ضرورت و ہنگام فقدان حجر حمل کردہ بنا رہ خود شامی را در مقابلہ عالمگیریہ

وکتب دیگر همچون هدایه وشرح وقایه وکنز وعینی وغیره نامعتبر انگاشته وحالانکه بیان شامی وبیان
عالمگیریه وکتب مذکوره اختلافی درین باب نیست از نزدیک نفس او درست یا نه بینوا توجروا
هو المصوب درصورتیکه نجاست از مخرج متجاوز نشده باشد تطهیرش بآب خواه بحجر که
مسمی باستنجا است سنت مؤکده است واگر نجاست از مخرج متجاوز شده باشد ازاله اش
بآب فرض است مثل ازاله سائر نجاسات حقیقیه علامه زین بن نجیم در بحر الرائق شرح کنز الدقائق
می نویسند واما ان الاستنجاء لایکون الا سنة وصرح فی النهایة بانه سنة موکدة فلا یکون فرضا
وعلی هذا فما ذکر فی السراج الوهاج من ان الاستنجاء خمسة انواع اربعة فریضة وواحدة سنة
فالاول من الحیض والنفاس والجنابة واذا تجاوزت مخرجها وواحد سنة وهو ما اذا کانت
النجاسة مقدار المخرج فتسامح فان الثلاثة الاول من باب ازالة الحدث وان لم یکن شئ
علی المخرج وان کان شئ فهو من باب ازالة النجاسة الحقیقیة من البدن فلا یکون من باب
الاستنجاء وان کان علی احد السبیلین فهو سنة لا فرض والرابع من باب ازالة النجاسة عن البدن
وقد علمت انه لیس من باب الاستنجاء فلم یبق الا القسم المسنون انتهی واز ظاهر عبارت جماعتی
از فقهاء حنفیه مفهوم می شود که استنجاء بآب فقط یا بحجر فقط نیز درست است وانکه مطلق استنجاء
سنت موکده است بغیر خصوصیت آب وحجر واکتفا بآب که مطهر حقیقیه است افضل است
از اکتفا بحجر که مخفف ومنقی است وجمع درهر دو از هر دو افضل است عبارت شامی که در سوال
مذکور است برهمین امر دلالت میکند وهمچنین عبارات کتب دیگر لیکن محققین محدثین حنفیه بر آنند
که جمع بین الماء والحجر نیز سنت موکده است پس مکتفی بآب یا بحجر اگرچه نفس استنجاء را مؤدی
خواهد شد لیکن سنت جمع را تارک خواهد شد ابن همام در فتح القدیر می نویسند عن انس کان
رسول الله صلی الله علیه وسلم یدخل الخلاء فاحمل انا وغلام نحوی اداوة من ماء فیستنجی به متفق علیه
وهو ظاهر فی المواظبة بالماء ومقتضاه کراهة ترکه وکذا ما روی ابن ماجة عن عائشة قالت ما رأیت
رسول الله صلعم خرج من غائط قط الا مس ماء انتهی وبعد یک صفحه می نویسند النظر الی ما تقدم من حدیث
انس وعائشة یفید ان الاستنجاء بالماء سنة موکدة فی کل زمان لافادته المواظبة انتهی ودر مجمع الانهر
شرح ملتقی الابحر می نویسد اختلف فی الغسل بالماء فقیل مستحب وقیل الجمع سنة فی زماننا لان اهل

الزمان الاول كانوا يبعرون بعرا انهم كانوا لا يأكلون الا قليلا واهل زماننا يأكلون كثيرا فيثلطون وقيل سنة على الاطلاق وهو الصحيح وعليه الفتوى انتهى الحاصل مطلق استنجا سنت است بالاتفاق و در سنیت استنجا بالماء اختلافی ست بعض آنرا مستحب میگویند و بعض آنرا سنت در ازمنه متاخره میگویند و بعض آنرا سنت در هر زمان میگویند و از اخبار نبویه علی صاحبها افضل الصلوات والتحیة معلوم می شود که آنحضرت صلی الله علیه وسلم مواظبت بر جمع بین الماء والحجر فرموده اند و علی کل تقدیر کسیکه از عبارت عالمگیریه فهمیده که ما دام جمع بین الحجر والماء سنت استنجا ادا نخواهد گردید غلط فهمیده چه سنت استنجا بالاتفاق بهر تقدیر ادا خواهد شد البته بر مذهب سنیت جمع ترک سنت دیگر لازم خواهد آمد این ست کلام در استنجا از غائط و اما استنجا از بول پس در احادیث نبویه در باب جمع بین الماء والحجر بعد فراغ از بول اثری از نظر نگذشته والله اعلم حرره الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی

تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

استفتا ۱۰۱ ما قولکم رحمکم ربکم اندرین که میت را اولا استنجا میدهند بکلوخ یا بحجر پس استنجا میدهند بآب این استنجا دادن میت را اولا بکلوخ یا بحجر مشروع است یا نه

هو المصوب استنجا بآب یا بحجر از قبیل احتیاطات است برای میت هم مشروع است در رد المحتار می نویسد عندهما یستنجی وعند ابی یوسف لا وصورته ان یلف الغاسل خرقة علی یده ویغسل السوءة لان مسها حرام کالنظر جوهره والله اعلم حرره الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

استفتا ۱۰۲ ما قولکم رحمکم ربکم اندرین که میت را غسل دادند بآب چاه پس بعد از صلوة و دفن معلوم شد که چاه پلید بود پس آیا شرعا درست ست که میت را دفن کرده شده و خاک انداخته پوشیده است از قبرش بیرون آمده غسل داده نماز خوانده باز دفن کنند یا بغیر از بر آوردن بر سر قبرش نماز خوانند

هو المصوب بر آوردن میت از قبر در صورت مذکوره درست نیست در مختار است لا یخرج منه بعد اهالة التراب الا لحق آدمی کان تکون الارض مغصوبة او اخذت بشفعة در رد المحتار می نویسد احترز به عن حق الله کما اذا دفن بلا غسل او صلوة او وضع علی غیر یمینه او الی غیر القبلة فانه

لا ینبش بعد اہالۃ التراب واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

۱۰۳ **استفتا** کیا فرماتے ہین علمائی دین اس مسئلہ مین کہ جوتہ کہنہ جسمین بارہا غلاظت بھری اور چھوٹ گئی اوسکو پہنے ہوے مسجد مین جانا اور پہنے ہوے جوتہ نماز پڑھنا درست ہے یا نہین

ہو المصوب مسجد مین جوتہ پہنکے جانا اگر نجس ہو حرام ہے اور نماز بھی اوسمین نہین درست ہوا اور اگر پاک ہو تو درست ہے مگر بحسب عادات زمان خلاف ادب ہے واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ اضعف عباد اللہ محمد فضل اللہ عفی عنہ

باب الانجاس

۱۰۴ **استفتا** تالابے کنارہ متصل شہر واقع وطول وعرض قریب یکصد وپنجاہ درعہ نمبر بیست واد چار جانب صدہا من مثل غلیظ وغیرہ دران تالاب می افتد وہزارہا خوک ہر وقت بہر چہار طرف غوطہ میخورند علاوہ برین در ایام گرما خشک میگردد پس درینصورت غسل نمودن دران تالاب جائز است یا نہ

ہو المصوب جائز نیست چہ اصل انچنین تالاب نجس است واللہ اعلم حررہ محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ

۱۰۵ **استفتا** کیا فرماتے ہین علماء دین اور مفتیان شرع متین زادہم اللہ شرفا وکرامۃ اس صورت مین کہ فی زماننا تاجران قوم انگریزی کہ جو تجارت مٹھائی کی کرتے ہین ہڈیان حیوانات مردہ ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم کی جلاکر کوئلہ قند وشکر کے صاف کرنے مین استعمال کرتے ہین اسطرح پر کہ اوس کوئلہ کو کوٹ کر ظرف سوختدار مین بھر کر اور بوتری خواہ راب وگڑ پانی مین گھولکر اوس شربت کو اوس ظرف سے کہ جسمین کوئلہ پڑا ہوا ہی گذران کر دیگ مین پہونچاتے ہین اور بعد جوش دیگر اوسکا قند وشکر تیار کرتے ہین کہ وہ قند وشکر اس عمل سے نہایت شفاف وسفید ہوجاتا ہے اور اوسکے ذائقے اور رنگ وبو مین کسی طرح کا تغیر واقع نہین ہوتا مگر جو اشخاص ٹھیکہ دار خواہ مزدور واسطے جمع کرنے اور جلانے ہڈیون کے مقرر ہوتے ہین تو وہ ایسے بااحتیاط اور باتمیز نہین ہوتے کہ ہڈیون ناپاک یعنی خنزیر اور ہڈیون پاک یعنی دیگر حیوانات مین تمیز اور تشخیص کرکے ناپاک کو پاک سے علیحدہ کرین لہذا اون ہڈیون سوختہ مین احتمال ہے کہ کسیقدر حڈیان

خنزیر کی بھی کہ جسکو شرع نے نجس العین قرار دیا ہے مخلوط ہون نظر برین احتمال علماء دین سے
سوال ہے کہ اگر اون ہڈیون سوختہ حیوانات مردہ ماکول اللحم وغیر ماکول اللحم مین ہڈیان خنزیر کی
مخلوط نہون تو نسبت کھانے اوس قند و شکر کے شرعاً کیا حکم ہے اور اگر مخلوط ہون تو کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب درصورت مسئولہ اوپر تقدیر شرط اول یعنی مخلوط نہونے ہڈیون خنزیر کے قند اور شکر مذکور
درسوال پاک ہے اور کھانا اوسکا جائز ہے اسواسطے کہ سوای خنزیر کے ہڈیان دیگر جملہ حیوانات
ماکول اللحم وغیر ماکول اللحم مثل خر و سگ و فیل خواہ محرق ہون یا نہون پاک اور طاہر ہین ھکذا
یفہم من کتب الفقہ شرح وقایہ کی فصل بیرین ہے وشعر المیتۃ وعظمہا وحافرہا وقرنہا وشعر
الانسان وعظمہ طاہر اور درمختار کے باب المیاہ مین ہے وشعر المیتۃ غیر الخنزیر علی المذہب
وعظمہا وعصبہا الی قولہ طاہر مراد یہ کہ اگر ہڈیان مردہ جانور کی سوای خنزیر کے پانی خواہ اور
طاہر مین واقع ہون تو وہ پانی اور شئی پاک ہے اوس سے وضو اور غسل کرنا اور کھانا پینا سب
درست ہے اور اوپر تقدیر شرط ثانی یعنی مخلوط ہونے ہڈیون خنزیر کے بھی وہ قند اور شکر
پاک ہے اسواسطے کہ ہڈی خنزیر کی اگرچہ بعض فقہا کے نزدیک نجس ہے الاجبکہ وہ مع اور
ہڈیون کے جلائی گئی اور بعد کوئلہ ہونے کے بطرز مذکورۂ سوال استعمال مین آئی تو وہ قبل
استعمال کے پاک ہوگئی جیسا کہ کتب معتبرہ سے مستفاد ہوتا ہے درمختار کے مسائل شتی مین ہے
والحرق کالغسل من المطہرات اور نیز درمختار کے باب الانجاس مین ہے ولا یکون نجسا رماد قذر
والا لزم نجاسۃ الخبز فی سائر الامصار ولا ملح کان حمارا او خنزیرا ولا قذر وقع فی بیر فصار طینا
لانقلاب العین بہ یفتی اور نیز وجہ خاص طہارت کی اوس قند اور شکر مین جوش اوسکا ہے دیگ مین
بعد گذرنے شربت کے ہڈیون سے یعنی بالفرض اگر وہ شربت ملاقات کوئلہ ہڈیون خنزیر سے
نجس ہو گیا تو بعدہ جوش دینا اوسکا دیگ مین مطہر اوسکا ہے اسواسطے کہ جوش بھی مطہرات سے ہے
جیسا کہ درمختار کے باب الانجاس مین ہے ویطہر لبن وعسل ودبس ودھن یغلی ثلثا فتاوی شامی
حاشیہ درمختار مین ہے وقال فی فتاوی الخیریۃ ظاہر کلام الخلاصۃ عدم اشتراط التثلیث وھو
مبنی علی ان الظن الغالب مجزیہ فی التطہیر انتہی بقدر الحاجۃ اور نیز مٹھائی کی طہارت مبنی اوسپر
عموم بلوی ہے مثل غلہ گندم وغیرہ کے یعنی غلہ گندم وغیرہ کہ بدون پامالی حیوانات کاہ سے

جدا نہین ہوتا اور اوسمین پہونچنا نجاست بول و براز حیوانات اوس غلہ کو لازم ہے باوجود اسکے شرع نے اوسکو بسبب ضرورت اور احتیاج خلق کے پاک اور کہانا اوسکا جائز کر دیا علی ہذا القیاس اقسام مٹھائی مین بھی اثنا بنا تا انتہا الواع الواع نجاست لاحق ہوتے ہین کما لا یخفی علی احد باوجود اوسکے وہ ایسے محبوب اور مرغوب خلائق ہے کہ کسیکو اوس سے چارہ اور نفرت نہین ہے جواز اکل و شرب اوسکا قطع نظر دیگر ادلہ جواز سے مبنی اوپر عموم بلوے کے بھی ہو سکتا ہے مثل غلہ گندم وغیرہ کے پس درصورت مسئولہ قند و شکر مذکورۂ بالا بہر تقدیر بادلہ فرعیہ متعددہ مذکورۂ بالا پاک و طاہر ہین اور اکل و شرب اوسکا جائز ہے واللہ اعلم بالصواب کتبہ عبد الرحمن عفی عنہ [عبد الرحمن]

الجواب صحیح فی الواقع ہڈی ہر جانور کی سوائے خنزیر کے پاک ہے اور بعد کوئلہ ہو جانے خنزیر کی بھی ہڈی پاک ہو جاتی ہے بوجہ انقلاب ذات کے پس شکر مذکور جو اوس کوئلہ سے صاف کیجاتی ہے طاہر اور کہانا اوسکا جائز ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

کتاب المساحۃ

استفتاء ۱۰۶ چہ میفرمایند ماہرین علوم عقلیہ و واقفین فنون طبعیہ و ہندسہ درین مسئلہ کہ نہر لیست و مساحت آن از طرف ساحل مطلوب است پس بموجب طریقۂ صاحب خلاصۃ الحساب اسطرلاب  یا تختۂ مسطح وغیرہا بمقام ب قائم کردہ بر نقطہ از نقاط عرض نہر خط شعاعی بر آوردیم مثل آب از ہمان نقطہ ب بحالت سابق خط شعاعی ب ج اخراج نمودیم درینصورت خط ب ج بہ نقطہ ج کہ مماس سطح ارض ست منتہی خواہد شد زیراکہ بسبب منع ارض از نفوذ شعاع خط مذکور را درین موقع تجاوز نخواہد کرد و تاہم خط وہمی را از مرکز ارض بلکہ لا الی نہایۃ رسیدن ممکن زید میگوید کہ خط ب ج کہ بر نقطہ ج منتہی شد جلتش جز این نیست کہ خط مذکور بوضع معین از نقطہ معین خارج گردیدہ است و کثافت ارض از نفوذ آن در عمق مانع آمد و مقصود مسئلہ ہم برین قدر تمام است و الا مرور آن لا الی نہایۃ ممکن و در انقطاع و انتہاے این خط برین نقطہ معین مثلث اب ج را اثری نیست و از ہمین رو اثبات تعین و تشخص

این نقطہ از مسائل ہندسہ غیر متعلق بلکہ از مسائل علم انظار کہ از فروع طبیعیہ است و درین مسئلہ
بسہ وجہ تمسک است وجہ اول آنکہ مابین خط ب ج و مثلث اب ج نسبت عموم و خصوص
من وجہ ثابت است زیراکہ ازین مسئلہ خاص مثلث اب ج و خط ب ج ہر دو در یک مادہ
اجتماع یافتہ اند و در دیگر مواد مثلاً وقتیکہ ازین مسئلہ خاص قطع نظر کردہ شود درآنحال ہم اگر خط
ب ج بشرطیکہ از ہمان نقطہ معین و وضع معین خارج کردہ آید لاجرم از نقطہ ج تجاوز نخواہد کرد
و درآنحالت مثلث اب ج موجود نخواہد بود و علی ہذا القیاس در صورت عدم وقوع ارض
درین موقع باوجود تحقق این مثلث خط ب ج در ینجا منتہی نخواہد شد پس درین صورت
یک مادہ اجتماع و دو مادہ افتراق متحقق ست پس اگر وقوع این نقطہ را در مثلث اب ج علت
تعین و تشخص این نقطہ قرار دادہ شود در مواد افتراقیہ انفکاک علت از معلول خود لازم آید وجہ دوم
آنکہ اگرچہ بسبب وقوع این خط درین مثلث خاص تعین این نقطہ بحسب قواعد مثلثات درین موقع
ممکن باشد لیکن تحقق این حالت اتفاقی ست و ہمچنان ست کہ تحقق بعض اخلاط باہمی و این وجہ
راجع باول ست وجہ سوم آنکہ از تتبع مسائل ہندسہ واضح میشود کہ بحث درین فن بہ حیثیت
ترکیب ست یا تحلیل یا احاطہ و وقوع خط ب ج در مثلث یا مربع نہ از لوازم خطوط ست نہ از
ذاتیات بلکہ خط بسیط است و مثلثات و مربعات در معرض ترکیب و بسیط را بر مرکب تقدم ذاتی
حاصل ست درین صورت عوارضی کہ در حالت انفراد ہم برای خطے حاصل ست اگر ثبوتہ آن منحصر
باشد بر عوارض لاحقہ حالت ترکیب پس چہ قدر از شناعت قریب و از راہ صواب دور است
و عمرو میگوید کہ تعین و تشخص این نقطہ از روی مسائل ہندسہ مبرہن میتواند شد و ظاہر منشاء این دعوی
چنان مفہوم میشود کہ چونکہ خط ب ج در مثلث اب ج واقع است پس بر حسب حصول
مثلثات اثبات محل تقاطع ممکن ست واللہ اعلم و مخفی مباد کہ بحث صرف در انقطاع خط ب ج
در جانب عمق ست نہ در دیگر اطراف والا اگر در تعیین نقطہ بہ نسبت یمین و شمال گفتگو کردہ شود یا مساوات
خطی یا خطے دیگر مبحوث عنہ باشد درینصورت بلا شبہہ تعلق آن از علم ہندسہ خواہد بود چنانکہ جزو
ہیہ المخصوصیہ مساحت عرض نہر بر طریقہ مذکورہ در خلاصۃ الحساب و بست باب وغیرہ
برین نمط است کہ بر یک طرف نہر ایستادہ اصطرلاب بدست گرفتہ دیگرا از ہر دو شظیہ نظر کنیم پس

همچنان که باشیم بدون تغیر در وضع قامت ناظر و وضع عضاده و مقدار بعد اسطرلاب از سطح زمین برگردیم و صحرای هموار را نظر کنیم و به بینیم که نظر برکدام موضع افتاده است آنجا که افتد از موضع قدم تا آنجا بپیمایش کنیم چندانکه باشد مقدار عرض نهر باشد برای ایضاحش فرض کنیم که اب قامت ناظر است و د ب عرض نهر و ب ج آن مقدار صحرا که در نظر آمده است و ا د خط شعاعی که بطرف نهر رفته و ا ج خط که بر صحرا افتاده پس در دو مثلث ا ب د و ا ب ج دو زاویه ا ب د، ا ب ج متساوی اند چه مفروض آنست که قامت ناظر در هر دو صورت بریک وضع است و همچنین دو زاویه د ا ب ج ا ب متساوی اند چه مفروض آنست که عضاده اسطرلاب بریک وضع است پس بشکل بست و ششم اولی اصول دو ضلع د ب ب ج متساوی باشند و ذلک المدعا

پس بدین صورت خط شعاعی که بجانب صحرا رفته بالضرور متقاطع خطی که از موضع قدم ناظر بآن طرف رفته خواهد شد چه بر هر دو یک خط یعنی قامت ناظر قائم است علی اقل من قائمتین و بالضرورة در موضعی تقاطع خواهد کرد که بعد موضع تقاطع از قدم ناظر مساوی بعد قدم ناظر خواهد بود از طرف نهر همین قدر



برای ثبوت مدعا کافی است فاما انتهاء خط شعاعی در همان موضع یا مرورش الی لا نهایة بجانب عمق خارج از بحث است اگر در انجا مانعی نباشد الی غیر النهایة مرورش ممکن بلکه باوجود تمانع و هم مرورش بعد تقاطع الی ما لا نهایة نیز ممکن هست چنانکه انتهاء خط شعاعی که از نظر بطرف نهر رفته ضروری نیست چه بعد تماس آن بطرف نهر مرورش بجانب عمق ممکن هست پس اگرچه انقطاع و انتهاء خط ا ج را بران نقطه معینه یعنی ج در اثبات مطلب اثری نیست و نه مثلث ا ب ج را در انقطاع دخل هست ولیکن در تعیین نقطه تقاطع و تشخص آن که مفید مدعا است مثلث ا ب ج را مع مثلث دیگر بحسب مسائل هندسه دخلی هست والله اعلم حرره الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

کتاب المساجد

استفتا ۱۰۷ ایک محلہ ویران مین دو مسجدین تھین اونمین سے ایک مسجد بارش مین بالکل منہدم ہو گئی اور ایک مسجد قریب ویسکے باقی ہے اور اہل محلہ وہان کے اکثر اہل تشیع ہاین اور وہ محلہ ہی بالکل گر گیا ہے اور کوئی صورت آبادی محلہ کی معلوم نہین ہوتی ہے پس اس صورت مین اسباب مسجد منہدمہ کا لیکر دوسری جگہہ کسی مسجد کی مرمت مین صرف کیا جاوے خواہ دوسرے محلہ آبادی مین اوسی اسباب سے کوئی مسجد تعمیر کیجاوے جائز ہے یا نہین بینوا توجروا

ہو المصوب بعض فقہا مثل قاضیخان اپنے فتاوے مین اور ملا خسرو درر مین اور غزی تنویر الابصار مین ایسی صورت مین لکھتے ہین کہ جب مسجد خراب ہو جاوے اور اوسکے آبادی کی کوئی صورت نہووے اوسکے اسباب کا نقل کرنا دوسری مسجد کی مرمت کیواسطے جائز ہے لیکن مفتی بہ یہ ہے کہ جائز نہین کیونکہ اسباب مسجد منہدمہ کا وقف ہے اور وقف مین کسی طرح کا تصرف جائز نہین اہل اسلام کو لازم ہے کہ بقدر ہمت و وسعت اوسی مسجد منہدمہ کو تعمیر کردین اور اسباب اوسکا اوسیکی مرمت مین شامل کر دین کہ بندگان خدا جو اوس طرف سے گذر کرین نماز اوسمین ادا کرین بلکہ مسجدون کی تعمیر سے مسجد منہدمہ کی تعمیر باعث زیادتی ثواب ہے بحر رائق مین ہے قال محمد اذا خرب المسجد ولیس لہ ما یعمر بہ وقد استغنی الناس عنہ فانہ یعود الی ملک الواقف وقال ابو یوسف ہو مسجد ابدا الی قیام الساعۃ لا یعود میراثا ولا یجوز نقلہ ونقل مالہ الی مسجد آخر سواء کانوا یصلون فیہ او لا وہو الفتوی کذا فی الحاوی القدسی اور شرنبلالی سعادۃ الماجد بعمارۃ المساجد مین لکھتے ہین فی یتیمۃ الدہر سئل علی بن احمد عن مسجد خرب وماتت اہلہ ومحلۃ اخری فیہا مسجد ہل لاہلہا ان یصرفوا وجہ المسجد الخراب الی ہذا المسجد قال لا انتہی واذا علمت ہذا فما ذکرہ فی الدرر وفتاوی قاضیخان من جواز نقل المسجد اذا خرب خلاف ما علیہ الفتوی کما ہو المذکور فی الحاوی وخلاف الصحیح المذکور فی خزانۃ المفتین وقد مشی الشیخ الامام محمد بن سراج الدین الحانوتی علی القول المفتی بہ من عدم نقل بناء المسجد اور علامہ مختار بن زاہد نے مجتبی مین تصریح کی ہے کہ اکثر مشائخ حنفیہ فتوی عدم جواز نقل کا دیتے ہین واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا ۱۰۸ چہ میفرمایند علمای دین درین مسئلہ کہ درمدرسۂ اسلامیہ نوکر بود بہ علتی برخاست شد چون بیمی زر وفیدگار شغلی نبود در مسجدے از مساجد استقامت نمودہ چند طلبہ را جمع کردہ تعلیمے نمود

قال فی الدرر ولو خرب ما حولہ واستغنی عنہ یبقی مسجدا عند ابی یوسف [illegible] فلا یعود الی ملک [illegible] ولا یجوز نقلہ [illegible] قال فی الحاوی القدسی [illegible] المسجد ابدا الی قیام الساعۃ لا یعود میراثا ولا یجوز نقلہ ونقل مالہ الی مسجد آخر [illegible] سواء کانوا یصلون فیہ او لا [illegible] الفتوی [illegible] خزانۃ المفتین [illegible] واللہ اعلم [illegible]

ونان خود وبعضی طلبا ازانجا حاصل نموده گذارهٔ خود میکرد بعد از چندروز آمد ورفت در مسجد دیگری
که رونق دارد وبسیار آباد بود نموده خواست که اگر درین مسجد وعظ ونصیحت مردمان نموده آید وجمعه
خوانده شود البته برآمد کار من خواهد شد با بعضی نمازیان مسجد رابطهٔ دوستی پیدا نموده از امامان قدیم
برای خواندن دوسر جمعه اجازت یافت چنانچه امامان قدیم بسبب کم علمی خود اجازت داده امام
نماز جمعه میکردند وخود هم نماز جمعه پس او ادا می نمودند چون زید را آمد ورفت مسجد مذکور دست داد
طالبان که همراه زید بودند واز نان وپارچه لاچار بودند در مسجد مذکور آمده می نشستند وصدقات
مسجد بوقت موجودگی ونا موجودگی امامان قدیم میگرفتند ومردمان محله هم زید را خدمت نموده
امامان قدیم را معطل گذاشتند ازین شکی در دل امامان مذکور پیدا شده اندیشیدند که زید ضرور
زیاده رسوخ با اهل محله پیدا کرده امامت مسجد خواهد گرفت وما یان را از مسجد بدر خواهد کرد از
خوف عزل امامت خود زید را از امامت کردن ونماز جمعه گذاردن منع کردند وگفتند که اگر شما را
شوق جمعه خواندن است در دیگر مسجد که الحال جمعه می شود پس امام رفته ادا بکنید ما هرگز زید را امام شدن
نخواهیم داد هر چند معاونان زید خواستند که زید را جمعه خواندن دهند اوشان منظور نکرده جواب صاف دادند آخر
زید این را هتک خود تصور نموده در پی آزار امامان قدیم شد معاونان زید بسبب برانگیخت زید هم از
امامان قدیم برگشته گشتند وگفتند که اگر شما زید را امام شدن ندهید ما شما را از مسجد بدر خواهیم کرد چونکه
جانب داران امامان قدیم هم بودند معاونان زید را گفتند که اگر شما را نماز پس ما مثل قدیم خواندن است
بخوانید والا شما هم همراه زید هر جا که خواهید نماز بخوانید ما اورا هرگز امامت کردن نخواهیم داد چون امامت زید
بآسان وجه میسر نشد جانب داران زید تدبیری اندیشیده دو کس در تهانه رفته رپٹ دادند که در فلان مسجد
همراه زید نماز جمعه می خواندیم اما امامان قدیم زید را امام شدن نمیدهند وزید از ین سبب ما یان را از نماز خواندن
پس امامان قدیم منع کرده است میخواهیم که فردا روز جمعه در مسجد مذکور رفته زید را امام نمائیم اگر امامان قدیم
منع خواهند کرد جنگ وجدل درمیان خواهد شد ونوبت بکشت وخون خواهد رسید تهانه دار در جواب
گفت که چون اوشان امامان قدیم وبانیان ومتولیان مسجد مذکور اند بدون رضای اوشان امام دیگر
مقرر نموده نماز خواندن بجز بنای فساد از شما نیست شما را اگر زید را امام نموده نماز خواندنی است باید که
زید در مسجدی که الحال می مانند رفته نماز خوانید همراهیان زید گفتند که ما هرگز ممتنع نخواهیم شد ضرور در رفته

اوشان را پس کرده زید را پیش خواہیم نمود خواه فساد شود یا خون پولیس چون دانست کہ کار از حد گذشتہ رپٹ درج نموده خود پیش حاکم وقت رفتہ اطلاع داد حاکم وقت از بلوا اندیشید حکم داد کہ چند کسان از ملازمین پولیس ہمراه گرفتہ نزد مسجد مذکور حاضر باشند تا ہر شخصی کہ مبدء فساد از جانبین شود گرفتار کرده چالان عدالت کنید تھانہ دار مذکور چون چنین حکم یافت جانبین را طلبید اشعار اطلاع حکم داد زید از حکم حاکم مخوف بوده از اراده خود باز ماند و باہم معاونان خود مشورت نموده تلقین نموده کہ نماز از پس اوشان گذارید و متصل مسجد مذکور مسجدے دیگر تیار کنیم و مردمان را ترغیب خواندن نماز در مسجد نو دہیم تا آن مسجد قدیم خود بخود ویران خواہد شد چون جانب داران زید را ہم از امامان قدیم رنجشی پیدا شده است بر گفتہ زید عمل نموده چند کسان کہ در تعداد ده دوازده کس باشند از امامان قدیم برگشتہ ترک اقتدا ایشان کرده اند و باوجود بودن جماعت علیحده می نشینند چون جماعت ادا شود علیحده یا مجتمعہ میخوانند و در پی ویرانی مسجد مذکور شده باوجودیکہ در آن محلہ سوای این مسجد قدیم چار عدد مساجد دیگر ہم موجود اند یک مسجدے متصل مسجد مذکور بفاصلہ ده گز شرعی تیار کردن میخواہند و بطور چنده گدائی نموده چیزے قلیل جمع آورده ایجاد مسجد نہاده اند و از وعید آلہی نترسیده مخالف آیات صریحہ عمل مینمایند علمایان وقت از تیاری مسجد مانع شده گفتند کہ اینچنین مسجد کہ از غیظ و غصہ و ضدیت مسجد دیگر تیار کرده شود حکم مسجد ضرار دارد و تیار کردن او ناجائز ست اگر بالفرض تیار کردن ہست دور تر تیار باید کرد ورنہ ہیچ ضرورتے نیست کہ دیگر مساجد ہم درین محلہ موجود اند زید از روی غیظ و غصہ و انتقام عدم امامت خود چند وجوه نامعقول از خود تراشیده از معاونان خود میگوید کہ جائز ست و حکم ضرار ثابت نیست اول آنکہ حکم آیت ضرار خاص ست نہ عام دوم آنکہ ضرار را بانیان منافقان بودند و شما مسلمان سوم آنکہ چون امامان قدیم از اقامت جمعہ و نماز گذاردن پس ہم منع کردند مسجد قدیم مسجد نماند پس در جنب او مسجد تیار کردن ضرار نباشد و قصہ تغلب خامیان بر امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ و منع کردن اوشان از نماز و قصہ منع شدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از بیت الحرام یاد می آرد چہارم آنکہ ہدم و احراق مسجد ضرار از روی نہادن بنیان در ان مسجد بوده نہ از روے ضراریت پس از روی ضدیت اجکم ولا یجرمنکم شنآن قوم ان صدوکم عن المسجد الحرام

ان تعند وانتر سیده برای انتقام خود روی درخراب کردن مسجد قدیم می نماید لهذا بخدمت شریف
عرض داشته که هرچه بموجب حکم شریعت ثابت باشد زیب قلم فرمایند که آیا این مسجد که برای
ضدیت وعداوت وضرر مسجد قدیم تیار شود حکم ضرار دارد یا نه و بانیان او را ثواب حاصل شود
یا عقاب و حکم آیت مسجد ضرار عام ست یا خاص و دلائل بینه زید معتبر اند یا نه جواب مفصل
ارقام فرمایند که مسلمانان منتظر جواب آنحضرت هستند و رفع فساد منحصر بر جواب است و جواب هم

بدین کا عذار قام فرمایند نه بر کاغذ دیگر ؟

هوالمصوب بلا شبهه این مسجد که محض بغرض نفسانیت وعداوت وضرر مسجد قدیم
تیار شود حکم ضرار دارد و چنین بنا موجب ثواب نیست بلکه باعث نکال میشود و در تفسیر کشاف
و مدارک زیر آیت ضرار می نویسد قیل کل مسجد بنی مباهاة او ریاء وسمعة او لغرض سوی ابتغاء وجه الله
او بمال غیر طیب فهو لاحق بمسجد الضرار انتهی و نیز در کشاف می آرد و عن عطاء لما فتح الله الامصار
علی ید عمر رض امر المسلمین ان یبنوا المساجد وان لا یتخذوا فی المدینة مسجدین یضار احدهما صاحبه انتهی
و صاحب تفسیر احمدی می نویسد فالعجب من المشائخین المتعصبین فی زماننا یبنون فی کل ناحیة مسجدا
طالب اللاسم والرسم واستعلاء لشأنهم واقتداء بآبائهم ولم یتأملوا فی هذه الآیة والقصة من شناعة حالهم
وسوء افعالهم انتهی و آنچه بانی مسجد مذکور عذرها پیش میکند قابل التفات نیست عذر اول بدین وجه
که خصوص حکم ضرار دعوی بلا دلیل ست کسی از علماء سابقین چه فقهاء و چه مفسرین و چه محدثین
قائل بخصوص نشده بلکه هرکس و ناکس قائل عموم ست و بمجرد احتمال بلا دلیل قول خصوص مردود ست
و عذر دوم بدین وجه که اگرچه بانیان مسجد ضرار که در حق شان کلام الله نازل شده منافق بودند مگر
باقتضای العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب که در تمام کتب موجود است این حکم عام است
و عذر سوم بدین وجه که منع کردن شخصی از اقامت جماعات در مسجد بے استغفاء حکم مسجد نمی شود
و عذر چهارم بدین وجه که قصه مسجد ضرار را بسیارے از محدثین روایت کرده اند مثل ابن جریر
و ابن منذر و ابن ابی حاتم و ابن مردویه و بیهقی وغیرهم چنانچه روایات شان در تفسیر در منثور تصنیف
جلال الدین سیوطی موجود اند و در کدامی روایت این امر نیست که هدم و احراق مسجد ضرار برای
نهادن تبان بوده بلکه از جمله روایت معلوم می شود که احراق وغیره برای رفع ضرار شده بود

واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی | محمد عبد الحی ابو الحسنات

در واقع این مسجد حکم ضرار دارد و بانیان او را ثواب حاصل نشود و حکم آیت عام است

و دلائل زید غیر معتبر واللہ علیم حررہ ابو الاحیاء محمد نعیم عفی عنہ ۱۲۹۴ھ

استفتا بنہ کیا فرماتے ہین علماء دین اور مفتیان شرع متین اس صورت مین کہ پہلے ایک مسجد خام مائل عن القبلہ تھی بعد اوسکے اوسمین اور زمین شامل کرکے منہدم کرکے اس طور پر مسجد پختہ بنوائی گئی کہ ایک جزء اوس مسجد خام کا بعینہ واسطے اشیاء مسجد مثل لوٹا و رسی وغیرہ کے بمصلحت خارج کر دیا گیا تو آیا اب اوس جزء پر کہ مثل حجرے کے قرار دیا گیا ہے احکام مسجد کے جاری ہونگے یا نہین یعنی جنب وغیرہ اوسمین داخل ہو سکتے ہین یا نہین اور یہ قرار دینا جائز ہے یا نہین بحوالہ کتب تحریر فرمائین عند اللہ ماجور ہونگے فقط

ہو المصوب مسجد کے جمیع اجزاء دائما حکم مسجد مین ہین کسی جزء کو اوسکے مسجد سے خارج کرنا نہین درست ہے اور احکام مسجد کے ہمیشہ اوسپر نافذ ہونگے بحر رائق مین ہے قال ابو یوسف ہو مسجد ابدا الی قیام الساعۃ لا یعود میراثا ولا یجوز نقلہ ونقل مالہ الی مسجد آخر سواء کانوا یصلون فیہ اولا وعلیہ الفتوی کذا فی الحاوی القدسی انتہی اور بھی اوسمین ہے لا یجوز للقیم ان یجعل شیئا من المسجد مستغلا ولا مسکنا انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا بنہ کیا فرماتے ہین طوطیان بوستان احادیث و حاملان قرآن و احادیث کہ منبر بائین طرف یا داہنی طرف یا اوسط مسجد مین تھا زمانہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین اور درمیان منبر اور محراب کے کسقدر فرق تھا اور جواب سب مسئلون کا ساتھ عبارت عربی کے بجنسہ مع حوالہ الکتاب مع شرط صحیح اور ضعیف کے ہوئے

ہو المصوب مسجد نبوی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء رض کے زمانہ مین محراب نہ تھی چنانچہ سمہودی نے وفاء الوفا باخبار دار المصطفے مین لکھا ہے المسجد الشریف لم یکن لہ محراب فی عہدہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا فی زمن الخلفاء بعدہ وان اول من احدثہ عمر بن عبد العزیز فی عمارۃ الولید انتہی اور منبر مقام قیام امام کے داہنی طرف تھا جیسا کہ وفاء الوفا مین ہے قال النووی فی مناسکہ وفی احیاء علوم الدین ان ذرع ما بین المنبر ومقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یجعل عمود المنبر حذاء منکبہ الایمن ویستقبل الساریۃ التی الی جانبہا الصندوق نحو کذلک

موقف رسول اللہ صلعم انتہی اور ما بین منبر و مقام مصلی رسول اللہ صلعم کے چودہ درع ایک بالشت فرق تھا جیسا کہ اوسمین ہے قال ابن زبالۃ ان ما بین المنبر و مقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذی کان یصلی فیہ حتی توفی اربعۃ عشر ذراعا و شبرا انتہی اور منبر وسط مسجد مین تھا اور فاصلہ درمیان اوسکے اور درمیان دیوار جہت قبلہ کے بقدر ایک درعہ کے تھا جیسا کہ وفاء الوفا مین ہے قد روی یحیی فی ترجمۃ ما جاء فی زیادۃ الولید ان عمر بن عبد العزیز حضر رجالا من قریش فاروہ مسجد رسول اللہ صلعم الذی زاد فیہ عثمان فعلم عمر بن عبد العزیز المسجد الاول الذی کان فی عہدہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان جدار القبلۃ من وراء المنبر ذراعا او اکثر من ذراع انتہی اور بھی اوسمین ہے موضع المنبر لم یغیر و یبعد کل البعد ان یجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم موضع منبرہ فی طرف مسجدہ ولا یتوسط اصحابہ انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

۱۱۲
استفتا کیا فرماتے ہین علماء دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ ایک بزرگ نے محلہ مین ایک مسجد بنوائی تھی اور بعد زمانہ دراز کے وہ احاطہ مسجد منہدم ہو گیا اب اولاد ان بزرگ یعنی بانی مسجد سے چند شخص ملکر یہ چاہتے ہین کہ اوس مسجد قدیم کو بنوا دین اور آباد کرین چنانچہ اندازا نصف تیار بھی ہو گئی اب ایک شخص اہل محلہ سے کہ جو اولاد مین اون بزرگ یعنی بانی مسجد کے نہین ہے مانع اور قامع تعمیر مسجد معمرۃ النصف کا ہے اور کہتا ہے کہ ہمکو استحقاق اس مسجد کے انہدام کا ہے اور ہم اسکو توڑ دینگے کیونکہ میرے دادا نے اس مسجد کو بنایا ہے میرے سوا کسی غیر کو حق بنانے یا توڑنے کا نہین ہے اور اصل کیفیت یہ ہے کہ بعد انہدام مسجد قدیم کے جد مانع مسجد قدیم نے زن مرسلہ زن بیوہ سے کہ یکی از معتقدان اُن بزرگ بانی مسجد قدیم کی تھی تعمیر مسجد منہدمہ شروع کی لیکن وہ ناتیار رہکر تھوڑے عرصے کے بعد بالکل مسمار ہو گئی بعد اُسکے پدر مانع مسجد قدیم نے ایک مکان جدید بنام نہاد مسجد زمین مشترکہ مین اُنھین اشخاص کے جو اب تعمیر مسجد قدیم کی کرتے ہین بنایا اور اوسمین وہ صورت علم کی کہ جسمین چند پنجین نصب ہین اور عشرہ محرم مین پھول اور سہرہ اون پنجون مین چڑھتا ہے اور دسوین محرم کو مثل تعزیہ کے وہ پھول اور سہرہ دفن ہوتا ہے بنوایا اور بانی مسجد جدید یعنی پدر مانع و قامع مسجد قدیم عقیدہ سب حضرت معاویہ رض کا بھی رکھتا ہے بلکہ اپنے مصنفات مین اون حضرت کی شان مین ایسے لکھا ہے (ہر کہ لعنت بر او نکند لعنت بر آنکس باد) اسی سبب سے بعض اشخاص محلہ

اور مالک زمین مشترکہ مسجد جدیدہ کہ جواب تعمیر مسجد قدیم کرتے ہین اوس مسجد جدید مین نماز نہین پڑھتے ہین
اور مانع مسجد قدیم بھی صورت علم کو منہدم نہین کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ صورت علم میرے باپ نے
بنائی ہے اور اب وہ قضا کر گئے ہم اسکو نہین توڑینگے اور جو توڑے گا اوس سے مزاحمت
کرینگے کیونکہ میرے باپ کا بنایا ہوا ہے اور اب تھوڑے زمانے سے مانع مسجد قدیم اوس
محلے سے دوسرے محلہ مین چلا گیا ہے تو ایسی صورت مین بنانا اوس مسجد قدیم کا اون لوگون کو
جو اولاد بانی مسجد قدیم مین ہین بحیثیت وراثت یا بحیثیت حق اسلام جائز ہے یا نہین اور وہ
مسجد جدید جسمین صورت علم ہے اور زمین مشترکہ مین بلا رضامندی دیگر شرکاء تیار ہوئی ہے
حکم مسجد مین ہے یا نہین اور مانع مسجد قدیم کو کہ جواب نصف سے زیادہ تیار ہو گئی ہے حق انہدام کا
ہے یا نہین اور حق مین مانع مسجد یعنی توڑنے والے کے علماے دین کیا حکم دیتے ہین ان سب امور
مستفسرہ کو کتب احادیث اور فقہ سے جسطرح ثابت ہو مفصل بیان فرما دین بینوا توجروا فقط
اور مانع مسجد قدیم معمرۃ النصف یہ بھی کہتا ہے کہ عرس خواجہ عثمان ہارونی مین جو میری طرف سے
ہوتا ہے فقرا آتے ہین اور مسجد قدیم مین بیٹھتے ہین اسواسطے ہم اسکو منہدم کر دینگے آیا نشست و
برخاست فقرا ہی تھوڑے زمانے سے اوس مسجد قدیم مین ہوتی ہی باعث انہدام مسجد قدیم ہو سکتا ہے یا نہین
ہو المصوب وہ مسجد جو زمین مشترک مین بلا رضامندی دیگر شرکاء تیار ہوئی ہے حکم مسجد مین
نہین ہے اسوجہ سے کہ شرائط صحت وقف سے مملوک ہونا اوس موقوف کا واقف کے لیے ہے
جیسا کہ بحر رائق وغیرہ مین ہے ومن شرائطہ الملک وقت الوقف اور ہر گاہ وہ زمین مشترکہ
کل ملک بانی مسجد مین نہ تھی اور نہ اور شرکاء کی اجازت تھی لاجرم وقف اوسکا غیر معتبر ہوگا
اور مسجد قدیم کی تعمیر کا حق اہل محلہ کو اور اولاد بانی کو حاصل ہے اور کسی کو اوسکی ممانعت کا
حق نہین ہے رد المحتار مین ہے اما اہلہا ای اہل المحلۃ فلہم ان یہدموہ ویجددوا بناءہ ویفرشوا
الحصیر ویعلقوا القنادیل لکن من مالہم لا من مال المسجد ویضعوا حیضان الماء للشرب والوضوء ان لم
یعرف للمسجد بان والا فالبانی اولی ولیس لورثتہ منعہم من النقض والزیادۃ فیہ انتہی ہر گاہ تعمیر کرنیکا حق
اہل محلہ مین اور اولاد مین بانی قدیم کے ہین اونکو استحقاق تعمیر کا حاصل ہے اور مانع کو ممانعت
حرام ہے اور انہدام تعمیر شدہ کی موجب گناہ ہے قال اللہ جل وعلا فی کتابہ المعلّے

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْہَا اسْمُہٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِہَا انتہی حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی (محمد عبد الحی ابو الحسنات)

۱۱۲ استفتا کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ قطعہ اراضی مشترک کہ اوسمین حصہ وملکیت ہنود ومسلمانان کی ہے اور اوس اراضی مشترک مین کہ وہ تاہنوز تقسیم نہین ہے کوئی شخص مسجد خواہ عیدگاہ اپنا ہنود سے بلا اجازت مسلمانان کے زبردستی زمین لیکر بنوا لے تو ایسی مسجد بنائی ہوئی مین نماز پڑھنا عند الشرع شریف درست ہے بلا کراہت یا بکراہت یا نہین بینوا بالکتاب توجروا بالصواب۔

ہو المصوب شرائط وقف سے یہ ہے کہ شی موقوف بوقت وقف ملک واقف ہووے جیسا کہ بحر الرائق وغیرہ مین ہے من شرائطہ ملک الواقف عند الوقف انتہی پس وہ مسجد جو زمین مشترک مین بلا اذن شرکا بنائی گئی وہ شرعا مسجد نہوگی اور اوسمین نماز پڑھنے سے ثواب نماز مسجد کا نہ ملیگا بلکہ ایسے مقام پر نماز پڑھنا نہ چاہیے صدر شہید کتاب الواقعات مین لکھتے ہین مسجد بنی علی سور المسجد لا ینبغی ان یصلی فیہا لان السور حق العامۃ فلا یجعل خالصا للہ وصار کما لو بنی المسجد علی ارض الغصب انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی (محمد عبد الحی ابو الحسنات)

۱۱۳ استفتا کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ حجرۂ مسجد جو صحن مین یعنی چبوترہ مسجد مین واقع ہے اور ہنگام نماز جماعت مصلے محاذی حجرہ مسجد کے کھڑے ہوتے ہین اوس حجرہ مین ایک شخص کاروبار تجارت کرتا ہے اور اکثر کفار ومشرک واسطے خرید وفروخت اسباب کے صحن مسجد مین ہوکر اوس حجرہ مین جایا کرتے ہین کیونکہ اوس حجرہ مین جانے کی اور کوئی راہ نہین علاوہ برین مسجد کا اسباب وغیرہ رکھنے کی سوائے حجرہ کے اور کوئی جگہ نہین ہے لہذا اسباب کی حفاظت بخوبی نہین ہوسکتی ہے یا کوئی مسافر خواہ طالب علم اوس مسجد مین آوے تو سوای مسجد کے حجرہ مذکور مین بباعث رکھنے اشیاء تجارت کے قیام نہین کرسکتا ہے پس ایسا فعل جائز ہی یا نہین

ہو المصوب اگر وہ حجرہ داخل مسجد ہے تو اوسمین خرید وفروخت کرنا خصوصا اسباب تجارت رکھنے کے ساتھ مکروہ ہے در مختار مین ہے وکرہ کل عقد الا المعتکف بشرطہ انتہی رد المحتار مین ہے

قولہ الشرط ہو ان لایکون للتجارۃ بل یکون ما یحتاجہ لنفسہ او عیالہ بدون احضار السلعۃ انتہی اور بھی درمختار مین باب الاعتکاف مین ہے وکرہ ای تحریما احضار مبیع فیہ کما کرہ فیہ مبایعۃ غیر المعتکف مطلقا للنہی انتہی ردالمحتار مین ہے قولہ مطلقا ای سواء احتاج الیہ لنفسہ او عیالہ او کان للتجارۃ احضرہ اولا انتہی اور جامع ترمذی مین مروی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن الشراء والبیع فی المسجد انتہی اور کفار کا مسجد مین داخل ہونا اگرچہ حنفیہ کے نزدیک درست ہے لیکن رہستہ بنانا کسی جزو مسجد کو اور اوسمین آمد و رفت کرنا کاروبار دنیا کے واسطے نہین جائز ہے درمختار مین ہے وکرہ تحریما اتخاذہ طریقا لغیر عذر انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی عفا اللہ عنہ

مرسلہ منشی حسام الدین احمد صاحب پیشکار تحصیل پرتابگڈھ تحریر تاریخ ۲۲ جمادی ثانیہ ۱۲۹۶ھ

۱۱۰ استفتا بالفعل اس مقام مین ایک مسجد تیار ہوتی ہے اور چندہ مین اوسکی تیاری تجویز ہوئی ہے بحث یہ ہے کہ اہل ہنود کا روپیہ اسکی تعمیر کے واسطے لیا جا سکتا ہے یا نہین درحالیکہ وہ بلاتحریک احدی شریک ہون اور درحالیکہ کسی کی تحریک پر رضامند ہون دونون صورتون مین جو فتوی ہو اوس سے آگہی بخشی جاوے فقط

ہوالمصوب حسب تصریح معتبرات مال ہنود کا تعمیر معابد خاصۂ اہل اسلام مین صرف کرنا درست نہین ہے بناء علیہ صورت مسئولہ مین روپیہ ہنود کا خواہ بہ تحریک غیر خواہ بلاتحریک دینی نہین لینا چاہیے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

مرسلہ سید اکرام حسین صاحب زنجیرآباد ضلع سیتاپور شفاخانہ حکیم شرف حسین تحریر تاریخ ۲۲ جمادی ثانیہ ۱۲۹۶ھ

۱۱۱ استفتا چہ میفرمایند علماء دین ومفتیان شرع متین اندرین صورت شخصی بقدر بلندی یک مکان کرسی بلند ساختہ بران مسجد تعمیر نمود و پیش کرسی مذکور مکانات بطور مسافرخانہ مسقف ساختہ بالای سقف آن صحن مسجد قرار داد پس حاصل استفتا اینکہ بالای سقف صحن مسجد قرار دادن جائز است یا بودن صحن مسجد بالای کرسی ضروری بود بینوا توجروا

ہوالمصوب اگر مکانات بغرض نفع مسجد و صرف آمدنی آن بمسجد ساختہ شدہ باشند بودن صحن مسجد بالای سقف آن مضائقہ ندارد والا نشاید کہ درین حال صحن مذکور بحکم صحن مسجد نخواہد ماند واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

مرسلہ مولوی خلیل الرحمان صاحب بماہ رجب ۱۲۹۶ ہجری

۱۱۲ استفتا بسم اللہ الرحمن الرحیم کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ ایک مسجد کے متولیون مین سے تین شخص موجود ہین اور تینون غنی صاحب نصاب ہین منجملہ اونکے ایک شخص چاہتا ہے

اگر جو مکان متعلقہ مسجد الٰہ بخش سے بالاے دروازہ وغیرہ مسجد مذکور اوس چندہ سے جو واسطے
مسجد کے جمع ہوا تھا بنے ہین یا تصرف ذاتی اپنے رکھے یعنی اپنے عیال بطور سکونت ان مکانات مین رکھے
اور جو آمدنی مکانات متعلقہ مسجد سے ہوتی ہے اوس مین سے تنخواہ اپنے واسطے بعوض تولیت
یا حفاظت کی لیا ہے اور یہ خواستگاری اسواسطے کرتا ہے کہ لوگون سے کوشش کرکے
روپیہ واسطے تعمیر مسجد کے جمع کرایا ہے چنانچہ حسب شرع شریف لینا تنخواہ کا اور صرف مکانات
مذکورہ متولی غنی کو بلا رضامندی دیگر متولیان جائز ہے یا نہین اور اگر متولی خود خواستگار ہو
اور دیگر اشخاص باشندگان شہر برخلاف دیگران و متولیان اجازت رہنے مکانات کے اور
لینا تنخواہ دین آمدنی مسجد سے تو دینا دہندگان کو اور لینا غنی مذکور کو جائز ہے یا نہین بینوا توجروا

هو المصوب متولی کو تصرف مکانات مذکورہ مین اور اوسمین سکونت کرنا اور آمدنی وقف سے
تنخواہ زائد لینا نہین درست ہے رد المحتار مین ہے وفی الحاوی القیم اذا لم یراع الوقف یعزله
القاضی وفی خزانة المفتین اذا زرع القیم لنفسه یخرجه القاضی من یده قال البیری یوخذ من الاول
ان الناظر اذا امتنع من اعادة المکتب الموقوفة کان للقاضی عزله ومن الثانی لو سکن الناظر دار الوقف
ولو باجر المثل یعزله لانه نص فی خزانة الاکمل انه لا یجوز له السکنی ولو باجر المثل انتهی البتہ متولی کو تنخواہ اوسقدر
جو واقف نے مقرر کردی ہو اور اگر نہ مقرر ہو تو بقدر اجر مثل لینا درست ہے در مختار مین ہے لیس
للمتولی اخذ زیادة علی ما قرر له الواقف اصلا ویجب صرف جمیع ما یحصل من نماء وعوائد شرعیة وعرفیة
لمصارف الوقف الشرعیة اکمل من فتاوی المصنف قلت لکن سیجیء فی الوصایا وما مر ایضا ان للمتولی اجر مثل عمله
انتهی ملخصا واللہ اعلم حرره الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبه الجلی والخفی

استفتا ۱۱۷ کیا فرماتے ہین علماء دین و مفتیان شرع متین اس باب مین کہ اگر بنظر ترویح مصلین
اور زینت مساجد جسطرح سے کہ فرش عمدہ اور شامیانہ وغیرہ سے کیجاتی ہے موسم گرما مین فرشی پنکھا بھی
مسجدون مین لگایا جاوے اور اوقات مناسبہ پر اوسکا استعمال کیا جاوے فقط

هو المصوب مسجد مین پنکھا فرشی لگانا فی نفسہ مباح ہے کوئی ممانعت شرعیہ اسمین نہین ہے
اور نہ کوئی روایت فقہیہ معتبرہ اسمین نظر سے گذری البتہ ابن الحاج مالکی نے مدخل مین تحریر کیا ہے
ینبغی ان یتحفظ من هذه المراوح ان کان فی المسجد اذ انها بدعة وقد انکر مالک الاشیاء التی تتخذ

فی البیوت ان تعهد فی المساجد لانها لم تکن من فعل السلف وان کانت مباحة فی غیرہ انتہی لیکن
پر ظاہر ہی کہ اسکا بدعت شرعیہ جو موجب ضلالت ہے ہونا نہین صحیح ہے کیونکہ بدعت شرعیہ
عبادات مین ہوتی ہے نہ مباحات مین اسیوجہ سے طرق مباحہ ملبس ومسکن ومطعم وغیرہ مین
بالاتفاق باعث ضلالت نہین ہین گو مستحدثات سے ہون البتہ بدعت لغویہ وبدعت مباحہ ہی
پس بلحاظ کمال اتباع سلف صالح ترک اسکا اولی ہوگا اور ارتکاب اسکا موجب ضلالت یا کراہت
نہین ہوسکتا خصوصاً جبکہ مقصود اوس سے آرام دینا نمازیون کو اور راحت پہونچانا حاضرین
مجلس کو ہو فانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی اور کتب فقہیہ مین نظائر اسکے بہت موجود
ہین کہ ازمنہ سابقہ مین اونکا وجود نہ تھا مگر بسبب اغراض صالحہ کے حکم اوسکے جواز کا دیا گیا واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی — محمد عبد الحی ابو الحسنات

استفتا ما قولکم اس صورت مین کہ کسی بستی مین لوگ مقلدین وغیر مقلدین ایک مسجد مین
قدیم سے نماز پڑھا کرتے تھے اور چند مدت سے ماین دونون فریق کے فتنہ وفساد ہوا کرتا تھا کیونکہ
غیر مقلدین آمین بالجہر ورفع یدین وغیرہ کرتے ہین اور مقلدین اونکو مانع ہوتے ہین لہذا واسطے
رفع فساد کے غیر مقلدین نے دوسری مسجد جدید غیر محلہ مین بنانا شروع کی چارون طرف کی دیوارین
بنکے تیار ہوگئین اب صورت اوس مسجد جدید غیر مقلدین کی مسجد ضرار کے ساتھ لاحق ہوسکتی ہے
یا نہین اور توڑنا اور بانیون کو منع کرنا درست ہے یا نہین بینوا توجروا

ہو المصوب مسجد مذکور کو توڑنا اور اسکے بانیون کو بنا سے منع کرنا نہین درست ہے
اور یہ صورت مسجد ضرار کی نہین ہے بوجہ اسکے مقصود رفع فساد ہے اور اگر مقصود تفریق اور
فساد ہو تو وہ ضرار ہوتی ہے تفسیر احمدی مین ہے قال صاحب المدارک قیل کل مسجد بنی مباہاة
او ریاء او سمعة او لغرض سوی ابتغاء وجہ اللہ او بمال غیر طیب فہو لاحق بمسجد الضرار انتہی واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی — محمد عبد الحی ابو الحسنات

استفتا چہ میفرمایند علمای دین درین مسئلہ کہ در قریہ صغیر مسجدی قدیم است سکنای آن قریہ
علی الدوام باتفاق یکدیگر صوم وصلوة میکردند واقتدا بامام مسجد کہ از زمانہ دراز امامت میکرد
مینمودند بقاعدہ شرع انتشار بہ کہ میساختند امرای آن قریہ در آمدن جماعت تراویح

تکاسل میکردند لهذا هرگاه بعد از اذان تا زمانهٔ دراز که مقدارش یک رکعت تراویح یا دو
سیپاره باشد نرسیدند مقتدیان نماز را ادا کردند و برهمین منوال در عید و جمعه هم تکاسل مینمودند
آخرش تنازع تا بحدے رسید که آنها یک مسجد دیگر تیار بنمایند که آواز اذان این مسجد وآن مسجد
رود و اذان آن مسجد درین مسجد رسد پس درین حالت علمای این دیار و عوام مختلف شدند
کسی مسجد ضرار در تفریق مومنین قرار داد و بعضی در سبب منع اختلاف جماعت وکمی الفت قرار داده
مانع از طیارش شدند مسجد متنازع فیه اینقدر کهنه است که قابل مرمت است اگر اختلاف مشکنا
همین طور باند انهدام مسجد متصور است که آن کسان زیاده مقدرت دارند و دیگران بقدر حاجت
الغرض حالا حاجت مرمت دارد و مرمتش همیشه از چنده میشود و آن فرقه یعنی طیار کننده مسجد از جماعت
پنجگانه لقید صلوة بیرون اند گاه گاه خوانده بیاشند پس چگونه گفته شود که اوشان بباعث حرج
صلوة جماعت طیار ساختند و اکنون از تعصب نماز جمعه دوباره در مسجد نو بامامت خوانند و برے
ایذای مصلیان بشب جماعتی می آورند و مخفی داشتند که چون مصلیان از مسجد بیرون آیند
ضرب شدید داده شود و این فقط بمتابعت آوردن خود بود که امام مسجد در اوقات مقررهٔ معینه
نماز میکرد و همچنین اختلافات در نماز عیدین و جمعه و تراویح می شد که درین دیار درین جماعت نماز زمانه
خود را باعث تفاخر انکار ندو امام مسجد بمعیت غریبان و بعضے از خسته حالان که دوام بصلوة
پنجگانه اوقات را مصروف میداشتند و اوقات نماز را نگاه میداشتند و تاخیرش را ممنوع
میدانستند می خوانند المختصر حالات واقعیه نگاشته مردمان منتظر فتوای جناب اند اینکه بتفصیل تمام
در باب کراهت و عدم جواز هر دو جناب از حدیث و قرآن ثابت باشد تحریر فرمایند و امید که نقل عبارت
کتب در فتوی بشیر باشد چرا که درین قریه اهل فهم بشیر اند و جماعت کثیر و پنج چهار روسا و دو یک حاکم
دے بمافعت مسجد اند و بر کتب نظر هم دارند و نیز تحریر فرمایند که پس از تیاری مسجد که هنوز تمام نشده است
مقتدیان سابق مستحق گذاردن نماز درین مسجد کهنه خواهند شد یا در مسجد نو بینوا توجروا
هو المصوب هر مسجدی که بقصد تفریق جماعت مسجد قدیم طیار ساخته شود آن در حکم مسجد
ضرار خواهد شد در تفسیر کشاف و مدارک می نویسند قیل کل مسجد بنی مباهاة او ریاء او سمعة او لغرض
سوی ابتغاء وجه الله او بمال غیر طیب فهو لاحق بمسجد الضرار انتهی و در تفسیر کشاف می آرد عن عطاء

لما فتح الله الامصار علی يد عمر رضی الله عنه امر المسلمين ان يبنوا المساجد وان لا يتخذوا فی المدينة مسجدين
ايضا احمد بهما صاحبه انتهی و بر تقدير طياری مسجد جديد نماز در مسجد قديم افضل خواهد بود و در غنيه
شرح منيه مينويسد ذکر قاضيخان و صاحب خلاصة المفتی وغيرهما ان المقدم افضل و ان استويا فی القدم
فالاقرب افضل انتهی و بر جملهٔ اهل اسلام واجب است که در ادای نماز و اقامت جماعت مسجد اول
تکاسل را دفع سازند و مصداق اذا قاموا الی الصلوة قاموا کسالی نشوند والله اعلم حرره الراجی
عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی　　ابو الحسنات محمد عبد الحی

استفتا ۱۳۰ ما قولهم رحمهم الله تعالی شانه درصورتیکه چند اشخاص محله از محلات قریه مسجدے
بنظر ادای صلوۃ خمسه بجماعت فی المسجد از عذر عجز حاضری پنج وقته در مسجد دیگرے که از کثرت کار
دینی و دنیوی و ضعف و مخافت بیری حرمان از ثواب آن بود متصل با بیخ خویش بر شارع عام
بنا نمودند و ازان اضرار مسجد دیگر مقصود نیست و ساکنین جوار مسجد جدید دو قتا فوقتا در مسجد قدیم نماز
میگزارند و جوار جدید مسجد آن قدر راند که نماز بجماعت طولیه بتوان گزارد آرے در مسجد قدیم جماعت کثیره
بود و مسجد جدید جماعت قصیره پس درین حالت خاص بنای مسجد جدید جائز است یا نه و جماعتی از مسجد
قریه آن را مسجد ضرار میگویند و گمش [illegible] و استدلال از آیه شریفه والذین اتخذوا مسجدا ضرارا و کفرا
و تفریقا بين المؤمنين و ارصادا لمن حارب الله و رسوله من قبل و ليحلفن الخ میکنند پس استدلال ایشان
بر عدم ایش صحیح است یا نه و با نیان مسجد جدید را فی بها است و دریافت محمد [illegible] غیر مرضی او تعالی و تقدس
[illegible] ظاهر [illegible] الانبیاء [illegible] درین حالت بنای مسجد
[illegible] است یا نه و بعد [illegible] المسجد [illegible] مسجد قدیم است [illegible]
[illegible] والموفق للصواب بنای مسجد جدید درین صورت جائز است

[illegible] صلی الله علیه وسلم [illegible] عن عائشة رضی الله عنها قالت امر رسول الله
صلی الله علیه وسلم [illegible] رواه ابو داود و الترمذی و ابن ماجه [illegible]
[illegible] مسجد [illegible] قبیلها اگر [illegible]
[illegible] مسجد [illegible]

[illegible]

بنجو قد با بل ثواب فضیلت مسجد بنایش ابتغا لوجه الله و تاسیس علی التقوی خواهد بود
و جزای موعود را بانیش مستحق عن عثمان رض قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من بنی لله مسجدا
بنی الله له بیتا فی الجنة کسی که بنا کند برای خدا و طلب رضا و قصد عبادت وی تعالی مسجدی را بنا کند
خدای تعالی برای وی خانه در بهشت متفق علیه اشعة اللمعات اما استدلال بر ضراریت مسجد جدید از
آیهٔ کریمه یعنی والذین اتخذوا مسجدا ضرارا و کفرا و تفریقا الآیه اصلا صحیح نیست بیانش از تفاسیر انکه
قبل تشریف آوری حضرت نبوی صلی الله علیه وسلم در مدینه طیبه از مکه معظمه ابو عامر راهب که یکی از
اشراف قبیله خزرج بود و متدین بدین نصرانیت و ماهر علوم توراة و انجیل پیوسته نعت و صفت
سید عالم صلعم بر اهل مدینه میخواند چون آنحضرت صلعم بمدینه هجرت فرمود ارباب آن خطه شیفته جمال
و کمال وی صلی الله علیه وسلم شدند و از صحبت ابو عامر رمیدند و پروای او نکردند و ازین معنی تنزل
کبیر و نقص در کار وجاهت او افتاد و با وی علیه الصلوة والسلام ازین زوال وجاهت بغض و حسد
در دل گرفت و اتباع اهل آن خطه را با وی علیه الصلوة والسلام مانع آمد در آنوقت ارباب مدینه با وی
گفتند که قبل ازین واصف و مداح وی صلی الله علیه وسلم بودی ایدون این امتناع از اتباعش از چیست
برانجش میگفت که ممدوح و موصوف من شخص دیگر است و این مشابه آن است هر گاه وی صلی الله
علیه وسلم او را طلب نمود و دعوت اسلام کرد او راهب جاه خویش رو کرد و راه سرکشی و عداوت گرفت
و با وی صلی الله علیه وسلم گفت دینی که بر آن هستی آورده نیز است فرمود آنحضرت صلی الله علیه وسلم
دین ابراهیم حنیف آورده ام گفت من بر آنم فرمود صلی الله علیه وسلم تو بر آن نیستی ابو عامر گفت من
[illegible] صلی الله
علیه [illegible] کاذب را
[illegible] نام نهاد
[illegible] منافقین را
[illegible]
[illegible] منافقین
[illegible]

بن قشیر و عباد بن حنیف و ابو حبیبه ابن الازعر و نبتل بن الحارث و مجمع و بجاد انها مثال مسجدی در پهلوی
مسجد قبا ساختند و پیش سرور کائنات صلی الله علیه وسلم بحالیکه دریے ساز و سامان غزوه تبوک بودند
آمدند و خبر بنای مسجد داده عرضه دادند که ما یان مسجدی برای گذاردن نماز در شبی که سرد و بارشش در و باشد
و برای دیگر معذورین ساخته ایم نزد ما محبوب تر است اینکه بر ما یان گذر فرمائی و در آن مسجد با ما یان نماز
گذاری و دعای برکت برای ما یان کنی وی صلی الله علیه وسلم عذر تهیه سفر با وعده قدوم خویش حین مراجعت
از سفر تبوک بیان فرمود هرگاه حین مراجعت از تبوک در موضعی قریب مدینه مسمی بذی اوان نزول
اجلال فرمود منافقین حاضر آمدند و قدوم میمنت لزوم او صلی الله علیه وسلم خواستند
او صلی الله علیه وسلم قمیصے از خادمی بقصد ادای وعده خواست او تعالی آیتے نازل کرد
و خبر مسجد ضرار و غایتهای نبائش داد او صلی الله علیه وسلم مالک بن الدخشم و معن بن عدی و عامر بن السکن
و وحشی را خوانده فرمود که شما بسوی مسجد مذکور که اهل او ظالم اند بروید و او را هدم کنید و بسوزید ایشان
همچنان کردند و آن موضع از امر او صلی الله علیه وسلم کناسه جیف و نتن و قمامه گردید و آن ابو عامر فاسق در شام
تنهائی خانمان بمرد و این آیه این است والذین اتخذوا مسجدا ضرارا و کفرا و تفریقا بین المؤمنین و ارصادا
لمن حارب الله و رسوله من قبل و لیحلفن ان اردنا الا الحسنی والله یشهد انهم لکاذبون ترجمه از تفسیر کبیر
و جلالین و بغوی و جمل از آن ظالمان و مجبوط عملان و منافقان آنان اند که بنا کردند مسجدی را از برای
ضررسانی مومنین و برای تقویت کفر که در دل داشتند و برای تفرقه مومنین که موجب اختلاف و بطلان
الفت باهمی مسلمانان و خفت شریعت باشد و برای انتظار کسی که برای خدا و رسولش قبل اتخاذ
این مسجد محاربه و جنگ کرده بود و هر آینه سوگند بخورند که از بنای آن مسجد جز فعل حسن یعنی رفق با مسلمانان
و توسع بر ضعیفان و عجز آمدن از رفتن مسجد قبا مراد ما یان نیست والله شهادت میدهد که بے شبهه
ایشان در قول خود با کاذب اند و دروغ گو اند و امام رازی علیه الرحمه در تفسیر خود میفرمایند قال الواحدی
قال ابن عباس و مجاهد و قتادة و عامة اهل التفسیر رضی الله عنهم الذین اتخذوا مسجدا ضرارا کانوا
اثنی عشر رجلا من المنافقین بنوا مسجد الضرار و ان مسجد قبا و اقول انه تعالی وصفه بصفات اربع
الاولی ضرارا والضرار محاولة الضر کما ان الشقاق محاولة ما یشق و قال الزجاج و انتصب قوله ضرارا
لانه مفعول له والمعنی اتخذوه للضرار و لسائر الامور المذکورة بعده فلما حذفت اللام اقتضاه الفعل

فنصب قال وجائز ان یکون مصدرا محمولا علی المعنی والتقدیر اتخذوا مسجدا ضروا بضرارا والصفة
الثانیة قوله وکفرا قال ابن عباس رضی الله عنهما یرید به ضرارا للمؤمنین وکفرا بالنبی علیه السلام وبما جاء
به وقال غیره اتخذوه لیکفروا فیه بالطعن علی النبی علیه السلام والاسلام الصفة الثالثة قوله وتفریقا
بین المؤمنین ای یفرقون بواسطته جماعة المؤمنین وذلک لان المنافقین قالوا نبنی مسجدا فنصلی فیه ولا نصلی
خلف محمد فان اتانا فیصلینا معه وفرقنا بینه وبین الذین یصلون فی مسجده فیؤدی ذلک الی اختلاف
الکلمة وبطلان الالفة انتهی بقدر الضرورة ترجمه گفت واحدی که فرمودند ابن عباس ومجاهد وقتاده
وعامه اهل تفسیر رضی الله عنهم آنانکه مسجدی برای ضرار ساخته بودند دوازده نفر منافقین بودند که
از بنائش ضرر مسجد قبا مقصود داشتند وبحسن میگوییم که او تعالی او را باوصاف اربعه موصوف
ساخته اولی از انها ضرار است وگفت زجاج که قوله ضرارا مفعول له است وازین سبب منصوب ومعنی
آن ساختند ایشان آن مسجد برای قصد وخواهش ضرر وغیره وصفت ثانیه قوله وکفرا است گفت
ابن عباس رضی الله عنهما مراد ازان ضرار مومنین است وکفر بنبی علیه السلام وبانچه آورده شد از او تعالی
وغیر ابن عباس گفت ساختند ایشان او را تا که دران طعن بر نبی صلی الله علیه وسلم کنند وصفت
ثالثه قوله وتفریقا بین المؤمنین ای تفرقه میکنند بواسطه آن در جماعت مومنین زیراکه منافقین میگفتند
بنا میکنیم مسجد را پس دران نماز ادا خواهیم کرد وخلف نبی صلی الله علیه وسلم ادا نخواهیم کرد پس اگر آمد دران
نماز خواهیم خواند وتفرقه خواهیم انداخت درمیان نبی وآنانکه صلوة میگذارند در مسجدوی پس این امر
موذی وموجب خواهد شد بسوی اختلاف کلمه وبطلان الفت باهمی ایشان انتهی بقدر الضرورة
پس درپرده مباد که مسجد ضرار از امر ابو عامر راهب منافقین تیار کرده بودند وغایات بنائش چهار امر
او تعالی بیان فرمود وحکمش عدم قیام صلوة است چنانچه از قول پاک او تعالی لا تقم فیه ابدا ظاهر است

قال ابن عباس رضی الله عنهما لا تصل فیه منع الله تعالی نبیه صلی الله علیه وسلم ان یصلی فی مسجد الضرار
بغوی گفت ابن عباس رضی الله عنهما نماز مگذار دران او تعالی وتقدس منع کرده نبی خود را از
نماز گذاردن مسجد ضرار که بعد احراق وهدم آن موضع کناسه گردانیده شد چنانکه سابقا بیان کرده شد

قال فیه روی انه لما کان انصرف رسول الله صلی الله علیه وسلم من تبوک ونزل بذی اوان موضع قریب
من المدینة اتوه فسألوه اتیان مسجدهم فدعا بقمیصه لیلبسه فیاتیهم فنزل علیه القرآن واخبره الله تعالی

خبر مسجد الضرار وما هموا به فدعا رسول الله صلى الله عليه وسلم مالك بن الدخشم ومعن بن عدي وعامر بن
السكن ووحشيا قاتل حمزة وقال لهم انطلقوا الى هذا المسجد الظالم اهله فاهدموه واحرقوه فخرجوا سراعا حتى اتوا
بني سالم بن عوف وهم رهط مالك بن الدخشم فقال مالك انظروني حتى اخرج اليكم بنار من اهلي
فاخذ سعفا من النخل فاشعل فيه نارا ثم خرجوا يشتدون حتى دخلوا المسجد وفيه اهله فحرقوه وهدموه وتفرق عنه
اهله وامر النبي صلى الله عليه وسلم ان يتخذ ذلك كناسة تلقى فيها الجيف والنتن والقمامة انتهى بقدر الضرورة
پس درین حالت استدلال ازین آیه بر ضراریتش و اجرای حکم آن بر این مسجد جدید درست نباشد زیرا که
صفت اول مسجد ضرار ضرر رسانی بمومنین است که بوجه عداوت ایمانی و مخالفت الله و رسولش
مقصود منافقین بود چنانچه از سباق و سیاق واضح است و مسجد مندرجه سوال ازین صفت دور و بر
کناره است بلکه در سوال نفی مطلق ضرر رسانی مندرج است اما صفت ثانیه و صفت ثالثه
یعنی کفر بنبی و طعن بروی و تفریق جماعت مومنین که غایت آن اختلاف کلمه و خفت شریعت
و فقدان الفت باهمی بود چنانکه از تفسیر کبیر ظاهر گردید در آن مسجد جدید وجود نیست زیرا که بانیین
آن ظاهرا متحلی بشعار اسلامی اند و باعث بنای مسجد جدید تنگی جا است نه تفرقه در مسجد قدیم از جهت
مخالفت بوجه بعد مسجد قدیم تا چهار صد قدم است بالآخر مطلق تفریق از مسجد جدید مفقود است
چه جای تفریق خاص مذکوره که منافی شان اسلام است بهر کیف هیچ یکی از صفات اربعه متحقق بنا مسجد
جدید نیست پس حکم مسجد ضرار بر آن اصلا جاری نمی توان شد آری اگر از بنای مسجد جدید ضرر و تخریب
مسجد قدیم باشد بهر آینه بنا اش منهی عنه باشد قال البغوی و قال عطاء لما فتح الله على عمر الامصار
امر المسلمين ان يبنوا المساجد وامرهم ان لا يبنوا في مدينتهم مسجدين يضار احدهما الآخر یعنی هرگاه بر عمر
رضی الله عنه دیار و امصار فتح گردید امر بنای مسجدها فرمودند و منع فرمودند از بنای مسجدی که موجب
ضرر مسجد دیگر باشد و نیز از آیه مذکوره مفهوم می شود که اگر مسجدی بغرض رفق با مسلمانان و توسع
بر ضعیفان و بر بنای تجز آمدن و قس مسجدی دیگر بنا کرده شود جائز باشد کما لا یخفی والله اعلم
بالصواب واليه المرجع والمآب حرره عبده الاواه محمد فدا حسين الرضوي الحنفي عفا عنه ربه القوي
صح الجواب هر مسجدی که بقصد اضرار و تفریق جماعت بنا شود مساوی مسجد ضرار در حکم خواهد شد
در مدارک و کشاف می نویسد كل مسجد بني مباهاة او رياء و سمعة او لغرض سوى ابتغاء وجه

او بمال غیر طیب فهو لاحق بمسجد الضرار انتهی و در کشاف می نویسد و ملک فتح الله الامصار علی عمر امر
المسلمین ان یبنوا المساجد وان لا یتخذوا فی المدینة مسجدین یضار احدهما صاحبه انتهی و هر مسجدیکه چنان بنا شد
در حکم مسجد ضرار نخواهد بود والله اعلم حرره الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی

استفتا ۱۲۱ چه میفرمایند علماء دین اندرین مسئله که شخصے برای رضامندی غیر الله مسجدے
بنا نموده حکم آن مسجد چیست و امر گذاردن نماز دران چگونه بینوا توجروا

هو المصوب هیچو مسجد حکم مسجد شرعی نخواهد یافت و از ادا کردن نماز دران ثواب ادا در مسجد نخواهد شد
در تفسیر کشاف و مدارک در تحت مسجد ضرار مرقوم است قیل کل مسجد بنی مباهاة او ریاء و سمعة او لغرض
سوی ابتغاء وجه الله او بمال غیر طیب فهو لاحق بمسجد الضرار انتهی و در واقعات صدر شهید مسطور است
بنی مسجد اعلی سور المدینة لا ینبغی ان یصلی فیه لانه حق العامة فلم یخلص لله تعالی کالمبنی فی ارض مغصوبة
انتهی والله اعلم حرره الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی

استفتا ۱۲۲ بسم الله الرحمن الرحیم کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ مسجد کے
نیچے دوکانین بنوانا اس طور پر کہ مسجد چھت پر او رنیچے اوسکے خلا رکھکے دوکانین بنوانا اور اوسکو
مسجد پر وقف کر دینا اس غرض سے کہ اوسکے کرایہ سے مسجد کا صرف ہو درست ہے یا نہین اور
ایسی صورت مین مسجد کی مسجدیت مین کچھہ خلل ہوگا یا نہین اور فقہا کے اس کلام سے کہ مسجد مین
ضرور ہے کہ تحت و فوق اوسکے سب مسجد ہی ہو کیا مراد ہے بینوا توجروا

هو المصوب مخفی نرہے کہ یہ قول فقہا کا کہ شرط کونہ مسجدا ان یکون سفلہ و علوہ مسجدا
لینقطع حق العبد عنہ جیسا کہ بحر رائق وغیرہ مین ہے اس سے یہ غرض نہین کہ سفل و علو کا حقیقۃ
بجمیع الوجوہ مسجد ہونا اس طور پر کہ جمیع احکام مسجد کے اوسپر مترتب ہون جیسے حرمت دخول
جنب و حائض وغیرہ ضروری ہے اور بدون اسکے مسجد مسجد نہوگی بلکہ غرض یہ ہے کہ سفل و علو
دونون کا حقوق عباد و املاک سے منقطع ہونا ضروری ہے اگر سفل یا علو کسی کے ملک مین رہیگا
البتہ مسجد کی مسجدیت مین تخلل ہوگا پس اگر سفل و علو وقف مسجد کے متعلقات پر کر دیے جاوین
حق العبد اوس سے منقطع ہو جاویگا اور مسجد کی مسجدیت مین خلل نہ واقع ہوگا شاہد اسکی یہ عبارت
[illegible]

وسط داره مسجدا واذن بالناس بالدخول فیه یجوز بیعه ویورث عنه لانه لم یخلص لله تعالى لبقاء حق العبد فيه
والمسجد لا يكون الا خالصا لله تعالى لكونه مع بقاء حق العبد في سفله او علاه او في جوانبه محيطا به لا يتحقق
التخليص كما اذا كان السفل او العلو مسجدا فلان لصاحب العلو حقا في السفل حتى لا يكون لصاحب السفل ان يحدث
فيه شيئا من غير رضى صاحب العلو واما اذا جعل العلو مسجدا فلان ارض العلو ملك لصاحب السفل وليس له
التصرفات من غير رضى صاحب السفل كالبناء وغيره بخلاف مسجد بيت المقدس فان السرداب فيه ليس مملوكا لاحد
بل هو لمصالح المسلمين حتى لو كان غيره مثله نقول بانه مسجد واما اذا اتخذ وسط داره مسجدا فلان ملكه محيط بجوانبه
وكان له حق المنع من الدخول في مسجده من شرطه ان لا يكون لاحد فيه حق المنع انتهى اور عینی کی شرح کنز میں ہے فان
قلت مسجد بيت المقدس تحته سرداب قلت السرداب فيه ليس مملوكا لاحد بل هو لمصالح المسجد حتى لو كان غيره مثله
القول بانه مسجد انتهى اور شامی اسپر عبارت در مختار کے لو بنى بيتا فوقه للامام لا يضر لانه من المصالح اما لو تمت
المسجدية ثم اراد البناء منع ولو قال عنيت ذلك لم يصدق انتهى اور رد المحتار میں ہے يؤخذ من التعليل ان محل
عدم كونه مسجدا فيما اذا لم يكن وقفا على مصالح المسجد وبه صرح في الاسعاف فقال واذا كان السرداب او العلو لمصالح
المسجد او كانا وقفا عليه صار مسجدا انتهى ان عبارات سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ زیر مسجد اگر خلا ہو یا
دکانیں ہوں اور وہ مسجد کے مصالح کیواسطے وقف ہوں تو اوسکی مسجدیت میں خلل نہوگا اور مؤید
اسکی عبارت رد المحتار کی ہے یعنی قوله لو اتفق تحته بيتا للخلاء هل يجوز كما في مسجد محلة الشحم في دمشق
لم اره صريحا نعم سيأتي متنا في كتاب الوقف انه لو جعل تحته سردابا لمصالحه جاز انتهى اور استناد کرنا
باب [illegible] دکانیں ہیں ساتھ اس عبارت در مختار کے ولا يجوز اخذ الاجرة منه ولا ان يجعل شيئا منه
مستغلا ولا سكنى بزازية انتهى باطل ہے اسوجہ سے کہ غرض اس عبارت سے یہ ہے کہ نفس مسجد کے
کسی قطعہ کو کرایہ پر دینا اور اوسکو مسکن بنانا نہیں درست ہے چنانچہ کلمہ منه کا اسپر دلالت کر رہا ہے
اور یہ امر ما نحن فیہ سے علیحدہ ہے کیونکہ ما نحن فیہ میں نفس مسجد کے کسی جزو کو کرایہ پر دینا نہیں ہے
بلکہ دکانیں زیر مسجد مسجد سے خارج اوسکی مصالح کیواسطے بنائی گئی ہیں پس اوسکو کرایہ پر دینا بلا تردد
درست ہوگا کیونکہ واقف و بانی مسجد نے اوسکو مسجد سے خارج رکھا ہے مگر چونکہ مسجد پر وقف کر دیا گیا
اسوجہ سے مسجد کی مسجدیت میں خلل نہوگا اور یہ خیال کہ زیر مسجد خلا اسباب مسجد کے رکھنے کی غرض سے
درست ہے اور کرایہ پر دینا نہیں درست خیال خام ہے کیونکہ اسعاف وغیرہ کی عبارت یوں واقع ہے

اذا کان السرداب للعلو لمصالح المسجد او کان وقفا علیہ صار مسجدا انتہی اور ہمین او کان وقفا
علیہ کو لمصالح المسجد کی صورت پر بحرف او معطوف کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
تہخانہ اور بالاخانہ کا مصالح مسجد کیواسطے بنوایا جانا اور صورت ہے اور اون دونوں کا مسجد پر
وقف کیا جانا اور صورت ہے اور دونوں صورتوں مین مسجد کی مسجدیت مین خلل ہوگا بنا علیہ
جب دکانین زیر مسجد بہ نیت وقف علی المسجد بنوائی جاوین اونکو کرایہ پر دینا درست ہوگا اور
بسبب اسکے کہ وہ خلا و دکانین ملک بنی آدم سے خارج ہو گئین اوس سے علو کی مسجدیت مین خلل بھی نہ
ہوگا اگر یہ شبہ ہووے کہ مسجد کے نیچے دکان بنانے سے اور اوسمین کرایہ دار رکھنے سے
مسجد کی حرمت مین خلل آتا ہے اور یہ ناجائز ہے باقتضاء اس عبارت عالمگیریہ کے قیم المسجد
لا یجوز لہ ان یبنی حوانیت فی حد المسجد او فی فنائہ لان المسجد اذا جعل حانوتا و مسکنا تسقط حرمتہ
وہذا لا یجوز والفناء تبع للمسجد فیکون حکمہ حکم المسجد کذا فی محیط السرخسی انتہی اور اسیطرح سے اور
کتب معتبرہ مین بھی موجود ہے ذخیرہ مین ہے قیم المسجد اذا اراد ان یبنی حوانیت فی حد المسجد
او فی فنائہ لا یجوز اما المسجد فلانہ اذا جعل المسجد مسکنا تسقط حرمۃ المسجد و اما الفناء فلانہ تبع للمسجد
انتہی اور حمادیہ مین ہے لو قیم المسجد اراد ان یبنی حوانیت فی حریم المسجد و فنائہ قال الفقیہ ابو اللیث
لا یجوز ان یجعل شیئا من المسجد مسکنا و مستغلا انتہی ایسی فتاوی قاضیخان وغیرہ مین ہے
تو جواب ہو سکتا یہ ہے کہ ان عبارات سے ممانعت دوکان بنانے کی نفس مسجد اور اوسکی حریم اور
فنا مین ثابت ہوتی ہے نہ ممانعت بناء دوکان کی زیر مسجد ظاہر ہے کہ زیر مسجد نہ تو حقیقۃ مسجد
خصوصا جبکہ بانی مسجد نے اوسکے نیچے خلا رکھی ہو اور اوسکو وقف علی المسجد کیا ہو کیونکہ وقف علی المسجد
اور شئی ہے اور مسجد اور شئی ہے اور نہ وہ فناء مسجد ہے کہ جسکا حکم مثل مسجد کے عزت اور حرمت مین
ہو اسوجہ سے کہ تعریف فناء مسجد کی اوسپر صادق نہین آتی ہے رد المحتار مین ہے قولہ الفناء مسجد ہو
المکان المتصل بہ لیس بینہ و بینہ طریق انتہی اور اگر ایسے ہی اعتبار عزت و حرمت کا کیا جاوے
اور اوسپر عدم جواز کا فتوی دیا جاوے تو لازم آتا ہے کہ اگر مسجد کے نیچے خلا نہو بلکہ متصل مسجد دوکانین
بنوائی جاوین تو وہ بھی ناجائز ہون و ہذا لم یقل بہ احد من المتبحرین المعتبرین اور یہ گمان کہ اگر نیچے
مسجد کے دوکان بنانا اور کرایہ دار رکھنا جائز ہو تو لا محالہ اوسجگہ بول و براز و جماع بھی درست ہوگا

حالانکہ یہ امور مسجد کے نیچے اور اوپر جائز نہین در مختار مین ہے کرہ تحریما الوطی فوقہ والبول والتغوط لانہ مسجد الی عنان السماء انتہی اور رد المحتار مین ہے وکذا الی تحت الثری کما فی البیری عن الاسبیجابی انتہی گمان باطل ہے اسوجہ سے کہ یہ حکم اوسوقت ہے جب زیر مسجد و بالای مسجد بانی مسجد نے کوئی مقام خارج از مسجد وقف علی المسجد نکیا ہو ایسے ہی عبارت مین فقہا لکھتے ہین کہ مسجد کے فوق و تحت آسمان و ثری تک سب حکم مسجد مین ہے نہ ہر صورت مین عبارت سابقہ در مختار سے واضح ہے کہ مسجد کے اوپر اگر بانی مسجد نے کوئی مکان امام کے رہنے کے واسطے بنایا تو درست ہے حالانکہ نفس مسجد کو مسکن بنانا بالاتفاق نہین درست ہے پس اگر یہ حکم کہ مسجد کا فوق و تحت سب مسجد ہے ہر صورت مین ہوتا امام کے رہنے کے واسطے بالاخانہ مسجد کے اوپر بنانا اور اوسمین امام صاحب کا رہنا کسی طرح سے جائز نہوتا واللہ اعلم وعلمہ احکم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

استفتا ۱۲۲ ۱۷ چہ میفرمایند علمای دین و مفتیان شرع متین درین مسئلہ کہ یک مسجد منہدم و مسمار بدون مسقف در صحرا مقبرہ واقع ہست دگر ہی آن مسجد چنان بلند ست کہ بدون زینہ کسی بران رفتن نمی تواند و زینہ ندارد و مسکن وحوش ہست و این مسجد چنان مسجد ست کہ مردمان بطریق رواج در مقبرہ تعمیر می سازند و در مسجد مذکور قبر نیست اگر کسی خواہد کہ خشتہای مسجد مذکور گرفتہ در مسجد یکہ نماز می شود صرف کند شرعا جائز است یا نہ

ہو المصوب اگر احتمال ضائع شدن اسباب و عمارت آن مسجد باشد در نقل اسباب آن در مسجد دیگر مضائقہ نیست و اگر احتمال ضائع شدن نباشد ہمچنان کہ ہست گذاشتہ شود و خشتہا و غیرہ نقل نکردہ شوند واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

استفتا ۱۲۳ ۱۸ کیا فرماتے ہین علماء دین اس باب مین کہ عوام لوگ یہ بات کہتے ہین کہ ایک مسجد سے دوسری مسجد تک اتنا تفاوت ہونا چاہیے کہ ایک مسجد کی اذان کی آواز دوسری مسجد تک نہ پہونچے اور ایک محلہ مین دو مسجدین نہون

ہو المصوب یہ کلام عوام کا ہے کتب معتمدہ مین اسکا نشان نہین ہے ہان قریب ایک مسجد سے دوسری مسجد بنانا اس غرض سے کہ اول کی جماعت مین خلل ہو جائے نہین درست ہے

تفسیر کشاف میں ہے عن عطاء لما فتح اللہ الامصار علی ید عمر رض امر المسلمین ان یبنوا المساجد وان
لا یتخذوا فی المدینۃ مسجدین یضار احدہما صاحبہ انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات
محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی (محمد عبد الحی ابو الحسنات)

۱۲۵ ۱۹ **استفتا** شخصے کہ دائما سود خورد بہم باغ و چاہ تیار کنانید پس نماز خواندن و آب چاہ
مذکور نوشیدن و ثمر باغ خوردن جائز است یا ممنوع

ہو المصوب مکروہ است واللہ اعلم حررہ محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ

۱۲۶ ۲۰ **استفتا** شخصی از کفار بسبب مکر و فساد گرفتہ و زدیدہ نصف مسجد تیار کنانیدہ
بلکہ ای سمت راہی گردیدہ و تا اینہم مسجد مذکور افتادہ است پس درین وجہ تمام و کمال
تیار کنانیدن درست ست یا نہ ہرچہ باشد تحریر فرمایند

ہو المصوب بلہ واللہ اعلم حررہ محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ

۱۲۷ ۲۱ **استفتا** اگر کسے مسجد یا مکان مقدس را بشکند در حق او چہ حکم است

ہو الموفق حق تعالی در کلام خود چنین کس را ظالم گفتہ در دنیا خواری و در آخرت وعدہ
عذاب عظیم فرمودہ کما فی قولہ تعالی وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْہَا اسْمُہٗ الآیۃ
واللہ اعلم نمقہ خادم اولیاء اللہ الصمد علی محمد غفر لہ اللہ الاحد

فی الواقع خراب کردن مسجد گناہ کبیرہ ایست از کبائر مرتکب آن ظالم و فاسق خواہد
و توبہ برو لازم واللہ اعلم حررہ محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ

۱۲۸ ۲۲ **استفتا** کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ زید نے
کہا کہ میں ایک مسجد بناتا ہوں اور کچھ روپیہ لاکر اوسنے رکھدیا عمرو نے کہا میں بھی شریک
ہوتا ہوں عمرو نے بھی کچھ روپیہ لاکر رکھدیا ابتداءً دونوں نے باتفاق و بخلوص نیت
بجماعت مسلمین اقرار کیا اور کہا کہ یہ روپیہ ہمنے واسطے اللہ کے دیدیا ہے اسکے بعد مسجد کی نیو بھی
پڑی اب زید براہ بخل اپنے قول سے منحرف ہوکے کہتا ہے کہ میرا روپیہ مجکو پھیر دو کیونکہ عمرو نے تو
اپنی دوکان کے سامنے مسجد کی بنا ڈالی ہے اور تعمیر کرتا ہے اس جگہہ میں میں شریک نہونگا اگر
اور مسجد بنائی جائے تو میں شریک ہوں عمرو یہ کہتا ہے کہ مجکو اتنا عذر نہیں کہ میں اکیلا مسجد بنا دون

پس تحریر فرمائیے کہ اس صورت میں زید کا روپیہ واپس دیا جائے یا نہیں ؟

ہو المصوب جو روپیہ اللہ جل شانہ کے نام پر نکالا ہے اوسکو واپس کرنا نہ چاہیے واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی | محمد عبد الحی ابو الحسنات

اصاب المجیب حررہ اضعف عباد اللہ محمد فضل اللہ عفی عنہ

کتاب الصلوۃ

استفتا ما تقولون یا ایہا العلماء اندرین مسئلہ که درین زمان حفاظ قرآن در ماہ مبارک رمضان در یک شب بالکل قرآن شریف را من اولہ الی آخرہ میخوانند و درین شب اہتمام فرش و فروش و چراغ و فانوس می سازند حتی کہ بحد اسراف می رسانند و این قدر در خواندن سرعت میکنند کہ بجز یک آواز چیزے دیگر بفہم نمی آید و با وجود این سرعت در قرأت خود لفظ خورا نمی بینند این ہمہ از شرع ثابت ست یا نہ

ہو المصوب ختم کردن تمام قرآن در نماز تراویح در یک شب در قرون ثلثہ نبود و نزد فقہاء و جملہ فقہاء ہمین قدر می نویسند کہ الختم مرة سنة والاثنان فضیلة والثلثة افضل و ختم شبینہ کہ مروج فی زماننا است بر سامعین گران و بار می شود و بعض سامعین بنظر طلب صاحب خانہ می آیند و بعضے بنظر آمدن ہمنشینان و کسی نیست کہ بطیب خاطر تمام قرآن در یک شب بگوش دل سماعت کند الا ما شاء اللہ و این امر موجب کراہت ست فقہا تصریح این امر جا بجا می سازند در اختیار می آرد الافضل فی التراویح فی زماننا قدر ما لا یثقل علیہم انتہی و علامہ زاہدی در رسالہ فضائل رمضان می نویسد افتی ابو الفضل الکرمانی انہ اذا قرء الفاتحة وآیة وآیتین لا یکرہ و من لم یکن عالما باہل زمانہ فہو جاہل انتہی و ہمچنین ست در بحر الرائق و غیرہ علاوہ برین حفاظ کہ ختم شبینہ میکنند این چنین عجلت میسازند کہ در حرکات و حروف خللے واقع می شود و ہمین سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم از ختم قرآن در کم از سہ روز منع فرمودند چنانچہ ابو داود از عبد اللہ بن عمر رض روایت میکند قال قال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقرء القرآن فی شہر قال انی اجد قوة قال اقرء فی عشرین قال انی اجد قوة قال اقرء فی خمس عشرة قال انی اجد قوة قال اقرء فی عشر قال انی اجد قوة قال اقرء فی سبع ولا تزید علی ذلک و در روایت دیگر می آرد عن عبد اللہ بن عمر رض قال قال رسول اللہ صلعم لا یفقہ

در شعبان [illegible] ہجری رسالہ محمد عبد اللہ از مدرسۂ سعدیہ موضع ریل گنج ضلع چھپرہ ضلع سارن

القرآن من قرء في اقل من ثلاث پس ازین روایت صاف واضح که ختم بعجلت کردن در شرع شریف منهی عنه است وخالی از کراهت نیست الحاصل ختم شبینه فی نفسه امریست مستحسن لیکن چون فی زماننا موجب کراهت مقتدیان وعجلت در قرأت قاریان که هر دو امر موجب کراهت این فعل اند می شود خالی از کراهت نخواهد بود آری اگر شخصی قاری جید بدست آید که بر ختم شبینه بطوری که در شرع شریف مشروع است قادر باشد یعنی حروف وحرکات را کما حقه ادا سازد و قواعد تجوید ضروریه هم بلحاظ دارد وسامعین هم بطیب خاطر بر شنیدن ختم یک شبی مستعد باشند وهرگز در دل شان باری نرسد درین صورت ختم شبینه امریست موجب ثواب واگرچه وجود این هم در خیر القرون نبود لیکن احداث آن از قبیل بدعات حسنه است مثل بنای مدارس وغیره خواهد بود وامام غزالی از بسیاری از زهاد نقل بیاورند که اوشان در هر روز یک ختم می ساختند وازامام ابی حنیفه منقول ست که ایشان در ماه رمضان هر روز یک ختم وبه هر شب یک ختم خارج از تراویح می ساختند لیکن مخفی نیست که این حضرات در ختم لحاظ امور مذکورة الصدر می داشتند وامری موجب کراهت از ایشان صادر نمی شد کسی که اقتدای کامل بایشان نماید ماجور خواهد شد فنعم المقتدی ونعم المقتدی هذا ما عندی والعلم عند عالم السر الخفی والجلی کتبه محمد عبد الحی عفا الله عنه الجواب صحیح | محمد نور حسین |

استفتا چه میفرمایند علماء دین ومفتیان شرع متین اندرین مسئله که نماز گذاردن در مقبره جائز است یا نه بینوا توجروا

هو المصوب نماز اندرون مقبره شرک خفی ست خالی از کراهت نیست کما وجد فی حجة الله البالغة قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم الارض کلها مسجد الا المقبرة اقول الحکمة فی النهی عن المقبرة الاحتراز عن ان یتخذ قبور الاحبار والرهبان مساجد بان یسجد لها کالاوثان وهو الشرک الجلی او یتقرب الی الله بالصلوة فی تلک المقابر وهو الشرک الخفی انتهی حرره محمد لعمان الحق عفی عنه

الجواب صحیح حرره محمد امان الحق عفی عنه در غنیة المستملی شرح منیة المصلی می آرد والکراهة لقول رسول الله صلی الله علیه وسلم سبع مواطن لا تجوز الصلوة فیها ظهر بیت الله والمقبرة الحدیث والمراد بعدم الجواز الکراهة فی غیر ظهر البیت بالاجماع فکذا فیه والله اعلم کتبه ابو الاحیاء محمد نعیم غفر له العلی الرب الحکیم

هو الموفق تفصیل اجمال مذکور بر هر صغیر وکبیر مبین گردد وحق ظاهر شود وعبارت دستخط بالا

مجمل نافهمان را در خدشه می اندازد و چونکه عبارت کتب که تحریر می سازم خود مصرح اند لهذا تفصیلش در عبارت خود نمی نمایم محقق دهلوی در اشعة اللمعات و مدارج النبوة افاده می فرمایند و از انجمله آنست که پیش از وفات پنج روز فرمودند صلی الله علیه وآله وسلم بدانید و آگاه باشید که پیش از شما جماعتی بودند که قبور انبیا و صلحا را مساجد ساختند و در روایتی آمد که فرمود لعن الله الیهود والنصاری اتخذوا قبور انبیائهم مساجد و در روایتی آنکه فرمود بار خدایا قبر مرا بعد از من بت مگردان سخت باد غضب خدای تعالی بر قومیکه گرفتند قبور انبیای خود را مساجد بدرستیکه من از شما نهی ازان می سازم تفصیل کلام اینجا اینست که مراد از اتخاذ قبور مساجد سجده کردن ست بجانب قبور و این هر دو طریق متصور است یکی آنکه سجده بقبور برند و مقصود عبادت آن دانند چنانکه بت پرستان می پرستند دوم آنکه مقصود و منظور عبادت مولی دارند ولیکن اعتقاد کنند که توجه بقبور شان در نماز و عبادت حق موجب قرب و رضای حق ست و موقع عظیم ست نزد حق تعالی از جهت اشتمال وی مبالغه در تعظیم انبیا و این هر دو طریق نامرضی و نامشروع است اول خود شرک جلی و کفر صریح است و ثانی نیز حرام ست و ممنوع از جهت اشتمال بر شرک خفی و بر هر تقدیر موجب لعن ست و نماز گزاردن بجانب قبر نبی یا مرد صالح بقصد تبرک و تعظیم حرام است و هیچکس را از علما درین خلاف نیست اما اگر جنب شان مسجدی بنا کنند یا نمازی گذارند تا برکت روحانیت شان عبادت قبول سازد و ذکر بهذا کله ابن حجر فی شرح المشکوة دیگر آنکه بعضے مردم منع میکنند مطلقا نظر بر ظاهر حدیث و بعض میگویند که اگر خاک پاک باشد از ریم و خون و نجاسات که جدا گردد از اموات جائز باشد و هو المختار انتهی و در غنیة المستملی می آرد لا باس بالصلوة فی المقبرة اذا کان فیها موضع اعد للصلوة ولیس فیه قبر و نحوه لان الکراهة معللة بالتشبیه باهل الکتاب و هو منتف فی ما کان علی الصفة المذکورة انتهی وقال العلامة الشیخ احمد الطحطاوی فی حاشیته علی مراقی الفلاح قوله فی المقبرة بتثلیث الباء لانه تشبه بالیهود والنصاری قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لعنة الله علی الیهود والنصاری اتخذوا قبور انبیائهم مساجد وسواء کانت فوقه او خلفه او تحت ما هو واقف ویستثنی مقابر الانبیاء فلا تکره الصلوة فیها مطلقا می نوشته کانت اولا لبعدان لا یکون القبر فی جهة القبلة لانهم احیاء فی قبورهم الا تری ان مرقد اسمعیل فی الحجر تحت المیزاب وان بین الحجر الاسود و زمزم قبر سبعین نبیا ثم ان ذلک المسجد افضل ما یتحری للصلوة بخلاف مقابر غیرهم افاده فی شرح المشکوة و فی زاد الفقیر و تکره الصلوة

فی المقبرة الا ان یکون فیہا موضع اعد للصلوٰۃ لا نجاسۃ فیہ ولا قذر فیہ قال الحلبی لان الکراہۃ معللۃ
بالتشبہ وہو منتف ج وفی القہستانی عن جنائز المضمرات لا تکرہ الصلوٰۃ الی جہۃ القبر الا اذا کان بین
یدیہ بحیث لو صلی صلوٰۃ الخاشعین وقع بصرہ علیہ انتہی وفی العالمگیریۃ ان کانت القبور ما وراء المصلی
لا یکرہ فانہ ان کان بینہ وبین القبر مقدار ما لو کان فی الصلوٰۃ ویمر انسان لم یکرہ انتہی واللہ اعلم

نمقہ خادم اولیاء اللہ الصمد علی محمد غفر لہ اللہ الاحد

ہو المصوب نماز گذاردن در مقبرہ را چند صورت است یکی اینکہ قبور را قبلہ خود گرداند
و توجہ بسوی اہل قبور نماید و این شرک جلی است دوم اینکہ قبور را کندہ ساختہ مسجدی برآنہا
بنا سازد و دران نماز گذارد و این حرام است علی قاری در شرح مشکوٰۃ می نویسد انما حرم اتخاذ
المسجد علیہا لان فیہا استنانا بسنۃ الیہود قالہ ابن مالک وقید علیہا یفید ان اتخاذ المسجد بجنبہا
لا باس بہ انتہی سوم اینکہ قبور را اگرچہ قبلہ خود نہ گرداند مگر قبور روبروی او شوند درین صورت
اگر درانجا کدامی فاصل نیست نماز مکروہ است والا فلا و ہمچنین اگر قبور بجنب یسار یا یمین باشند
زیلعی می آرد و یکرہ الصلوٰۃ الی القبور و بین القبور انتہی و در خزانۃ الروایۃ می نویسد فی مفید المستفید
من الحاوی سئل ابو نصر عن ذلک فقال ان کان القبر وراء المصلی لا یکرہ فانہ ان کان بینہ و بین القبور
مقدار ما لو مر انسان بین یدیہ لم یکرہ فکذا ہہنا والحد الفاصل موضع سجودہ انتہی چہارم اینکہ قبور
پس پشت مصلی شوند درین صورت نماز مکروہ نیست پنجم اینکہ در مقبرہ مسجدی بنا کردہ شود و دران
نماز گذاردہ شود درین صورت نیز خللی نیست صرح بہ علی القاری فی شرح المشکوٰۃ واللہ اعلم بالصواب
وعندہ ام الکتاب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا ما قولکم اندرین مسئلہ کہ نماز فرض و واجب و سنت فجر بر ریل گاڑی کہ درین زمان
ایجاد و شائع گردیدہ در حالت حرکت بلا عذر جائز است یا نہ و اگر ہست پس عذر عدم توقف آن وقت
نماز و خوف تلف اسباب و تنہائی از رفقا و عدم مرکوب یا دیگر از اعذار شرعیہ است یا نہ و ہنگام
تحقق اینہا نماز بران جائز است یا نہ و استقرار جائے نماز شرط است یا نہ بینوا توجروا

ہو المصوب ہمہ نمازہا در ریل در حالت حرکتش بلا عذر جائز است حسب روایات
فقہیہ و تصریحات اکابر حنفیہ و شافعیہ و اعذار مذکورہ در سوال بلا شبہ از اعذار شرعیہ

موافق تصریحات فقہا و استقرار محل ادای نماز شرط نیست بیان امر اول اینکہ روایات معتمدہ ناطق اند
باینکہ نماز بر عجلہ کہ طرفش بر دابہ نہادہ نباشد خواہ آن عجلہ سائر بنفسہا باشد خواہ بتسییر شخصے و خواہ دابہ
آنرا بواسطۂ رسن کشد جائز ہست بلا عذر در نہر الفائق مرقوم ہست والعجلۃ ان لم یکن طرفہا علی الدابۃ
فہی کالسریر انتہی و در مختار الفتوی مسطور ہست لو سجد علی العجلۃ ان کانت علی البقر لا یجوز وان کانت علے
الارض یجوز انتہی و در فتح القدیر محرر است وعلی العجلۃ علی الارض تجوز کالسریر لا ان کانت علی البقر
کالبساط المشدود بین الاشجار انتہی و عینی در شرح کنز نوشتہ است والعجلۃ کالدابۃ ان کان طرفہا
علی الدابۃ سواء کانت سائرۃ او لا وان لم یکن فکالسریر انتہی پس ازین روایات ظاہر ہست کہ نماز
بر عجلہ کہ طرف آن بر دابہ نباشد خواہ آن عجلہ خود بخود سیر کند یا بتحریک شخصے یا رسنے دران نماز جائز
چہ شق ثانی مطلق ہست و بجائے خود مصرح است المطلق یجری علی اطلاقہ و اگر اضافہ بران مطلوب ہست
پس رد المحتار ملاحظہ رود کہ در ذیل قول صاحب در مختار لو کجنبہ میفرماید کذا قیدہ فی شرح المنیۃ ولم ارہ
لغیرہ یعنی اذا کانت العجلۃ علی الارض ولم یکن شیء منہا علی الدابۃ وانما لہا حبل مثلا تجرہا الدابۃ یصح الصلوۃ
علیہا بلا عذر لانہا حینئذ کالسریر الموضوع علی الارض ومقتضی ہذا التعلیل انہا لو کانت سائرۃ فی ہذہ الحالۃ
لا یصح الصلوۃ علیہا بلا عذر وفیہ تامل لان جرہا بالحبل وہی علی الارض لا یخرجہا عن کونہا علی الارض
ویفیدہ عبارۃ التاتارخانیۃ عن المحیط وہی لو صلی علی العجلۃ ان کان طرفہا علی الدابۃ وہی تسیر تجوز
فی حالۃ العذر ولا تجوز فی غیرہا وان لم یکن طرفہا علی الدابۃ جازت وہی بمنزلۃ الصلوۃ علی السریر
الخ فقولہ وان لم یکن الخ یفید ما قلنا لانہ راجع الی اصل المسألۃ وقد قیدہا بقولہ وہی تسیر ولو کان الجواز
مقیدا بعدم السیر لقیدہ بہ فتامل انتہی و قسطلانی در شرح صحیح بخاری تحت حدیث کان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یسبح علی الراحلۃ قبل ای وجہ توجہ الحدیث ارشاد فرمودہ وہی سائرۃ فلو صلیت
علی ہودج علیہا وہی واقفۃ صحت وکذا لو کان فی سریر یحملہ رجال ولو مشوا بہ انتہی و بیان امر دوم
آنکہ فقہا اعذار مذکورہ را از اعذار شرعیہ شمردہ اند نظیرہ موجود ہست لا یجوز المکتوبۃ الا بعذر
ومن الاعذار انہ یخاف من نزول الدابۃ بعض علی نفسہ او دابتہ من سبع او لص او کان فی طین
لا یجد علی الارض مکانا جافا او کانت الدابۃ جموحا لو نزل لا یمکنہ الا بمعین او کان شیخا کبیرا انتہی
و در فتاوی قاضیخان مرقوم ہست ومن الاعذار ان یخاف من نزول الدابۃ علی نفسہ وعلی دابتہ

من سبع او لص او کان فی طین و ردغة لا یجد علی الارض مکانا یابسا الخ و صاحب در مختار
بارش باران و ذہاب رفقا را نیز منجملہ اعذار شرعیہ شمردہ و بیان امر سوم اینکہ استقرار محل ادای نماز
شرط نیست چہ آنفا معلوم گردید کہ شامی نماز رعجلہ بجروزہ بحبل جائز داشتہ و قسطلانی نماز
بر تخت روان بر دوش مردم بلا عذر جائز نوشتہ پس شرط بودن استقرار را چہ معنے
و مہذا در کتب معتمدہ بجای خود مصرح است کہ نماز بر سفینہ مربوط بشط مطلقا جائز است
خواہ آن سفینہ مستقر بر زمین باشد یا نہ کما فی الہدایہ و تبیین الحقائق و البحر الرائق وغیرہا
واللہ اعلم و علمہ اتم حررہ خادم علماء الراسخین المفتقر الی رحمۃ اللہ الصمد السید امیر احمد عفی عنہ

ہو الموفق شکی نیست درین کہ نماز خواہ فرض باشد یا غیر آن در ریل گاڑی خواہ متحرک
باشد یا ساکن جائز است و اعذار مذکورۂ سوال موکد جواز ہستند واللہ اعلم

حررہ ابو الحسنات محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ

۱۳۲ **استفتا** چہ میفرمایند علمای دین اندرین صورت کہ نماز عشا بعد نصف شب
گذاردن مکروہ تحریمی ست یا نہ و اگر مکروہ تحریمی ست پس واجب الاعادہ است یا نہ و اگر واجب
الاعادہ است در کدام وقت اعادہ سازد بحوالۂ کتب دستخط فرمایند۔

ہو المصوب نماز عشا بعد نصف شب گذاردن مکروہ تحریمی ست عینی در شرح ہدایہ
می نویسد تاخیرہ الی النصف الاخیر مکروہ لما فیہ من تقلیل الجماعۃ و فی القنیۃ الکراہۃ للتحریم
انتہی و شرنبلالی در مراقی الفلاح می آرد التاخیر الی ما بعد النصف مکروہ والکراہۃ تحریمیۃ انتہی
و در قنیہ می نویسد تاخیر العشاء الی ما زاد علی نصف اللیل و العصر الی وقت اصفرار الشمس
و المغرب الی اشتباک النجوم یکرہ تحریما انتہی و اما اعادہ آن پس جماعۂ فقہا قاعدۂ کلیہ می نویسند
کل صلوۃ ادیت مع کراہۃ التحریم تعاد وجوبا و علامہ خیر الدین رملی در حواشی بحر رائق و ابن عابدین
در رد المحتار تصریح میسازند کہ وجوب اعادہ خاص ببقای وقت نیست بل ہی واجبۃ فی الوقت
و بعدہ علی الاصح و پر ظاہر کہ اعادۂ عشائیکہ بعد نصف شب ادا کردہ شدہ است در ہمان وقت
فائدہ نخواہد بخشید چہ آن نماز دوبارہ نیز مثل اول مکروہ تحریمی خواہد شد لہذا مصلی را لازم کہ بعد
گذشتن آن وقت یعنی بعد طلوع صبح صادق اعادہ آن سازد تا جبر نقصان گردد و اگر اعادہ

آن عشا که بعد نصف شب گذاشته است نخواهد ساخت گنهگار خواهد شد مگر نه آنقدر که در ترک فرض میشود چه فرض بوقت ادا ساخته ست بلکه آنقدر که در ترک واجب می شود والله اعلم
حرره الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی محمد عبد الحی ابو الحسنات

۱۳۳ **استفتا** چه میفرمایند علمای دین درین باب که کسے عالم بالسنة و عامل هم باشد لیکن او از قوم نورباف ست امامتش برای نماز چه حکم دارد و در قوم مسطور رواج نکاح ثانی ست بعض میگویند که امامت چنین کس مکروه است و چون کسی گوید که این در رذیلان ست نه در شرفا چون کسے از برادری شان که خود را شریف میگویند جرأت بر نکاح ثانی کنند از دو مراعات اسلامی که در شادی و غمی وغیره می باید ترک می سازند پس این چنین گفتن و ترک مراعات مذکوره کردن شرعا چه حکم دارد مع سند صحیح ارشاد شود بینوا توجروا

هو المصوب فقهای حنفیه اتفاق دارند برینکه احق برای امامت اولا عالم که عامل هم باشد و از فواحش ظاهره مجتنب باشد هست از هر قومی و گروهی که باشد و اعتبار نسب متاخر است از اعتبار علم و ورع وغیره پس امامت آن عالم بالسنة که عامل هم ست اگرچه از قوم نورباف ست افضل و احق ست نه مکروه و رواج نکاح ثانی امریست مستحسن نه امریست شنیع که موجب کراهت اقتدا باشد و شکی نیست که نکاح ثانی در شرع مسنون ست هر که این را قبیح داند و بسبب این فعل مشروع ترک مراعات اسلامی کند آثم خواهد شد بلکه اگر امر شرعی را من حیث انه شرعی مستقبح داند خوف کفر هست کما لا یخفی علی من طالع کتب الفقه والله اعلم حرره محمد عبد الحی عفا الله عنه

۱۳۴ **استفتا** چه میفرمایند علمای دین اندرین مسئله که بکر زید را بشرط دائم بودن سفر ملازم داشت پس زید بحالت چنین سفر نماز قصر کند یا نه و قیاس چنین ملازم بر اصحاب الخیم یعنی مردمان صحرائی که جای وطن و مقر ندارند و همواره بسفر بوده هر صحرا که رسیدند مقیم شدند میشوند شد یا نه بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب

هو المصوب زید در صورت مذکوره قصر کند تا وقتیکه بکر اقامت نسازد پس اگر بکر بجای نیت اقامت ساخت زید هم به تبعیت او مقیم خواهد شد چرا که زید در صورت مسئوله اجیر ست و اجیر را فقها از توابع می شمارند و نیت متبوع را اصل می انگارند چنانچه در بحر الرائق

در جمادی ثانیه سنه [illegible]ھ مرسله مولوی عبد الله از مئو

ماه شعبان سنه [illegible]ھ

ومراقی الفلاح وغیرہ مصرح است وقیاس چنین ملاح بر مردمان صحرائی نباید ساخت چہ مراد
از اصحاب اخبیہ کہ بر ایشان قصر واجب نیست آنان اند کہ وطن اصلی جز صحرا دیگرے ندارند
در بحر رائق می آرند ظاہر کلام البدائع ان اہل الاخبیۃ لا یحتاجون الی نیۃ الاقامۃ فالمفاز لہم
کالامصار والاقامۃ اصل والسفر عارض وہم لا ینوون سفرا وانما ینقلون من ماء الی ماء ومن مرعی
الی مرعی انتہی بلکہ قیاس زید در صورت مسئولہ بر ملاح کہ وطن اصلی میدارد وہمیشہ در سفر می ماند
باید ساخت وزاہدی در شرح قدوری می نویسد الملاح مسافر الا عند الحسن انتہی پس ہمچنانکہ
بر ملاح قصر واجب است بر زید ہم واجب خواہد شد واللہ اعلم حررہ محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ

استفتاء ۱۳۵ ادا کرنا نماز کا مسجد رفاض میں اہل تسنن کو درست ہے یا نہیں اور
حکم مسجد رفاض کا مثل حکم مسجد اہل تسنن کے ہے یا نہیں

ہو المصوب درست ہے واللہ اعلم حررہ محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ

استفتاء ۱۳۶ چہ میفرمایند علمای دین اندرین مسئلہ کہ زید بنا بر خواندن نماز مغرب
یا عشا امام گردید وعمرو وخالد وغیرہ مقتدی شدند چون زید آغاز کرد اولا الحمد للہ وارأیت الذی
خواند وباز در رکعت دوم الحمد للہ والم تر کیف خواند یا مثلا در اول رکعت الحمد للہ وانا اعطیناک خواند
ودر ثانی الحمد للہ وقل ہو اللہ خواند پس این آیتہای کہ از سلسلہ نخوانده ازین جہت نماز شد یا
وباین طور خواندن در نماز جائز است یا نہ ودر صبح شخصے کہ وقت نماز اول بود فرض را ادا کرد
بعد ازان سنت ادا کرد پس نماز او جائز است یا نہ بسبب اینکہ وقت نماز بسیار بوده
وسنت اول ادا نکرده فتوری در نماز آمده یا نہ

ہو المصوب در صورت اول اگر عمداً کرده است نماز مکروه خواہد شد ودر صورت
ثانی کراہتی نیست در خلاصہ می آید یجمع بین سورتین بینہما سورۃ واحدۃ فی رکعتین یکره وہ
ان کانت السورۃ طویلۃ لا یکره کما اذا کانت بینہما سورتان قصیرتان وان قرأ فی رکعۃ واحدۃ
سورۃ وفی آخری سورۃ اخری فوق تلک السورۃ فہو مکروه الا اذا وقع من غیر قصد انتہی واز
ادا کردن سنت بعد فرض فجر فتوری در نماز نمی آید واللہ اعلم حررہ محمد عبد الحی عفا عنہ

استفتاء ۱۳۷ اکثر مردمان معتبرین این زمانہ بعد فرض جمعہ چہار رکعت فرض احتیاطی ظہر

میخوانند آیا اینچنین احتیاط درین زمانه می باید یا نه و این طریق در زمانهٔ صحابه و تابعین
و تبع تابعین جاری بود یا نه بینوا توجروا

هو المصوب ادای ظهر بعد جمعه از سلف منقول نشده لیکن اکثر فقهای متاخرین ادای
ظهر را احوط نوشته اند بسبب اینکه در تعدد جمعه در یک شهر بدو جای یا سه جای علما
مختلف شده اند و نیز در تعریف مصر که از شرائط وجوب جمعه است اختلاف کرده اند و بعض
اقوال اکثر دیار از مصر خارج میشوند بناء علیه ادای ظهر احتیاط است و این منافی فرضیت جمعه
نیست اگرچه مفتی به همین ست که در یک بلده تعدد جمعه درست ست و نیز این بلاد بنابر
تعریف اصح از تعریفات مصر داخل در مصر هستند پس در فرضیت جمعه درین بلاد شکی نیست
مگر حکم احتیاط ادای ظهر برای آنست که از اختلاف علما عهده بری شود کذا صرح به فی المحیط والکافی
ورد المحتار وغیرها آری اگر بوقت ادای ظهر احتیاطی در ادای جمعه و فرضیت آن شکی پیدا شود
در صورت ظهر ادا نسازد و این شک ارتفع کند صرح به فی البحر الرائق والله اعلم حرره محمد عبد الحی عفا عنه

۱۳۹ **استفتا** چه میفرمایند علماء دین و مفتیان شرع متین که اگر حافظی ختمتین عشرهٔ رمضان المبارک
بمسجدی در سنت تراویح ختم قرآن مجید کرده در مسجد دیگر که هنوز مصلیان آنجا ختم نشنیده اند ختم دیگر
آغاز نمود درین صورت امام احراز فضیلت میکند و سنت موکده از ذمهٔ او ساقط شده و بر گردن
این مقتدیان باقی ست کما فی العالمگیریة السنة فی التراویح انما هو الختم مرة والختم مرتین فضیلة لیس
بجهت اقتدای اعلی با ادنی بالقیاس عدم جواز اقتدای مفترض به متنفل سنت موکده این مقتدیان
ادا نمی شود یا بوجه آنکه در متنفل و مفترض تباین ذوات ست و در صورت مسئوله توحد ذات و تخالف
صفات لهذا بر آن قیاس کردن قیاس مع الفارق می باشد چه تراویح در همه لیالی رمضان شریف
سنت موکده است چنانکه در فتاوی عالمگیری تصریح بآن واقع شده لو حصل الختم لیلة التاسع
عشر او الحادی عشرین لا یترک التراویح فی بقیة الشهر لانها سنة موکدة کما فی الجوهرة النیرة درین حالت
امام و مقتدی هر دو نماز سنت می خوانند جز آنکه ختم بر امام فضیلت ست و بر مقتدی سنت
پس بالقیاس اقتدای قائم بالقاعد وصف اولویت قیام بر قعود کما فی فتاوی قاضیخان
قال بعضهم یصح اقتداء القائم بالقاعد فی التراویح عند الکل و هو الصحیح سنت موکدهٔ این مقتدیان

ادا خواہد شد یا نہ بینوا توجروا۔

ہو الموفق ختم این مقتدیان ادا خواہد شد واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب کتبہ ابو الاحیاء محمد نعیم عفی عنہ ١٣٠٥

ہو المصوب فقہا اختلاف دارند درین کہ بعد یک ختم آیا سنت تراویح می ماند یا نہ بعض فقہا میگویند کہ نمی ماند چہ مشروعیت تراویح نیست مگر برای ختم پس ہرگاہ ختم حاصل شد سنت تراویح باقی نماند لیکن مفتی بہ ومختار محققین آنست کہ تراویح سنت علیحدہ است وختم سنت علیحدہ ہیچ ازین ہر دو تابع دیگری نیست پس بعد ختم سنت تراویح باقی خواہد ماند چنانکہ بود پس قول اول در صورت سوال ختم از ذمہ مقتدیان ساقط نخواہد شد بلکہ ایشان اگر در عشرۂ اولی تراویح ختم ادا نکردہ اند و تراویح بر ایشان سنت باقی نماند اقتدای شان باچنین امام کہ در عشرۂ اولی فراغت حاصل ساختہ جائز نخواہد بود لعدم جواز اقتداء القوی بالضعیف در خزانۃ الروایۃ می آرد فی السغناقی امام ختم فی التراویح مرۃ وختم ثانیا بغیر ہذا القوم فخرج ہذا القوم الثانی عن السنیۃ لان الامام خرج من السنیۃ وصار لہ نفلا فیدرک ثواب صلاۃ النفل ولا یدرک ثواب صلاۃ التراویح وفی رسالۃ مولانا صدر الدین الحسام السنبانی فی مسائل التراویح فان قلت ما تقول فی امام ختم فی التراویح ثم شرع فی الختم ثانیا ہل یجوز الاقتداء لمن لم یسمع الختم ولو اقتدی بہ ہل یکون ہذا الختم محسوبا قلت کانت ہذہ المسألۃ دائرۃ فی مجلس اساتذۃ الدہلی زمانا طویلا فقال بعضہم لا یجوز لانہ بناء القوی علی الضعیف اذا ہذا التراویح للمقتدی سنۃ مؤکدۃ ولم یبق فی حق الامام سنۃ مؤکدۃ بل صار فی حقہ تطوعا والسنۃ اقوی من النفل وقاسوہ علی اقتداء المفترض بالمتنفل وقال بعضہم یجوز وقد روی بعض اہل العلم من کنز الفتاوی رجل ام قوما فی التراویح وختم فیہا ثم ام قوما آخرین لہ ثواب الفضیلۃ ولہم ثواب الختم وہذا الکتاب غیر مشہور بین العلماء فلا وثوق بہ مع انہ لا یفہم منہ سقوط سنۃ الختم انتہی وبر قول ثانی ہیچ تراویح از ذمہ مقتدیان ساقط خواہد شد چہ در سنت تراویح امام ومقتدی ہر دو برابر اند لیکن در سقوط ختم اشکالی ست چہ فقہا در باب اقتدای ضعف نماز امام را اگرچہ بوجہ یک کن باشد مانع اقتدای نویسند چنانچہ در در مختار وغیرہ مذکور است اما اقتداء المسافر بالمقیم فیصح فی الوقت وثم لا بعدہ فیما یتغیر لانہ اقتداء المفترض بالمتنفل فی حق القعدۃ لو اقتدی

ط ف حق القعدة لانه نفل فی حق المسافر والفرض فی حق الامام القعدۃ الاولی ۱۲

فی الاولیین او القراءة لو اقتدی فی الاخریین انتہی درین صورت باوجودیکہ امام و مقتدی
ہر دو تحریمہ فرض بستہ بسبب ضعف یک جز از اجزاء نماز امام حکم نفساً و اقتداءً داده شد پس
بناءً علیہ در صورت سوال ہم حکم بعدم سقوط ختم از مقتدیان داده خواہد شد ہمین امر از عبارت
سغناقی مفہوم می شود ہرگاه در باب سقوط ختم و عدم سقوط آن اختلاف واقع شد پس امام را
لازم کہ ختم ثانی را مع تراویح بر خود نذر کرده گیرد و گوید للہ علی ان اختم القرآن فی صلوة التراویح
تا ختم او واجب شود و اقتدای مقتدیان درست شود چنانچہ در خزانة الروایہ تفصیل آن
مذکور است واللہ اعلم حرره الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی

استفتا ۱۳۵ ما قولکم دام ظلکم کہ مصلی فرض عشا وحده نماز وتر بجماعت بعد جماعت تراویح ادا نماید
یا نہ از بعض مسائل فقہیہ جواز جماعت مستفاد می شود و در جامع الرموز از قنیہ و در مختار عدم جواز مرقوم ہست

ہو المصوب در قنیہ از عین الائمہ و در تاتارخانیہ از علی بن احمد رح مرقوم کہ ہر کہ فرض
با جماعت ادا نکرده باشد وتر ہم بجماعت ادا نسازد ہمچنین در غنیہ و غیره مذکور است لیکن
کدامی وجہ قوی معتد بہ عدم جواز معلوم نمی شود حق جواز معلوم می شود واللہ اعلم حرره الراجی
عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی و حفظ عن موجبات الغی

فی غنیة المستملی فی شرح منیة المصلی و اذا لم یصل الفرض مع الامام فعن عین الائمة الکرابیسی انہ
لا یتبعہ فی الوتر و لا فی التراویح و کذا اذا لم یتابعہ فی التراویح لا یتابعہ فی الوتر و قال ابو یوسف
اذا صلی مع الامام شیئا من التراویح یصلی معہ الوتر و کذا اذا لم یدرک شیئا و کذا اذا صلی التراویح
مع غیره لہ ان یصلی الوتر معہ ہو الصحیح ذکره ابو اللیث انتہی و فی مختصره و اذا لم یصل الفرض مع الامام
قیل لا یتبعہ فی التراویح و لا فی الوتر و کذا اذا لم یصل معہ التراویح لا یتبعہ فی الوتر والصحیح انہ یجوز ان
یتبعہ فی ذلک کلہ انتہی واللہ علیم بالصواب و عنده ام الکتاب کتبہ ابو الامجاد محمد نعیم عفی عنہ

استفتا ۱۳۶ سوال اول کدام محقق از اہل اصول و فقہا جانب سنت مؤکده بر مواظبت
صحابہ رفتہ است و در کدام کتاب آن مذکور است سوال دوم از کدام حدیث مواظبت خلفاء راشدین
بر بیست رکعت تراویح ثابت است بینوا توجروا

ہو المصوب جواب سوال اول آنچہ مشہور است در اصول متداولہ مذکور است از سنت

اذا لم یصل الفرض معہ لا یتبعہ فی التراویح ... فی الوتر ۱۲ قنیہ

ما واظب علیه النبی صلی الله علیه وسلم لیکن ارباب نظر دقیق این تعریف را محدود و منقح ساخته لفظ او الخلفاء را زائد کرده اند و تصریح این امر کرده اند که همچنان که در ترک سنت نبوی عتاب خواهد شد در ترک سنت خلفاء راشدین نیز شیخ الاسلام بدر الدین العینی در بنایه شرح هدایه می نویسد سیرة العمرین لا شک فی ان فی فعلها ثواب وفی ترکها عقاب لانا امرنا بالاقتداء بهما لقوله علیه الصلوة والسلام اقتدوا بالذین بعدی ابی بکر وعمر فاذا کان الاقتداء بهما مامورا به یکون واجبا وتارک الواجب یستحق العقاب والعتاب انتهی ملخصا محقق عصر کمال الدین ابن همام در تحریر الاصول می آرند وتقسیمها العزیمة الی فرض ما قطع بلزومه وواجب بالظن وسنة الطریقة الدینیة منه علیه الصلوة والسلام او الخلفاء الراشدین او بعضهم انتهی ملتقطا و بحر العلوم مولانا عبد العلی در شرح تحریر می نویسند ینبغی ان یراد اعم من ان یکون طریقة دینیة مستمرة فی الدین منه صلی الله علیه وعلی آله وسلم بان باشره او بان استمر الناس علیها باذنه او باذن الخلفاء انتهی وعلامه عبد العزیز بخاری در کشف اصول البزدوی می طرازد اما التراویح فی رمضان فانها سنة الصحابة فانهم واظبوا علیها رسول الله صلی الله علیه وسلم بل واظب علیها الصحابة وهذا مما یندب الی تحصیله ویلام علی ترکه ولکنه دون ما واظب علیه الرسول صلی الله علیه وعلی آله وسلم فان سنة النبی اقوی من سنة الصحابة هذا عندنا واصحاب الشافعی یقولون السنة ما واظب علیه النبی علیه السلام فاما النفل الذی واظب علیه الصحابة فلیس بسنة وهو علی اصلهم مستقیم فانهم لا یرون اقوال الصحابة حجة وعندنا اقوالهم حجة فیکون افعالهم سنة لانها طریقة امرنا باحیائها لقوله تعالی لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة ولقوله علیه الصلوة والسلام علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین انتهی بوجیزه و امیر کاتب اتقانی صاحب غایة البیان در تبیین شرح منتخب حسامی می نویسد اعلم ان السنة فی اللغة هی الطریقة حسنة کانت او سیئة یدل علیه قوله علیه السلام من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها الی یوم القیمة ومن سن سنة سیئة فعلیه وزرها ووزر من عمل بها الی یوم القیمة وفی عرف الشرع یراد بها طریقة الدین اما للرسول او للصحابة حتی یقال سنة الرسول وسنة الخلفاء الراشدین والاصح ان مطلق السنة سنة الرسول خلافا للشافعی وقال القاضی ابو زید یحمل اسم السنة سلیقة استحبابا اطلاق السنة علی طریقة النبی والصحابة لانه کان یسمی ابی حنیفة تقدیرا او تقرینا وجوابه ان یحمل

المراد باقامتها ويعاقب على تركهما لانه لايخلوا اما ان تكون طريقة للرسول او طريقة للصحابة وكل واحد
من الطريقتين امرنا باحيائهما ونهينا عن اماتتهما انتهى وعلامه تصحيح الدين در شرح وقايه مى آرند
السنة الطريقة المسلوكة في الدين بلا وجوب ولا افتراض وفسرها بعضهم بما واظب مع الترك احيانا
وذكر في المحيط السنة سنتان سنة النبي صلى الله عليه وسلم وسنة اصحابه فسنة الرسول هي الطريقة
التي واظب عليها كركعتي الفجر وسنة الصحابة الطريقة التي واظبوا عليها انتهى وطحطاوي در حاشيه
مراقي الفلاح مى آرند السنة عند الحنفية ما فعله النبي صلى الله عليه وسلم او صحبه بعده قال في الشرح
ما فعله النبي او واحد من اصحابه فان سنة اصحابه امر عليه السلام باتباعها بقوله عليكم بسنتي وسنة
الخلفاء الراشدين وقوله اصحابي كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم انتهى وعلامه عبد العزيز بخاري
صاحب كشف در تحقيق منتخب حسامى مى آرند ذكر ابو اليسر ان حكم السنة فهو ان كل فعل واظب عليه
رسول الله عليه السلام مثل التشهد في الصلوات والسنن الرواتب يندب الى تحصيله ويلام على تركه
مع لحوق اثم يسير وكل فعل لم يواظب عليه بل تركه في بعض الاحوال كالطهارة لكل صلوة وتكرار
الغسل في اعضاء الوضوء والترتيب في الوضوء فانه يندب الى تحصيله ولا يلام على تركه واما التراويح
في رمضان فانها سنة الصحابة اذ لم يواظب عليها رسول الله بل واظب عليه الصحابة وهي مما يندب
الى تحصيله ويلام على تركه لكنها دون ما واظب عليه الرسول فان سنة النبي اقوى من سنة الصحابة
قال ابو اليسر هذا عندنا واصحاب الشافعي يقولون السنة نفل واظب عليه الرسول فاما النفل
الذي واظب عليه الصحابة فليس بسنة وهي على اصلهم لانهم لايرون اقوال الصحابة حجة فلا يرون
افعالهم ايضا سنة وعندنا اقوالهم حجة فيكون افعالهم سنة وذكر غيره انه لا خلاف في ان السنة
هي الطريقة المسلوكة في الدين سواء كان للنبي صلى الله عليه وسلم او لغيره من اعلام الدين ولكن اختلاف
في ان اطلاق لفظ السنة يقع على سنة رسول الله او يحتمل سنته وسنة غيره وعلى ما عرفت انتهى
وعلامه محمد بن كمال پاشا در ايضاح شرح اصلاح مى نويسند السنة ما واظب عليه النبي عليه الصلوة
والسلام [illegible] مع الترك في الجملة هو المشهور في حده المسطور في الكتب وفيه قصور
[illegible] السنة [illegible] اى ما [illegible] صاحب المذهب في [illegible]
[illegible] ان السنة [illegible]

بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین من بعدی انتهی وهمچنین ست در نهر الفائق وغیره ازین عبارات
ظاهر شد که نزد محققین از ترک سنت خلفاء نیز استحقاق عتاب می شود وسنت موکده
همچنان که بمواظبت نبوی می شود بمواظبت خلفاء نیز جواب سوال دوم مواظبت نبوی
که موجب سنت و موکدیت است بر دو قسم ست یکی آنکه آنحضرت صلی الله علیه وسلم بارتکاب
فعلی مداومت فرمایند مثل جماعت وسنن رواتب وغیره دوم آنکه آنحضرت بامری امر و ترغیب
علی سبیل المداومت فرمایند می بینی که اذان را جمله علماء شرقا وغربا سنت موکده می نویسند
با وجود آنکه خود آنحضرت بنفس نفیس یکبار هم اذان نگفتند چه جای آنکه مواظبت بران کرده باشند
همچنین مواظبت خلفاء هم بر دو قسم ست یکی مواظبت فعلی و دوم مواظبت امری تشریعی و هر یکی
ازین چار قسم مستوجب ملامت عتاب بر تارک میشود چنانچه از تحریر بحر العلوم در شرح تحریر
واضح است وجمهور اصولیین اگرچه تصریح این امر نکرده اند مگر از کلام ایشان بمواضع عدیده
این تفصیل مفهوم میشود بعد تمهید این امر باید دانست که در باب مواظبت ارتکابی خلفاء
بیست رکعت تراویح حدیثی صریح یافته نشد لیکن طائفه غفیره فقها واصولیین تصریح بدان
کرده اند حتی که ابن الهمام نیز در شرح قول صاحب هدایه والاصح انها سنة لمواظبة الخلفاء الراشدین
مینویسند فیه تغلیب اذ لم یروه عنهم بل عن عمر وعثمان وعلی انتهی و در جای دیگر مینویسند عن ابی یوسف
ان امکنه اداؤها فی بیته مع مراعاة سنة القراءة یصلیها فی بیته لقوله علیه السلام بالصلوة فی
بیوتکم وجوابه ان قیام رمضان مستثنی من ذلک لما تقدم من فعله علیه السلام والعذر فی ترکه و
فعل الخلفاء الراشدین انتهی اما مواظبت تشریعی خلفاء بر بیست رکعت پس از روایات عدیده
ثابت است وهمین قدر برای بودن این مقدار سنت موکده واستحقاق ملامت از ترک آن کافی ست
روی البیهقی فی کتاب المعرفة عن السائب بن یزید قال کنا نقوم فی زمان عمر بعشرین رکعة والوتر
روی مالک عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی رمضان فی زمان عمر بثلث وعشرین
رکعة وروی البیهقی بسند صحیح انهم کانوا یقیمون علی عهد عمر بعشرین رکعة وعلی عهد عثمان وعلی
مثله وروی اصحاب السنن عن عبد الرحمن قال خرجت مع عمر فی رمضان الی المسجد فاذا الناس
اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسه فیصلی ویصلی الرجل فیصلی بصلاته الرهط فقال

ثم والله انی لا اری لو جمعت هؤلاء علی قاری واحد لکان امثل فجمعهم علی ابی بن کعب قال ثم خرجت
معه لیلۃ اخری والناس یصلون بصلوۃ قاریهم فقال عمر نعمت البدعۃ هذه علامه زرقانی در شرح
موطا می نویسند قال ابن عبد البر فیه ان عمر کان لا یصلی معهم لانه اشتغله بامور الناس وانما الانفراد
بنفسه فی الصلوۃ احب و عینی در شرح هدایه می آرند فی المغنی عن علی انه امر رجلا ان یصلی بهم فی رمضان
بعشرین رکعۃ والوتر انتهی ازین روایات واقوال آنها صاف واضح که بر بیست رکعت در زمان
خلفاء ثلثه باذن خلفاء و ترغیب و رضای شان مداومت شده وذلک ما اردناه پس ازین
رجوع بعد ازین پیدا شد که اول اینکه عشرون رکعۃ مما واظب علیه الخلفاء ولو اکثرهم واضحا
وکل ما واظب علیه الخلفاء فهو سنۃ موکدۃ واز ترغیب این هر دو نتیجه بر آمد عشرون رکعۃ فی
التراویح سنۃ موکدۃ وثم تارک السنۃ الموکدۃ معاتب ولائم بر آمد تارک عشرین رکعۃ معاتب
وهذا هو الذی اردنا ما علقناه علی الهدایۃ والله اعلم بالصواب وعنده ام الکتاب حرره الراجی
عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الخفی والجلی وحفظه عن موجبات الغی
ومن شاء زیادۃ التفصیل فی هذا البحث فلیرجع الی رسالتی احیاء السنۃ بتحقیق تعریف السنۃ

استفتاء چه می فرمایند علماء دین اندرین مسئله که زید و بکر که هر دو در علم و سن مساوی
هستند در مسجدی برای ادای نماز حاضر شده زید بکر را برای امامت گفت و بکر زید
را برای امامت گفت و انکار بعذر خود ها می کنند آخر الامر زید کور بکر را گفت که نماز خود
منفرد بگذار لیکن بکر برین سخن راضی نشده نیت نماز خود بست واز پس پیرو کی نیز اقتدا
نمود پس درین صورت نماز زید و بکر صحیح گردید یا نه و نیز اقتدا از روی قرآن و حدیث درست یا نه بینوا توجروا
[illegible] تدافع در امامت با وجود [illegible] مکروه است و وقوع این امر از علامات قیامت است
قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان من اشراط الساعۃ ان یتدافع اهل المسجد لا یجدون اماما
[illegible] زید و بکر را تدافع در امامت جائز نیست لیکن اقتدای زید با [illegible]
[illegible] صحیح شد والله اعلم حرره محمد عبد الحی عفا عنه

استفتاء کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں زید بر ملا بیان کرتا ہے کہ نماز وتر
[illegible] دعای قنوت سے قبل رفع یدین کرنا اور تکبیر کہنا جو مروج

[illegible]

سو بدعت سیئہ ہے اسلیے کہ اس مقام خاص میں رفع یدین کرنا اور تکبیر کہنا حدیث شریف سے
نہیں ثابت آیا یہ کلمات صحیح و درست ہیں یا نہیں در صورت عدم صحت کے صورت مذکورہ
میں رفع یدین کرنا اور تکبیر کہنا سنت موکدہ ہے یا واجب یا مستحب بینوا توجروا
ہو الصواب تکبیر کہنا اور رفع یدین کرنا بوقت قنوت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم سے ثابت نہیں اور صاحب ہدایہ نے دلیل رفع یدین میں لکھا ہے لقولہ علیہ الصلوۃ
والسلام لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن تکبیر الافتتاح وتکبیر القنوت وتکبیر العیدین والاربع
فی الحج علامہ بدر الدین عینی شرح ہدایہ میں بعد ذکر تخریج اس حدیث کے لکھتے ہیں فانظر الی
روایاتہم ہل تجد فیہا ذکر رفع الیدین عند القنوت وانما یوجد ہذا عند اصحابنا فی کتبہم منہم المصنف
انتہی کلامہ فی باب صفۃ الصلوۃ اور باب الوتر میں لکھتے ہیں قد ذکرنا فی باب الصلوۃ انہ لیس
فی الحدیث ذکر القنوت فی ما رواہ البخاری والبزار والطبرانی وانما ذکر تکبیر الافتتاح وقع فی باب
صفۃ الصلوۃ من المصنف وہو غریب انتہی اور مولانا عبدالحی سعایہ میں لکھتے ہیں قولہم
بوجوب التکبیر قبل قنوت الوتر لم اجد لہ حدیثا مرفوعا فضلا عن ان اجد ما یدل علی استمرارہ
عن النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم ومواظبتہ علیہ حتی یصح القول بوجوبہ نعم وجدنا العمل بہ وہو طیب
علیہ من غیر ترک بحسن الظن بالامام ابی حنیفۃ ولکن لا اعتقد وجوبہ وقول ابی حنیفۃ بوجوب
رفع الیدین عند تکبیر القنوت لم یثبت فی ذلک عندی اثر صحیح عن تابعی جلیل فضلا عن صحابی
وفضلا عن تصل من حدیث صحیح وحالی فیہ کحالی فی التکبیر اعمل بہ ولا اعتقد وجوبہ کل ذلک لمعر
حسن الظن مع ابی حنیفۃ بل ومع علماء مذہبہ انتہی ملخصا اس سے مفہوم ہوتا ہو کہ رفع یدین اور
تکبیر صحابہ اور تابعین سے بھی ثابت نہیں حالانکہ امام محمد کتاب الآثار میں فرماتے ہیں عن
ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم النخعی ان القنوت فی الوتر واجب فی شہر رمضان وغیرہ قبل الرکوع
واذا اردت ان تقنت فکبر انتہی اور غایۃ البیان میں ہے روی الطحاوی فی شرح الآثار مسندا
الی النخعی قال ترفع الایدی فی سبعۃ مواطن فی افتتاح الصلوۃ وفی التکبیر للقنوت فی الوتر وفی
العیدین وعند استلام الحجر وعلی الصفا والمروۃ وعرفات وعند المقامین عند الجمرتین ذکرہ
فی باب رفع الیدین عند رؤیۃ البیت انتہی اور عینی شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں نقل عن المزنی

انہ قال زاد ابو حنیفۃ تکبیرۃ فی القنوت لم یثبت فی السنۃ ولا دل علیہ قیاس وقال ابو نصر الاقطع ہذا
خطاء منہ فان ذلک روی عن علی وابن عمر والبراء بن عازب والقیاس یدل علیہ ایضا وقال ابن
قدامۃ فی المغنی روی عن عمر رض انہ کان اذا فرغ من القراءۃ فی الوتر کبر انتہی اور ابراہیم حلبی غنیۃ المستملی
شرح منیۃ المصلی میں لکھتے ہیں رفع تکبیر القنوت مروی عن عمر وعلی وابن مسعود وابن عباس
وابن عمر والبراء بن عازب ذکرہ الاثرم والبیہقی فی سننہ الکبری انتہی الحاصل رفع یدین اور
تکبیر وقت قنوت اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے ثابت نہیں مگر ہرگاہ بعض صحابہ
اور بعض تابعین سے ثبوت اوسکا بموجب تحریر ابن قدامہ وعینی اور حلبی وغیرہ کے ہوا
بدعت سیئہ کسطرح ہوگی آگے رہے ثبوت وجوب تکبیر ورفع کا جیسا کہ علماء حنفیہ لکھتے ہیں البتہ
مشکل ہے کیونکہ کوئی دلیل وجوب کی نہیں ہے غایۃ ما فی الباب یہ ہے اگر بہ نیت اقتداے
صحابہ اور تابعین کے تکبیر کہے اور رفع یدین کرے مثاب ہوگا اور اگر نہ کرے تو معاتب نہوگا
واللہ اعلم بالصواب وعندہ حسن الثواب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی

تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی وحفظہ عن موجبات الغی

استفتا کیا فرماتے ہیں علماء رحمہم اللہ تعالی اس مسئلہ میں کہ نماز بہذا مع تذکر ثواب دونوں عیدین میں
پڑھنا چاہیے یا کسی عید کی تخصیص ہے درصورت تخصیص کے اوسکی تفصیل کیا ہے بینوا وافتوا
بسند الکتاب توجروا عند اللہ حسن المآب اور نماز بہذا مع تذکر ثواب یہ ہے مستحب است
کہ چہار رکعت از مصلی جدا شدہ بگذارد و در رکعت اول بعد از فاتحہ سبح اسم ودر دوم والشمس
ودر سوم والضحی ودر چہارم اخلاص بخواند گویا جمیع کتب الہی قرأت نمودہ وجمیع یتامی را سیر ساختہ
ومثل عمل آنروز اہل زمین یابد وپنجاہ سالہ گناہ او بخشیدہ شود ذکرہ ابن الجوزی مرفوعا عن
سلمان الفارسی فی کتاب النور اوردہ الحافظ الصلاحی فی عمل الیوم واللیلۃ وطحطاوی از مسعود
آوردہ ہر کہ در چہار رکعت سورۂ اعلی والشمس واللیل والضحی زبر لیتی سورۂ اخلاص سہ بار بخواند
دادہ شود ثواب بقدر آنکہ روئیدہ است درین سال ۱۲ مفتاح الصلوۃ۔

ہو المصوب حدیثی کہ از مفتاح الصلوۃ نقل شدہ موضوع وباطل ہست از عبارت
ومضمون آن ہر عاقل میداند کہ اینچنین کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نخواہند فرمود

قاضی شوکانی در فوائد مجموعہ می نویسد حدیث من صلی یوم الفطر بعد ما یصلی عیده اربع رکعات یرکع فی کل رکعة بفاتحة الکتاب وسبح اسم وفی الثانیة والشمس وفی الثالثة والضحی وفی الرابعة قل ہو اللہ احد فکانما قرأ کل کتاب انزله الله علی انبیائه الخ وہو موضوع وصاحب رسالہ فضل لیلۃ شعبان می نویسد حدیث من صلی یوم الفطر بعد ما یصلی اربع رکعات و ذکر لها ثوابا عظیما فی سنده جماعة لا یعرفون بل لا یحل ذکره فی الکتب کما قاله ابن حبان بل رجح السیوطی فیه ادلة الوضع انتہی ہرگاه موضوعیت این حدیث ثابت شد پس نماز مذکور بر باد رفت ارتکاب آن نباید واعتقاد سنیت آن نشاید وآنچه در کتب صحاح ستہ موجود است این است عن ابن عباس ان رسول اللہ خرج فی یوم عید فصلی بہم العید لم یصل قبلہا ولا بعدہا واز روایت ابن ماجہ تجویز دو رکعت بعد فراغ از نماز عید بلا تقیید سورت معلوم شده عن ابی سعید قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یصلی قبل العید شیئا فاذا رجع الی منزله صلی رکعتین انتہی واللہ اعلم حرره الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی وحفظہ عن موجبات الغی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

الجواب صحیح فقہ خادم اولیاء اللہ الکریم محمد ابراہیم غفر لہ الملک الرحیم ابن مولانا علی محمد المرحوم

نماز ہر دونوں عیدوں میں مستحب ہے مطابق عبارت مذکورہ مفتاح الصلوۃ کے اور اس عبارت کنز العباد فی شرح الاوراد کے قال ابو جعفر ادرکت المشائخ والعباد یصلون فی المصلی بعد صلوۃ العید اربع رکعات وذلک بالاسناد عندی عن سلمان الفارسی رضی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی اربع رکعات یوم الفطر والاضحی بعد ما صلی الامام صلوۃ العید یقرأ فی اول الرکعة سبح اسم ربک الاعلی یعنی بعد الفاتحة فکانما قرأ کل کتاب انزله الله علی انبیائه وفی الرکعة الثانیة والشمس وضحیها فله من الثواب مثل ما طلعت الشمس من مطلعها الی مغربها وفی الرکعة الثالثة والضحی فله من الثواب کانما اشبع جمیع الیتامی وادہنهم ونظفهم والبسهم ثیابا نظیفا وفی الرکعة الرابعة قل ہو اللہ احد غفر اللہ له ذنوب خمسین سنة مقبلة وخمسین سنة مدبرة انتہی لیکن صاحب فوائد مجموعہ اسی حدیث کو موضوع لکھتے ہیں البتہ روایت ابن ماجہ سے پڑھنا حضرت سرور کائنات علیہ السلام کا دو رکعت کو بعد از مراجعت منزل شریف کے ثابت ہوتا ہے اور فتاوی عالمگیری میں ہے ویستحب ان یصلی اربعا بعد الرجوع الی منزله فی الاوراد انتہی اور جامع الرموز میں ہے الا ان یشاء [illegible]

قالوا یستحب ان یصلی اربعا فی بیتہ کیلا یظن بان انہ سنۃ کما فی المضمرات انتہی واللہ اعلم

حررہ ابو الاحیا محمد نعیم عفی عنہ ۱۲۵۹

استفتا ما قولہم رحمہم اللہ تعالی اس مسئلہ میں کہ جناب رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام اور اصحاب اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ اربعہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین بعد نماز عیدین کے دعا مانگتے تھے یا بعد پڑھنے خطبہ عیدین کے کھڑے ہو کے مانگتے تھے یا بیٹھکر مانگتے تھے اور ہاتھ اوٹھا کے مانگتے تھے یا بدون ہاتھ اوٹھائے بینوا و توجروا

بسند الکتاب توجروا عند اللہ الرحمن المآب

ہو المصوب روایات حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عید سے فراغت کر کے خطبہ پڑھتے تھے اور بعد اوسکے مراجعت فرماتے تھے اور دعا مانگنا بعد نماز کے یا بعد خطبہ کے آپ سے ثابت نہیں ہے اور اسیطرح صحابہ کرام اور تابعین عظام سے ثبوت اسکا نظر سے نہیں گذرا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی

تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

واقع میں جناب رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ اربعہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین سے دعا مانگنا بعد نماز یا خطبہ کے عیدین میں اندر کتب کے اینکہ نظر سے نہیں آیا واللہ اعلم حررہ ابو الاحیا محمد نعیم عفی عنہ ۱۲۵۹

استفتا چہ میفرمایند علماء دین و مفتیان شرع متین درین مسائل کہ مندرجہ سوالات مفصلہ ذیل

سوال اول عورتان را در نماز ستر سر یا نیست و زنان را در نماز بر سینہ دست بستن سنت یا زیر سینہ زیر ناف ہم و زنان را قعدہ اولی و بعضہم مثل مرد سنت ست یا تورک و زنان را در سجدہ تجافی اعضا مثل مرد سنت یا بالعکس و اگر زن در قعدہ ہر دو جانب مثل مرد کرد و تورک نکرد و در سجدہ تجافی اعضا مثل مرد کرد پس ترک سنت کرد یا نماز فاسد شد و اگر زنان جمع شدہ کسی زنان را اگر امام کنند یا ادای اقتدا زنان ... امام جماعت کنند یعنی امام شود و داخل صف اول باشد یا مقدم مثل جماعت مردان ... جماعت جائز است یا مکروہ

سوال ثانی کہ جماعت زنان ... جائز است یا نہ

اگر خوانده است قرأت تا مین تکبیرات انتقال تسمیع تحمید و تسلیم با لجہر کرده است یا بالخفا و کسی حدیث صریح در صحاح وغیره مشتمل بر کیفیات مذکوره مفصلاً مروی ہست یا نہ اگر ہست آن چه طور ست و سندش چیست و در کدام کتاب ست و اقوال ائمہ مجتہدین و محدثین محققین درین مسئلہ بکدام نہج منقول است

سوال ثالث حدیث مراسیل ابی داؤد المذکور فی بحر الرائق و شرح المنهاج لابن الحجر العسقلانی المحذوف السند انه علیه السلام مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأة لیست فی ذلک کالرجل انتہی سند این حدیث مروی ہست یا نہ و اگر مروی ہست بکدام طریق مرویست و سندی که در مراسیل ابوداؤد ہست تعدیل و توثیق رواة آن حدیث چه طور ست و کدام کدام محدثین بعدالت شان مقر ہستند و این حدیث مخصص عموم حدیث صلوا کما رأیتمونی اصلی شدن میتواند یا نہ و حدیث مرسل صحیح مخصص عموم حدیث موصول مرفوع صحیح میتواند شد یا نہ و اگر میتواند شد پس این مذہب مختار کدام کدام علمای مجتہدین و محدثین ہست و حدیث مرسل اگر بطریق رواة مجہول العدالت مروی باشد و بطریق آخرین مع موصولاً مروی باشد لیکن در ان ہر دو یک راوی متروک الحدیث باشد پس آن حدیث مرسل حکماً موصول شد یا نہ و اگر حکماً موصول شد پس مخصص عموم حدیث صحیح مرفوع موصول شدن میتواند یا نہ و جہش چیست و تا ثلش کیست اگر کسی در حالت رکوع پس امام نیت کرده در نماز داخل شد و در رکوع کرد پس رکعت خود را یافت یا نہ و اگر یافت پس اگر رکعت را در شمار نیاورد و گفت که بوجه نخواندن ضم سوره فاتحه این رکعت قابل شمار نماند و ہمچون فرضیت آن رکعت بر من باقی ماند و ادا نشد پس قول شخص موافق جمہور صحیح ہست یا نہ

ہو المصوب در بودن صوت زن ستر اختلاف فقہا واقع ہست صاحب محیط بحث اذان و صاحب کافی و قاضیخان تصریح صوت المرأة عورة کرده و عدم جواز اذان زن را مبنی کرده و صاحب بحر و اشباه و صاحب نہر و در مختار ترجیح اینکه آواز زن ستر نیست کرده اند و در نوازل ابو اللیث ہست نغمة المرأة عورة صاحب فتح القدیر می نویسد و علی ہذا لو قیل بانها اذا جهرت بالقراءة فی الصلوة فسدت صلوتها کان متجها و حق درین باب آنست که مطلق آواز زن ستر نیست البته رفع صوت مع تمطیط وغیره ستر ہست شرنبلالی در مراقی الفلاح شرح نور الایضاح می نویسد

مطلق صوت زن عورت نیست فا

تقدم فی الاذان ان صوتہا عورۃ ولیس المراد بہ مجرد کلامہا بل ما یحصل من تلیینہ وتمطیطہ ولا یحل لہ
سماعہما و ابو العباس قرطبی در کتاب السماع نوشتہ لا یظن من لا فطنۃ عندہ انا اذا قلنا صوت
عورۃ انا نرید بذلک کلامہا لان ذلک لیس بصحیح فانا نجیز الکلام مع الاجانب ومحاورتہن عند الحاجۃ
الی ذلک ولا نجیز لہن رفع صوتہن ولا تمطیطہا ولا تلیینہا لما فی ذلک من استمالۃ الرجال الیہن
وتحریک الشہوات ومن ہذا لم یجز ان تؤذن المرأۃ و جماعت زنان نزد اکثر حنفیہ مکروہ است
لیکن دلیلے معتد بہ بر کراہت یافتہ نمی شود و ادلہ کہ فقہا بر کراہت قائم کردہ اند مخدوش اند چنانکہ
از مطالعہ فتح القدیر و بنایہ شرح ہدایہ للعینی واضح میشود و از آثار و اخبار مشروعیت جماعت نساء
منفردات ثابت می شود و در سنن ابی داؤد در حدیث طویل مروی ست و کانت ای ام ورقۃ
قد قرأت القرآن فاستاذنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان تتخذ فی دارہا مؤذنا فاذن لہا و امرہا
ان تؤم اہل دارہا و در کتاب الآثار محمد بن حسن ست اخبرنا ابو حنیفۃ نا حماد عن ابراہیم عن عائشۃ
انہا کانت تؤم النساء فی شہر رمضان فتقوم وسطہن و ابن حجر عسقلانی در تخریج احادیث شرح
رافعی مسمی بتلخیص آوردہ اخرج ابن ابی شیبۃ ثم الحاکم من طریق ابن ابی لیلی عن عطاء عن عائشۃ انہا کانت
تؤم النساء فتقوم معہن فی الصف واخرج الشافعی وابن ابی شیبۃ وعبد الرزاق عن ام سلمۃ انہا
امت النساء فقامت وسطہن و در مستدرک حاکم مروی ست ان عائشۃ کانت تؤذن وتقیم
وتؤم النساء فتقوم وسطہن ذکرہ العینی فی البنایۃ ازین روایات معلوم شدہ کہ زنی کہ امام باشد در جماعت
زنان در وسط صف قیام سازد و تقدم مثل رجال برای آن مشروع نیست و ازین ہم معلوم شد
کہ زن امام بجہر القرأۃ و جہر تکبیرات و غیرہا بیچ بدون آن صوت اقتدا نمی یابند و آواز زن
اگرچہ عورت نیست [illegible] لیکن آن و جہ جماعت در حق زنان [illegible] تحقیق این بحث [illegible] در رسالہ
خود تحفۃ النبلاء فی جماعۃ النساء [illegible] امام [illegible] الیہ [illegible] دست [illegible]
[illegible] مسنون ست [illegible]
[illegible] فی جمیع [illegible] اخوتنا عن [illegible]
[illegible] الصحابۃ
[illegible]

بین الرجال والنساء الا فیما استثنیت وروی ابو داؤد فی مراسیلہ عن یزید بن ابی حبیب ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی
الارض فان المرأۃ لیست فی ذلک کالرجل قال البیہقی ہو احسن من موصولین فی ہذا الباب
واستنبط المجتہدون منہ ان امرہ لہما بضم اللحم لکونہ استر لہن مع اختیار علمائنا فی حق الرجال الوضع تحت السرۃ
وحق المرأۃ الوضع علی الصدر لانہ استر لہا انتہی و حافظ ابن حجر در تخریج احادیث رافعی می نویسد
روی ابو داؤد فی المراسیل عن یزید بن حبیب انہ صلی اللہ علیہ وسلم مر علی امرأتین تصلیان فقال
اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأۃ فی ذلک لیست کالرجل ورواہ البیہقی من طریقین
موصولین لکن فی کل منہما متروک واین حدیث اگرچہ مرسل ست لیکن بوجہ اعتضاد طریقین موصولین
اگرچہ دران ہر دو متروک واقع است قوی حاصل شدہ و ہمچو مرسل مقبول و مخصص حدیث وصول خواہد شد
شمس الدین سخاوی در فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث می نویسد المرسل بالمسند لیعتضد ولیصیر دلیلا
آخر فیرجح بہما الخبر عند معارضۃ خبر لیس لہ الا طریق مسند وربما یکون المسند حسنا فیرتقی المرسل بہ لکن
ہذا انما یتاتی اذا کان المسند بمفردہ صالحا للحجۃ اما اذا کان مما یفتقر الی الاعتضاد فلا اذ کل منہما اعتضد بالآخر
وصلا بہ حجۃ قال شیخنا وحینئذ یکون اعتضادہ بہذا المسند کاعتضادہ بمرسل آخر اذا آخر کما فی عدم الصلاحیۃ للحجۃ ولکن
قد یجیب بان القوۃ انما حصلت من ہیأۃ الاجتماع اذ بانضمام احدہما الی الآخر قوی الظن بان لہ اصلا وان لم یوجد
تورک مسنون ست واگر مثل رجال قعدہ کردہ نمازش صحیح خواہد شد در مسند حصکفی می آرد ابو حنیفۃ عن نافع عن ابن عمر
انہ سئل کیف کان النساء یصلین علی عہد رسول اللہ قال کن یتربعن ثم امرن ان یحتفزن ملا علی قاری
در شرحش می نویسد ہو بالحاء المہملۃ والفاء والزاء المعجمۃ ای یضممن اعضاہن بان یتورکن لکن در
صحیح بخاری ست کانت ام الدرداء تجلس فی صلاتہا جلسۃ الرجل وکانت فقیہۃ و عینی
در شرح ہدایہ می نویسد ان کانت امرأۃ جلست علی الیتہا الیسری لان مراعاۃ الستر لہا اولی وکانت
ام الدرداء تجلس جلسۃ الرجل وہو قول النخعی وما المسئلۃ کانت صفیۃ ونساء ابن عمر یجلسن متربعات
لان ذلک استر لہن و مدرک امام در رکوع مدرک رکعت ست بوجہ نخواندن فاتحہ رکعتش غیر معتد
نخواہد شد نزد جمہور العلماء من الصحابۃ والتابعین ومن بعدہم و تحقیقش مع بسط دلائل در رسالہ خود
امام الکلام فیما یتعلق بالقراءۃ خلف الامام کردہ ام من اراد الاطلاع فلیرجع الیہ واللہ اعلم حررہ الراجی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

عفور به القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی و الخفی

۱۴۶ استفتا چه میفرمایند علماء دین و مفتیان شرع متین درین مسائل اول آنکه قیام امام در محراب بطوری که در کتب فقهیه مذکور ست سنت ست یا مستحب یا مباح زیراکه در اکثر کتب معتبره بلفظ لاباس گفته اند و در تاتارخانیه به نقل شامی سنت فرموده دوم آنکه احداث محاریب در مسجد واحد جائز است یانه در تاتارخانیه و جامع الرموز و صلوة مسعودی و در مختار و عالمگیری وغیره خبری آورده اند که نصب محاریب از صحابه و تابعین رضی الله عنهم صادر شده و در جذب القلوب و سفر السعادت آورده که در زمان آنحضرت صلی الله علیه وسلم محاریب نبودند و در فتح القدیر و کبیری باین لفظ آورده فانه بنی فی المساجد المحاریب من لدن رسول الله صلی الله علیه وسلم و لم تبین کان السنة ان یتقدم فی محاذات ذلک المکان و در رد المحتار فی ذیل قوله فوق بیت آورده ای وضع اعد للسنن و النوافل بان یتخذ له محراب و ینظف و یطیب کما امر به صلی الله علیه وسلم فهذا مندوب و در غرائب آورده و به امر النبی صلی الله علیه وسلم اصحابه لیتخذوا فی منازلهم محاریب لصلاتهم ازینجا معلوم میگردد که در عصر آن حضرت نیز محاریب بوده اند پس بعد از تحقیق و تفتیش بلیغ بروایات کتب ظاهر الروایة مع ادله شرح آنها بینوا توجروا

هو المصوب عبارات فقها در باب محاریب مختلف اند بعض از انها دال بران اند که وجود آنها در عصر نبوی بوده و بعض بیان ظاهر ذکر بنای محاریب محدث ست و انچه از جانب کتب احادیث واضح میشود این ست که حدوث محاریب بطوریکه مروج اند در عهد نبوی نبوده بلکه اصل آن از نصاری ست و آنحضرت صلی الله علیه وسلم ازان منع فرموده و حدوث آنها در عهد تابعین گشته و از جمعی از صحابه بران انکار رفته علامه جلال الدین سیوطی در تفسیر در منثور در آیه کریمه فنادته الملائکة و هو قائم یصلی فی المحراب مینویسد اخرج الطبرانی و البیهقی فی سننه عن ابن عمر ان النبی صلی الله علیه وسلم قال اتقوا هذه المذابح یعنی المحاریب و اخرج ابن ابی شیبة فی المصنف عن موسی الجهنی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تزال امتی بخیر مالم یتخذوا فی مساجدهم مذابح کمذابح النصاری و اخرج ابن ابی شیبة فی المصنف عن ابی مسعود قال اتقوا هذه المحاریب و اخرج ابن ابی شیبة عن عبید بن ابی الجعد قال کان اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم یقولون ان من اشراط الساعة ان یتخذ المذابح فی المساجد یعنی الطاقات

در شعبان [illegible]

واخرج ابن ابی شیبة عن ابی ذر قال ان من اشراط الساعة ان تتخذ المذابح فی المساجد واخرج
عن کعب انه کره المذبح فی المسجد انتهی ونیز سیوطی در کتاب الوسائل بمعرفة الاوائل می نویسند
اول من احدث المحراب المجوف عمر بن عبد العزیز حین بنی المسجد النبوی ذکره الواقدی عن محمد
بن هلال انتهی ونیز سیوطی در رساله خود اعلام الاریب بحدوث بدعة المحاریب نوشته ان
قوما خفی علیهم کون المحراب فی المساجد بدعة وظنوا انه کان فی مسجد النبی صلی الله علیه وسلم
فی زمنه ولم یکن قط فی زمانه ولا فی زمان الخلفاء فمن بعدهم الی المائة الاولی وانما حدث فی
اول المائة الثانیة مع ورود الحدیث بالنهی عن اتخاذه وانه من شان الکنائس وان اتخاذه
فی المسجد من اشراط الساعة انتهی پس سیوطی دران رساله ذکر اخبار وآثار مع ذکر سند آنها وتوثیق
رواة کرده منجمله آن همان اخبار اند که از در فتوی منقول اند ومنجمله آن قول ابن مسعود انما کانت
المحاریب للکنائس فلا تشبهوا باهل الکتاب یعنی انه کره الصلوة فی الطاق اخرجه البزار فی سنده
رجال ثقات وهرگاه حال احداث محاریب معلوم شده پس در مسجد واحد احداث محاریب متعدده
مفضی بتکرار جماعت بلا ضرورت است بدرجه اولی ناجائز خواهد شد وآنچه هنگامیکه در حرمین
شریفین تعدد محاریب شده علمای آن زمان منع کردند لیکن سلاطین ممانعت شان را بخیال
نه آوردند ملا باقر آگاه در رساله خود ایقاظ النیام می نویسند در سلف صالح تکرار جماعت
وحدوث محاریب وائمه در چهار جهت کعبه نرسیده ونیست این تکرار مگر از حوادث زمان
ونوائب دوران وحدوث این محاریب در مکه معظمه در سنه ۷۳۰ هفت صد وسی سال است
وحدوث جماعت ثانیه در مکه مکرمه در سنه هشت صد وشصت سال وحدوث محراب
ثانی آن بعد سنه ۹۴۰ نه صد وچهل سال بوقوع پیوست هر چند علمای آن زمان مساعی نمایان
در منع آن کار فرمودند مفید نشد چه کان قدرا مقدورا پس در ظنون واوهام عوام این خیال خام
استحکام یافت که امریست معروف که اهل حرمین آنرا پسند کرده اند انتهی وچون ثابت شد
تعدد محاریب بلکه نفس احداث آن در عصر نبوی وعصر صحابه نبوده لاجرم قیام دران سنت
نخواهد بود وهمین جهت اکثر فقها آنرا بلفظ لا باس که اشارت بترک اولی می سازد ترقیم فرموده اند
البته امتیاز امام وتقدمش بر سائر صفوف وقیامش محاذات وسط صفوف سنت است که آن

احادیث مرفوعہ وغیرہ ثابت ہے واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

استفتا ۱۴۷ کیا فرماتے ہین علمای دین ومفتیان شرع متین ان مسائل مین

سوال اول سجدہ سورۂ صاد کا شافعیہ کے نزدیک واجب ہی یا نہین اور حالت نماز مین اونکے نزدیک سجدہ صاد کا درست ہے یا نہین **سوال دوم** تراویح مین امام اگر شافعی ہو اور مقتدی حنفی ہو اوسپر سورۂ صاد کا سجدہ واجب ہوگا یا نہین اور اگر مقتدی پر واجب ہوگا تو اوسکو حالت نماز یا خارج نماز ادا کرسکتا ہے یا نہین اور اگر ادا نہین کرسکتا تو اوسکے ذمہ پر باقی رہتا ہے یا ساقط ہو جاتا ہے اور حالت اقتدا مین اگر نیت رکوع وسجود صلوۃ مین کرے تو ادا ہو سکتا ہے یا نہین **سوال سوم** تراویح مین اگر امام شافعی ہو بلحاظ اسکے مقتدیون سے جو حنفی ہین سجدہ صاد کا اچھی طرح سے ادا ہو جاوے ایک ترویحہ کا امام حنفی ہوکے رکوع سجدہ صاد کا پڑھکے سجدہ کرے اور شافعی اوسکی اقتدا کرے تو جائز ہے یا نہین اور تعدد امام سے تراویح مین کچھ خلل ہوتا ہے یا نہین اور ایک ترویحہ مین حنفی کے امام ہونے سے تحقیر واستخفاف شافعیہ لازم آتا ہے یا نہین بینوا توجروا

ہو المصوب جواب سوال اول سجدہ سورۂ صاد کا شافعیہ کے نزدیک واجب نہین بلکہ خارج نماز مستحب ہے اور حالت نماز مین حرام ہے بلکہ مفسد صلوۃ ہے اگر سجدہ کرنے والا عمداً سجدہ کرے اور حکم حرمت سے واقف ہو علامہ عسقلانی شافعی ارشاد الساری شرح صحیح البخاری مین لکھتے ہین تستحب السجود بص فی غیر الصلوۃ ویحرم فیہا فان سجد فیہا عامداً عالماً بتحریمہا بطلت صلاتہ بخلاف ما اذا سجد ساہیاً او جاہلاً لعذرہ انتہی

جواب سوال دوم وجوب سجدۂ تلاوت کے تین سبب ہین ایک تلاوت آیہ سجدہ دوسرے سماع آیت سجدہ تیسرے اقتدا اگرچہ سماع نہو جیسا کہ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی مین ہے یجب علی التالی وعلی السامع وعلی المؤتم بتلاوۃ امامہ وان لم یسمعہا لوجوب المتابعۃ علیہ انتہی اور وجوب سجدہ مین ذہب تالی کا اعتبار ہے مذہب سامع کا معتبر ہے نہ مذہب تالی جیسا کہ بحر الرائق مین ہے فی التجنیس التالی والسامع اذا اختلفا فی الاعتقاد لقصد السجدۃ الثانیۃ فی سورۃ الحج

دربارہ تفصیل ان مسئلہ ۱۲۹۵ھ رسالہ مولوی رضا علی ... مدراس ... ملاحظہ

ليس بموضع السجدة عندنا وعند الشافعي هو موضع السجدة لان السامع ليس بتابع للتالي
تحقيقا حتى يلزمه العمل بها لانه لا شركة بينهما انتهى بناءً علیہ جب مقتدی حنفی نے آیت سجدہ
صاد کی امام شافعی سے سنی سجدہ اوسپر واجب ہوگیا نہ امام پر جیسا کہ سجدہ ثانیہ میں حج کے
امر بالعکس ہے لیکن اس واجب کے مقتدی کے ادا کرنیکی کوئی صورت نہیں ہے
نہ نماز میں اور نہ خارج نماز لیکن نماز میں پس اسوجہ سے کہ مخالفت لازم آتی ہے اور مقتدی کو
متابعت امام کی ضرور ہے اسیوجہ سے جب کہ امام حنفی ہو اور وہ باوجود وجوب سجدہ کے
اوسپر اور اوسکے مقتدی پر کسی وجہ سے سجدہ نکرے مقتدی کو بھی لازم ہے کہ سجدہ نکرے
پس جب امام شافعی کہ جسپر سجدہ واجب نہیں ہوا سجدہ نکریگا مقتدی حالت اقتدا میں
بدرجہ اولی سجدہ نہیں کر سکیگا غنیۃ المستملی میں ہے لو لم يسجد الامام لا يسجدون سمعوها
لانه مامور بالمتابعة وعدم المخالفة انتهى اور بھی اوسمیں ہے في نظم الزندويسي خمسة اشياء
اذا لم يفعلها الامام لا يفعلها القوم القنوت وتكبيرات العيدين والقعدة الاولى وسجود التلاوة
وسجود السهو انتهى اور بھی اوسمیں ہے الاصل فيه وجوب متابعة الامام في الواجبات فعلا
وكذا تركا ان كانت فعلية او قولية يلزم من فعلها المخالفة في الفعل انتهى اور لیکن خارج نماز کے
پس اسوجہ سے کہ جو سجدہ تلاوت صلاتیہ ہو وہ خارج نماز کے ادا نہیں ہو سکتا بحر الرائق میں
ہے ولم تقض الصلاتية خارجها لان السجدة المتلوة في الصلوة افضل من غيرها فلم يجز اداءها خارج
الصلوة لان الكامل لا يتادى بالناقص انتهى اور در مختار میں مذکور واجبات صلوۃ میں ہے
مذکورہ ومتابعة الامام يعني في المجتهد فيه لا في المقطوع بنسخه او بعدم سنيته كقنوت فجر انتهى
اور یہ ظاہر ہے کہ سجدہ سورۂ صاد کا مجتہد فیہ ہے جیسا کہ عبارت رد المحتار المراد بالمجتهد فيه
ما كان مبنيا على دليل معتبر شرعا بحيث يسوغ للمجتهد [illegible] مخالفة غيره انتهى سے واضح ہے
پس اسمیں بھی متابعت امام شافعی کی ضرور ہے جیسا کہ سجدہ ثانیہ حج میں متابعت امام
شافعی کی ضرور ہے [illegible] حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار میں ہے قوله المتابعة ظاهره انه يجب عليه
متابعة الشافعي في سجود [illegible] انتهى مگر
[illegible] ہوا کہ مقتدی کو بھی سجدہ کو خارج نماز ادا کرنا [illegible] متابعت

امام کے لیں بالضرورت یہ سجدہ مقتدیوں سے ساقط ہوجائیگا باقی رہا ادا ہونا اوسکا ضمن مین رکوع
یا سجود نماز کے پس نزدیک حنفیہ کے سجدۂ تلاوت رکوع مین ساتھہ نیت کے اور سجود مین بدون
نیت کے اور بعض کے نزدیک بشرط نیت کے ادا ہوجاتا ہے بشرطیکہ رکوع اور سجود بعد
قرأت آیت سجدہ کے فی الفور ہو اور فصل بمقدار چار آیت یا تین آیت علی الاختلاف نہو
بحرالرائق مین ہے لو لم یرکع حتی طالت القراءة لم یجز ان نواه عن السجدة وکذا السجدة الصلاتیة
لا ینوب عنها اذا طالت القراءة واذا لم تطل القراءة لا یحتاج الرکوع والسجود فی اقامتها
عن سجود التلاوة الی النیة ومن المشایخ من قال یحتاج الی النیة واکثر المشایخ لم یقدروا طول
القراءة بشیء وبعضهم قالوا ان قراءة آیة او آیتین لم تطل وان قرأ ثلاثا طالت والظاهر ان
الثلاث لا یعدم الفور انتهی ملخصا اور یہی او سمین شرح قول کنز ولم تقض الصلاتیة خارجها مین
محل سقوطها ما اذا لم یرکع لصلاته ولم یسجد صلاتیة اما اذا رکع او سجد صلاتیة فانه ینوب عنها
اذا کان علی الفور انتهی اور درمختار مین ہے لو نواها الامام فی رکوعه ولم ینوها المؤتم لم تجزه ویسجد
اذا سلم الامام ویعید القعدة ولو ترکها فسدت صلاته کذا فی القنیة وینبغی حمله علی الجهریة نعم لو رکع
وسجد لها فورا ناب بلا نیة انتهی اور حواشی طحطاوی مین ہے قوله نعم استدراک علی قوله لم یجز
یعنی ان عدم الاجزاء للمؤتم عنها اذا نواها الامام فی الرکوع اما اذا لم ینوها فیها بل نواها فی السجود او
لم ینوها اصلا فلا شیء علی المؤتم نواها او لم ینوها شیء انتهی اور ردالمحتار مین ہے قوله نعم لو رکع وسجد لها
ای للصلوة فورا وان لم ینو والظاهر ان المقصود بهذا الاستدراک التنبیه علی انه ینبغی للامام
ان لا ینویها فی الرکوع لانه اذا لم ینوها فی الرکوع ونواها فی السجود او لم ینوها اصلا لا شیء علی المؤتم
لان السجود هو الاصل فیها انتهی ان عبارات سے یہ معلوم ہوا کہ اگر امام فی الفور بغیر فصل طویل
رکوع وسجدہ صلاتیہ کرے اور نیت ادای رکوع وسجود کی کرے نہ سجدۂ تلاوت کی اس صورت مین
بھی مقتدیوں سے ضمن سجدۂ صلاتیہ مین نیت کرین یا نہ کرین سجدۂ تلاوت ادا ہوجاویگا
پس اولی علی الامام [illegible] یہ ہے کہ بعد قرأت آیت سجدہ نماز کے دو تین آیت پڑھکے رکوع
اور سجدہ [illegible] بلا نیت سجدۂ تلاوت کرے تا مقتدیوں سے سجدۂ تلاوت خود بخود ادا ہوجاوے
کیونکہ اگر نیت سجدۂ تلاوت رکوع مین کریگا تو اوسکے نہ جاننے سے [illegible] فساد ہوگا اور اگر بعد فصل طویل

رکوع و سجود کریگا تو مقتدی حنفی سے سجدہ تلاوت فوت ہوجاویگا اور اس صورت مین کہ بعد
دو تین آیت کے رکوع اور سجدہ کرے نہ بقصد سجدہ تلاوت بلکہ بقصد اتمام رکعت کسی مذہب والے کا
نقصان نہوگا **جواب سوال سوم** تراویح دو امام سے بھی پڑھنا درست ہے جیسا کہ فتاوی
قاضیخان وغیرہ مین مصرح ہے لیکن اولی یہ ہے کہ ایک ایک ترویحہ تمام ادا کرے
فتاوی قاسم بن قطلوبغا حنفی مین ہے اذا صلی الترویحۃ الواحدۃ امامان کل واحد تسلیمۃ
اختلف المشائخ فیہ قال بعضہم لا باس بہ والصحیح انہ لا یستحب ذلک ولکن کل ترویحۃ یؤدیہا امام و
وعلیہ عمل اہل الحرمین وغیرہم ویکون تبدیل الامام بمنزلۃ الانتظار انتہی اور ملا باقر آگاہ شافعی
رسالہ ایقاظ النیام فی التقلید بمقلد کل امام مین لکھتے ہین در فتح الجواد فرمودہ و این یعنی سجدہ
ص مستثنی ست از وجوب مفارقت نزد فعل امام مبطلی را در اعتقاد ماموم نظر بر آنکہ خفیف سجود
تلاوت مغتفر شود در نماز انتہی اور بھی اوسمین ہے قول تحفہ بمنزلہ ساہی و قول ابن قاسم بمنزلہ
جاہل این معنی دارد کہ ہر چہ از ساہی و جاہل مغتفر شود اگر امام حنفی آن را بعمل آرد از وی مغتفر شود
و شافعی از اقتدای او ممنوع نگردد انتہی ان دونون عبارتون سے معلوم ہوا کہ اگر بقدر ترویحہ سجدہ
تلاوت کے امام حنفی کیا جاوے تو بہتر ہے کہ تراویح کے ادا مین خلل نہوگا اور سجدہ بھی حنفیون کے
ادا ہو جاویگا اور شافعی کی نماز مین واقعہ اسمین بھی کچھ فتور نہوگا اور یہ خیال کرنا کہ اسمین تحقیر و استخفاف
شافعیہ ہے قبیل وساوس سے ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات
محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

۱۴۸ **استفتا** کیا فرماتے ہین علمای دین اس مسئلہ مین کہ مثلاً ایک حافظ نے ایک
مسجد مین بعرصہ دس روز کے ختم تراویح ساتھ ایک قوم کے پڑھا بعد ازان حافظ موصوف
نے دوسری مسجد مین ساتھ دوسری قوم یعنی مقتدی کے ختم تراویح پڑھا تو آیا تراویح سنت
بختم مذکورہ واسطے اون قومون کے ادا ہوگی یا نہین و ثواب پاوینگے یا نہین بینوا توجروا
ہو المصوب ادا ہوگی خزانۃ الروایات مین ہے قد روی لبعض اہل العلم عن کنز
الفتاوی رجل ام قوما فی التراویح وختم فیہا ثم ام قوما آخرین لہ ثواب الفضیلۃ ولہم ثواب الختم
انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

۱۲۹ استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین اس مسئلہ مین کہ نفل نماز بعد دو رکعت سنت نماز ظہر و مغرب و عشا کی اکثر عوام پڑھتے ہین آیا اصل اسکی سنت و اجماع و قیاس سے ثابت ہی یا نہین و پڑھنا اسکا موجب ثواب ہے یا سراسر بدعت قابل عذاب ہے بینوا توجروا

ہو المصوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد وتر کے دو رکعت نفل بیٹھکے پڑھنا ثابت ہے جیسا کہ صحیح مسلم مین مروی ہے سالت عائشۃ عن صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت کان یصلی ثلث عشر رکعات ثم یصلی ثمان رکعات ثم یوتر ثم یصلی رکعتین وہو جالس فاذا اراد ان یرکع قام فرکع ثم یصلی رکعتین بین الندا و الاقامۃ من صلوۃ الصبح نووی شرح صحیح مسلم مین لکھتے ہین الصواب ان ہاتین الرکعتین فعلہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد الوتر جالسا لبیان جواز الصلوۃ بعد الوتر و بیان جواز النفل جالسا ولم یواظب علی ذلک بل فعلہ مرۃ او مرتین او مرات قلیلۃ انتہی اور بعد دو رکعت سنت ظہر و مغرب و عشا کے دو رکعت نفل پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اب تک نظر سے نہین گذرا لیکن جو شخص بقصد ثواب بدون اعتقاد سنیت پڑھیگا وہ ثواب پائیگا کیونکہ حدیث مین وارد ہے الصلوۃ خیر موضوع فمن شاء فلیقلل و من شاء فلیکثر البتہ ان اوقات مین نفل دو رکعت کھڑے ہوکے پڑھنا چاہیے نہ بیٹھکے جیسا کہ اکثر عوام کی عادت ہے اسوجہ سے کہ صحیح مسلم و موطا مالک وغیرہ کتب معتبرہ مین مروی ہے صلوۃ الرجل قاعدا علی النصف من صلوتہ قائما واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی

۱۳۰ استفتا ما یقول العلماء فی ہذہ المسالۃ ذکر فی کتب الاحناف ان سنۃ الفجر لا تقضی الا اذا فاتت مع الفجر فیقضیہا تبعا لقضائہ قبل الزوال واما اذا فاتت وحدہ فلا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع لکراہۃ النفل بعد الصبح والاصل فیہ قولہ علیہ السلام لا صلوۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس ولا صلوۃ بعد العصر حتی تغرب الشمس رواہ ابو داود لکن یعارضہ ما روی قیس بن عمرو رأی رسول اللہ صلعم رجلا یصلی بعد صلوۃ الصبح رکعتین فقال صلوۃ الصبح رکعتین فقال الرجل انی لم اکن صلیت الرکعتین اللتین قبلہما فصلیتہما الآن فسکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ ابو داود فما وجہ التوفیق و دفع التعارض بینوا توجروا

ہو المصوب لا شک فی صحۃ الاحادیث التی وردت بالمنع عن الصلوٰۃ بعد طلوع
الفجر حتی تطلع الشمس و بعد العصر حتی تغرب من التطوعات علی ما فی الصحیحین وغیرہما وکذا اشتہر
فی کون الحدیث الدال علی جواز اداء سنۃ الفجر بعد صلوٰۃ الفجر قبل طلوع الشمس حجۃ الا ان
اصحابنا لما اثبتوا فی الاصول ان النص المبیح والمحرم اذا تعارضا یقدم المحرم وان
القول مقدم علی الفعل والتقریر حکموا ہہنا بالمنع عملا باحادیث النہی المطلقۃ القولیۃ المحرمۃ
ولذا قال العینی فی البنایۃ شرح الہدایۃ بعد ذکر المتعارضین ان المبیح والحاظر اذا تعارضا
جعل الحاظر متاخرا وقد ورد النہی فی کثیر من الاحادیث انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی
عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی ؎

استفتا ١٥١ کیا فرماتے ہین علمای دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین
کہ تعریف صحیح مصر کی کیا ہے اگر یہ ہے کہ اوس جگہ کے رہنے والون سے اکبر مساجد بھر جاوے
تو رہنے والون مین بعض لوگ ایسے ہین کہ اون پر جمعہ واجب نہین مثل صبی اور مرأۃ اور اعمی
اور کافر وغیرہ کے ان لوگونکا اعتبار ہوگا یا نہین بینوا بالتفصیل بحوالۃ الکتاب توجروا من اللہ الجلیل نعم الثواب

ہو المصوب مصر کی تعریف مین فقہا کا اختلاف واقع ہے اور مختار اکثر فقہا اور مفتی بہ
نزدیک جمہور متاخرین کی تعریف مصر مین یہی ہے کہ اوس جگہ کے رہنے والے اونکو اکبر مساجد
اوس جگہ کے کافی نہو اور مراد اون لوگون سے وہ لوگ ہین جن پر جمعہ فرض ہے اور صبی
اور کافر وغیرہ جو مکلف جمعہ کے ساتھ نہین ہین خارج از بحث ہین برجندی شرح
مختصر وقایہ مین لکھتے وما لا یسع اکبر مساجدہ اہلہ مصر وہذا التفسیر مروی عن ابی یوسف
والمراد باہلہ ہم الذین یجب علیہم الجمعۃ وعنہ ایضا کل موضع فیہ کل عشرۃ آلاف رجل وعنہ
ایضا ان کل موضع لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود وہو اختیار الکرخی کذا فی المضمرات
ثم الظاہر ان المراد باکبر المساجد ہو المسجد الجامع لکن فی الخزانۃ ان الحسن قال فی الباب
انہم اذا کانوا بحال لو اجتمعوا فی اکبر مساجدہم لا یسعہم حتی احتاجوا الی بناء المسجد الجامع فہذا
صریح فی ان المراد باکبر المساجد غیر المسجد الجامع وقد صرح فی فتاوی الزاہدی من ان المراد
باکبر المساجد اکبر المساجد للصلوات الخمس وقال بعضہم ان لا یعیش کل محترف بحرفتہ

من سنتہ الی سنتہ من غیر ان یحتاج الی حرفۃ اخری وقال بعضہم ہو ان یکون بحال لو قصدہم
عدو یمکنہم دفعہ وقال بعضہم ہو ان یولد فیہ کل یوم ویموت فیہ انسان وقال بعضہم ہو ان
لا یعرف عددا ہلہ الا بکلفۃ ومشقۃ انتہی ملخصا اور تنویر الابصار اور در مختار میں ہے ہو ما لا یسع
اکبر مساجدہ اہلہ المکلفین بہا وعلیہ فتوی اکثر الفقہاء مجتبی انتہی رد المحتار میں ہے قولہ المکلفین
بہا احترز بہ عن اصحاب الاعذار مثل النساء والصبیان والمسافرین عن القہستانی قولہ وعلیہ
فتوی اکثر الفقہاء وقال ابو شجاع ہذا احسن ما قیل فیہ وفی الولوالجیۃ وہو صحیح بحر وعلیہ مشی
فی الوقایۃ ومتن المختار وشرحہ وقدمہ فی متن الدرر علی القول الآخر وظاہرہ ترجیحہ وایدہ
صدر الشریعۃ بقولہ لظہور التوانی فی احکام الشرع سیما فی اقامۃ الحدود فی الامصار انتہی
اور بحر الرائق میں ہے فی المجتبی عن ابی یوسف انہ اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدہم للصلوات
الخمس لم یسعہم وعلیہ الفتوی لاکثر الفقہاء وقال ابو شجاع ہذا احسن ما قیل انتہی واللہ اعلم
حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [ابو الحسنات محمد عبد الحی]

استفتا کیا فرماتے ہیں علمای دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں
کہ زید اپنی زوجہ کو حکم ادای نماز پنجگانہ کرتا ہے زوجہ کبھی نماز نہیں پڑھتی ہے اور کبھی قصداً
قضا کرتی ہے اسوجہ سے زید منکوحہ مذکور سے ناراض رہتا ہے اس صورت میں شرع شریف
کیا حکم کرتی ہے آیا زید اوس سے ہمخوابی ترک کرے یا تنبیہاً اوسے مارے یا طلاق دیوے
بینوا بالتفصیل بحوالۃ الکتاب توجروا من اللہ الجلیل نعم الثواب

ہو المصوب اگر وہ عورت نصیحت زبانی نہیں مانتی ہے تو اوسکو بہ نیت تنبیہ زوج کے
ہمخوابی ترک کرے اور تنبیہاً اوسکو مارنا بھی درست ہے مگر نہ اسطرح پر کہ اوسکو زیادہ تکلیف ہو
اور طلاق دیدینا بھی درست ہے مگر ضروری نہیں اور اگر وہ عورت کسی طرح سے نہ مانے تو اوسکو
اپنی زوجیت میں باقی رکھنا ممنوع نہیں ہے کیونکہ ذمہ شوہر کا بوجہ نصیحت کے پاک ہوگیا
عدم قبول نصیحت کا وبال اوس عورت پر ہوگا اشباہ میں ہے للزوج ان یضرب زوجتہ علی اربعۃ
الزینۃ بعد طلبہا وعلی عدم اجابتہا الی فراشہ وہی طاہرۃ من الحیض والنفاس وعلی خروجہا من منزلہ
بغیر حق وعلی ترک الصلوۃ فی روایۃ انتہی حموی حواشی اشباہ میں لکھتے ہیں قولہ علی ترک الصلوۃ

فی روایۃ مشی علیہ فی الکنز تبعا للکثیرین وفی النہایۃ تبعا لما فی الحاکم انہ لا یجوز لہ لان المنفعۃ
لا تعود الیہ بل الیہا انتہی اور خزانۃ الروایۃ مین ہے فی الخانیۃ لہ ان یضربہا علی اربعۃ منہا ترک
الزینۃ اذا اراد الزوج الزینۃ والثانیۃ ترک الغسل من الحیض والنفاس والجنابۃ والثالثۃ ترک
الصلوۃ والرابعۃ الخروج من منزلہ بغیر اذنہ بعد ایفاء المہر وفی القنیۃ لہ امرأۃ فاسقۃ لا تنزجر
بالزجر لا یجب علیہ تطلیقہا وفی الخانیۃ رجل لہ امرأۃ لا تصلی کان لہ ان یطلق انتہی واللہ اعلم
حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

۱۵۵ **استفتا** کیا فرماتے ہین علمای دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ
ایک قصبہ مین نماز جمعہ کی ایک مسجد مین بجماعت کثیرہ ہوتی تھی اور اون نمازیون مین بعض
بعض شخص آمین بالجہر ورفع یدین کرنے والے تھے اور برسون سے اسکا جھگڑا تھا اتفاقا
ایک جاہل نے عین نماز مین آمین بالجہر کرنے والیکو مارا تو اس صورت مین اوس مسجد مین
اذن عام ہے یا نہین اور حال یہ کہ امام نے کسی کو منع نہین کیا کہ تم یہان نماز نہ پڑھو اور
بسبب مارپیٹ کے عالم آمین بالجہر والے یہ فرماتے ہین کہ اس مسجد مین نماز جمعہ کی نہین ہوتی
اور اوس مارپیٹ کو سبب عدم اذن عام قرار دیتے ہین تو اس صورت مین کیا حکم ہے
آیا نماز جمعہ کی اوس مسجد مین ہوتی ہے یا نہین بینوا توجروا

ہو المصوب آمین بالجہر کہنے والیکو جس نے ایک فعل موافق احادیث صحیحہ اور
مطابق ایک جماعت ائمہ مجتہدین ومحدثین کے کیا مارنا حرام ہے مارنیوالا قابل مواخذہ کے
ہے لیکن صرف اسقدر سے اذن عام مین تخلل نہین ہوتا اگر مسجد مین آنے سے جمعہ کے روز
نمازیونکو ممانعت کیجاوے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات
محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

۱۵۶ **استفتا** کیا فرماتے ہین علمای دین اس مسئلہ مین کہ ایک قصبہ مین چند
اشخاص آمین بالجہر کہتے ہین اور نہ کہنے والے کو بھلا برا کہتے ہین بلکہ بعض بعض جاہل آمین
بالجہر کہنے والے نہ کہنے والیکو کافر بھی کہتے ہین بسبب ان کلمات ناشائستہ کے ایک جاہل نے آمین
بالجہر ورفع یدین والیکو مارا اور قبل مار کھانے کے بہت فساد تھا بعد مارنے کے کل فساد دفع ہو گیا

تو اس صورت مین وہ مارنے والا گنہگار ہوگا یا نہین بینوا توجروا

ہو المصوب جہر کہنا آمین بالجہر نہ کہنے والیکو اور مارنا آمین بالجہر کہنے والیکو یہ دونون فعل گنہگار ہوے دونون پر توبہ لازم ہے فان خلاف الائمۃ رحمۃ ولیس علی متبع احدہم کائنا من کان نقمۃ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

۱۵۵ **استفتا** چہ میفرمایند علمای دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ بعد نماز وتر کے یہ جو دو سجدے اکثر لوگ کرتے ہین اور اونمین سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح پڑھتے ہین انکی نسبت کیا حکم ہے آیا مکروہ ہے یا مباح اور وہ جو اسکی فضیلت مین بعض کتب فقہ مین ایک حدیث بروایت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مذکور ہے وہ حدیث نزدیک محققین محدثین صحیح ہے یا موضوع بینوا توجروا

ہو المصوب یہ دو سجدے بعد وتر کے بے اصل ہین اور حدیث فاطمہ رض جو اسمین ہے موضوع ہے درمختار مین مرقوم ہے سجدۃ الشکر مستحبۃ بہ یفتی لکنہا تکرہ بعد الصلوۃ لان الجہلۃ یعتقدونہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یودی الیہ مکروہ انتہی اور رد المحتار مین ہے قال فی شرح المنیۃ واما ما ذکر فی المضمرات ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا فاطمۃ ما من مومن ولا مومنۃ یسجد سجدتین الی آخرہ فحدیث موضوع باطل لا اصل لہ انتہی ملخصا اور بھی اوسمین ہے قال فی شرح المنیۃ عن شرح القدوری الزاہدی ما یفعل عقیب الصلوۃ مکروہ لان الجہال یعتقدونہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یودی الیہ فمکروہ انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

۱۵۶ **استفتا** کیا فرماتے ہین علمای دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ ایک شہر مین لوگون نے ۲۹ ذیقعدہ کو چاند بقرعید کا دیکھنا شروع کیا اور مطلع بھی صاف تھا اس شہر والون کو نہ دکھائی دیا اور اس شہر مین دوسرے شہر سے دو شخص آئے اور نہایت ثقہ اور پرہیزگار تھے اون دونون نے شہادۃ ایک مفتی کے پاس یہ بیان کیا کہ ہمنے اپنی آنکھون سے چاند دیکھا ہے بتاریخ ۲۹ ذیقعدہ کو فلان شہر مین بعد ادای شہادت کے ایک کا یہ بیان ہے کہ ہمنے فلان شہر مین ایک مکان دو محلہ پر

نماز پڑھی اور وہان قریب سو دو سو آدمیون سے نمازی جمع ہوتے ہین سبھون نے
چاند دیکھا اور دوسرے کا یہ بیان ہے کہ ہم ایک میدان مین ساتھ کئی ہمراہیون کے ریل سے اوتر کے چلے جاتے تھے عین مغرب کے وقت ہم سبھون نے اپنی آنکھون سے
بالاتفاق دیکھا بعد اس شہادت کے ایک دوسرے قصبہ سے خط ڈاک آیا اوسمین بھی
لکھا تھا کہ یہان چاند ۲۹ ذیقعدہ کو بہت لوگون نے دیکھا ہے فلان روز بحساب ۲۹ کے
نماز ہوگی اور علاوہ اسکے چند جگہون سے اور بھی خبر آئی بناءً علیہ مفتی مذکور نے گواہی اشخاص
مذکورہ کی قبول کی کیونکہ کثرت قرائن سے مفتی مذکور کو یقین کامل ہوا کہ بیشک بتاریخ ۲۹
چاند دیکھا گیا یہان کے لوگون کا قصور ہے کہ بتوجہ نہ دیکھا بمقتضای عبارت فتاوے
قاضیخان کے جو یہ لکھا ہے عن ابی حنیفۃ فی نوادر الشہادۃ علی اہل الاضحی الشہادۃ علی ہلال
الرمضان لما یتعلق بہا امر دینی وہو ظہور وقت الحج گواہی کو قبول کر کے فتوی نماز عید کا
بحساب ۲۹ کے دیا اور نماز بھی پڑھی گئی اور بعد نماز کے بذریعہ تاربرقی کے جہان غالباً
چاند دیکھا تھا خبر بھی طلب کی گئی یقینی ظاہر ہوا کہ واقعی چاند اسکے ساتھیون نے دیکھا تھا
پس صورت ہذا مین بعض متعصب جو یہ کہتے ہین کہ نماز ان سب کی نہین ہوئی اور
مفتی حنفی المذہب نہین ہے اب حاصل سوال کا یہ ہے کہ نماز صورت مذکورہ مین
درست ہوئی یا نہین اور مفتی حنفی المذہب رہا یا حنفی سے خارج ہوا بینوا توجروا

ہو المصوب نماز صورت مذکورہ مین درست ہوئی اور مفتی مذہب حنفی سے
خارج نہین ہوا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا ۱۸۹ حامداً او مصلیاً و مسلماً **سوال** کیا فرماتے ہین علمای دین اس مسئلہ مین
کہ ایک شخص امام ہوتا ہے اور بعد سلام کے یہ دعا جو خاص اپنے نفس کے واسطے ہے پڑھتا ہے
رب انت ولیی فی الدنیا والآخرۃ والحقنی بالصالحین اور رب اشرح لی صدری ویسر لی امری
اور مقتدی سب اوسکے پیچھے آمین کہتے ہین پس ایسی صورت مین کہ وہ مسجد کا
امام ہو یہ فعل اوسکا جو خاص اپنے لیے کرتا ہے برا ہے یا بھلا اور وہ جائز ہے یا ناجائز
اور امام عید قوم الجد سید سے کے گر سے مین داخل ہو سکتا ہے یا نہین فقط سوال بروئیگ

دوسرا شخص امام ہوتا ہے اور وہ بعد سلام کے اسی دعا کو بلفظ جمع تلفظ کرتا ہے یعنی یون پڑھتا ہے ربنا انت ولینا فی الدنیا والآخرۃ والحقنا بالصالحین رب اشرح لنا صدرنا ویسر لنا امورنا اور سب مقتدی آمین کہتے ہین پس ایسی صورت مین امام دوسرا قابل ملامت کے ہے یا قابل مدح کے اور خائن ہے یا امانت دار اور ایسے امام کو صلاح دینے والا قرآن کا کہین سگے یا کیا **سوال دیگر** حدیث لایؤم عبد قوما جو ترمذی مین بروایت ثوبان منقول ہے وہ حدیث موضوع ہے یا کہ حسن ہے اور اوس حدیث کا محل یہ دعا جو بعد تسلیم کے مانگتے ہین ہو سکتا ہے یا نہین اور حدیث ثوبان کے ساتھ اون حدیثون کے جنمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بوقت امامت اندر نماز بلفظ مفرد دعا منقول ہے متعارض اور مخالف ہوتی ہے یا نہین اگر ہوتی ہے تو اوسکی تطبیق سطرح ایک شخص نقل کرتا ہے کہ حدیث ثوبان مین جو ممانعت تخصیص کی ہے وہ خارج صلوۃ بعد تسلیم مراد ہے کیونکہ سب مقتدی اوس امام کو اپنی طرف سے نائب واسطے طلب خیر کے کرتے ہین اور آپ خود دعا نہین مانگتے بلکہ فقط آمین کہتے ہین اور وہ اس صورت خاص مین خیانت کر کے خاص اپنے لیے بھلائی چاہتا ہے تو بیشک خائن ٹھہرا اور اندر نماز کے تو ہر کوئی خواہ مقتدی ہو خواہ امام دعا مانگتا ہے تو پس امام اون سب کا دعا مانگنے مین نائب نہ ٹھہرا خائن کیون گا یہ تقریر صحیح ہے یا غلط بینوا توجروا

ہو المصوب چونکہ اکثر ادعیہ صلوۃ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہین بلفظ افراد وارد ہین اور حدیث ثوبان عدم جواز یا کراہت پر دال ہے بحالت امامت اسوجہ سے علما کی رائین اس باب مین مختلف ہو گئین بعض نے حدیث ثوبان کو موضوع کہا اور مطلقا افراد کو جائز لکھا لیکن یہ قول محض غلط ہے حدیث مذکور جامع ترمذی وغیرہ مین موجود ہے اور اوسکی وضع پر کوئی دلیل قوی نہین ہے اور مجرد تعارض سے باوجود امکان جمع کے کسی حدیث کو موضوع کہنا نہین درست ہے اور بعض نے مطلقا ادعیہ صلوۃ مین افراد کو ممنوع لکھا اور بعض محدثین نے یہ تحریر کیا کہ مراد حدیث ثوبان سے وہ دعا ہے جو بلفظ جمع وارد ہے اور جو دعا بلفظ افراد وارد ہے وہ اس سے خارج ہے اور اکثر محدثین کی یہ رای ہے کہ تخصیص ممنوع اوس دعا مین ہے جسکے ساتھ

امام منفرد ہو اور مقتدی آمین کہتا ہو جیسے دعای قنوت صبح اور سوا اسکے اور ادعیہ ہین
کہ امام مقتدی دونونکو جائز ہین تخصیص منع نہین ہے فاضل یمنی بہجۃ المحافل مین لکھتے ہین
جمع الادعیۃ المرویۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رویت بلفظ التوحید قال الشیخ
مشایخنا المجد الشیرازی فان قیل ورد مرفوعا لا یؤم عبد قوما فیخص نفسہ بدعوۃ دونہم فان فعل
ذلک فقد خانہم ثم نقل عن ابن خزیمۃ ان ہذا الحدیث موضوع وقال بعض العلماء ان ثبت
ہذا الحدیث فیکون المراد دعاء ورد بلفظ الجمع قلت وظہر لی واللہ اعلم ان کل دعاء یدعو بہ الامام
والماموم یکون بلفظ الافراد وکل دعاء لیس فیہ للماموم الا دعاء الامام یکون بلفظ الجمع فان افرد
وقع فی النہی وہذہ اولی مما ذکرہ القاضی لان الحدیث الذی نقل عن ابن خزیمۃ وضعہ خرجہ
ابو داود والترمذی انتہی کلامہ اور سراج الدین ابن الملقن شرح سنن ابن ماجہ مین لکھتے ہین
اما التخصیص بالدعاء فمقتضی کلام النووی فی الاذکار اطرادہ فی سائر ادعیۃ الصلوۃ وبہ صرح
الغزالی فی الاحیاء ونقل ابن المنذر فی الاشراف عن الشافعی والصحابہ الاول بالامر الامام والماموم
بقولہ یقول الامام بصیغۃ الافراد ما امر الامام بقولہ کالقنوت یاتوا بہ بصیغۃ الجمع [illegible] اور ابن القیم
زاد المعاد مین لکھتے ہین المحفوظ انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان بلفظ الافراد کقولہ رب اغفر لی
وارحمنی ومنہا قولہ فی دعاء الاستفتاح اللہم اغسلنی من خطایای اللہم باعد بینی وبین خطایای الی وروی
الامام احمد واہل السنن من حدیث ثوبان مرفوعا لا یؤم عبد قوما فیخص نفسہ بدعوۃ قال
ابن خزیمۃ فی صحیحہ وقد ذکر حدیث اللہم باعد بینی فی ہذا دلیل علی رد الحدیث الموضوع لا یؤم
عبد قوما الحدیث وسمعت شیخ الاسلام ابن تیمیۃ یقول ہذا الحدیث عندی فی الدعاء الذی
یدعو بہ الامام لنفسہ وللماموین کدعاء القنوت وغیرہ انتہی اور شمس الدین جزری مولف
حصن حصین مفتاح حصن حصین مین لکھتے ہین ہو من المنہیات کما ورد فی حدیث ثوبان [illegible]
ان الامام فی الدعاء کالقنوت وغیرہ لا یخص فانہ اذا دعا ہم یومنون ویخص نفسہ بالدعاء ویحرم
الماموین [illegible] اما الافراد فی الدعاء للامام لنفسہ [illegible] اور [illegible] امام [illegible]
[illegible] ان کل واحد من الماموین ینبغی ان یدعو لنفسہ انتہی [illegible]
اختیارہ اکثر ہم بعد نماز کے جب امام [illegible] اور مقتدی آمین کہین تو [illegible] تخصیص

بلکہ تعمیم جیسا کہ شیخ دہلوی نے تصریح کیا ہے اگر آن دعا کہ امام بعد سلام میکند و مقتدیان

آمین میگویند ثابت شود چنانکہ ذکر کردیم آن نیز محمل این حدیث تواند بود لیکن درین محل

نیز دعا بلفظ افراد مناسب نیست و از دیانت نہ انتہی کلام الشیخ فی شرح سفر السعادت

اور جو امام ربنا اٰتنا فی الدنیا و فی الآخرۃ پڑھتا ہے وہ بدلنے سے القرآن کا نہین ٹھہریگا

اسوجہ سے کہ ادعیۂ قرآنیہ جب بطور دعا کے تلاوت کیجاوین وہ قرآنیت سے خارج

ہوجاتے ہین جیسا کہ اشباہ والنظائر مین کتاب الصلوۃ مین ہے القرآن یخرج عن القرآنیۃ

بقصد الثناء انتہی پس تبدیل اون مین تبدیل قرآن نہوگی اور حدیث ثوبان کو خاص دعا

بعد الصلوۃ پر محمول کرنا نہین صحیح ہے اسوجہ سے کہ یہ طریقہ جو فی زماننا مروج ہے کہ امام

بعد سلام کے ساتھ رفع یدین کے دعا مانگتا ہو اور مقتدی آمین کہتے ہین آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے زمانے مین نتھا جیسا کہ ابن القیم نے زاد المعاد مین تصریح کی ہے بلکہ اولی یہی ہے

کہ حدیث ثوبان عام سمجھی جاوے اوس دعا مین جسمین امام متفرد ہو اور مقتدی آمین کہتے ہون

اور یہ صورت بھی افراد عام مین داخل کیجاوے واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب فقط

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی	محمد عبد الحی ابو الحسنات

استفتا کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک موضع تخمیناً سو گھر کا ہے

اس موضع مین زیادہ ہنود ہین مسلمان کم مدت سے ایک مسلمان نے مسجد تیار کی اوسمین نماز

پنجگانہ و جمعہ جاری تھا اب ایک دوسرے شخص نے ایک مسجد دوسری بفاصلہ بیس دست

بلا ضرورت تیار کی اس صورت مین حق کونسی مسجد کا ادا کیا جاوے بینوا توجروا

ہو المصوب نماز دونون مین جائز ہے لیکن افضل مسجد قدیم ہے در مختار مین ہے

افضل المساجد مکۃ ثم المدینۃ ثم القدس ثم قبا ثم الاقدم ثم الاعظم ثم الاقرب انتہی اور شرح منیہ مین ہے

ذکر فی الخانیۃ وفتاوی المفتی وغیرہما ان الاقدم افضل فان استویا فی القدم فالاقرب انتہی واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

۱۵۹ استفتا مقتدی جہت پڑھون اور امام چپکے نماز پڑھتا ہو درست ہے

یا نہین جواب اسکا احادیث یا آثار صحابہ سے ارشاد ہو۔

ہو المصوب درست ہے حافظ ابن حجر تلخیص الحبیر تخریج احادیث شرح الرافعی الکبیر میں لکھتے ہیں روی الشافعی عن ابراہیم ابن محمد حدثنی صالح مولی التوامۃ انہ رأی ابا ہریرۃ یصلی فوق ظہرہ ای المسجد بصلوۃ الامام فی المسجد ورواہ البیہقی من حدیث القعنبی عن ابن ابی ذئب عن صالح ورواہ سعید بن منصور وذکرہ البخاری تعلیقا انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا ۱۶۰ در تسلیم صلوٰۃ در زیادت وبرکاتہ اختلاف واقع شدہ بعض قائل بدعت وبعض قائل استحسان شدہ اند چنانکہ در درمختار می نویسد وجعلہ النووی بدعۃ وردہ الحلبی وفی الحاوی انہ حسن انتہی درین باب کدام امر مختار ہست فقط

ہو المصوب مختار حسن این زیادت ہست وحکم ابتداع غیر مصوب ہست ودر رد المحتار می نویسد قولہ ردہ الحلبی یعنی المحقق ابن امیر حاج فی الحلیۃ شرح المنیۃ حیث قال ابعد نقلہ قول النووی انہ بدعۃ ما نصہ لکنہ متعقب فی ہذا بانہا جاءت فی سنن ابی داؤد من حدیث وائل بن حجر باسناد صحیح وفی صحیح ابن حبان من حدیث عبد اللہ بن مسعود ثم قال اللہم الا ان یجاب بشذوذہا وان صح مخرجہا کما مشی علیہ النووی فی الاذکار وفیہ تامل انتہی ملخصا وحافظ ابن حجر در تلخیص الحبیر می نویسد وقع فی صحیح ابن حبان من حدیث ابن مسعود زیادۃ وبرکاتہ وہی عند ابن ماجۃ وابی داؤد ایضا من حدیث وائل فیتعجب من قول ابن الصلاح حیث یقول بان ہذہ الزیادۃ لیست فی شیء من کتب الحدیث الا فی روایۃ وائل انتہی

واللہ اعلم حررہ ابو الحسنات محمد عبد الحی عفا عنہ

استفتا ۱۶۱ ما قولکم عظکم فی من صلی العشاء والتراویح والوتر فی مسجد حال کونہ اماما ثم ام قوما آخرین بالتمام فی ترویحۃ او ترویحتین فی مسجد آخر معتقدا بان التراویح وسائر السنن والنفل فی حکم اعتمادا علی روایۃ مستخرجۃ من بیاض محمد ہاشم الٹھٹھوی ناقلا عن مناعۃ الروایات وہی ہذہ وصح اقتداءہم لان السنۃ والتطوع فی حکم واحد ومستدلا بانہ یکفی مطلق النیۃ فی التراویح وغیرہا من السنن کالنوافل فانہ ہو مذہب الجمہور وعامۃ المشائخ متمسکا بروایۃ ملتقطۃ من تلک البیاض منقولۃ عن شرح شرعۃ الاسلام وعبارتہا ہذہ

ما اجتمع الحلال والحرام الا وغلب الحرام واین ضابطه در معاملات است واما در عبادات چون
نماز و روزه و مانند آن علما گفته اند اگر یک روایت عدم جواز باشد و یک روایت جواز مفتی را باید
که بر جواز فتوی دهد انتهی ومنشأها ما قال الکمال ابن الهمام ان نفس النیة یجعل نفس الفعل علی
الوجه الذی فعله علیه الصلوة والسلام وهو علیه السلام کان ینوی السنة بل الصلوة لله تعالی فعلم
ان وصف السنیة ثبت بعد فعله علی ذلک الوجه تسمیة منا لفعله لا انه وصف یتوقف حصوله علی النیة
انتهی ملخصا فهل یکره اقتداء ذلک القوم امام لا او هل تکره امامة ذلک الرجل امام الاول بلی هم بناء
القوی علی الضعیف ام الاول یرجح التعیین فی السنن المؤکدة ام الاطلاق وما فی الفتاوی الهندیة
ولو صلی التراویح مقتدیا بمن یصلی مکتوبة او وترا او نافلة الاصح انه لا یصح الاقتداء به لانه مکروه ومخالف
لعمل السلف انتهی وسبب عدم الصحة مخالفة عمل السلف ام غیرها افیدوا الجواب بالتفصیل والاطناب
تجدوا عند الکریم الوهاب فانه حصل امر عظیم بحیث [illegible]

هو المصوب اختلف فقهاؤنا الحنفیة فی هذا الباب فی تعیین الاول فی نیة التراویح فظاهر
الروایة کما فی التجنیس والذخیرة انه یکفی فی التراویح وسائر السنن نیة مطلق الصلوة وصححه صاحب الهدایة
فی الهدایة وفی مختارات النوازل واختاره ابن الهمام فی فتح القدیر ونسبه الی المحققین وحققه بما حقق
وتبعه العلامة الحلبی فی البرهان شرح مواهب الرحمان وصححه فی جامع المضمرات وفی الدر المختار هو المعتمد
وفی خزانة الفتاوی ومنیة المصلی هو المختار والقول الثانی هنا انه لا بد فی التراویح وسائر السنن من نیة
الاستنان ومتابعة الرسول صلی الله علیه وسلم وصححه بعض ارباب الفتاوی کقاضیخان حیث قال فی
فتاواه قال بعضهم یجوز اداء السنن بنیة الصلوة او التطوع وقال بعضهم لا یجوز وهو الصحیح انتهی وکصاحب
البزازیة حیث قال ان نوی فی التراویح مطلق الصلوة او النفل فالصحیح انه لا یجوز لانها سنة مخصوصة
[illegible] علی ان التراویح والسنن تتأدی بمطلق النیة
انتهی ومثله فی الظهیریة وغیرها فقد اختلف التصحیح والترجیح فی هذه المسألة فلذا ذکر صاحب [illegible]
وصاحب المنیة وصاحب [illegible] وابن الهمام وتلمیذه قاسم بن قطلوبغا وغیرهم ان الاحتیاط ان
لا یکتفی بمطلق النیة [illegible] من یصلی التراویح بمن یصلی [illegible]
[illegible] قال قاضیخان الصحیح انه لا یجوز انتهی وقال الصدر الشهید [illegible]

امام يصلي التراويح في مسجدين على الكمال لا يجوز انتهى وقال قاسم بن قطلوبغا في فتاواه اذا صلى التراويح مقتديا بمن يصلي المكتوبة او الوتر او نافلة غير التراويح اختلف المشايخ فيه منهم من بنى هذا على الاختلاف في النية فمن قال من المشايخ ان التراويح لا يتادى بمطلق النية حتى ينويها قال ههنا لا يصح لانها لا تتادى الا بنيتها فلا تتادى الا بنية الامام وهي بخلاف نيته ومن قال من المشايخ انها تتادى بمطلق النية ينبغي ان يقول ههنا يصح والاصح انه لا يصح وهو مكروه انتهى وقال في جامع المضمرات شرح مختصر القدوري في الكبرى قوم صلوا التراويح ثم ارادوا ان يصلوها بعد ذلك يصلون فرادى لانه تطوع وصلوة التطوع بجماعة ليست بمستحبة انتهى وقال في خزانة الروايات نقلا عن رسالة صدر الدين الحسام التبهالي هذه التراويح للمقتدي هي سنة مؤكدة ولم يبق للامام سنة مؤكدة بل صار تطوعا في حقه والسنة اقوى حالا من التطوع وقاسوه على اقتداء المفترض بالمتنفل ويؤيده رواية المضمرات قوم صلوا التراويح ثم ارادوا الخ ورواية نصاب الفقه لو صلى الامام التراويح في المسجدين على الكمال لا يجوز له الفعل لان التراويح سنة والسنن لا يتكرر في الوقت الواحد فاذا فعل ذلك لا يكون سنة والفتوى على ذلك وقال بعضهم يجوز لانه اقتداء المتنفل بالمتنفل وكل سنة فهي نفل بالحقيقة انتهى والذي يظهر بالنظر الدقيق في الاختلاف الاول جواز التراويح وسائر السنن بنية مطلقة وبنية النفل كما حققه ابن الهمام وفي الاختلاف الثاني هو اداء التراويح عن المقتدي خلف من يصلي التطوع الا انه لا يخلو عن كراهة مخالفة السلف والمخلص في هذا ان ينذر الامام الذي صلى التراويح ويوجب على نفسه قدر ما يريد ان يؤديه مع الجماعة الثانية فيكون ذلك عليه واجبا ويخرج عن شبهة بناء القوي على الضعيف والله اعلم بالصواب وعنده حسن الثواب حرره الراجي عفو ربه القوي ابو الحسنات محمد عبد الحي تجاوز الله عن ذنبه الجلي والخفي

۱۴۲ استفتا سوال اگر شخصے در ہر رکعت فرائض بعد فاتحہ وضم سورہ یا قبل ضم سورہ قل ہو اللہ بخواند نماز او بلا کراہت درست ہست یا بکراہت بینوا توجروا

ہو المصوب نماز او بلا کراہت درست است لما اخرجه الترمذي والبزار وعلقه البخاري في صحيحه عن انس كان رجل من الانصار يؤمهم في مسجد قباء وكان يقرء لهم في الصلوة مما يقرء به وكلما افتتح سورة افتتح بقل هو الله احد حتى يفرغ منها ثم يقرء سورة اخرى معها وكان يصنع ذلك

فی کل رکعة وکلمه اصحابه فقالوا انک تفتتح بهذه السورة ثم لا تری انها تجزئک حتی تقرأ باخری
فاما ان تقرأ بها واما ان تدعها وتقرأ باخری فقال ما انا بتارکها ان احببتم ان اؤمکم بذلک فعلت
وان کرهتم ترکتکم وکانوا یرون انه من افضلهم وکرهوا ان یؤمهم غیره فلما اتاهم النبی صلی اللہ علیه وسلم
اخبروه الخبر فقال یا فلان ما یمنعک ان تفعل ما یأمرک به اصحابک وما یحملک علی لزوم هذه السورة
فی کل سورة فقال انی احبها فقال حبک ایاها ادخلک الجنة انتهی پس ازین حدیث تقریر نبوی
صلی اللہ علیه وسلم وسکوت آنحضرت بر فعل آن صحابی ثابت شد واین قدر در باب رفع کراهت
کافی است چه اگر مکروه بودی بر توجیه آن صحابی التفات نکرده ممانعت فرمودی لیکن چونکه
این طریقه خلاف طریقهٔ غالبهٔ آنحضرت صلی اللہ علیه وسلم وجمهور صحابه است ترک آن اولی است
والتزام آن خلاف اولی ولهذا در فتح القدیر وغیره نوشته لو جمع بین سورتین فی رکعة
لا ینبغی ان یفعل ولو فعل لا باس به انتهی واللہ اعلم حرره الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات
محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبه الجلی والخفی

استفتا ۱۶۳ ۳۵ سوال سنت فجر اگر بضرورت شمول جماعت ترک شود پس ادای آن
قبل از طلوع آفتاب بلا کراهت جائز است یا نه بینوا توجروا

هو المصوب از حدیث قیس خرج النبی صلی اللہ علیه وسلم فاقیمت الصلوة فصلیت
معه الصبح ثم انصرف النبی صلی اللہ علیه وسلم فوجدنی اصلی فقال مهلا یا قیس اصلاتان قلت
انی لم اکن رکعت رکعتی الفجر قال فلا اذن انتهی اخرجه الترمذی وابن ماجه وغیرهما عدم کراهت
ثابت است وضعف اسنادش چنانکه ترمذی وغیره بیان کرده است نه بدرجه است
که مسقط احتجاج باشد لیکن حنفیه بسبب تقریر اصولی حکم کراهت میدهند عینی در عمدة القاری
شرح صحیح البخاری می نویسند قلت استقرت القاعدة ان المبیح والحاظر اذا تعارضا جعل الحاظر
متأخرا وقد ورد النهی فی احادیث کثیرة انتهی ولکل وجهة هو مولیها فاستبقوا الخیرات واللہ اعلم
حرره الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبه الجلی والخفی

استفتا ۱۶۴ ۳۶ نماز نفل که زائد از دو رکعت بیک سلام باشد در قعدات متوسطه
صرف التحیات بخواند یا مع درود بینوا توجروا

[illegible]

هو المصوب درین باب اختلاف فقهاست نزد بعض صرف التحیات خوانده و نزد بعضے مع درود و دگر در سنت ظهر و جمعه مختار متاخرین قول ثانی ست در در مختار می نویسد ولا یصلی علی النبی صلعم فی القعدة الاولی فی الاربع قبل الظهر و الجمعة و بعدها و فی البواقی من ذوات الاربع یصلی و یستفتح فیتعوذ فی القیام و لو نذرا لان کل شفع صلوة علیحدة و قیل لا یاتی فی الکل و صححه فی القنیة انتهی ملخصا) والله اعلم حرره الراجی ابو الحسنات محمد عبد الحی عفا عنه

۱۶۵ **استفتا** یا قولیم در حالت وقوع سهو بمقتدی آیا اعاده صلوة برو بسبب تعذر جابر لازم است یا آنکه بسبب متابعت امام سهو ازو مرفوع است بینوا توجروا

هو المصوب در نهر فائق بحسب اقتضای قواعد مقرره حکم اعاده داده می نویسد ثم مقتضی کلامهم انه یعیدها لثبوت الکراهة مع تعذر الجابر انتهی لیکن حدیثے که درین باب مستند ست دلالت بر عفو در رفع سهو و کفایت صلوة امام می سازد علی متقی در منهج العمال می آرد ان الامام یکفی من ورائه فان سهی الامام فعلیه سجدتا السهو و علی من ورائه ان یسجدوا معه فان سهی احد ممن خلفه فلیس علیه ان یسجد و الامام یکفیه هق عن عمر انتهی یعنی رواه البیهقی فی السنن عن عمر عن النبی صلی الله علیه و سلم والله اعلم حرره ابو الحسنات محمد عبد الحی عفا عنه

۱۶۶ **استفتا** ۳۸ چه میفرمایند علمای دین درین مسئله که درین ملک هندوستان که در قبضهٔ نصاری اند نماز جمعه واجب ست یا نه و اگر جمعه گذارد بعده اربع رکعات آخر الظهر احتیاطا گذارد یا نه و اگر گذارد منفرد اگذارد یا بجماعت که سنت موکده ست بینوا توجروا

هو المصوب مخفی نماند که بلاد هند که در قبضهٔ نصاری اند دار الاسلام هستند و شروط بودن دار الاسلام و دار الحرب دران موجود نیستند چه اگرچه در آنها احکام کفره جاری اند لیکن مع هذا احکام اسلام هم خصوصا اصول و ارکان اسلام جاری اند و کفره در بعض امور رجوع بطرف علمای اسلام می سازند در فتاوی بزازیه می آرد قال السید الامام و البلاد التی فی ایدی الکفرة الیوم لا شک انها بلاد الاسلام بعد لانها لم تتصل بدار الحرب و لم یظهروا فیها احکام الکفرة بل القضاة مسلمون و اما البلاد التی علیها ولاة مسلمون من جهتهم فیجوز باقامة الجمع و الاعیاد و اخذ الخراج و تقلید القضاة و تزویج الایامی و اما البلاد التی علیها ولاة کفار فیجوز ایضا اقامة الجمع و الاعیاد و القاضی قاضیا بتراضی المسلمین و قد تقرر ان بقاء شیء من العلة

[illegible]

[illegible]

يبقى الحكم وقد حكمنا بلا خلاف بان هذه الديار قبل استيلاء الكفار كان من ديار الاسلام وبعد
استيلائهم اعلان الاذان والجمع والجماعات والحكم بمقتضى الشرع والفتوى والتدريس شائع
بلا نكير من ملوكهم فالحكم بانها من دار الحرب لا جهة له الا في الدراسة والدراية واعلان بيع الخمور واخذ
الضرائب والمكوس والحكم من بعض برسم الكفار كاعلان بعض فرائضهم لطلب الغوث ومع ذلك
كانت بلدة اسلام بلا ريب وذكر الحموي انما تصير دار الحرب باجراء احكام الكفر وان لا يحكم فيها
بحكم من احكام الاسلام وان تتصل بدار الحرب وان لا يبقى فيها مسلم ولا ذمي آمنا بالامان
الاول فاذا وجدت الشرائط كلها صارت دار حرب وعند تعارض الادلة والشرائط يبقى
ما كان ويترجح بجانب الاسلام احتياطا انتهى ملخصا وقاضي محمد اعلى تهانوي در رسالہ احكام
الاراضي مينويسد الحق ان ما في ايدي الكفار من بلاد المسلمين فهو دار الاسلام بلا شك لانها غير متصلة
ببلادهم ولانهم لم يظهروا فيها احكامهم انتهى ودر خزانة المفتين مى آمد دار الاسلام لا تصير دار الحرب
الا باجراء احكام الشرك فيها وان يكون متصلا بدار الحرب لا يكون بينها وبين دار الحرب مصر آخر
للمسلمين وان لا يبقى فيها مسلم ولا ذمي بالامان الاول فما لم توجد هذه الشرائط المتعددة لا تصير
دار حرب ومعنى قولنا ان لا يبقى فيها مسلم او ذمي آمنا بالامان الاول ان لا يبقى فيها مسلم او ذمي آمنا
على نفسه الا بامان المشركين وقالا اذا اجروا فيها احكام الشرك فانها تصير دار الحرب سواء كانت
متصلة بدار الحرب او لم تكن فيبقى مسلم او ذمي بالامان الاول او لم يبق ودار الاسلام لا تصير دار الحرب
اذا بقي شيء من احكام الاسلام وان زال غلبة اهل الاسلام ودار الحرب تصير دار الاسلام باجراء
احكام الاسلام فيها وان بقي فيها كافر اصلي وكذلك يكون متصلة بدار الاسلام كذا في شرح سير الاصل وفي
سير الاصل ابي اليسر ان دار الاسلام لا تصير دار حرب ما لم تبطل جميع ما صارت به دار الاسلام
لان الحكم اذا ثبت بعلة فالحكم يبقى ما بقي شيء من العلة وفي المنتقى دار الاسلام انما صارت
دار اسلام باجراء احكام الاسلام فما بقي شيء من احكام الاسلام فيها يبقى جانب الاسلام انتهى
ودر عتابية [illegible] دار الاسلام انما تصير دار الحرب بشرائط ثلاثة احدها اجراء
احكام الكفر على [illegible] والثاني ان تكون متصلة بدار الحرب اي متصلة لا يتخلل بينهما بلد
من بلاد المسلمين والثالث ان لا يبقى فيها مسلم او ذمي آمنا بالامان الاول فشرط هذه الشرائط

ليكون علما على تمام القهر والاستيلاء بعد دار الاسلام يحتاط الاتيانه والاحتياط في اثباته لما ان يكتفى
باحدى هذه الشرائط لصيرورة دار الحرب دار الاسلام والاحتياط في ابقائه لما ان اشترط هذه الشرائط
الثلثة لصيرورة دار الاسلام دار الحرب وعندهما يصير دار الاسلام دار الحرب باجراء احكام الكفر فيها
انتهى وطحطاوى در حواشى در مختار مى گويد قوله باجراء احكام الشرك اى على سبيل الاشتهار وان لا يحكم
فيها بحكم اهل الاسلام هندية وظاهره انه لو اجريت احكام المسلمين واحكام اهل الشرك لا تكون دار حرب
انتهى ازين عبارات واضح است كه بلاد هند كه هنوز دران احكام اسلام جارى اند ودر باب اقامت
جمعه وجماعت واذان وغيره تعرض باهل اسلام از كفار نمانده نيست دار الحرب نشده هرگاه
اين امر ممهد شد پس معلوم بايد كرد كه فرضيت جمعه مثل فرضيت صلوات خمسه از نصوص
ثابت است مقيد بوقتے دون وقتے نيست در بلاد هند هم فرضيت الآن كما كان ثابت
اند بعض عوام ميرسد كه در كتب حنفيه از شرائط اداى جمعه سلطان مذكور است وآن درين بلاد
مفقود پس مدفوع است باين وجه كه در جامع الرموز مى نويسد والسلطان اى الخليفة اى
الوالى الذى فوقه وال عادلا كان او جائرا او الاطلاق مشعر بان الاسلام ليس بشرط
بل يكتفى بتسلطه والا فالسلطان ليس بشرط حتى لو اجتمعوا على رجل يصلى بهم جاز كما فى
المجتبى ودر رد المحتار مى نويسد فى معراج الدراية عن المبسوط البلاد التى فى ايدى الكفار بلاد
الاسلام لا بلاد الحرب لانهم لم يظهروا فيها حكم الكفر بل القضاة والولاة مسلمون يطيعونهم عن ضرورة
او بدونها وكل مصر فيه وال من جهتهم يجوز له اقامة الجمع والاعياد والحد وتقليد القضاة فلو كان
الولاة كفارا يجوز للمسلمين اقامة الجمعة ويصير القاضى قاضيا بتراضى المسلمين انتهى ملخصا بقدر الحاجة
ودر حجة الله البالغه مرقوم است وان الظاهر ان الحق بالاقامة الصلوة اى صلوة الجمعة وهو قول على
اربع الى الامام وليس وجود الاسلام شرطا انتهى وشاه محمد افضل اله آبادى در رساله الاحوطيه
مى نويسد چون بشيرى آيد كه اگر والى مصر نيست وخليفه نيست يا صاحب شرط يا قاضى يا مرد
مأذون از ايشان جائز است واگر كسى از ايشان نباشد ومردمان باهم رضى جمع شده اند كسى را
امام كرده نماز گذاردن جائز باشد ونيز گذشت كه احتياج سلطان براى اقامت جمعه نيست بسبب آنكه
اهل هند ازان ساكت اند اگر اتفاق ايشان باشد جائز شود چنانكه در نماز صلوات خمس

از ین احکام معلوم می شود که سلطان برای دفع اختلاف در کار می شود و هرگاه در احکام اختلاف
درمیان نباشد باین طور که اجتماع آرا باشد یا کسی متوجه اقامت آن شود و دفع اختلاف
نماید جمعه جائز شود انتهی و اما ادای چار رکعت به نیت آخر ظهر بعد ادای نماز جمعه پس مبنی بر احتیاط
است در اشباه در صحت جمعه و هر چند که بعضے فقها حکم عدم ادای آن داده اند لیکن صحیح
آنست که ادای آن احتیاطا مستحسن است لیکن بدون جماعت چه جماعت ظهر دران روز
ممنوع عنه است و این ظهر محض احتیاطی است دران بدرجهٔ اولی جماعت مکروه خواهد شد
وتفصیل این مسئله کما اریده علیه در رسالة الاحوطیة فی الجمع بین الظهر والجمعة موجود است
و در در مختار بعد ذکر اختلاف در تعدد جمعه و ترجیح جواز تعدد نوشته و علی المرجوح فالجمعة
لمن سبق تحریمة و تفسد بالمعیة والاشتباه فیصلی بعدها آخر ظهر و کل ذلک خلاف المذهب
فلا یعول علیه کما حرره فی البحر انتهی و در رد المحتار می نویسد تفریعه علی المرجوح یفید انه علی الراجح
من جواز التعدد لا یصلیها بناء علی ما قدمه عن البحر انتهی بل کان المنع لخوف اعتقاد عدم فرضیة
الجمعة اقول فیه نظر بل هو الاحتیاط بمعنی الخروج عن العهدة بیقین لان جواز التعدد وان کان
ارجح واقوی دلیلا لکن فیه شبهة قویة انتهی والله اعلم حرره الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات

محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

۱۶۷
۳۹
استفتا ما قولکم ارشدکم الله تعالی مصلیان را گذاردن نماز تراویح باقتدای
امامے که در مسجد دیگر یکبار نماز تراویح با یک ختم قرآن با جماعت مقتدیان گزارده جائز است
یا نه تفصیل این اجمال اینکه اگر حافظی در مسجدے نماز تراویح با یک ختم قرآن در عشرهٔ اولے
ماه مبارک با گروهے از مصلیان گزارده همان حافظ خواهد که در عشرهٔ ثانیه نماز تراویح با ختم
قرآن مرهٔ بعد اولی در مسجد دیگر با دیگر گروه از مصلیان که هنوز نماز تراویح با ختم قرآن نگذارده اند
گزارد جائز است یا نه بعض از متفقهین میگویند که این حافظ را نماز تراویح چنین مصلیان را
خواندن نیست و هم مصلیان را نماز تراویح خلف چنین حافظی خواندن جائز نیست بدلیل اینکه
در کتب فقهیه آورده اند که السنة فی التراویح الختم مرة پس حافظی که در مسجدی یکبار ختم قرآن
تمام را با نماز تراویح خوانانیده ادای سنت ختم فراغت کرد ختم دیگر دیگر کردن جز تنفل و تطوع

[illegible]

متصور نباشد و مصلیان مسجد دیگر که هنوز حصۂ تراویح مع الختم نه برداشته اند سنت ختم میسر نگردد
اینان نیست پس اقتدا بخلف امام متنفل فی الختم نباید کنند که اقتدای نفس سنت مع الختم
خلف متنفل فی الختم باعث لزوم بنای قوی بر ضعیف و بنای بر معدوم جائز نیست کما اقتداء
المفترض بالمتنفل حالانکه این چنین طریقۂ تراویح خواندن و خوانانیدن در بلاد و امصار مشارق
و مغارب عموما و خصوصا در حفاظ شائع و ذائع است که یک حافظ در ایام چند یا ماه در مساجد متعدد
ختمات کلام قرآن یعنی تمام مکررات در تراویح میکند سواء کانت مع الاجرة او لا بینوا توجروا فقط
هو المصوب فقها اختلاف دارند درینکه بعد یک ختم در بقیۂ لیالی رمضان آیا تراویح
سنت مؤکده می مانند یا نه بعض میگویند که مشروعیت و سنت تراویح نیست مگر برای ختم اگر ختم
حاصل گشت سنت تراویح باقی نماند بلکه از قبیل نوافل محضه گشته لیکن مختار و مفتی به
صحیح آنست که تراویح در جمیع لیالی رمضان سنت مؤکده است و ختم سنت علیحده است
یکی ازین بهر دو تابع دیگرے نیست پس بعد ختم سنت تراویح باقی خواهند پس بر قول اول
در صورت سوال حسب تصریح بعض فقها نماز تراویح و ختم از ذمۂ مقتدیان ساقط خواهد شد
بلکه ایشان اگر عشرۂ اولی تراویح مع ختم ادا کرده اند تراویح برایشان سنت باقی مانده پس
اقتدای شان با چنین کس که از ختم فراغ حاصل کرده جائز نخواهد بود در خزانة الروایات نقلا عن
فی السغناقی امام ختم فی التراویح مرة وختم ثانیا بغیر هذه القوم لا یخرج القوم الثانی عن
لان الامام خرج عن السنة فصار النفل فلا یخرج و یکون ثواب صلوة
النفل لا یدرکون ثواب صلوة التراویح وفی رسالة صدر الدین الحسام البخاری فان قلت
ما تقول فی امام ختم فی التراویح ثم شرع فی الختم ثانیا هل یجوز الاقتداء له لمن لم یسمع الختم ولو اقتدی به
هل یکون هذه الختم محسوبا قلت کانت هذه المسئلة دائرة فی مجلس اساتذة البلخ زمانا طویلا فقال
بعضهم لا یجوز لانه بناء القوی علی الضعیف اذ هذه التراویح للمقتدی سنة مؤکدة ولم یبق فی
حق الامام سنة مؤکدة بل صار فی حقه تطوعا والسنة اقوی حالا منه وقاسوه علی اقتداء المفترض
بالمتنفل انتهی و بنا برین حکم برآنست که اقتدای سود که سنت مؤکده بود بنفل محض جائز
نیست پس هرگاه از ذمۂ امام سنت تراویح ساقط شد تراویح در حق او نفل باقی ماند و مرد

مقتدیان تراویح و ختم هر دو سنت اند فلا یجوز لهم ترکهم لیکن این مسئله هم اتفاقی نیست اختلاف
فقها دران واقع است بعض اقتدای مؤدی سنت با مؤدی تطوعات جائز نمیدارند لئلا
یلزم الاقتداء بالضعیف کما لا یجوز اقتداء المفترض بالمتنفل بناء علیه در فتاوی قاضیخان وغیره
درباب اقتدای مؤدی تراویح با مؤدی تطوع مرقوم است الصحیح انه لا یجوز انتهی وبعض جائز
میدارند لان کل سنة فهی نفل بالحقیقة فلیس فیه الا اقتداء المتنفل بالمتنفل کما فی خزانة الروایات
وغیره ولعل الحق مع من ذهب الی القول الثانی وبر تقدیر قول اول هم که صحیح و مختار جمهور است در صورت
سوال عدم سقوط سنت ختم از مقتدیان وجهی صحیح معلوم نمی شود چه نفس نماز تراویح در حق
امام و مقتدی هر دو سنت مؤکده است فلیس هنا الا اقتداء المتنفل بالمتنفل باقی ماند سنت ختم
پس برای هر کس بهمین قدر سنت است که یک ختم در تراویح ادا سازد خواه بقراءة خود یا باستماع
اگر خواه آن شخص دیگر بطور استنان خواند یا بطور تنفل یا بطور دیگر [illegible] هر سنت در حقیقت
نفل است چنانکه در فتح القدیر آورده فی الاصل هو نفل الا انه متصوله علی نیة السنة انتهی بنا علیه
هرگاه امام قراءت قرآن ساخته اگرچه آن قراءت برای او سنت مؤکده نباشد مقتدی آنرا استماع کرده
سنت ختم از ذمه مقتدی ساقط شد چه سنت در حق او همین استماع قرآن بود من غیر تقیید بکون القاری
منفردا و متنفلا بالقراءة و اگر اشتباه این امر شود که درین صورت یک رکن امام یعنی قراءت ضعیف
آنرا قوی [illegible] بطور بایه گردد گوئیم این ضعف مانع اقتدا نیست لان کل سنة نفل در خزانة الروایات مکتوب است
مقتدی بعض اهل العلم عن هذا الاقتداء امر تنوائی التراویح و ختم فیها الختم امر فعزاه آخرون له ثواب
الختم انتهی والله اعلم حرره الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی
تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

استفتاء سوال چه میفرمایند علمای دین درین مسئله که چند مسلمان باعث عدم تیسیر قرآن باوجود تمکن بر سورها تراویح
مسجد خود آنرا آگذاشته که دران مسجد مؤذن و امام معین است مقرر نیست بمسجد محله دیگر جهت
استماع ختم قرآن رفتن جائز است یا نه بینوا توجروا

الجواب جائز است والله اعلم حرره الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات
محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

مرسلہ شیخ محمد عوض از اورنگ آباد ضلع ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۰۹ ہجری

۱۷۹ **استفتا** سوال اول بعض علما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سینے پر اور گلے پر زیر ناف نماز میں ہاتھ باندھا ہے اور آپکا رفع یدین اور آمین بالجہر کہنا بھی ثابت ہے پھر بعضے علما ان افعال سے کیوں منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ طریقہ وہابی اور شافعیہ اور دوسرے فرقوں کا ہے اور کیا وجہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک ان اعمال کا کرنا جائز نہیں ہوا اور دوسرے ائمہ کے یہاں مسنون ٹھہرا آیا یہ اعمال زمانہ نبوی میں پائے گئے یا نہیں اور اگر حضرت نے ان افعال کو کیا او ہونا اسکا زمانہ نبوی میں ثابت ہے تو پھر کیوں ائمہ و علما باہم مختلف ہوئے کہ کوئی سنیت وجواز کا قائل ہوا اور کوئی ترک و ممنوعیت کا فتوی دینے لگا وجہ خلاف علما سے آگہی بخشی جاوے اور ہم لوگ عوام حنفیہ کو قدرت فہم اصول شرعیہ کی نہیں بلحاظ ایسے حال میں کیا کریں آیا حسب معمول سابق ترک رفع یدین و آمین بالجہر کے عامل رہیں اور ہاتھ زیر ناف باندھیں یا کیا کریں اور جو لوگ رفع یدین اور آمین بالجہر کرتے ہیں اور سینہ پر ہاتھ باندھتے ہیں انکو گمراہ اور مرتد ہونیکا فتوا دینا اور تبرا کرنا روا ہے یا نہیں جواب عام فہم ارشاد ہو

سوال دوم جو لوگ شافعی یا حنبلی و مالکی ہوں اور نماز میں رفع یدین اور آمین بالجہر اور دیگر امور خلاف مذہب حنفیہ کے کرتے ہوں تو انکی اقتدا کرنا حنفی المذہب کو درست ہے یا نہیں اور ایسے لوگوں کے پیچھے ہم لوگ حنفیوں کو نماز پڑھنا مستحب یا اچھا یا جائز ہو یا نہیں

ہو المصوب **جواب** سوال اول زمانہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں مسائل جزئیہ بعنوان مدلل و منقح اور بدلائل و براہین کے نہ تھے بلکہ عمل صحابہ کرام کا محض اوپر ظاہر قول و فعل آنحضرت کے تھا مثلا ایک صحابہ نے آپکو ایک وقت وضو میں جملہ اعضائے وضو کو ایک ایک بار دھوتے دیکھا اسپر انہوں نے عمل کیا اور دوسرے صحابہ نے دوسرے وقت دو دو بار اعضا کو دھوتے دیکھا انہوں نے اسکو اختیار کر لیا کسی صحابہ نے کسی وقت تین تین بار دھوتے مشاہدہ کیا وہ اوسکے آخذ اور عامل اور راوی ہوئے علی ہذا الکیفیت اوقات نماز میں بھی عمل صحابہ کا مختلف رہا اور روایتیں بھی مختلف ہوئیں مثلا ایک صحابی نے آپکو رفع یدین کرتے دیکھا اوسکو مسنون سمجھا اور عمل اور روایت کیا بعض صحابہ نے ترک اس عمل کو مشاہدہ کیا وہ سنیت عدم رفع کے قائل ہوئے ایسی ہی کیفیت اختلاف

صحابہ کے احادیث و اقوال میں ہوئی مثلاً ایک صحابی نے ایک وقت میں حکم کسی مسئلہ کا پوچھا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے بمقتضائے مصلحت اسوقت اور اوس شخص کے جو جواب دینا تھا دیا اوس سائل اور حاضرین
مجلس نے اوسپر عمل کیا اور حسب اتباع اپنے روایت بھی کی پھر دوسرے کسی صحابی نے دوسرے وقت
اوسی مسئلہ کا حکم دریافت کیا اور آنحضرت نے بوجہ اسکے کہ وہ حکم سابق منسوخ ہو گیا تھا یا بوجہ
کسی مصلحت تیسیر و بیان جواز وغیرہ مصالح وقت کے دوسرے طور پر جواب دیا و مسئلہ بیان فرمایا اور اس
سائل نے اور حضار نے اس قول کو محفوظ رکھا اور روایت کیا بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
جب صحابہ کرام بلاد و امصار میں متفرق ہو گئے اور مباشر امر افتا و قضا ہوئے جس شہر میں جو صحابہ پہونچے
وہاں انھوں نے حسب اطلاع و روایت اپنے حکم و فتوی دیا اور کبھی صحابہ نے سبب تعارض بین الاحادیث
پایا یا حدیث ممنوع و کے معنی احادیث میں باہم تعارض پایا تو جس جانب ظن غالب ثبوت کا ہوا اوسپر
عمل کیا اسوجہ سے بعض احادیث کو متروک العمل کر دیا اور بعض پر عمل لازم سمجھا جیسا کہ حضرت
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس امر کے ازواج مطہرات سے تحقیق کیا کہ جنب کا بحالت جنابت صبح کرنا مفسد
صوم نہیں ہے اپنے مذہب سابق سے رجوع کیا اور حدیث ممنوعہ سابق کو متروک العمل کر دیا اور
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث مروی فاطمہ بنت قیس کو مخصوص عدم وجوب نفقہ و سکنی مطلقہ
ثلثہ کے بوجہ مخالف نص قرآنی کے مردود فرمایا اور بعضی حدیثیں جو کسی صحابہ کو نہ پہونچی تھیں اور
بوجہ پیش واقعہ جاریہ کے حاجت پڑی تب تفحص کیا اور بعد تفحص کے دوسرے صحابی سے
سنا تو اوسپر عمل کر لیا اور باوصف کمال جلالت و کثرت صحبت اپنے بھی احادیث رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو تفحص اور بعد تحقیق کے قبول فرمایا جیسا کہ خصوص میراث جدہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قول
حضرت مغیرہ بن شعبہ کو بعد تصدیق محمد بن مسلمہ کے قبول فرمایا اور حسب روایت ان کی جدہ کو سدس
دلایا اور بعضی صحابہ کو بعضی احادیث نہ پہونچیں تو وہ اوسپر عمل سے معذور رہے اور حسب
استنباط اپنے فتوے دیتے تھے جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم عورتوں کو وقت غسل
کے حکم کھولنے سب بالوں کا اور بہانے پانی کا چوٹیوں کے بالوں کے فرماتے تھے بوجہ اسکے کہ اس
مادہ میں جو سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا اور آنحضرت نے عورتوں کو رخصت دی تھی
وہ اون تک نہیں پہونچی تھی چنانچہ یہ قول اونکا سنکر حضرت عائشہ نے انکار فرمایا تھا جیسا کہ صحیح مسلم میں

مروی ہے اس قسم کے اختلاف درمیان صحابۂ کرام کے بہت تھے اور یہ اختلاف صحابہ منجر باختلاف
تابعین ہوا اور اختلاف تابعین منجر باختلاف تبع تابعین ہوا اور بوجہ وقوع کثرت اختلاف
اور وقائع کے نوبت تدوین کتب و ترتیب ابواب فقہیہ اور تفریع مسائل علی الادلہ کے پہنچی اور
ہر مجتہد نے بقدر وسع اپنے اصول و قواعد واسطے تطبیق بین الاحادیث المختلفہ والآثار المتعارضہ کے
قائم کیے اور جسکو جس قدر حدیثیں پہنچیں اوس پر عمل کیا اور اوسی سے استنباط امور
غیر منصوصہ کا کیا گیا اور فتوی دیا گیا بوجہ اسی اختلاف کے زمانہ سلف میں تقلید کسی امام اور
مجتہد خاص کی معمول نہ تھی جو شخص عامی ہوتا تھا اوسکو اختیار تھا کہ زمانہ صحابہ اور تابعین اور
تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین میں جس عالم سے چاہے دریافت مسائل شرعیہ کرکے موافق اوسکے
عمل کرتے کوئی اوس پر انکار نہیں کرتا تھا اور اوسکی وجہ یہی تھی کہ یہ اختلاف ائمہ مجتہدین مبنی تھا
اوپر اختلاف صحابہ کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم
اہتدیتم یعنی صحابہ ہمارے مثل ستاروں کے منور ہیں نور ایمان و اسلام و احکام شرعیہ میں
پس جو شخص اون صحابہ سے کسی ایک کی اقتدا کریگا ہدایت پاویگا بنا بریں علیہ اتباع کسی صحابی کی
خالی از اہتدا تو ہو نہیں سکتی ہے لہذا زمانہ سلف میں تخصیص تقلید کسی امام خاص کی نہ تھی
اور نہ خود اختلاف ائمہ کا باہم باعث الزام کا ہو سکتا تھا اسواسطے کہ ہر ایک مقتدی آثار صحابہ کا
تھا از انجو تفحص و تلاش لینے الا بعد انقراض زمانہ مجتہدین اور اندراس مذاہب مجتہدین کے اتفاق
علما و صلحا کا اوپر انحصار مذہب اہل سنت کے درمیان ائمہ اربعہ امام ابو حنیفہ و مالک و شافعی و احمد بن حنبل
رحمہم اللہ کے ہوا اور سوی اونکے زمانہ یہی چار مذاہب شائع ہیں اور جو مسائل درمیان ان ائمہ اربعہ کے
مختلف فیہا ہیں کوئی بلا دلیل نہیں ہیں بلکہ اون ہر ایک کے دلائل موجود ہیں اور ہر ایک
ان ائمہ اربعہ کا متبع آثار صحابہ و احادیث نبویہ ہے لہذا ہر چار مہتدی اور مقتدی ہیں کسی پر طعن اور
تشنیع روا نہیں چونکہ حضرت امام اعظم کے نزدیک بسند صحیح رفع یدین اور آمین بالجہر کا ثبوت نہیں ہوا
بلکہ بوساطت بعضے صحابہ عدم رفع اور اسرار آمین کا ثبوت پہنچا امام ہمام نے ترک رفع یدین اور
آمین بالجہر کا حکم دیا دوسرے ائمہ کو آثار صحابہ و احادیث نبویہ مثبتہ رفع یدین و آمین بالجہر
پہنچیں اور قوی معلوم ہوئیں وہ لوگ اونکی سنیت کے قائل ہوئے ایسا اس امر میں آثار علما

مختلف ہیں کہ تقلید شخصی ایک امام خاص کی واجب ہے یا نہیں بعض دو قول ہیں وجوب
و ضلالت اور ہر ایک ان دو فریق سے بیچ اپنے اثبات مدعا کے لیے ادلہ شتی قائم کرتے ہیں
اور بہت سے رسائل اس امر میں تصنیف کیے گئے سائلین سوال ہذا کو کہ عامی ناواقف ان
اصول شرعیہ ہیں چاہیے کہ اس منازعت سے برطرف رہیں اور جیسا کہ سابق سے کتب
متداولہ حنفیہ کے مسائل پر عامل ہیں رہیں رفع یدین اور آمین بالجہر کے جھگڑے میں نہ پڑیں
باقی مقام ہاتھ باندھنے میں خود حنفیہ مختلف ہیں اور بتحقیق اکثر محققین اس کا رد میں ہے
چاہیے زیر ناف ہاتھ باندھے چاہے بالاے صدر یا زیر صدر باقی جو لوگ آمین بالجہر اور
رفع یدین کریں ان پر طعن اور لعن ہرگز روا نہیں اور مہر تدکینا اون لوگوں کو کسی طرح جائز نہیں
اس امر میں سائلین سوال کا حق یا [illegible] اور کف لسان ضرور ہے خود زمانہ صحابہ میں یہ مسئلہ
مختلف فیہ تھا اکثر صحابہ رفع یدین کرتے تھے اور بعضے صحابہ نہیں کرتے تھے علی ہذا
آمین بالجہر میں طرق صحابہ مختلف مروی ہیں مگر ایک دوسرے پر طعن اور لعن نہیں کرتے تھے
نہ برا جانتے تھے یہ منازعت اس زمانہ میں بسبب کم علمی اور غلبہ جہل اور عدم وقوف کیفیت
زمانہ نبوی و زمانہ صحابہ و تابعین واقع ہوئی ہے اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا

جواب سوال دوم اس مسئلہ میں علماء مذاہب اربعہ مختلف ہیں اور بعضے علماء نے
لکھا ہے کہ حاصل اختلافات مذاہب اربعہ کا اس مسئلہ میں راجع طرف چند قول کے ہے
اول جواز اقتدا مطلقا خواہ امام رعایت مذہب مقتدی کی کرے یا نہ کرے دوم جواز
اقتدا بشرطیکہ مقتدی کو یہ [illegible] کہ امام [illegible] ایسے فعل کا مباشر ہوا ہے جو بمذہب
مقتدی مفسد نماز ہے سوم جواز اقتدا بشرط رعایت کرنے امام کے اون شروط کو کہ مذہب
ماموم یعنی مقتدی میں وہ واجب یا لازم ہوں چہارم عدم جواز اقتدا اگر امام التزام رعایت
مذہب مقتدی کا نہ رکھتا ہو پنجم جواز اقتدا مع کراہت [illegible] اور ان اقوال کے قول اول
محقق و مختار محققین ہے [illegible] مستفاد ہے قول اول جواز اقتدا [illegible]
علی الاطلاق [illegible] رعایت مذہب امام
اعتبار [illegible] مذہب امام [illegible] قول [illegible]

مذہب منصور وہمین ست مختار راقم سطور اہمی اور یہی ایقاظ النیام مین مرقوم ہے آنانکہ از حنفیہ بجواز مطلق رفتہ اند نیز بسیار اند منبع علوم دینی ومجمع معارف یقینی شیخ محی الدین بن یوسف الحنفی الرومی الایدینی قدس سرہ در رسالہ خود کہ در باب اقتدا بمخالف نوشتہ است نزد ذکر جواز اقتدا بمخالف علی الاطلاق گفتہ کہ شیخ ابو بکر رازی ہمین قول رفتہ ومحقق ابن الہمام از شیخ خود شیخ سراج الدین الشہیر بقاری الہدایہ نقل نمودہ کہ او معتقد قول شیخ رازی بود تا آنکہ وی انکار کرد کہ فساد نماز بسبب اقتدای مذکور از متقدمین مروی باشد وترجیح دادہ اند بعض فضلا قول شیخ رازی را وتبعیت کردہ اند شیخ سراج الدین را بنا بر قوت دلیل او ووضوح بیان او انتہی مختصرا اور شاہ ولی اللہ رح انصاف فی بیان سبب الاختلاف مین لکھتے ہین قد کان فی الصحابة والتابعین ومن بعدہم من یقرأ البسملة ومنہم من لا یقرأہا ومنہم من یجہر بہا ومنہم من لا یجہر بہا ومنہم من کان یقنت فی الفجر ومنہم من لا یقنت فی الفجر ومنہم من یتوضأ من الحجامة والرعاف والقیء ومنہم من لا یتوضأ من ذلک ومنہم من یتوضأ من مس الذکر ومن مس النساء بشہوة ومنہم من لا یتوضأ من ذلک ومنہم من یتوضأ مما مسته النار ومنہم من لا یتوضأ من ذلک ومع ہذا فکان بعضہم یصلی خلف بعض مثل ما کان ابو حنیفة واصحابہ والشافعی وغیرہم رضی اللہ عنہم یصلون خلف ائمة المدینة من المالکیة وغیرہم وان کانوا لا یقرؤن البسملة لا سرا ولا جہرا وصلی الرشید اماما وقد احتجم فصلی الامام ابو یوسف خلفہ ولم یعد وکان افتاہ الامام مالک بانہ لا وضوء علیہ وکان الامام احمد بن حنبل یری الوضوء من الرعاف والحجامة فقیل لہ فان کان الامام قد خرج منہ الدم ولم یتوضأ ہل تصلی خلفہ فقال کیف لا اصلی خلف الامام مالک وسعید بن المسیب انتہی بقدر الحاجة عبارت انصاف سے بسند فعل صحابہ وتابعین وقول وفعل امام ابو حنیفہ وابو یوسف وامام شافعی واحمد بن حنبل وغیرہ ائمہ مجتہدین ثابت ہوا کہ اقتدا حنفی کی خلف شافعی ومالکی وحنبلی کی مطلقا جائز ہی اور رفع یدین وآمین بالجہر کہنا امام کا مفسد نماز مقتدی ومانع جواز اقتدا نہین ہو سکتا ہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو خالق البشر محمد القریشی المدعو بعبد قادر بخش [illegible] غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ فقط صح الجواب ان وسن ثم لمن رام زیادة التحقیق فی امثال ہذہ المسائل فلیرجع الی الانصاف وایقاظ النیام وغیرہا من مؤلفات العلماء ذوی الشان واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی (مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات)

۱۷۰ **استفتا** کیا فرماتے ہین علمای دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ ایک مسجد مین عید کے روز باوجود کثرت مسجد کے جماعت اثنا عشریہ وجماعت اہل تسنن ہر دو مجتمع ہوئین پہلے نماز اثنا عشری نے عید کی پڑھی بعد اونکے اہل تسنن کی جماعت نے پڑھا اب ایسی صورت مین نماز اہل تسنن کی ہوئی یا نہین سوال دیگر یہ ہے کہ ایک مسجد مین دو مرتبہ جماعت نماز عید کی درست ہے یا نہین مع تفصیل وحوالہ عبارت کتاب کے تحریر فرمایئے فقط

ہو المصوب ظاہر عبارات فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تعدد نماز عید مطلقاً جائز ہے خواہ دو موضع مین ہو خواہ ایک موضع مین جیسا کہ طحطاوی حواشی مراقی الفلاح مین لکھتے ہین لو قدر بعد الفوات مع الامام علی ادرائہا مع غیرہ فعل للاتفاق علی جواز تعددہا انتہی بناءً علیہ صورت مسئولہ مین نماز اہل تسنن کی ہو گئی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی (مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات)

۱۷۱ **استفتا** کیا فرماتے ہین علمائی دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ جمعہ کے روز بعد فرض کے چار رکعت آخری ظہر اس نیت سے پڑھے کہ یہ چار رکعت بھی فرض ہین اور جو کوئی اسکے پڑھنے سے منع کرے یا فرض کہنے مین منع کرے تو اوس منع کرنے والے کو گدھا اور گمراہ اور لامذہب کہے تو اوسکے لیے کچھ گناہ ہے یا نہین اب امید ہے علماء دین سے بدلیل قرآن وحدیث زبان اردو مین صاف صاف بیان فرماوین بینوا توجروا

ہو المصوب اس باب مین فقہا مختلف ہین ایک جماعت فقہا کی بعد ادای فرض جمعہ کے چار رکعت کو بہ نیت آخر ظہر ادرکت وقتہ ولم اصل بعدہ احتیاطاً مستحسن لکھتے ہین اسوجہ سے کہ تعریف مصر مین جو شرائط وجوب جمعہ سے حنفیہ کے نزدیک ہین اختلاف کثیر واقع ہے اور بعض امصار موافق بعض تعریفات کے مصر نہین ٹھہرتے ہین اور نیز اسوجہ سے کہ ایک شہر مین تعدد جمعہ مین اختلاف ہے اگرچہ صحیح جواز تعدد ہے خزانۃ الروایات مین ہے فی الکافی تم فی کل موضع وقع الشک فی جواز الجمعۃ لوقوع الشک فی المصر او غیرہ واقام اہلہ الجمعۃ ینبغی ان یصلوا بعد الجمعۃ اربع رکعات وینووا بہا الظہر حتی لو لم تقع الجمعۃ موقعہا خرجوا عن عہدۃ فرض الوقت بیقین انتہی اور ردالمحتار

ہو الاحتیاط بمعنی الخروج عن العہدۃ بیقین لان جواز التعدد وان کان ارجح واقوی دلیلا لکن فیہ
شبہۃ قویۃ انتہی اور ایک جماعت فقہا کی بدین خیال کہ ظہر ادا کرنے مین عوام کا وہم عدم
فرضیت جمعہ و فرضیت ظہر کی طرف جاویگا منع کرتی ہے بحر الرائق شرح کنز الدقائق مین ہی لیس الاحتیاط
فی فعلہا مع مالزم من فعلہا فی زماننا من المفسدۃ العظیمۃ وہو اعتقاد الجہلۃ ان الجمعۃ لیست
بفرض لما یشاہدون من صلوٰۃ الظہر فیظنون انہا الفرض وان الجمعۃ لیست بفرض فکان الاحتیاط
فی ترکہا و علی تقدیر فعلہا من لایخاف علیہ مفسدۃ منہا فالاولی ان تکون فی ہیئۃ خفیۃ خوفا من مفسدۃ
فعلہا انتہی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ جنہون نے اجازت دی ہے صرف احتیاطاً خروجاً
عن الخلاف اجازت دی نہ اس لحاظ سے کہ جمعہ فرض نہین یا یہ چار رکعت فرض ہین بلاد
ہندوستان اور ایسے ہی بلاد بنگالہ وغیرہ مین جمعہ کے فرض ہونے مین اور اوسکے
ادا ہو جانے مین بمذہب صحیح کوئی شبہہ نہین ہے مگر بوجہ وقوع خلاف کے تعریفات مصر اور
تعدد جمعہ مین اگر احتیاطاً یہ چار رکعت لوگ پڑہا کرین تو کچھ حرج نہین مگر بشرطیکہ خیال انکی فرضیت کا
اور عدم فرضیت یا عدم جواز جمعہ کا نہ آنے پاوے اور اگر خیال آوے تو انکو نہ پڑہنا چاہیے واللہ اعلم

محمد عبد الحی ابو الحسنات

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا زید بلا ادای نماز عشا سو گیا اور فجر کو ایسے سویرے اوٹھا کہ پہلے اوسنے
نماز عشا و وتر قضا کی پس ازان نماز فجر ادا کی بعد ازان قریب نو بجے دن کو اوسنے پائجامہ
دہبہ منی کا دیکھا حالانکہ اوسکو احتلام یاد نہین اور وہ نہین کہسکتا کہ وہ دہبہ بوجہ احتلام
شب کے ہی یا پیشتر کا ہے ایسی صورت مین اون نمازون کا اعادہ کیا جاویگا یا نہین بینوا توجروا

ہو المصوب اس صورت مین وہ احتلام اوسی شب کا قرار دیا جاویگا نہ قبل کا اور اعادہ
نماز فجر کا اور عشا اور وتر کا بہ نیت قضا بعد غسل کے واجب ہوگا لو رأی فی ثوبہ منیا
وقد صلی فیہ ولا یدری متی اصابہ یعیدہا من آخر حدث احدثہ ... باخر نومۃ ...
فی النہایۃ عند ابی حنیفۃ و محمد وان لم یتذکر احتلاما انتہی اشباہ والنظائر واللہ اعلم حررہ الراجی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا مشتمل بر چار سوال سوال اول نماز ...

یا علیحدہ علیحدہ بینوا توجروا

ہو المصوب از معاینۂ احادیث مختلفہ واضح میشود کہ اطلاق وتر گاہے بر نماز تہجد وقیام
لیل کہ طاق باشد می آید و این وتر عین تہجد ست چنانکہ در حدیث ابی امامۃ قال کان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بتسع رکعات اخرجہ احمد والطبرانی وغیرہما و حدیث ابی ہریرۃ قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اوتروا بخمس او بسبع او تسع او احدی عشرۃ اخرجہ الدارقطنی و ابن حبان والحاکم
بزیادۃ ولا توتروا بثلاث ولا تشبہوا بصلوۃ المغرب ابن حجر عسقلانی در تلخیص الحبیر تخریج احادیث
شرح الرافعی الکبیر میگوید رجالہ کلہم ثقات ولا یضر وقف من وقفہ انتہی و حدیث عائشۃ رض کان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر باربع وثلاث وست وثلاث وثمان وثلاث وعشر وثلاث اخرجہ
ابوداود و حدیث ام سلمۃ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلاث عشرۃ فلما کبر وضعف اوتر
بسبع اخرجہ احمد والترمذی والنسائی والحاکم وصححہ و حدیث ابی ہریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اوتروا بخمس او بسبع او تسع او باحدی عشرۃ او باکثر من ذلک اخرجہ ابن حبان وابن المنذر
والحاکم و نظائر این احادیث در کتب صحاح بسیار اند کہ در آن اطلاق وتر بر مجموع صلوۃ تہجد کہ
معدود و لعدد وتر باشد واقع شدہ است ابن ہمام در فتح القدیر در باب الوتر بعد ذکر حدیث
انہ صلی اللہ علیہ وسلم قام بہم فی رمضان فصلی ثمان رکعات واوتر ثم انتظروہ من القابلۃ فلم یخرج
الیہم فسألوہ فقال خشیت ان یکتب علیکم الوتر اخرجہ ابن حبان می نویسد المراد مجموع صلوۃ اللیل
الخ تسمیتہ بوتر و ذلک لانہم کانوا یطلقون علی صلوۃ اللیل کذلک لان المجموع فرد و ذلک وتر لا شفع انتہی
و گاہے اطلاق وتر بر نماز مستقل غیر تہجد میشود و ائمہ کہ در وجوب و سنیت وتر و استنان قنوت در وتر
در جمیع ایام یا بعضے آن و در عدد رکعاتش کہ سہ است بیک سلام یا بدو سلام یا یک است
اختلاف کردہ اند مورد اختلاف ایشان ہمین وتر ست کہ نمازے مستقل ست غیر تہجد و وقت
آن بعد صلوۃ عشاء تا طلوع صبح ست چنانکہ در حدیث ان اللہ امدکم بصلوۃ ہی خیر لکم من حمر النعم
وہی الوتر جعلہا اللہ لکم فیما بین صلوۃ العشاء الی ان یطلع الفجر اخرجہ احمد وابوداود والترمذی
وابن ماجہ والدارقطنی والحاکم من حدیث خارجۃ مرفوعا و حدیث ابن عباس خرج علینا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مستبشرا فقال ان اللہ قد زادکم صلوۃ وہی الوتر اخرجہ الطبرانی والدارقطنی و حدیث

ابی سعید مرفوعا ان الله زادکم صلوة وهی الوتر واسناده حسن قاله الحافظ ابن حجر فی تخریج احادیث
الهدایة ومثل این روایات بروایت معاذ بن جبل در مسند احمد وعمرو بن العاص وعقبة بن
عامر در معجم طبرانی وابو بصره غفاری نزد احمد وحاکم وطحاوی وابن عباس نزد دارقطنی وابن عمر نزد
ابن حبان وعبد الله بن عمرو نزد احمد ودارقطنی ثابت گشته ودر اسانید آنها کلامی ست یسیر کما بسطه
الحافظ فی تخریج احادیث الرافعی وحدیث الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا اخرجه ابوداود والحاکم
وصححه من حدیث بریدة مرفوعا وامثال این روایات بسیاری از روایات صحاح سته وغیر آنها
اند که دلالت میکنند بر مغایرت فیما بین وتر وتهجد وبرینکه وتر نمازی ست مستقل واجب باشد یا سنت
از انجمله حدیث کان ابوبکر یوتر ثم ینام ثم یقوم یتهجد وعمر کان ینام قبل ان یوتر ثم یقوم فیصلی ویوتر
فقال النبی صلی الله علیه وسلم لابی بکر اخذت بالحزم وقال لعمر اخذت بالقوة اخرجه ابوداود وابن خزیمة
والطبرانی فی الکبیر والحاکم من حدیث ابی قتادة وقال ابن القطان رجاله ثقات والبزار وابن ماجه
وابن حبان من حدیث ابن عمر وطرق این حدیث وشواهد آن در تلخیص الحبیر وغیره مبسوط اند واز انجمله
حدیث من خاف منکم ان لا یستیقظ من آخر اللیل فلیوتر من اول اللیل ومن طمع منکم ان یستیقظ
فلیوتر من آخر اللیل فان صلوة آخر اللیل مشهودة وذلک افضل اخرجه مسلم واحمد من حدیث جابر
مرفوعا واز انجمله حدیث عائشه من کل اللیل قد اوتر رسول الله صلی الله علیه وسلم من اول اللیل
واوسطه وآخره وانتهی وتره الی السحر اخرجه البخاری ومسلم وغیرهما وهمچنین احادیث قنوت وترکه
در کتب سنن وغیره مروی اند دلالت بر مغایرت دارند والله اعلم وعلمه اتم واحکم

سوال نماز تراویح وتهجد یک نماز است یا علیحده علیحده چون آنحضرت صلی الله علیه وسلم نماز تراویح
باول شب خواندی بعد ازان برای تهجد برخاستن ازان حضرت صلی الله علیه وسلم قولا یا فعلا ثابت است یا نه

هو المصوب ازان حضرت صلی الله علیه وسلم ادا کردن قیام رمضان که معروف به تراویح است
بدو طریق مروی ست یکی مقدار بست رکعت بدون جماعت قال ابن عباس کان رسول الله صلی الله
علیه وسلم یصلی فی رمضان فی غیر جماعة عشرین رکعة والوتر اخرجه ابن ابی شیبة وعبد بن حمید والبغوی
فی معجمه والطبرانی والبیهقی لیکن سند این روایات ضعیف است چنانچه تفصیل آن مع ما له وما علیه
در رساله تحفة الاخیار فی احیاء سنة سید الابرار ساخته ام زیلعی در تخریج احادیث هدایه می نویسد

هو معلول بابی شیبة ابراهیم بن عثمان جد الامام ابی بکر بن شیبة وهو متفق علی ضعفه انتهی دوم مقدار
هشت رکعت وسه رکعت وتر با جماعت واین طریق از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجز سه شب وبیشی دیگر
منقول نگشته وبسبب خوف افتراض قیام لیل بر امت بنظر شفقت اهتمام آن نفرموده
عن عائشة رض ان رسول الله صلی الله علیه وسلم خرج من جوف اللیل فصلی فی المسجد فصلی بصلاته
ناس فاصبح الناس یتحدثون بذلک فاجتمع اکثر منهم فخرج فی اللیلة الثانیة فصلوا بصلاته فاصبح الناس
یذکرون فکثر اهل المسجد فی الثالثة فخرج فصلوا بصلاته فلما کانت اللیلة الرابعة عجز المسجد عن اهله فلم یخرج
الیهم حتی خرج لصلوة الفجر فلما قضی الفجر اقبل علی الناس ثم تشهد فقال اما بعد فانه لم یخف علی شانکم
اللیلة لکنی خشیت ان تفرض علیکم صلوة اللیل فتعجزوا عنها اخرجه مسلم وعن ابی ذر صمنا مع رسول الله
صلی الله علیه وسلم فلم یقم بنا شیئا من الشهر حتی بقی سبع فقام بنا حتی ذهب ثلث اللیل فلما کانت
السادسة لم یقم بنا فلما کانت الخامسة قام بنا حتی ذهب شطر اللیل فقلت یا رسول الله لو نفلتنا
قیام هذه اللیلة فقال ان الرجل اذا صلی مع الامام حتی ینصرف حسب له قیام اللیلة فلما کانت الرابعة
لم یقم فلما کانت الثالثة جمع اهله ونساءه فقام بنا حتی خشینا ان یفوتنا الفلاح ای السحور اخرجه
ابو داود واللفظ له والنسائی والترمذی وغیرهم وکذلک اخرجه النسائی من حدیث النعمان بن بشیر
وابن حجر مکی هیتمی در شرح مشکوة می نویسد قول بعض ائمتنا انه صلی الله علیه وسلم صلی بالناس عشرین
رکعة لعله اخذه مما فی مصنف ابن ابی شیبة انه کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة ومما رواه البیهقی
انه صلی بهم عشرین رکعة بعشر تسلیمات لکن الروایتین ضعیفتان بل فی صحیحی ابن خزیمة وابن حبان انه
صلی بهم ثمان رکعة والوتر لکن اجمع الصحابة علی ان التراویح عشرون رکعة انتهی وابن حجر عسقلانی
در تلخیص الحبیر بعد ذکر روایت مذکوره میگوید واما العدد فروی ابن حبان فی صحیحه من حدیث جابر انه
صلی بهم ثمان رکعات ثم اوتر انتهی اما طریق اول پس در روایات آن تصریح این امر وارد نشده
که آن بست رکعت در اول شب بودند یا در آخر واما طریق دوم پس روایات آن دال اند برین که
آن قیام از اول شب بعد عشا بود تا ثلث شب باول مرتبه ونصف شب بمرتبه دوم وتا وقت
سحر بشب سوم واما این امر که این نماز نماز تهجد بود یا غیر آن پس محققان محدثین را اذعان است که
این نماز مغایر تهجد نبوده چه هشت رکعت وسه رکعت وتر مقدار تهجد نبوی بوده چنانچه از رو

عائشه معلوم میشود ما کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیره علی احدی
عشرة رکعة یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی ثلاثا اخرجه مالک والبخاری ومسلم وغیرهم
وعلما مختلف اند درینکه سنیت تہجد وقیام لیل بمطلق نماز شب اگرچه قبل از نوم باشد ادا می شود
یا نه بعضے گفته اند ادا می شود چنانچه در بحر الرائق شرح کنز الدقائق می گوید روی الطبرانی مرفوعا لا بد
من صلوة بلیل ولو حلب شاة وما کان بعد صلوة العشاء فهو من اللیل وهو یفید ان هذه السنة
تحصل بالتنفل بعد صلوة العشاء قبل النوم انتهی پس برای این طائفه در بودن آن عین
تہجد مضائقه نخواهد بود و بعضے تہجد را مقید بما بعد النوم میسازند در تلخیص الحبیر ست قوله ای الرافعی
التهجد یقع علی الصلوة بعد النوم واما الصلوة قبل النوم فلا یسمی تهجدا رواه ابن خثیمة من طریق
الاعرج عن کثیر عن الحجاج بن عمرو قال یحسب احدکم اذا قام من اللیل یصلی حتی یصبح انه قد تهجد
انما التهجد المرء ان یصلی الصلوة بعد رقدة ثم الصلوة بعد رقدة وتلک کانت صلوة رسول الله
صلی الله علیه وسلم اسناده حسن وفیه ابو صالح کاتب اللیث وفیه لین ورواه الطبرانی وفی اسناده
ابن لهیعة انتهی پس برین تقدیر نماز مذکوره را که قبل نوم بوده از تہجد شمار کردن محل تامل خواهد بود
وبهر تقدیر در شبهای مذکوره که آنحضرت صلی الله علیه وسلم در آن تراویح بجماعت ادا کردند ادا کردن
نماز تہجد سوای آن از آنحضرت مروی نشده و ممکن ست که در شب اول و دوم بعد قدری از نوم
ادا فرموده باشند و در شب سوم نماز تراویح را آنقدر طول فرمودند که وقت انقضای سحر رسید والله اعلم وعلمه اتم

سوال سوم اگر کسے بعد ادای تراویح و وتر باول شب چنانکه عادت این دیار
است باخر شب تہجد بخواند مخالف سنت خواهد شد یا نه

هو المصوب اگرچه از آنحضرت صلی الله علیه وسلم تطویل تراویح تا ثلث ونصف و تا وقت
سحر ثابت شده و در آن شبها ثبوت تہجد مغایر مروی نگشته لیکن معهذا عدم آن هم خصوصا
در شب اول و دوم مروی نگشته درین صورت هیچ کس که بعد ادای تراویح و وتر باول شب
تہجد باخر شب ادا سازند مخالف سنت گفته نخواهد شد بلکه اگر باول شب تراویح بیست رکعت
ادا ساخته باخر شب تہجد هشت رکعت ادا خواهد کرد جامع بین فضیلتی الاقتداء بالصحابة
والاقتداء بالرسول صلی الله علیه وسلم خواهد شد و ادا کردن تہجد باخر شب بعد ادای وتر باول شب

از آنحضرت و صحابہ ثابت ست علی ماتدل علیہ بعض الروایات السابقۃ واللہ اعلم وعلمہ اتم ۵

سوال چہارم نماز وتر خاص ترسہ رکعت از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچہ طور ثابت است بعینہ مثل نماز مغرب یا یکہ شفعہ جدا و یک رکعت جدا یا ہر سہ رکعت متصل بیک تشہد باخر و تشہد میانہ قولاً یا فعلاً ثابت است یا نہ بینوا توجروا

ہو المصوب نماز وتر بسہ رکعت باسانید معتبرہ ازان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدو طور منقول ست یکی بفصل سلام مابین رکعتین و رکعت ثالثہ قال ابن عمر کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یفصل بین الشفع والوتر اخرجہ احمد وفواہ وابن حبان وابن السکن فی صحیحہما والطبرانی کذا فی تلخیص الحبیر دوم ہر سہ رکعت بیک تشہد در آخر قالت عائشۃ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلاث لایجلس الا فی آخرہن اخرجہ احمد والنسائی والبیہقی والحاکم ولفظ احمد کان یوتر بثلاث لایفصل بینہن ولفظ الحاکم لایقعد الا فی آخرہن وطریقہ سوم یعنی سہ رکعت بدو قعدہ و یک سلام مثل نماز مغرب پس ازان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بسند غیر معتبر و از صحابہ باسانید معتبرہ مروی گشتہ در تلخیص الحبیر و تخریج احادیث ہدایہ نوشتہ حدیث وتر اللیل ثلاث کوتر النہار صلوۃ المغرب اخرجہ الدارقطنی من طریق یحیی بن زکریا بن ابی الحواجب عن الاعمش عن مالک ابن الحارث عن عبد الرحمن بن یزید عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر اللیل الخ قال الدارقطنی تفرد بہ یحیی وہو ضعیف وقال البیہقی الصحیح وقفہ علی ابن مسعود و رواہ الدارقطنی ایضا من حدیث عائشۃ وفیہ اسمعیل بن مسلم المکی ضعیف انتہی و در فتح القدیر نوشتہ صح عن ابن مسعود وتر اللیل ثلاث کوتر النہار وانما ضعفوا رفعہ انتہی واللہ اعلم حررہ ہذہ الاجوبۃ الاولیۃ لہذہ الاسئلۃ الاربعۃ ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

استفتا کیا فرماتے ہین علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ جمعہ کے روز بعد فرض کے چار رکعت آخری ظہر اس نیت سے پڑھے کہ یہ چار رکعت بھی فرض ہے اور جو کوئی اوسکے پڑھنے کو منع کرے یا فرض کہنے کو منع کرے تو اوس منع کرنیوالے کو جاہل اور گمراہ اور لامذہب کہے تو اوسکے لیے کچھ گناہ ہے یا نہین بینوا توجروا

ہو المصوب اگرچہ اس مسئلہ مین جواز و عدم جواز مین چار رکعت آخری ظہر کی

از ... [illegible] ... صاحب

علما کا بہت سا اختلاف ہے لیکن صاحب رد المحتار نے بعد رد و قدح بہت کے پڑھنا آخری ظہر کا
خوب تحقیق سے ثابت کیا ہے بلکہ وقت قائم ہونے شک و اشتباہ جمعہ کے صحیح ہونے مین
واجب لکھا ہے جیسا کہ کہا و بالجملۃ فقد ثبت انہ لا ینبغی الاتیان بہذہ الاربع الخ اما عند
قیام الشک والاشتباہ فی صحۃ الجمعۃ فالظاہر الوجوب الخ اور واجب عمل مین حکم فرض کا
رکھتا ہے اور اطلاق فرض کا بھی اوسپر صحیح ہے جیسا کہ وتر کی نماز عمل مین فرض ہے
اور اعتقاد مین واجب کہا صاحب مذکور نے واعلم ان الفرض نوعان فرض عملا و علما و فرض
عملا فقط اما الاول کالصلوات الخمس الخ والثانی کالوتر فانہ فرض عملا لما ذکرناہ ولیس بفرض
علما الخ تو اس راہ سے اگر ان چارون رکعت واجب کو بھی فرض کہے اور فرض کی نیت سے
پڑھے تو درست ہے اور منع کرنا درست نہین ہان اگر فرض علمی و عملی جانے تو منع کرنیوالیکو
کدھا اور گمراہ اور لا مذہب کہنا درست نہین کما لا یخفی اور چونکہ نیت مین آخری ظہر کے
عوام الناس بلکہ بعضے خواص بھی بہت کچھ اختلاف کرتے ہین اسواسطے لکھتا ہون کہ حق یہ ہے
کہ فرض کی نیت سے ادا کرے تا جمعہ صحیح نہونے کی صورت مین ظہر کے فرض سے خلاصی پاوے
اور یہی مقتضا دلیلون کا ہے جو اوسمین لکھا ہے ونقل المقدسی عن المحیط کل موضع وقع
الشک فی کونہ مصرا ینبغی لہم ان یصلوا بعد الجمعۃ اربعا بنیۃ الظہر احتیاطا حتی لو لم تقع الجمعۃ
موقعہا یخرجون عن عہدۃ فرض الوقت باداء الظہر بلکہ تصریح لفظ فرض کی بھی اوسی نے
فتح سے نقل کی ہے جیسا کہا ثم نقل المقدسی عن الفتح انہ ینبغی ان یصلی اربعا ینوی بہا آخر
فرض ادرکت وقتہ ولم اودہ ان تردد فی کونہ مصرا او تعددت الجمعۃ پس حاصل یہ ہے
کہ جس جگہ جمعہ کے صحیح ہونے مین شک واقع ہووے جیسا کہ اکثر دیہات اور قریہ مین
بنگالہ کے کہ اوسمین کوئی تعریف مصر کی بخوبی نہین پائی جاتی ہے اور بے ضرورت کے
ایک ایک بستی مین دو تین جگہ خالی ضد یا دل سے جمعہ پڑھتے ہین تو وہان آخری ظہر
چار رکعت پڑھنا واجب ہے اور نیت فرض کی بھی کیا چاہیے تا کہ فرض سے ظہر کے خلاصی
پاوے اور بہتر یہ ہے کہ بعد فرض جمعہ کے دس رکعت نماز اس ترتیب سے پڑھے کہ چار رکعت
سنت بعد الجمعہ کے پھر چار رکعت فرض آخری ظہر کی پھر دو رکعت سنت الوقت کیا اگر

تاکہ ظہر پورا ہو بلا کم و کاست ادا ہو جاوے اور ہر ایک چار رکعت میں آخری ظہر کے سورۂ
فاتحہ کے ساتھ کوئی سورہ بھی ملا دے کیونکہ اگر یہ فرض میں داخل ہوئی تو ضم سورہ سے کچھ حرج
نہیں ورنہ نفل بے سورہ کے درست نہو گا جیسا آلوسی رد المحتار میں تصریح کیا ہے قال فی
شرح المنیۃ الصغیر والاولی ان یصلی بعد الجمعۃ سنتہا ثم الاربع بہذہ النیۃ ای نیۃ آخر ظہر ادرکتہ
ولم اصلہ ثم رکعتین سنۃ الوقت وینبغی ان یقرء السورۃ مع الفاتحۃ فی ہذہ الاربع ان لم یکن
علیہ قضاء فان وقعت فرضا فالسورۃ لا تضر وان وقعت نفلا فقراءۃ السورۃ واجبۃ فقط
واللہ اعلم بالصواب نمقہ الراجی الی اللہ الصمد محمد عبد الحلیم النعام الدین احمد عفا عنہ الکریم
وتجاوز عن سیأتہ بفضلہ العمیم [محمد عبد الحلیم] الجواب صحیح والمجیب نجیح حررہ الراجی
عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

استفتا نماز میں ارسال یدین کی حدیث وارد ہوئی ہے یا نہیں

ہو المصوب بعض روایات میں ارسال وارد ہوا ہے طبرانی نے معاذ رض سے روایت
کی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا کان فی الصلوۃ رفع یدیہ قبال اذنیہ فاذا کبر
ارسلہما اور ابن ابی شیبہ نے عمرو بن دینار سے روایت کی ہے قال کان ابن الزبیر اذا صلی
ارسل یدیہ لیکن جمہور کے نزدیک اس ارسال سے مراد وہ ارسال ہے کہ قبل وضع کے اور
بعد تکبیر تحریمہ کے کسیقدر ارسال مستحب ہے اور تمام قیام میں صرف ارسال نہیں ثابت ہے
اور شیخ دہلوی فتح المنان فی تائید مذہب النعمان میں لکھتے ہیں مذہب مالک ارسال
الیدین وہو عزیمۃ عندہ والوضع رخصۃ والعجب انہ لا یوجد حدیث تمسک بہ لا فی جامع الاصول
الذی جمع احادیث الکتب ونہا الموطا ولا فی الجامع الکبیر وجمع الجوامع للسیوطی وقد ادعی
احاطۃ الاحادیث وجمیعہا من نحو خمسین کتابا لا من روایۃ مالک ولا من روایۃ غیرہ انتہی واللہ اعلم
حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا ۱۸۶ جسکے ہاتھ پاؤں عضو وضو کے کٹے ہوں اوسکی نماز کیونکر درست ہے بینوا توجروا

ہو المصوب جو عضو اعضاء وضو سے بالکل کٹا ہوا ہو اوسکو دھونا وضو میں اوس شخص سے
ساقط ہے بقیہ اعضا کو دھووے اور نماز پڑھے بحر الرائق میں ہے لو قطعت یدہ او رجلہ فلیس

من المرفق والكعب شئ سقط الغسل ولو بقي وجب انتہی اور در مختار میں ہے مقطوع اليدين

والرجلين اذا كان بوجهه جراحة يصلي بغير طهارة انتہی اور اسکے حاشیہ رد المحتار میں ہے قوله مقطوع اليدين

اي من فوق المرفقين والكعبين والا مسح محل القطع قوله اذا كان بوجهه جراحة والا مسح على التراب ان

لم يمكن غسله انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا کیا فرماتے ہیں علمای احناف رحم کرے اللہ آپ لوگون پر اور برکت دے

علم میں کہ فیض پہونچاتے رہیں علم سے اپنے خلائق کو اس قول میں صاحب قدوری کے کہ لا

تصح الجمعة الا في مصر جامع او في مصلى المصر ولا تجوز في القرى یعنی نہیں صحیح ہوتی ہے ادای نماز جمعہ

مگر مصر جامع میں اور نہیں صحیح ہوتی گانوں میں آیا یہ صحیح و موافق اصول مقررہ حضرات حنفیہ کے

ہے اور ہم مقلدین مذہب حنفیہ کو عمل کرنا اس قول پر لازم ہے یا نہیں

الجواب ہان قول مذکور صاحب قدوری کا مطابق اصول مذہب حنفی کے ہے اور فقہای

حنفیہ کا بالتمام اسپر اتفاق ہے اسواسطے جمہور مصنفین حنفیہ اسپر چلے ہیں کما ان علامة محمد علاء الدين

الحصكفي رح ذكر في شرحه الدر المختار ويشترط لصحتها سبعة اشياء الاول المصر وفي الكبيري شرح منية المصلي

اما شروط الاداء فستة ايضا الشرط الاول المصر او فناؤه فلا تجوز في القرى عندنا وهو مذهب علي بن

ابي طالب وحذيفة وعطاء والحسن بن ابي الحسن والنخعي ومجاهد وابن سيرين والثوري وسحنون

خلافا للائمة الثلاثة لما روى ابن ابي شيبة عن علي رضي الله عنه انه قال لا جمعة ولا تشريق ولا صلوة

فطر ولا اضحى الا في مصر جامع او مدينة عظيمة وصححه ابن حزم في المحلى وروي مرفوعا وهو ضعيف ولكن

الموقوف في مثل هذا كالمرفوع لانه من شروط العبادة وهي من احكام الوضع ولا مدخل للرأي فيها

یعنی جیسا کہ علامہ محمد علاء الدین حصکفی نے ذکر کیا در مختار میں کہ شرط ہے واسطے صحیح ہونے

ادای جمعہ کے سات چیز او سمین سے پہلے مصر ہونا ہے اور کبیری شرح منیۃ المصلی میں ہے

کہ شروط ادای جمعہ کے چہ ہیں پہلے شہر یا کنارہ شہر ہے نزدیک ہمارے حنفی المذہب کے

اور یہ مذہب ہے صاحبان مذکورین کا خلاف ہے ائمہ ثلاثہ کے اسلیے کہ روایت کیا ابن

ابی شیبہ نے علی رض سے کہ نہیں ہے جمعہ اور تشریق اور نہ اضحیہ کی نماز سوای مصر جامع یعنی

بڑے شہر کے اور صحیح کیا اس قول کو ابن حزم نے محلی میں اور روایت کیا گیا مرفوع کر کے

از قصبہ سیدرگانون علاقہ پوسٹ آفس ... ضلع بریسال مرسلہ مولوی عبد العزیز صاحب تحریر شہر شعبان روز پنجشنبہ ... ہجری

حالانکہ یہ کتنا ضعیف ہے لیکن اس مادہ مین موقوف مانند مرفوع کے ہے اسواسطے کہ یہ شرط
عبادت سے ہے اور نہ یہ وضع احکام سے ہے اور گنجایش نہین داخل کرنا رائے کا اسمین اور بھی علامہ
شیخ احمد طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح مین اسطرح بیان کیا وظاہر ما ذکرہ ان
الحدیث مرفوع وہو الذی ذکرہ ابو یوسف فی الاملاء ومحمد فی الاصل ورواہ ابن ابی شیبۃ موقوفا عن
علی والموقوف فی مثلہ کالمرفوع قال الکمال وکفی بقول علی قدوۃ وفی العینی شرح الصحیح البخاری ثم استدل
ابو حنیفۃ رح بما رواہ عبد الرزاق عن علی رض قال لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع وکذا رواہ ابن ابی شیبۃ
عن حجاج النخعی وروی ایضا بسند صحیح نا جریر عن منصور الخ وما قال النووی حدیث علی رض متفق
علی ضعفہ وکانہ لم یطلع الا الاثر الذی فیہ الحجاج ولم یطلع علی طریق جریر عن منصور فانہ سند صحیح ولو اطلع
لم یقل بما قال بلکہ واسطے صحت جمعہ کے مخصوص مکان کا ہونا بالاجماع مراد ہی کیونکہ جائز نہین
جمعہ جنگل اور میدان مین بالاتفاق اسیلیے امام شافعی رح کے نزدیک اداے جمعہ صحیح نہین سوای
ایسے گانؤن کے جہان چالیس مرد آزاد مکلف بستے ہون اور امام احمد رح کے نزدیک بھی ایسا ہی
ہی اور امام مالک رح کے پاس صحت اداے جمعہ کے لیے وہ جگہ شرط ہے جہان ملا ہوا بستی اور مسجد
و بازار ہو کما یدل من عبارۃ المیزان لعبد الوہاب الشعرانی رح ومن ذلک قول الشافعی لا تصح الجمعۃ الا
فی ابنیۃ یستوطنہا من تنعقد بہم الجمعۃ من بلدۃ او قریۃ مع قول بعضہم لا تصح الجمعۃ الا فی قریۃ اتصلت
بنیانہا بالمسجد وسوق ومع قول ابی حنیفۃ ان الجمعۃ لا تصح الا فی مصر جامع لہ سلطان اور آیت
و حدیث جمعہ کی کچھ مطلق نہین یعنی ہر جگہ مین جائز ہونیکا حکم شامل نہین جیسا مذکور کبیری مین ہی
ان قولہ تعالی فاسعوا الی ذکر اللہ لیس علی اطلاقہ اتفاقا اذ لا یجوز فی البراری اجماعا فہم قدروہ القریۃ
ونحن قدرنا المصر وہو اولی لحدیث علی رض سیما ولا معارض لہ اذ لم ینقل عن الصحابۃ انہم حین فتحوا
البلاد واشتغلوا بنصب المنابر والجمع فی الامصار وفی مراقی الفلاح ولم ینقل عن الصحابۃ رضی ا
عنہم اجمعین انہم حین فتحوا البلاد اشتغلوا بنصب المنابر والجمع الا فی الامصار دون القری ولو کان
لنقل ولو احادا [illegible] انہ صلی اللہ علیہ وسلم امر باقامۃ
فی قری المدینۃ [illegible] احناف کے پاس
کی واسطے صحت [illegible]
[illegible] جمعہ کا

گاؤن مین کیونکہ انتفای شرط سے انتفای مشروط لازم آتا ہے اسیطرح ذکر صاحب الطحطاوی ورد المحتار
قال فی النہر ولہا شرائط وجوب اداء منہا ما ہو فی المصلی ومنہا ما ہو فی غیرہ والفرق ان الاداء لا یصح
بانتفاء شروط ویصح بانتفاء شروط الوجوب وذکر صاحب البنایہ تصحیحا وتائید القول الماتن ہو قولہ
لا تجوز فی القری وانما ذکرہ مع انہ مستفاد من قولہ السابق نفیا لمذہب الشافعی فانہ لا یشترط المصر
بل یجوز فی کل موضع اقامہ سکنتہ اربعون رجلا احرارا وبہ قال احمد وقال مالک تقام باقل من اربعین
پس منافی نہین اس سے عبارت قہستانی کی جو مذکور ہے تحت قول ماتن کے وتقع الجمعۃ فرضا
ان صلاہا فاقدہا والکلام یشیر الی انہا تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیہا اسواق قال
ابو القاسم ہذا بلا خلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعۃ لان ہذا مجتہد فیہ فاذا اتصل
بہ الحکم صار مجمعا علیہ واذا لم یاذن بذلک لا تصح اقامتہا فیہا وعلیہ یحمل ما فی البحر لا تصح فی قریۃ ولا مفازۃ
لقول علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا جمعۃ ولا تشریق ولا صلوٰۃ فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینۃ عظیمۃ ثم قال
فلا تجب علی غیر اہل المصر کذا فی الطحطاوی وفیہ ایضا ذکر المصنف رح وعبارۃ القہستانی تفید انہ لا بد
من الاذن بالبناء وباداء الجمعۃ ونصبہا امیر جب ثابت ہوا کہ مذہب کہ قول صاحب قدوری کا
مطابق مذہب حنفی کے ہے اور پیروی کی اسکی جمہور فقہائے محققین نے اور ترجیح دی اسکو اوپر کے
طبقے والے مرجحین نے بلکہ کسی فقیہ مذہب حنفی نے اشتراط مصر برای صحت ادائے جمعہ کا انکار نہین کیا
تو لازم ہے مقلدین پر عمل کرنا ساتھ اسی قول کے جیسا کہ فرمایا سید محمد ابن عابدین رح نے رد المحتار مین
فعلینا اتباعہم ویؤیدہ ما قدمہ الشارح فی رسم المفتی واما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ وما صححوہ کما لو افتونا
فی حیاتہم انتہی احق بالاتباع اور جو مقلد خلاف اسکے کرے وہ حکم اوسکا جائز نہین کما فی الدر المختار
واما المقلد فلا ینفذ قضاؤہ بخلاف مذہبہ اصلا کما فی القنیۃ قلت ولا سیما فی زماننا فقط واللہ اعلم الفقیر الحقیر الراجی
لطف ربہ الخفی محمد عبد الواحد حنفی عفی عنہ فی الواقع آیت فرضیت جمعہ بالاجماع مخصص ہے
پس تقلید اوسکی بحدیث اولی ہے اور حنفیہ نے حدیث علی رض کو کہ مروی ہے مرفوعا وموقوفا الموقوف
اصح اور اس باب مین حکم مرفوع کا رکھتی ہے مخصص ٹھرائی اور بمجرد رای تخصیص نہین کی اور اس ہیئت مین
کسی طرح کی مخالفت اصول کی نہین ہے تفصیل اسکی فتح القدیر حاشیہ ہدایہ و بنایہ شرح ہدایہ للعینی
وغیرہ مین مع شی زوائد ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا ۱۷۸ بعض زنان هند چون از قومه بسجده میروند اول بتورک نشسته بعد بهمان حالت تورک سجده میسازند و جمیع سجدات بتورک ادا می سازند هر دو پا را بجانب راست کشیده بعض علما نفی آن میکنند و میگویند که نسوان عرب چنین نمیکنند بلکه در سجده پا را مثل مردان قائم و انگشتان را سوی قبله میدارند و فعل نسوان هند بلا دلیل است درین باب انچه حق باشد بیان کرده شود

هو المصوب اصل این ست که از احادیث برای نسوان اختیار صورتیکه برای ایشان استر باشد ثابت ست حافظ ابن حجر در تخلیص الحبیر می نویسد اخرج ابو داود فی المراسیل ان یزید بن ابی حبیب انه صلعم مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأة فی ذلک لیست کالرجل ورواه البیهقی بطریقین موصولین لکن فی کل منهما متروک انتهی ودر مسند الامام شرح مسند الامام لعلی القاری مذکورست ابو حنیفه عن نافع عن ابن عمر انه سئل کیف کان النساء یصلین علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال کن یتربعن ثم امرن ان یحتفزن هو بالحاء المهملة والفاء والزاء المعجمة ای یضممن اعضاءهن بان یتورکن انتهی ازین جهت فقها در کتب خود فروع کثیره برای نسوان ذکر کرده اند که دران شرکت مردان نیست منجمله آن انهم ست که در سجده نصب قدمین مثل مردان نسازند در بحر الرائق می نویسد لا تنصب القدمین کما ذکره فی المجتبی انتهی ودر جامع الرموز ست والمرأة تخفض ای توقع الخفض المسنون فلا تنصب اصابع القدمین ولا تبدی الضبعین الخ پس نه قائم کردن زنان هند هر دو پا را وقت سجده موافق اقوال فقها ست واما جلوس تورکی پس در هر دو قعده تشهد ایشان را تورک مسنون ست چنانکه حموی در حاشیه اشباه می نویسد قوله وتتورک ای فی حال جلوسها للتشهد انتهی نه درمیان قومه وسجده والله اعلم حرره

الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی

استفتا ۱۷۹ چه میفرمایند علماء دین ومفتیان شرع متین که شخصی امامت بجماعت صلوة عید نموده باشد امامت جماعت دیگر لصلوة مذکور کردن میتواند یا نه خواه آن جماعت دیگر همون روز باشد یا بوجه کدامی امر روز دیگر شود و همون مسجد یا مکان باشد یا جای دیگر و بروز دیگر جماعت عید ادا نمودن جائز ست یا نه خصوص وقتیکه اسم جماعت روز اولی و روز دوم هر دو یک باشد بینوا توجروا

هو المصوب از مقررات فقهای حنفیه که در جمله کتب ایشان مسطور ست این ست که نماز عید واجب ست واین هم از مقررات ست که واجب وفرض که یک مرتبه ادا کرده باشد باره دیگر اگر ادا کرده شود

[illegible] شعبان ۱۲۹۵ هجری

[illegible]

آن نفل خواهد گشت واین هم مقرر است که اقتدای مؤدی فرض وواجب خلف متنفل ناجائز است
واین هم ثابت است که ادای نفل بجماعت علی سبیل التداعی مکروه است تفصیل این جمله امور
در کتب فقه مثل در مختار وحواشی آن وبحر الرائق وشرح منیه وغیره موجود است بناءً علیه در صورت
سوال امام جماعت اول هرگاه یک مرتبه نماز عید ادا کرده وجوب از ذمه اش ساقط گردید
پس امامت آن برای جماعت ثانیه جائز نخواهد شد چه مقتدیان جماعت ثانیه اگر صلوة عید واجب
ادامی سازند نماز شان بسبب متنفل بودن امام غیر جائز است واگر نفل ادامی سازند ادای نفل بجماعت
علی سبیل التداعی لازم خواهد شد واگر بروز اول امام نیت نفل کرده همین دو فساد با آن روز لازم
خواهند آمد وبروز دوم نماز عید بعذر جائز است اگر بروز عید ادا نشده باشد فاما ادای نماز عید
دو روز پس جواز آن غیر ثابت والله اعلم حرره الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی

۱۸۰ **استفتا** چه میفرمایند علمای دین ومفتیان شرع متین اندرین مسئله که زید امامت نماز عید
در مسجد محله بجماعتی نموده که منع فتوای مفتی شرع بود نزد جماعتی که از حکم مفتی شرع خلاف ورزید روز دوم
بمکان امیری نماز عید ادا نمود وزید مذکور حسب ایمای مقتدیان در آن هم امامت نمود وامام ومقتدیان
نیت روز اول نمودند نخواه نیت روز دوم پس این امامت جائز است یا نه ونماز هر دو یوم صحیح شد یا نه بینوا توجروا

هو المصوب در در مختار می نویسد ولو کانوا ببلدة لا حاکم فیها صاموا بقول ثقة وافطروا باخبار
عدلین مع العلة للضرورة انتهی ودر رد المحتار می نویسد قوله صاموا ای افتراضا قوله وافطروا ای عبارة
غیره لا باس والظاهر ان المراد به الوجوب ایضا انتهی ملخصا بناءً علیه در صورت سوال هرگاه
مفتی فتوی افطار داده بر تمام کسان افطار لازم شده وادای نماز عید در آن روز واجب گشته
پس زید بروز اول اگر فتوی مفتی تسلیم نکرده ونماز عید بر خود واجب نفهمیده امامت کرده نماز
مقتدیان که مؤدی نماز عید بودند بسبب اقتدای او فاسد گشته ووبال آن بر ذمه امام لازم
گردیده واگر نماز عید واجبه ادا کرده امامتش بروز دوم مفسد گردیده والله اعلم حرره الراجی
عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی

۱۸۱ **استفتا** کیا فرماتے ہیں علمای دین ومفتیان شرع متین اس مسئله میں کہ جو نفل بعد نماز عشا کے
پڑھے جاتے ہیں اوسکے سوا اور اوقات میں نوافل بیٹھکر پڑھنا احادیث شریف سے ثابت ہے یا نہیں بینوا توجروا

هو المصوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز تہجد کبھی کبھی بیٹھ کے پڑھنا ثابت ہے اور دو رکعت نفل بعد وتر کے بیٹھ کے پڑھنا ثابت باقی اور نوافل بعد ظہر و مغرب یا اور اوقات میں بیٹھ کے پڑھنا ثابت نہیں ہے بلکہ احادیث میں وارد ہے کہ بیٹھ کے پڑھنے سے ثواب کم ملتا ہے واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

۱۹۲ **استفتا** کیا فرماتے ہیں علمای دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قاعدۂ اخیرہ یا اولی میں وقت شہادت کے سبابہ مرفوع بعد الا اللہ کے حلقہ توڑ کر رکھدیوے یا مع حلقہ مرفوع تا سلام رہنے دیوے بینوا توجروا

هو المصوب اوسی طور سے حلقہ تا آخر رہنے دیوین ملا علی قاری مکی کے رسالہ تزیین العبارۃ لتحسین الاشارۃ میں ہے الصحیح المختار عند جمهور اصحابنا ان یضع کفیه علی فخذیه ثم عند وصوله الی کلمة التوحید یعقد الخنصر والبنصر ویحلق الوسطی والابهام ویشیر بالمسبحة رافعا لها عند النفی وواضعا لها عند الاثبات ثم یستمر علی ذلک لانه ثبت العقد عند ذلک بلا خلاف ولم یوجد الامر بتغییره فالاصل بقاء الشیء علی ما هو علیه واستصحابه الی آخر امره ومآل الیه واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبه الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

۱۹۳ **استفتا** سوال چہ میفرمایند علمای دین و مفتیان شرع متین اندرین مسئلہ کہ شہر لکھنؤ کے باہر اطراف مثل قصبہ ردولی و قصبہ سدھور و سترکھ و قصبہ امیٹھی وغیرہ میں جو نماز جمعہ کی پڑھی جاتی ہے تو اکثر لوگ بعد نماز فرض جمعہ کے چار رکعت نماز بہ نیت فرض ظہر یا بہ نیت ظہر کے بھی پڑھتے ہیں اور خطبہ جمعہ کا زیر ہاتھ کھول کر پڑھتے ہیں اور درمیان خطبہ جمعہ کے جلسہ میں جو آگے سے یہ دعا یعنی اللهم طهر قلبی من الشرک والریاء ونزہ لسانی بالحمد والثناء پڑھی جاتی تھی سو اب اوسکو لوگ نہیں پڑھتے ہیں اور ہر نماز کی التحیات تشہد پڑھنے میں داہنے ہاتھ کے کلمے کی اونگلی اوٹھاتے ہیں پس اندرین صورت بعد نماز فرض جمعہ کے چار رکعت نماز بہ نیت فرض ظہر یا بہ نیت ظہر کے پڑھنا درست ہے یا نہ اور خطبہ جمعہ کا زیر ہاتھ کھول کر پڑھنا درست ہے یا ہاتھ باندھکر اور جلسہ خطبہ جمعہ میں وہ دعا جو اوپر لکھدیا ہے اوسکا پڑھنا درست ہے یا نہ اور ہر نماز کے التحیات تشہد پڑھتے میں داہنے ہاتھ کی کلمے کی اونگلی اوٹھانا درست ہے یا نہ بینوا توجروا

ہو المصوب **جواب سوال اول** قصبات مین بعد ادای فرض جمعہ کے چار رکعت بہ نیت ظہر
احتیاطاً پڑھ لینا اولی ہے کچھ ضرور نہین مگر چارون رکعت مین بعد سورۂ فاتحہ کے سورہ ملانا چاہیے
اور نیت اوسکی اسطرح کرے نویت ان اصلی آخر ظہر ادرکت وقتہ ولم اصل بعد اور بہتر یہ ہے کہ بعد
چار رکعت سنت بعد جمعہ کے یہ چار رکعت پڑھے پھر دو رکعت سنت جمعہ ادا کرے صغیری شرح
منیہ مین مرقوم ہے الاولی ان یصلی بعد الجمعۃ سنتہا ثم الاربع بہذہ النیۃ ثم رکعتین سنۃ الوقت
وینبغی ان یقرأ مع الفاتحۃ فی ہذہ الاربع انتہی اور رد المحتار مین ہے نقل المقدسی عن المحیط کل موضع
وقع الشک فی کونہ مصراً ینبغی لہم ان یصلوا بعد الجمعۃ اربعاً بنیۃ الظہر احتیاطاً حتی انہ لو لم تقع الجمعۃ موقعہا
یخرجون عن عہدۃ فرض الوقت باداء الظہر انتہی اور قنیہ مین ہے لما ابتلی اہل مرو باقامۃ الجمعتین فیہا
مع اختلاف العلماء فی جوازہما امر ائمتہم بالاربع بعدہما احتیاطاً انتہی ملخصاً
جواب سوال دوم خطبہ پڑھنا ہاتھ باندھکر نشان اسکا کتب معتبرۂ فقہ مین نہین ہے اور
کتب احادیث سے یہ امر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم ہاتھ باندھکر خطبہ
نہین پڑھتے تھے سنن ابن ماجہ مین مروی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کان اذا خطب
فی الحرب خطب علی قوس واذا خطب فی الجمعۃ خطب علی عصا انتہی اور زاد المعاد مین ہے انما کان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یعتمد علی قوس قبل ان یتخذ المنبر وکان فی الحرب یعتمد علی قوس وفی الجمعۃ یعتمد علی عصا انتہی
جواب سوال سوم جلسہ ما بین الخطبتین مین اگرچہ آہستہ دعا پڑھنا کوئی دعا ہو یا کوئی
ذکر کرنا درست ہی مگر چونکہ اسوقت مین دعا منقول نہین ترک اوسکا اولی ہے شیخ عبد الحق دہلوی
شرح سفر السعادۃ مین لکھتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درمیان دو خطبہ لحظہ نشستی
وخاموش بودی وجای از ان حضرت درین وقت دعا وصحت نرسیدہ ہست انتہی اور اگر دعا مانگی جاوے
تو آہستہ بغیر ہاتھ اوٹھانے کے کرنا چاہیے کیونکہ اسوقت مین نص سے دعا منقول نہین جو جاوے کہ رفع یدین
جواب سوال چہارم التحیات مین اشہد ان لا الہ الا اللہ کہنے کے وقت داہنے ہاتھ کی کلمہ کی انگلی
اوٹھانا چاہیے اسطرح پر کہ لا الہ پر اوٹھاوے اور الا اللہ پر رکھدیوے احادیث صحیحہ مین
اوٹھانا انگلی کا جو صحیح مسلم وسنن ابو داؤد وسنن دارمی وسنن نسائی وسنن بیہقی وجامع ترمذی
وموطا مالک وغیرہ مین مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم وصحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے

اور کتب فقہ مین بھی یہ امر مذکور ہے مثل خانیہ و مختارات النوازل و محیط و برہان شرح
مواہب الرحمن و فتح منیہ و غیرہا کے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات
محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

استفتا سوال اول درباب تحریم بیع وشراء و فرضیت سعی الی ذکر اللہ جو آیت اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ الخ سے ثابت ہے حنفیہ کے نزدیک معتبر اذان اول ہے اور شافعیہ کے نزدیک معتبر اذان ثانی ہے حالانکہ اذان اول مستحدثات حضرت عثمان رض سے ہے اور عہد نبوی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم اور عہد شیخین مین صرف ایک اذان بوقت بیٹھنے خطیب کے منبر پر ہوتی تھی پس اذان اول اس آیت قرآنیہ سے کیونکر مراد ہو سکتی ہے کیونکہ زمانہ نزول آیت مین اس اذان کا کہین نام ونشان نہ تھا اور اگر دوسری اذان مراد لیجاوے پس ترتب سعی و ترک بیع وغیرہ کا اس اذان پر کیونکر ہو سکتا ہے اسوجہ سے کہ اس اذان کے بعد بلا مہلت خطبہ شروع ہو جاتا ہے پس اگر اس اذان سے وجوب سعی ہو اور حرمت بیع وغیرہ ہو اور قبل اوسکے نہو اکثر لوگون سے فوات خطبہ وغیرہ الزم آویگا **سوال دوم** اذان اول جو حضرت عثمان رض نے احداث کی اوسکا کیا حال ہے آیا خاص مدینہ مین تھی یا سب شہرون مین اہل اسلام کے عام تھی **سوال سوم** اذان دوم جو خطیب کے روبرو مسجد مین کہی جاتی ہے اوسکی کیا سند ہے روایت ابو داؤد سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے مین یہ اذان دروازہ مسجد پر ہوتی تھی

ہو المصوب جواب سوال اول آیت اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ مین نہ ذکر اذان اول کا ہے نہ ذکر اذان دوم کا بلکہ اس آیت سے اسیقدر ثابت ہے کہ جس وقت اذان نماز جمعہ کے واسطے ہووے سعی واجب ہے اور تجارت حرام ہے اور اگرچہ مصداق اس اذان کا زمانہ نزول آیت مین اذان ثانی تھی لیکن اس سے یہ نہین لازم ہے کہ لفظ نودی للصلوۃ سے خاص وہی اذان بوقت خاص مراد ہو جاوے مصادیق نصوص مطلقہ اگرچہ بصفات خاصہ زمانہ نزول نصوص مین پائی جاتی ہون لیکن اوس سے یہ نہین لازم ہے کہ وہی مصادیق خاصہ اون نصوص سے مراد ہو جاوین اور نظائر اوسکے خارج ہو جاوین پس چونکہ زمانہ نبوی مین صرف اذان ثانی تھی یہ احکام اوسی پر مرتب تھے اور جب زمانہ عثمانی مین احداث اذان اول کا ہوا اوسپر بھی اذا نودی للصلوۃ

در رسالہ مولوی عبد القادر [illegible]

من یوم الجمعۃ کا صدق ہوگیا اور اون احکام کا ترتیب بالضرورۃ اوسپر ہوگیا و ہذا ہو مختار الحنفیۃ اور
شافعیہ کے نزدیک باین خیال کہ عہد نبوی مین صرف اذان ثانی تھی ترتیب احکام قرآنیہ کا اوسی سے ہے
لیکن اصل وجوب سعی نفس دخول وقت سے ہے اور اذان ثانی سے وجوب الاداء ہے لیس وہ لوگ
کہ مکان اونکا مسجد سے دور ہے اور بعد اذان ثانی اونکے پہونچنے مین خطبہ کا کلاً یا بعضاً فوت ہونا
مظنون ہے اونپر قبل اسکے سعی وغیرہ واجب ہوگی اور اگر یہ حکم شافعیہ کے نزدیک نہو بلاشبہ اونکا
قول مورد ایراد ہوگا واللہ اعلم **جواب سوال دوم** سب شہرون مین اوسپر عمل ہو جیسا کہ
ارشاد الساری شرح صحیح البخاری مین قسطلانی لکھتے ہین فثبت الامر علی ذلک فی جمیع الامصار
انتہی اور ملا علی قاری شرح مشکوۃ مین لکھتے ہین اخذ الناس بفعلہ فی جمیع البلاد اذ ذاک لکونہ خلیفۃ
مطاعاً وقیل اول من احدثہ بمکۃ الحجاج وبالبصرۃ زیاد انتہی **جواب سوال سوم** بلاشبہ روایت
ابو داود سے کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی
باب المسجد انتہی یہ امر ثابت ہے کہ اذان ثانی خارج مسجد روبروی خطیب ہوتی تھی اور بعض علما
لکھتے ہین کہ یہ اذان منارہ پر ہوتی تھی علی کل تقدیر پاس خطیب کے نہ تھی مگر زمانہ ہشام بن عبد الملک
سے یہ اذان مسجد مین ہونے لگی ابن الحاج مدخل مین لکھتے ہین السنۃ فی اذان الجمعۃ اذا صعد الامام علی
المنبر ان یکون المؤذن علی المنار کذلک کان علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم وابی بکر وعمر رض وصدر
من خلافۃ عثمان رض کان المؤذنون ثلاثۃ یؤذنون واحد بعد واحد ثم زاد عثمان رض اذاناً آخر بالزوراء وہو
موضع بالسوق وابقی الاذان الذی کان علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم علی منارۃ
علی المنبر اذ ذاک ثم انہ لما تولی ہشام بن عبد الملک اخذ الاذان الذی فعلہ عثمان رض بالزوراء وجعلہ علی المنار
وکان المؤذن واحداً یؤذن عند الزوال ثم نقل الاذان الذی کان علی المنار عند صعود الامام علی المنبر
بین یدیہ وکانوا یؤذنون ثلاثۃ فجعلہم یؤذنون جماعۃ ولیستمرون تقدیاً بان نقل ذلک الی المسجد بین یدی
الخطیب بدعۃ وان اذانہم جماعۃ بدعۃ اخری فتمسک بعض الناس بہاتین بہما ما احدثہ ہشام
ابن عبد الملک انتہی اور دوسرے موضع مین لکھتے ہین من السنۃ الماضیۃ ان یؤذن المؤذن علی
المنار فان تعذر فعلی سطح المسجد فان تعذر ذلک فعلی بابہ انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی

محمد عبد الحی ابو الحسنات	ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

۱۹۵ **استفتا** سوال کیا فرماتے ہین علمای دین اس مسئلہ مین کہ ضاد مشابہ ظا کے ہی
یا نہین اگر ہے تو ضاد کی جگہ ظا پڑھنے سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہین اور اس زمانے مین
اکثر لوگ مشابہ دُو اور ز کے پڑھتے ہین اسکی کوئی دلیل کتب دینیہ سے ہے یا نہین بر تقدیر نہونیکے
ضاد کو مشابہ دُو یا ز کے پڑھنے سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہین بینوا توجروا

الجواب وہو الموفق للصواب ماہرین شریعت غرا پر پوشیدہ نہ ہے کہ ضاد کا مشتبہ الصوت
ہونا ساتھ ظای معجمہ کے جملہ کتب تفسیر و فقہ و صرف و تجوید سے ثابت ہوتا ہے شاہ عبد العزیز صاحب
نے تحت آیۂ کریمہ وما ہو علی الغیب بضنین کے تفسیر فتح العزیز مین ضاد کا مشتبہ الصوت ہونا ساتھ
ظا کے لکھا ہے اور تفسیر کبیر مین ہے فثبت بما ذکرنا ان المشابہۃ بین الظاء والضاد شدیدۃ
وان التمییز عسیر واذا ثبت ہذا فنقول لو کان ہذا الفرق معتبرا لوقع السوال عنہ فی زمان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفی ازمنۃ الصحابۃ لاسیما عند دخول العجم فی الاسلام فلما لم ینقل وقوع السوال
عن ہذہ المسألۃ البتۃ علمنا ان التمییز بین ہذین الحرفین لیس فی محل التکلیف آہ اور بیضاوی کے
حاشیہ میں ہے والباعث علی ہذہ الاشارۃ ان اکثر الناس خصوصا العجم لاسیما فی الزمان الاول لا یعلمون
الفرق بینہما آہ رضی شرح شافیہ مین ہے وبعض الحروف اذا وقفت علیہا خرج معہا مثل النفخۃ
ولم یضغط ضغط الاولی وہی الظاء والذال والضاد والزاء جہد المقل مین مرقوم ہے الضاد والظاء
والذال متشاکلۃ فی الجہر والرخاوۃ ومتشابہۃ فی السمع والضاد فیہ وان شبہ صوتہا ای
صوت الضاد المعجمۃ بصوت الظاء المعجمۃ بالفروق آہ اور شرح شاطبی مین مذکور ہے ان ہذہ الثلثۃ
ای الضاد والظاء والذال متشابہۃ فی السمع والضاد لا تفترق من الظاء الا باختلاف المخرج وزیادۃ
الاستطالۃ فی الضاد ولولاہما لکانت احدہما عین الاخری آہ اور محمد بن محمد الجزری تمہید فی علم التجوید
مین لکھتے ہین والضاد حرف لیس فی الحروف ما یعسر علی اللسان مثلہ والناس یتفاوتون
فی النطق بہ فمنہم من یجعلہ ظاء مطلقا لانہ یشارک الظاء فی صفاتہا کلہا ویزید علیہا بالاستطالۃ فلولا الاستطالۃ
واختلاف المخرجین لکانت ظاء وہم اکثر الشامیین وبعض اہل المشرق آہ اور رسالہ غایۃ التحقیق تصنیف امام
محمد ... مین مذکور ہے کہ ضاد سننے مین ظا کے مانند ہے اور شیخ جمال حنفی
کی ... فتاوی مین ہے کہ ضاد کو ظا پڑھنا لغت اکثر اہل عرب کی ہے اور حاشیہ جہد المقل مین

مسطور ہے فمنهم من يجعلها ظاء ہذا ليس بعجب لثبوت التشابه وعسر التمييز بينهما وفي التمهيد لانه يشارك
الظاء في صفاتها كلها ويزيد عليها بالاستطالة اور کیمیای سعادت میں ہے فرق میان ضاد وزاء
اگر نتواند روا باشد حاصل یہ ہے کہ تمام کتب فقہ وتفسیر سے ثابت ہوتا ہے کہ ضاد مشابہ
ظاء ہے اور کسیقدر ذال اور زاء کی بھی لیکن ظاء کے ساتھ بہت مشابہ ہے کیونکہ ضاد اور
ظاء میں صرف ایک صفت کا فرق ہے یعنی ضاد مستطیل ہے اور ظاء قصیر اگر استطالت ضاد میں
نہوتی تو عین ظاء ہو جاتا جیسا کہ عبارت تمہید وغیرہ سے معلوم ہوا بخلاف دال کے کہ ضاد
اور دال میں سات صفتوں کا فرق ہے ض رخوہ ہے و شدیدہ ض ساکنہ ہے و قلقلہ ض
مطبقہ ہے و منفتحہ ض مستعلیہ ہے و مستفلہ ض مفخمہ ہے و مرققہ ض مستطیلہ ہے و قصیرہ
ض منفوخہ ہے و غیر منفوخہ اور ضاد کا مشتبہ الصوت ہونا ساتھ ظاء کے انہی کتابوں سے
ثابت ہوتا ہے ولولا غرابة المقام لاتيت بها وہ یہ ہے رعایہ جہد المقل تمہید جزریہ شرح
جزریہ دوسری شیخ علی قاری کی نشر منہاج طیبۃ النشر تمہید رسالہ مولانا عبد الرحیم رشحہ فیض
شاطبی تفسیر کبیر اتقان کشاف بیضاوی حاشیۂ بیضاوی عزیزی حسینی فتاوی قاضیخان
عالمگیری کبیری برہان تجنیس خلاصۃ الفتاوی درمختار طحطاوی شامی خزانۃ المفتین خزانہ کمل
حلیہ فتاوی نقشبندیہ بزازیہ عنایہ تاتارخانیہ خزانۃ الروایات رسائل الارکان تہذیب ذخیرہ
فتح القدیر خیریہ جامع الروایات مفتاح الصلوۃ محاسن العمل البیان الجزیل احیاء العلوم
کیمیای سعادت زاد الآخرۃ شافیہ رضی جاربردی فصول اکبری فتاوی برہنہ رسالہ نجم الدین
مختار الفتاوی سمرقندی منیہ مجموعۂ سلطانی بغیۃ المراد میزان حروف الہجا ذخیرہ کردری اور
جب یہ بات ثابت ہوئی کہ ضاد مشابہ ظاء کے ہے تو قاعدہ کلیہ جملہ کتب فقہیہ کا یہ ہے
کہ جن دو حرفوں میں فرق آسانی ممکن ہے او ایک بدل جانے سے نماز فاسد ہوتی ہے اور
اگر فرق اون دونوں حرفوں میں مشکل ہے تو اکثر کا مذہب یہ ہے کہ نماز نہیں فاسد ہوتی اور یہی مذہب ہے
متاخرین کا اور یہ مذہب بہت معتدل اور پسندیدہ ہے اور مذہب متقدمین کا یہ ہے کہ
ضاد کو ظاء پڑھنے سے بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے پس لفظ ولا الضالین کی جگہ دالین پڑھنے
کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہے اور ظاء پڑھنے سے اکثر کے نزدیک نہیں فاسد ہوتی اور

اسی پر فتوی ہے پہلے چند عبارت محققہ کی واسطے ثبوت اس قاعدہ کلیہ کے لکھی جاتی ہین بعد ان
چند عبارت فقہ سے اوپر ثبوت فساد نماز کے پڑھنے والین سے لکھا جاویگا ردالمحتار مین ہے ومنہا زلۃ القاری
الخطاء بابدال حرف بحرف فان امکن الفصل بینہما بلا کلفۃ کالصاد مع الطاء بان قرأ الطالحات
مکان الصالحات فاتفقوا علی انہ مفسد وان لم یکن الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد والصاد مع السین
فاکثرہم علی عدم الفساد لعموم البلوی آہ بہذا فی فتاوی قاضیخان وفتح القدیر ونہر الفائق اور
عالمگیری مین ہے وان غیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقۃ کالطاء مع الصاد
فقرأ الطالحات مکان الصالحات تفسد صلوتہ عند الکل وان کان لا یمکن الفصل بین الحرفین الا
بمشقۃ کالظاء مع الضاد والصاد مع السین والطاء مع التاء اختلف المشایخ قال اکثرہم لا تفسد
صلوتہ آہ اور خانیہ مین مرقوم ہے الاصل فیما اذا ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی ان امکن الفصل بینہما
بلا مشقۃ تفسد وان لم یمکن الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد المعجمتین والصاد مع السین المہملتین والطاء
مع التاء قال اکثرہم لا تفسد آہ اب عبارت اوپر فساد نماز کے پڑھنے سے والین کے لکھی جاتی ہے
قاضیخان مین مذکور ہے ولو قرأ الظالین بالظاء او بالذال لا تفسد صلوتہ ولو قرأ الدالین تفسد آہ
اور خلاصۃ الفتاوی مین مذکور ہے ولو قرأ الظالین بالظاء او الذال او بالزای لا تفسد حاصل تقریر
مذکورۂ بالا کا یہ ہے کہ ضاد کا مشتبہ الصوت ہونا ساتھ ظاء کے بلا نزاع ثابت ہے اور جس شخص سے
مخرج ضاد کا نہ آوے وہ ظاء پڑھے اور اوس سے نماز اکثر کے نزدیک فاسد نہین ہوتی وہذا
ہو الحق والصواب اور ضاد کو مشابہ دال کے پڑھنے پر کوئی دلیل صرف و تجوید و فقہ و تفسیر سے
ثابت نہین ہوتی بلکہ یہ سب علوم اوسکی غلطی ہونے پر دال ہین اور ایک حرف دوسرے حرف سے
بدلنا اوسی سے ہوتا ہے کہ وہ اوسکے مشابہ ہو اور ظاہر ہے کہ ضاد اور دال سے کچھ مناسبت بھی
نہین ہے نہ مخرج مین نہ صفات مین بلکہ ضاد اور دال سے سات صفتون مین اختلاف ہے
جیسا کہ اوپر گذرا جب یہ مسئلہ سب کتابون سے ثابت ہوا تو مسلمانون کو چاہیے کہ بہت جلد اوسکے
عامل ہو جاوین تاکہ آپس مین جنگ و جدال و زد و کوب جو بالاتفاق حرام ہے کرین واللہ اعلم
بالصواب ۔ فی الواقع بمذہب مختار جمہور ضاد کی جگہ پر اگر ظاء پڑھے گا یا ذال نماز فاسد نہوگی
فتاوی بزازیہ مین ہے قال غیر المغضوب بالظاء والذالین بالذال والظاء بل لا تفسد لعموم البلوی

فان العوام لایعرفون مخارج الحروف وکثیر من المشایخ افتوا بہ انتھی اور خزانۃ المفتیین مین
خلاصۃ الفتاوی سے منقول ہے ان ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی فان امکن الفصل کالطاء
مکان الصاد تفسد صلوتہ وان کان لایمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد والطاء
مع التاء والصاد مع السین فالاکثر علی انہ لایفسد انتھی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی
ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

۲۸۶
استفتا بسم اللہ الرحمن الرحیم کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ نماز جمعہ
اور عیدین یعنی عید الفطر اور عید اضحی دیہات مین پڑھنا درست ہے یا نہین بینوا توجروا

الجواب نماز جمعہ مثل نماز پنجگانہ کے فرض ہے جو شرطین اونمین ہین وہ اسمین ہین فقط
دو خطبون کی زیادتی ہے شہر ہو یا دیہات ہر جگہہ بلا شرط شہر و بادشاہ یا نائب اوسکے
بغیر کراہت صحیح ہے امام بخاری نے باب الجمعۃ فی القری والمدن مین روایت کی ہے عن
ابن عباس قال ان اول جمعۃ جمعت بعد جمعۃ فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مسجد
عبد القیس بجواثی من البحرین اور اسیطرح امام ابو داود نے روایت کی ہے اور اونکی روایت
مین لفظ بجواثی قریۃ من قری البحرین کا ہے اور پھر امام بخاری نے روایت کی ہے عن ابن عمر
یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کلکم راع وزاد اللیث قال یونس وکتب رزیق
بن حکیم الی ابن شہاب وانا معہ یومئذ بوادی القری ہل تری ان اجمع ورزیق عامل علی ارض
یعملہا وفیہا جماعۃ من السودان وغیرہم ورزیق علی ایلۃ فکتب ابن شہاب وانا اسمع یامرہ
ان یجمع الخ حاصل ان حدیثون کا یہ ہوا کہ جواثی مین کہ وہ ایک گانون ہے بحرین سے صحابہ نے
وہان نماز جمعہ پڑھی زمانے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور تابعیون نے بھی اور اونکے
زمانے مین برابر جاری رہی اور بعض نے جو قریہ کو معنی مین شہر کے لیکر جواثی کو شہر لکھا ہے قول
مردود ہے کیونکہ جب امام بخاری اور ابو داود نے کہ متقدمین اور افضل ہین اور بعد اونکے اکابر
محدثین نے بھی جواثی کو دیہات سے لکھا ہے پھر متاخرین کے اقوال ان اکابر دین کے
مقابل مین کب مسموع ہو سکتے ہین اور اگر متاخرین کے اقوال صحیح مان لیے جائین تو بھی
کچھ خرابی نہین مطابقت متقدمین اور متاخرین کے اقوال مین یون ہوگی کہ جواثی زمانہ

قدیم صحابہ مین ایک چھوٹی بستی ہو پھر تھوڑے دنون کے بعد بڑھتے بڑھتے ایک شہر ہو گیا
اسی ہندوستان مین دیکھو کہ زمانہ قدیم مین جو بعض بعض بستیان تھین اب وہ شہر ہین
کچھ جای تعجب نہین ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ مین ایک روایت آئی ہے کہ لکھ بھیجا حضرت
عمر رضنے طرف بحرین کے کہ جمعہ ادا کیا کرو جسجگہ کہ ہو اور صحیح کی اسکی ابن خزیمہ نے اور لفظ
جسجگہ شامل ہے شہر اور دیہات دونون کو اور بیہقی نے لیث بن سعد سے روایت کی ہے
کہ جمعہ ادا کیا کرتے تھے اہل مصر و سواحل زمانے مین حضرت عمر رض و عثمان رض کے اونکے
حکم سے اور انمین تھی جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی اور اس مضمون کی حدیثین بہت آئی ہین
کہانتک لکھون اور جناب خاتم المحدثین شاہ ولی اللہ دہلوی رح مصفا شرح موطای امام مالک
مین فرماتے ہین پس نماز جمعہ دو رکعت است در وقت ظہر با جماعت عظیمہ از مسلمین در قریہ
یا در شہر الخ اور دربارہ شرط ہونے شاہ یا نائب کے اوسی کتاب مین لکھتے ہین و اما امامت
خلیفہ یا نائب او پس امر مستمر بود و منشاء آن امر ست بتقدیم والی در محل ولایت خویش
پس مخصوص باشد بحضور والی و بطریق استحباب باشد چنانچہ تقدیم اقرأ و اعلم و سائر نظائر و اثر
حضرت علی اربع الی الامام محمول بر ندبیہ تقدیم والی در محل ولایت خود ست اھ اور جو
صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ نہین صحیح ہے جمعہ مگر مصر جامع یعنی شہر مین یا مصلے مین اوسکے
اور نہین جائز ہے دیہات مین بسبب اس حدیث کے کہ نہین جائز ہے جمعہ اور تشریق اور
عید الفطر اور عید اضحی مگر مصر جامع مین اور مصر جامع وہ جگہ ہے جہان کوئی حاکم ہو اور قاضی
جو جاری کرتا ہو احکام اور قائم رکھتا ہو حدود یہ روایت ہے ابی یوسف رح سے اور یہ نہین ہے
دوسری روایت ہے کہ مصر جامع وہ جگہ ہے کہ اگر جمع ہون رہنے والے وہان کے بڑی سے بڑی
مسجد مین اوسکی تو نہ سما سکین اور پہلی روایت کو اختیار کیا ہے کرخی نے اور دوسری کو ثلجی
یا وہ جو شیخ ابن الہمام فتح القدیر مین لکھتے ہین کہ جمعہ ایسی جگہ ہو جہان گلیان اور بازار ہون
اور اوسمین ایک والی ہو کہ انصاف مظلوم کا کرتا ہو ظالم سے اور ایک عالم ہو کہ حوادث مین
اوسکی طرف رجوع کرتے ہون مجروح و مخدوش ہین قابل تسلیم نہین کئی وجہون سے ایک تو
حدیث لا جمعۃ ولا تشریق الخ موقوف و منقطع ہے اور حدیث منقطع کسی کتاب کی معارض حدیث

بخاری کی نہیں ہو سکتی کیونکہ معارضہ میں مساواۃ شرط ہے باتفاق جمہور محدثین دوسرے
یہ کہ تفسیر مصر کی درست نہیں ہے نہ موافق کرخی کے نہ ثلجی کے کیونکہ قبل تشریف آوری آنحضرت صلعم
کے مدینہ منورہ میں نماز جمعہ پڑھی اسعد بن زرارہ نے ساتھ صحابیوں کے مدینہ میں باذن
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالانکہ اوسوقت کچھ حکومت آپکی مدینے میں نہ تھی اور نہ حدود و قصاص
بالفعل جاری تھے نہ قوت اسکی رکھتے تھے مسلمان محض مغلوب تھے اور نہ وہاں کئی مسجدیں تھیں
جو تفسیر ثلجی کی صادق آوے جیسا کہ تفسیر بیضاوی وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہے اور جب خود آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں تشریف لائے اور نماز جمعہ کی پہلے مسجد بنی سالم کی بطن وادی میں پڑھی
اوسوقت بھی وہاں تسلط تام نہ تھا جو احکام حدود و قصاص جاری کر سکیں اور نہ کئی مسجدیں تھیں
جیسا کہ بحر الرائق و شمنی شرح نقایہ اور مجلی شرح موطا سے مستفاد ہوتا ہے اور نہ تفسیر صاحب فتح القدیر
کی صحیح ہے کیونکہ زمانہ یزید شقی میں صحابہ نماز جمعہ پڑھا کرتے تھے اور حالانکہ اوسوقت انصاف کا
نام نہ تھا خون صحابہ بیدریغ ہوتا تھا اور اقامت حدود کو کون پوچھتا ہے اور جس زمانے میں
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور تھے قوت اپنی رہائی کی نہ رکھتے تھے حکومت کیسی باوجود اسکے
اصحاب رضی اللہ عنہم نے نماز جمعہ پڑھی اسیطرح کی تقریر مولانا بحر العلوم لکھنوی نے تفصیل
تمام ارکان اربع میں کی ہے اور تفسیر مصر میں خوب جرح کیا ہے جسکا جی چاہے اونکے ارکان اربع
میں دیکھ لے یہاں اکثر روایتیں بسبب طول ہو جانے فتوے کے نہیں لکھی گئیں تیسرے یہ کہ
اس حدیث کو محمول اوپر مذہب کے کرتا ہوں یعنی بشرط بادشاہ اور مصر کے نماز جمعہ عیدین واجب
ہوگی نہ یہ کہ بغیر ان شرطوں کے نماز ہی نہیں ادا ہوگی جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب کی تحریر سے
ظاہر ہوتا ہے اور جناب شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے بھی ان شرطوں کو شروط اولویت کے
لکھا ہے اپنی کتاب فتح المنان فی تائید مذہب النعمان میں چوتھے یہ کہ اس حدیث پر عمل کیونکر
ہو سکتا ہے اسلیے کہ تفسیر میں مصر کے اختلاف ہے اٹکلیں نکالتے جاتے ہیں کوئی معنی ابھی تک
متعین نہیں ہوئے اور وحی آسمانی آتی نہیں شارع سے تفصیل و تعیین اسکی پائی جاتی نہیں
کہ کسی تفسیر کو اوس پر جانچ کر ترجیح دیجا سکے اور معمول بہا ہو سکے اسلئے گویا یہ حدیث مضطرب المعنی
ہوئی تخصیص آیۃ اس اٹکل سے کیونکر ہو سکتی ہے عمل تو دور رہا اور اگر یہی خود رائی ہے اور

نصوص باب جمعہ مین پوشیدہ ہے تو مین بھی کہہ سکتا ہون کہ معنی مصر کے گاؤن کے ہین کیونکہ دلیل نہ اون
معنون مین مصر کے باقی نہ میرے پاس نہ رعایت لغت و عرف عام کی نہ اونھون نے کی نہ مین نے
کی اونسے بھی اشکل ہے ہمسے بھی اشکل ہے پانچوین یہ کہ شرط ہونا بادشاہ اور مصر کا واسطے وجوب
اداکے تسلیم بھی کرلین تو بھی فرض نہونا جمعہ کا غیر مصرون مین یا وہان جہان بادشاہ یا نائب اوسکا
نہو لازم نہین آتا بلکہ فرض ہی باقی رہتا ہے کیونکہ کسی سے شروط وجوب ادا کی فوت ہوجانے سے
بسبب عذر کے ساقط ہوجانا عین شی کا کلیۃً لازم نہین آتا بلکہ باندازۂ عذر دیکھو فرائض پنجگانہ
کے لیے طہارت و ستر عورت وغیرہ شرطاہین مگر وقت عذر کے یہ شرطین بلکہ اکثر ارکان نماز
مثل قیام وغیرہ معذور کو ساقط ہین حالانکہ نماز اوس سے ساقط نہین ہوتی ایسے ہی حال نماز
جمعہ کا ہے کہ جہان بادشاہ اور مصر نہو مسلمان وہان کے اون شرطون سے معذور ہین مصر
یا بادشاہ کہان سے پیدا کرین جیسے ننگا مفلس لنگڑا کپڑا اقیام کہان سے لائے لامحالہ بھی
کہوگے کہ نماز پڑھلے ہان جن شرطون مین معذور ہین اونکے نکرنے سے نماز اوسکی فاسد نہوجائیگی
یہی کیفیت نماز جمعہ کی بھی ہے کہ جہان بادشاہ ہو وہان نماز بے بادشاہ یا نائب اوسکے کے
درست نہوگی یا جو شخص مصرون مین ہو پھر خاص کسی گاؤن مین جو متصل اوسی مصر کے نماز جمعہ پڑھے
صحیح نہوگی کیونکہ اوسکو قدرت تھی کہ ساتھ بادشاہ یا نائب اوسکے کے ادا کرسکتا تھا اور یہ شخص
بھی نماز ظہر مین ادا کرسکتا تھا اور قصداً خلاف اوسکے کیا غرض ہماری اس تقریر سے یہ ہے
کہ جہان ان شرطون کا وجود ہے وہان رعایت انکی واجب ہے ورنہ نماز فاسد ہوگی اور جہان
ان شرطون کا وجود نہین نماز بے رعایت انکی صحیح ہوگی مسلمان وہان کے معذور ہونگے اور
معذور پر تکلیف بالا یطاق یعنی تکلیف انکی جو قادر نہین شارع نے نہین دی باتفاق جمیع
مسلمین اور تقریر میری اس تقریر کی تائید کرتی ہے تحریر بعض متقدمین حنفیہ کی بھی گو ظاہر مین عنوان
بیان اونکا بخوف عوام کالانعام اور ہے مگر مضمون و مآل موافق میری ہے عالمگیری مین لکھا ہی

ولو تعذر الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بہم الجمعۃ جاز کذا فی التہذیب جب
معذور ہون مسلمان اذن لینے مین امام وقت سے پس مجتمع ہون مسلمان اور کسی شخص کو
امام بنادین وہ امام سبھون کے ساتھ نماز جمعہ پڑھا دے تو جائز ہے اور پھر عالمگیری مین لکھا ہے

بلاد علیہا ولاۃ کفار یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین ویجب علیہم
ان یلتمسوا والیا مسلما انتہی۔ معراج الدرایہ میں ہے یعنی جہان حاکم کافر ہوں جائز ہے مسلمانوں کو
کہ پڑھیں وہان نماز جمعہ کی اور ہو جاوے قاضی قاضی بسبب رضامندی مسلمانوں کی اور
چاہیئے اونکو تلاش کریں حاکم مسلمان کو اور درالمختار میں لکھا ہے ولذا لو مات الوالی او لم یحضر لفتنۃ
ولم یوجد احد ممن لہ حق اقامۃ الجمعۃ نصب العامۃ لہم خطیبا للضرورۃ کما سیاتی مع انہ لا امیر
ولا قاضی ثمہ اور اسیلیے اگر مر گیا ہو حاکم یا نہ حاضر ہو بسبب کسی فساد کے اور نہ پایا گیا ہو شخص
جسکے واسطے حق اقامت جمعہ کا ہے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ آپس میں مشورہ کرکے
کسی کو خطیب مقرر کرین بسبب ضرورت کے حالانکہ نہیں ہے اسجگہ امیر نہ قاضی آپ دیکھیے
کہ عبارتین صاف کہے دیتی ہین کہ وقت عذر کے اذن والی سے یا امام معین سے ہونیسے
نماز بلا ان شرطون کے صحیح ہے اور شرطین ساقط ہین اور ولایت کفار مین بھی جمعہ جائز ہے
حالانکہ نہ سلطان ہے نہ امام لیکن وہی میری تقریر صادق آئی کہ وقت عذر کے ان شرطون کا
اعتبار نہین اب سب مسلمانون کو چاہیے کہ کسی گمراہ کے بہکانے سے نماز جمعہ ترک نہ کرین کہ رکن اعظم
اسلام ہے اور اسمین شوکت و رونق دین ہے نہ چھوڑین اور اللہ سے ڈرین اور گمراہون کے
فریب مین آکر شروط جمعہ کو بالکل نکلین اور خود رائی مین دلیل سے کچھ سروکار نہین رکھتے ہون
اور دیہات اور قصبہ جہان چاہین نماز جمعہ اور عیدین بلا عذر پڑھا کرین اگرچہ کافرون کی
ولایت مین ہون جامع الفتاوی مین لکھا ہے فلو ... المسلمین وولاۃ الکفار یجوز للمسلمین اقامۃ
الجمعۃ والاعیاد ویصیر القاضی قاضیا بتراضی ویجب علیہم ان یلتمسوا والیا مسلما انتہی وفی مفتاح
السعادۃ نقلا عن الطحطاوی جب غالب ہو جاوین کفار مسلمانون پر تو چاہیئے مسلمانون کو
جاری و قائم رکھنا نماز جمعہ و عیدین کا اور ہو جاوے قاضی قاضی بسبب رضامندی مسلمانون کے اور چاہیئے
اونکو تلاش کرین والی مسلم کو اور اسی طرح کتب فقہ حنفیہ مین مثل بحر الرائق وغیرہ کے تفصیل
تمام لکھی ہے یہان سمجھانے کے لیے تھوڑی روایتین لکھی گئین بہت سی چھوڑ دین اہل فہم کے لیے
اتنا ہی کافی ہے واللہ اعلم

محمد عبد العزیز

جواب صحیح و رای نجیح ہست در ہدایہ گفتہ لا یجوز اقامتہا الا للسلطان او لمن امرہ السلطان

تقام بجمع عظیم وقد تقع المنازعۃ فی التقدم والتقدیم وقد تقع فی غیرہ فلابد منہ تتمیما لامرہا انتہی وشیخ
عبد الحق محدث دہلوی در فتح المنان فی تائید مذہب النعمان میفرمایند ہذا التقریر للہدایۃ وظاہرہ
یفید الاولویۃ والاحتیاط عقلا لا الاشتراط وعدم جواز الصلوۃ بدونہ شرعا انتہی کلامہ مختصرا ومولوی
عبد العلی بحر العلوم لکھنوی در ارکان اربع میفرمایند ولم اطلع علی دلیل یفید اشتراط امر السلطان
وما فی الہدایۃ لانہا تقام بجماعۃ عظیم عسی ان تقع منازعۃ فی التقدیم والتقدم آہ ہذا رای لا یثبت الاشتراط
لاطلاق النصوص وجوب الجمعۃ ثم ہذہ المنازعۃ تندفع باجماع المسلمین علی تقدیم واحد وکما فی جماعۃ
الصلوۃ عسی ان تقع المنازعۃ فی تقدیم رجل لکن تندفع باجماع المصلین فکذا فی الجمعۃ ثم الصحابۃ اقاموا
الجمعۃ فی زمان فتنۃ بلوی امیر المومنین عثمان وکان ہو اماما محصورا ولم یعلم انہم طلبوا الاذن فی
اقامۃ الجمعۃ بل الظاہر عدم الاذن لان ہؤلاء الاشقیاء من اصحاب الشر لم یرخصوا ذلک فعلم ان اقامۃ
الجمعۃ غیر مشروط عندہم بالاذن لعل لہذہ الواقعۃ رجع المشائخ عن ہذا الشرط فیما تعذر الاستیذان بو افتوا
بانہ ان تعذر الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بہم الجمعۃ جاز کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن
التہذیب انتہی باید دانست کہ حدیث لا جمعۃ ولا تشریق الخ قابل احتجاج نیست بدو سبب اول آنکہ
مرفوع نیست بلکہ موقوف ست بر علی مرتضی دوم آنکہ راوی از علی حارث اعور ست وآن کذاب
وواہی ست چنانچہ در مقدمہ صحیح مسلم ومیزان الاعتدال للذہبی وغیرہ مذکور ست قال الامام النووی
حدیث لا جمعۃ الخ متفق علی ضعفہ انتہی ورواہ عبد الرزاق فی مصنفہ اخبرنا معمر عن ابی اسحق عن الحارث
عن علی قال لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع انتہی ورواہ ابن ابی شیبۃ عن ابی اسحق عن الحارث عن
علی قال لا جمعۃ ولا تشریق ولا صلوۃ فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او فی مدینۃ عظیمۃ انتہی قال الزیلعی
الحنفی فی تخریج احادیث الہدایۃ وہذا انما یروی عن علی موقوفا فاما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ لا یروی
عنہ فی ذلک شئ انتہی عن الشعبی قال حدثنی الحارث الاعور وکان کذابا صاحب صحیح مسلم در مقدمہ
صحیح حارث را کذاب وواہی نوشتہ چنانچہ بر عالم مخفی نیست قال ابو داود فی المقدمۃ
وانما سمع ابو اسحق عن الحارث عن علی فلم یسمع ابو اسحق من الحارث الا اربعۃ احادیث لیس فیہا مسند واحد
انتہی کلامہ الغرض بکدام حدیث صحیح در شرط جمعہ مرفوع اسنید وارد نشدہ کہ قابل سند باشد
کما لا یخفی علی الماہر المنصف المتفطن سید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

اشرف کونین سید شریف حسین دہلوی | محمد عبد العلیم بنگالی ۱۲۹۰ | زاہد رشد ابو الحامد محمد ٹونکی | سید ۱۲۸۱ احمد حسین دہلوی

نعم المولی و نعم النصیر عظیم آبادی ۱۲۹۲　خادم شرع عزیز محمد عبد العزیز ۱۲۹۲ھ　خادم شریعت رسول الثقلین

محمد تلطف حسین عظیم آبادی　شہود الحق بتوفیق خدا باد عظیم آبادی ۱۲۹۲ھ　جہان شد منور ز نور حسین ۱۲۹۲ھ

عظیم آبادی بطفیل نبی الٰہی بخش عظیم آبادی ۱۲۹۲　ہرچہ مجیب حسیب تحریر کردہ حق و درست است

و خلاف آن باطل حررہ ابو الطیب محمد شمس الحق　ابو الطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی ۱۲۹۵

محمد عبد الصمد بن ملا عبد الواحد خان فرخ آبادی ۱۲۹۲　الجواب حق محمد عبد اللہ گیلانوی　صح الجواب و اللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی　| محمد عبد الحی ابو الحسنات

استفتا ما قولہم رحمہم اللہ اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ ایک شہر میں دو مسجدون میں یا دو سے زائد متعدد مسجدون میں درست ہے یا نہیں انعموا بالجواب و لکم جزیل الثواب

الجواب از روی قول مذہب اور مفتی بہ کے ایک شہر کی دو مسجدون میں یا دو سے زاید متعدد مسجدون میں نماز جمعہ درست ہے جیسا کہ صاحب در مختار فرماتے ہین و تودی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ مطلقا علی المذہب و علیہ الفتوی شرح المجمع للعینی و امامۃ فتح القدیر دفعا للحرج یعنی نماز جمعہ ایک شہر میں متعدد جگھون مین ادا ہو جائیگی بدون کسی قید کے از روی قول مذہب کے اور اسی پر فتوی ہے شرح مجمع عینی اور باب امامۃ فتح القدیر میں واسطے دفع حرج کے اور شامی رح لفظ مطلقا کی شرح میں لکھتے ہین سواء کان المصر کبیرا اولا و سواء فصل بین جانبیہ نہر کبیر کبغداد اولا و سواء قطع الجسر او بقی متصلا و سواء کان التعدد فی مسجدین او اکثر یعنی خواہ شہر بڑا ہو یا چھوٹا اور خواہ اوس شہر کے بیچ مین کوئی بڑی ندی ہو جیسا کہ شہر بغداد ہے یا نہو اور خواہ بیچ مین اوس شہر کے کوئی پل حائل ہو یا نہو اور خواہ تعدد دو مسجدون میں ہو یا دو سے زائد میں اور پھر لکھتے ہین فقد ذکر الامام السرخسی ان الصحیح من مذہب ابی حنیفۃ رح جواز اقامتہا فی مصر واحد فی مسجدین او اکثر یعنی امام سرخسی رح نے ذکر کیا ہے کہ مذہب میں ابی حنیفہ رح کے صحیح یہی ہے کہ ایک شہر کی دو مسجدون میں یا دو سے زائد میں اقامت نماز جمعہ کیجائے اور صاحب طحطاوی فرماتے ہین و ذلک لان فی التزام اتحاد الموضع حرجا بینا لاستدعائہ تطویل المسافۃ علی اکثر الحاضرین و لم یوجد دلیل عدم جواز التعدد بل قضیۃ الضرورۃ عدم اشتراطہ لا سیما اذا کان مصرا کبیرا کمصرنا کما قالہ الکمال و قد قال اللہ تعالی

لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا و ما جعل علیکم فی الدین من حرج یعنی اور وہ اسلیے کہ ایک جگہہ پر جمعہ کو
لازم گرداننے مین حرج صحیح ہے کیونکہ اسمین اکثر حاضرین کو مسافت بعیدہ طے کرنا پڑیگی اور کوئی دلیل
عدم جواز تعدد کی نہین پائی گئی ہے بلکہ ضرورت اسکو مقتضی ہے کہ ایک مسجد مین نماز پڑھنا حرج
ہو خصوصاً جبکہ شہر بڑا ہو جیسا کہ ہمارا شہر ہے جیسا کہ کمال نے کہا ہے اور تحقیق فرمایا اللہ تعالی نے
کہ نہین تکلیف دیتا ہی اللہ کسی کو مگر اوسکی طاقت بھر اور نہین گردانا اللہ تعالی نے تمپر دین مین کسی طرح کا حرج
یعنی تنگی و دشواری اور فتاوی عالمگیری مین ہی تودی الجمعۃ فی مصر واحد فی مواضع کثیرۃ ہو قول ابی حنیفۃ
و محمد رح و ہو الاصح یعنی ایک شہر مین بہت جگہون مین نماز ادا کیجا سکتی ہی اور وہ قول ابی حنیفہ اور
محمد رح کا ہی اور وہ زیادہ تر صحیح ہے اور در مختار مین لکھا ہی کہ یہ بنائی قول مرجوح جب ایک شہر مین متعدد
جگہہ مین جمعہ ہو تو اوس مسجد کا جمعہ جائز ہوگا جہان تحریمہ آگے ہوا ہے اور اگر متعدد جگہہ مین ایک ہی
زمانہ مین تحریمہ منعقد ہوا ہو کہ تعین مین اشتباہ ہو تو نماز سب کی فاسد ہوگی اور اوس وقت بعد نماز جمعہ کے
چار رکعت بنیت آخر ظہر پڑھنا چاہیے اس قول مین صاحب مختار فرماتے ہین وکل ذلک خلاف المذہب فلا یعول
علیہ یعنی یہ سب باتین بالکل خلاف مذہب ہین پس اوسپر اعتماد نکیا جاوے اور محشی شامی رح
تحت قول شارح فیصلی بعدہا آخر ظہر کے یہ فرماتے ہین تفریعہ علی المرجوح لیفید انہ علی الراجح من جواز
التعدد لا یصلیہا بناءً علی ما قدمہ عن البحر من انہ افتی بہ ایک مرار بخوف اعتقاد عدم فرضیۃ الجمعۃ
وقال فی البحر انہ لا احتیاط فی فعلہا لانہ العمل باقوی الدلیلین خلاصہ ترجمہ اس قول کا یہ ہے کہ
شارح کی یہ تفریع اوپر قول مرجوح کے مفید اس بات کی ہے کہ قول راجح پر جو کہ بموجب متعدد جگہہ
نماز پڑھنا جائز ہی چار رکعت نماز بہ نیت آخر ظہر کے پڑھنا نہین چاہیے جیسا کہ شارح نے
بحر الرائق سے قبل اسکے نقل کیا ہے کہ چار رکعت بہ نیت آخر ظہر پڑھنے کے بارہ مین بارہا فتوی
دیا گیا ہے بخوف اسکے کہ عدم فرضیت جمعہ کا اعتقاد نہو جاوے اور صاحب بحر الرائق نے
کہا ہے کہ اس چار رکعت پڑھنے مین کچھ احتیاط نہین ہے کیونکہ متعدد جگہہ مین نماز پڑھنا عمل باقوی
الدلیلین ہے یعنی بموجب مذہب راجح اور قول مفتی بہ کے ہے پس جواز تعدد مین شبہہ نہوا
تو کیون چار رکعت نماز بہ نیت آخر ظہر احتیاطاً پڑھیگا کیونکہ احتیاط محل شبہہ مین نہین ہے
بعد اس قول کے محشی شامی رح نے ایک عبارت طویل واسطے اثبات اس مدعا کے لکھی ہے

بعد جمعہ کے ایسی جگہ مین جسکے مصر ہونے مین شک ہو یا جہان جمعہ متعدد جگہ مین ہو تو وہان چار رکعت بہ نیت آخر ظہر پڑھنا احتیاط ہے لیکن اوسی قول کے آخر مین مقدسی سے نقل کیا ہے

ثم قال وفائدتہ الخروج عن الخلاف المتوہم او المحقق وان کان الصحیح صحۃ التعدد فہی نفع بلا ضرر یعنی فائدہ نماز بہ نیت آخر ظہر کا یہ ہے کہ خلاف متوہم سے یا ثابت سے نکل آئے اگرچہ صحیح جواز تعدد ہے پس یہ چار رکعت بہ نیت آخر ظہر پڑھنا نفع بلا ضرر ہے اور معلوم ہوا کہ شامی کی غرض اوس عبارت طویل سے یہ ثابت کرنا ہے کہ چار رکعت آخر ظہر کے پڑھنا احتیاط ہے اور جیسا کہ درمختار کے قول سے ضمناً بہ تبعیت قول بحر الرائق کے نہ پڑھنا اوسکا سمجھا جاتا ہے ویسا نہین ہے مگر شامی رح نے پھر آخر مین اس قول کے یہ لکھدیا ہے کہ اگر چار رکعت بہ نیت آخر ظہر پڑھنا جو فساد کیطرف ہو یعنی عدم فرضیت جمعہ کے اعتقاد کا خوف ہو تو اوسکو علانیہ نہ پڑھے قال

وانما اطنبنا فی ذلک لدفع ما یوہمہ کلام الشارح تبعاً للبحر من عدم فعلہا مطلقاً نعم ان ادی الی مفسدۃ لا تفعل جہاراً والکلام عند عدمہا ولذا قال المقدسی نحن لا نامر بذلک امثال ہذہ العوام بل ندل علیہ الخواص ولو بالنسبۃ الیہم خلاصہ اسکا یہ ہے کہ محشی شامی رح فرماتے ہین کہ ہمنے اس باب مین کلام اسوجہ سے دراز کیا ہے تاکہ کلام شارح سے جو بہ تبعیت صاحب بحر کے نہ پڑھنا چار رکعت بہ نیت آخر ظہر کا مطلقاً سمجھا جاتا ہے مندفع ہو جاوے ہان یہ چار رکعت پڑھنا اگر موذی طرف مفسدہ کے ہے تو علانیہ نہ پڑھے اور کلام عدم مفسدہ مین ہے اور اسلئے مقدسی نے کہا ہے کہ ہم چار رکعت بہ نیت آخر ظہر کے پڑھنے کا حکم خواص کو کرتے ہین عوام کو نہین کرتے علاوہ اسکے اکثر بلاد اسلام مین مساجد متعددہ مین اداے جمعہ ہوا کرتا ہے اور تعامل ناس بلا انکار محقق با جماع ہے پس ہذا حکم الکتاب واللہ اعلم بالصواب

مولوی عبد اللہ	
مدرس مدرسہ	مدرس اعلیٰ مدرسہ ڈہاکہ
نام پڑہا نہین گیا	مدرس مدرسہ ڈہاکہ
ابو یوسف محمد یحییٰ	

عبد الغنی ڈہاکہ | عبد الحکیم | مدرس مدرسہ ڈہاکہ | سبحان علی | سلطان علی | قد صح ہذا الجواب

فنعم الجواب کیف لا وقد سلک ہذا المجیب المدقق الاریب المحقق الادیب سبیل الصدق

فجوابہ محمد رمضان علی عفی عنہ مدرس مدرسہ حال بدر الدین مرحوم ڈہاکہ | محمد دائم

قد صح الجواب موافق الکتاب واللہ اعلم | محمد ابراہیم | عفا اللہ عنہ سوداری

الجواب صحیح اصاب من اجاب فقیر محمد فیض احمد امام و خطیب مسجد اکبری و مدرس مدرسہ اسلامیہ شہر آگرہ

ہذا الجواب صحیح والرای المجیب نجیح احقر العباد اصغر الافراد محمد عبد اللہ واعظ جامع مسجد آگرہ و مدرس مدرسہ اسلام آگرہ

ہو المصوب جواز تعدد جمعہ و عدم جواز تعدد جمعہ میں مجتہدین و فقہای معتبرین میں بہت اختلاف ہے اور فتوی متاخرین حنفیہ کا جواز تعدد پر ہے مطلقا لیکن معہذا انکے نزدیک بھی احوط و اولی یہی ہے کہ ایک جگہ نماز جمعہ کی کہ باعث اظہار شوکت اسلام ہے ادا کیجاوے اور اس میں تو حدیث میں موافقت قرون ثلثہ متبرکہ بھی موجود ہے حافظ ابن حجر عسقلانی دربارہ تعدد جمعہ کے فرماتے ہیں

محصل الخلاف یرجع الی المنع مطلقا والجواز مطلقا و بعض من اجاز اطلق والبعض قید و کل ذلک منقول عن علماء العراق اما الشافعیۃ فقد نص الامام الشافعی علی ان الجمعۃ لاتقام فی البلدۃ ولو عظم وکثرت مساجدہ واہل مذہب بعض اتباعہ الی جواز التعدد للحاجۃ وقال بعض ہو الا حتی زالت الضرورۃ بالثانیۃ لم یجز ثالثۃ واما الحنفیۃ فالمشہور عن الامام ابی حنیفۃ منع التعدد وروی عنہ جوازہ ثانیا للحاجۃ وعنہ جواز الکثرۃ وقال ابو یوسف رح لایجوز الثانی وہو الظاہر المشہور عنہم عدم جواز التعدد وفی روایۃ یجوز بقید الحاجۃ واما الحنابلۃ فالمشہور عنہم جواز التعدد بقید الحاجۃ وفی روایۃ عن احمد منع التعدد وذکر عنہ انہ قال لااعلم التعدد فی بلاد المسلمین اقیمت بہا جمعتان لقلۃ الجماعات وفی شرح الہدایۃ واذا تقرر ہذا من القرن الثالث ظہر ان خیر القرون لم یقع فی زمانہم التعدد انتہی اور قہستانی جامع الرموز میں لکھتے ہیں شرط ادائہا ای لوجوب اداء الجمعۃ فی موضع واحد والاکثر علی الخلاف وفی التمرتاشی الاستحباب فی موضع من المصر اہ انتہی اور شرح منیہ میں ہے اما من حیث جواز التعدد و عدمہ فالاولی ہو الاحتیاط لان الخلاف فیہ قوی اذ الجمعۃ جامعۃ للجماعات ولم تکن فی زمن السلف الا فی موضع واحد من المصر وکون الصحیح جواز التعدد للضرورۃ للفتوی لایمنع شرعیۃ الاحتیاط للتقوی انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی

عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

حقا کہ نماز جمعہ ایک شہر میں دو مسجد یا زیادہ سے زیادہ میں درست ہے قال ذو الفضل المبین فصیح الملۃ والدین رحمہ اللہ فی شرح الوقایۃ فی الکافی وفی شرح مجمع البحرین وتؤدی فی مصر واحد فی مواضع قال الامام السرخسی رحمہ اللہ فی المبسوط الصحیح من قول ابی حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ انہ یجوز فی مصر واحد فی موضعین واکثر وبہ نأخذ انتہی وافاد جدی ابی بحر العلوم والدی علوم الانبیاء والمرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین فی الارکان فی رسائل الارکان ان الجمعۃ جامعۃ الجماعات

قال الامام ابو یوسف لا یجوز تعدد الجمع فی مصر واحد وہو روایۃ عن الامام ابی حنیفۃ رح وبہ قال

الشافعی رح فانہ لو جاز التعدد لما کان واحد منہا جامعا للجماعات وقال الامام محمد ورواہ عن الامام

ابی حنیفۃ رح ہذہ الروایۃ ہی المختارۃ وعلیہ الفتوی انہ یجوز تعدد الجمعۃ مطلقا اثنین او اکثر وقولہم الجمعۃ

جامعۃ للجماعات ان ارادوا الجماعات التی لغیر الجمعۃ فمسلم ولا یلزم منہ نفی التعدد وان ارادوا انہا جامعۃ

للجماعات کلہا باسرہا بان لا یصح الا جماعۃ واحدۃ فہو ممنوع لا بد لاثباتہ من دلیل ولنا ما صح

عن امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ انہ امر [illegible] الجمعۃ وہذا الاثر صحیح صححہ ابن تیمیۃ فی منہاج السنۃ ثم

فیما ذہب الیہ الشافعی حرج عظیم لانہ قد یکون طول المصر وعرضہ فراسخ لا یستطیع ان یجیء من طرف

الی المسجد الجامع ثم یبیت باہلہ الا بحرج عظیم وہو مدفوع فی الشرع ولعلہ لہذا الحرج جوز الامام [illegible]

تعددہا اذا کان فی المصر نہر عظیم فحینئذ یجوز التعدد جمعۃ فی مسجد وجمعۃ فی اخری بینہما نہر فنقول

کذا یلزم الحرج اذا کان المصر طویلا وان لم یکن فیہ نہر ثم صلوۃ الجمعۃ فرض مثل سائر الصلوات

فلا تقیید بالتوحید ولم یفد الیہ دلیل سمعی ولا عقلی انتہی کلامہ بتمامہ بارک اللہ تعالی فی علو شانہ

ورفع مقامہ ہو تعالی علیم بالصواب وعندہ ام الکتاب کتبہ العبد الفقیر الی فضل العلی الرب الکریم

خادم العلماء والعرفاء ابو الاحیاء محمد المدعو بالنعیم عفر ذنوبہ وستر عیوبہ ۱۲۹۵ ہجری

استفتا بسم اللہ الرحمن الرحیم علمای دین اسلام ومفتیان شریعت نبی علیہ الصلوۃ والسلام

اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شہر میں نماز جمعہ کی جابجا متعدد مساجد میں ادا کرنا بہتر ہو

یا ایک بڑی مسجد میں کہ سب نمازی اوسمیں باتفاق تمام اور بلا تکلف گنجائش کے ساتھ

جمع ہوسکتے ہیں بینوا بالتفصیل توجروا بالاجر الجزیل

الجواب وہو الملہم بالصواب بہتر یہی ہے کہ سب شہر کے نمازی ایک گنجائش دار

مسجد میں بالاتفاق جمع ہوکے نماز جمعہ ادا کریں اگرچہ ایک شہر کی کئی مسجدوں میں ادا کرنا بھی

جائز ہے لیکن ایک روایت امام ابو حنیفہ اور امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہم اللہ سے ایک

شہر کی تعدد مساجد میں ناجائز ہونی نماز جمعہ کی بھی آئی ہے اور یہی مذہب امام شافعی رح کا بھی

اور امام مالک اور احمد رحمہما اللہ سے بھی دربارہ عدم جواز نماز جمعہ کی ایک شہر کی متعدد

مساجد میں روایت ہے پس اس صورت میں اختلاف علما سے بچنا خصوصاً جس مسئلہ میں

کہ مجتہدین کا اختلاف ہو صورت اتفاقی اختیار کرنا بہت بہتر ہے اور بسبب سستی اور کاہلی یا کسی
اور غرض نفسانی کی اتفاق مجتہدین کی فضیلت و ثواب کو حاصل کرنے سے محروم نرہین آب
مسئلہ خاص مین صورت اتفاق کی اسطرح ممکن ہے کہ سب مسلمانان شہر باتفاق تمام
ایک مسجد مین نماز جمعہ ادا کرین خصوص اس شہر ڈھاکہ مین ایسی مسجد کہ جس مین سب شہر کے
نمازیون کی بخوبی گنجایش ہو سکے سوای مسجد لال باغ کے دوسری نہین ہے پس جملہ مسلمانان
شہر ہذا کو بہ نیت تحصیل ثواب و فضیلت و احتیاط کی راہ سے لازم ہے کہ بخلوص و اتفاق تمام
لال باغ کی مسجد مین اگر نماز جمعہ ادا کرین اور متعدد مساجد مین پڑھنا خالی شبہ سے نہین ہو
اور ہر مسلمان کو شبہہ سے بچنا ضرور ہے کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص
شبہات سے بچا بیشک اوسنے پاک کیا دین اپنا پس جو شخص لال باغ کی جامع مسجد مین
بہ نیت کسب ثواب و فضیلت کی نماز جمعہ ادا کرے اور دوسرے بھائی مسلمانون کو بھی اپنے
ساتھ لانے کی ترغیب دے بلاشبہہ وہ شخص دو نیکیون کا مستحق ہوگا اور دو ثواب پاویگا
ایک اپنے عمل خیر کا اور دوسرا رہنمائی کا اوس عمل خیر کا کہ الدال علی الخیر کفاعلہ حدیث شریف مین
وارد ہے اور جو شخص بسبب سستی یا کسی غرض دنیاوی کے یا از راہ حسد و نا اتفاقی کے
مسجد مذکور مین نماز جمعہ ادا نکرے اور دوسرے کو بھی بہکاوے اور یہان نماز پڑھنے سے
منع کرے وہ خود بھی فضیلت و ثواب سے محروم رہا اور دوسرے کو بھی اس سے محروم رکھا
اسکا وبال بھی اوسیکے ذمہ رہا اور واسطے سند اختلاف مجتہدین کے اس مسئلہ مین عبارت
کتب معتبرہ کی مع ترجمہ نقل کیجاتی ہے فی الفتاوی الغامیۃ فان جواز التعدد وان کان ارجح
واقوی دلیلا لکن فیہ شبہۃ قویۃ لان خلافہ مروی عن ابی حنیفۃ ایضا رحمہ اللہ واختارہ الطحاوی
والتمرتاشی وصاحب المختار وجعلہ العتابی رح الاظہر وہو مذہب الشافعی رح والمشہور عن مالک رح
واحدی الروایتین عن احمد کما ذکرہ المقدسی فی رسالتہ نور الشمعۃ فی ظہر الجمعۃ بل قال السبکی من الشافعیۃ
انہ قول اکثر العلماء ولا یحفظ عن صحابی ولا تابعی تجویز تعددہا وقد علمت قول البدائع انہ ظاہر الروایۃ
وفی شرح المنیۃ عن جوامع الفقہ انہ اظہر الروایتین عن الامام رح قال فی النہر وفی الحاوی القدسی
وعلیہ الفتوی وفی التکملۃ للرازی وبہ ناخذ فہو حینئذ قول معتمد فی المذہب لا قول ضعیف ولذا قال

فی شرح المنیۃ الاولی ہو الاحتیاط لان الخلاف فی جواز التعدد وعدمہ قوی وکون الصحیح الجواز للضرورۃ للفتوی لا یمنع شرعیۃ الاحتیاط للتقوی قلت علی انہ لو سلم ضعفہ فالخروج عن خلافہ اولی فکیف مع خلاف ہؤلاء الائمۃ وفی الحدیث المتفق علیہ فمن اتقی الشبہات استبرأ لدینہ وعرضہ وفی القنیۃ لما ابتلی اہل المرو باقامۃ الجمعتین فیہا مع اختلاف العلماء فی جوازہا امر ائمتہم بالاربع بعدہا حتما احتیاطا وفی العینی شرح الہدایۃ وفی جوامع الفقہ عن ابی حنیفۃ رح روایتان والاظہر عنہ عدم الجواز فی الموضعین فان فعلوا فالجمعۃ للاولین وان وقعتا معا او جہلت فسدتا وفی فتاوی قاضیخان تجوز الجمعۃ فی الموضعین فی مصر واحد فی قول ابی حنیفۃ رح وابی یوسف رح ولا یجوز فی ثلث مواضع وبکذا روی عن محمد رح انتہی یعنی اسلیے کہ جائز ہونا نماز جمعہ کا متفرق جگہوں میں اگرچہ اسکی دلیل قوی ہے لیکن اس جواز میں شبہہ قوی ہے اسواسطے کہ ناجائز ہونا نماز جمعہ کا ایک شہر میں متفرق مساجد میں امام صاحب سے مروی ہے اور طحاوی اور تمرتاشی اور صاحب مختار ان ہمہوں نے اس روایت عدم جواز کو جو امام صاحب سے مروی ہے پسند کیا ہے اور صاحب عتابی نے اسکو بہت ظاہر ٹھہرایا ہے اور یہ ناجائز ہونا نماز جمعہ کا متفرق جگہوں میں ایک شہر کے امام شافعی صاحب کا بھی مذہب ہے اور مشہور امام مالک صاحب سے بھی یہی ہے اور امام احمد حنبل صاحب سے بھی ایک روایت اسیطرح کی مروی ہے جیساکہ مقدسی نے نور الشمعہ فی ظہر الجمعہ میں ذکر کیا ہے بلکہ کہا ہے سبکی نے جو شافعی المذہب ہیں یہ قول یعنی نماز جمعہ متعدد جگہہ جائز نہیں اکثر علماء کا ہے اور ایک شہر کی متعدد مساجد میں جواز نماز جمعہ کا کسی صحابی اور تابعی سے ثابت نہیں ہوتا بیشک قول صاحب بدائع کا یعنی عدم جواز نماز جمعہ امکنہ متعددہ میں ظاہر الروایۃ ہے اور شرح منیہ میں جامع الفقہ سے منقول ہے کہ روایت عدم جواز کی امام صاحب سے بہت ظاہر ہے یعنی امام صاحب سے دو روایتیں ہیں ایک جواز کی ایک عدم جواز کی ظاہر تر روایت عدم جواز کی ہے اور یہی حاوی قدسی نے کہا ہے کہ فتوی عدم جواز پر ہے اور تکملہ رازی میں کہا ہے کہ اسی عدم جواز کو ہم لوگ اختیار کرتے ہیں پس یہ عدم جواز قول معتمد مذہب میں ہے نہ قول ضعیف اسیواسطے شرح منیہ میں کہا ہے کہ احتیاط بہتر ہے کیونکہ اختلاف جواز تعدد

اور عدم جواز مین قوی ہے اور صحیح ہونا جواز تعدد کا واسطے ضرورت فتوی کے نہین
منع کرنا احتیاط الظہر کی مشروعیت کو اگر تسلیم بھی کیا جاوے ضعف عدم جواز تو خلاف
سے نکلنا بہتر ہے جو جاے کہ خلاف مذہب مجتہدین ہو اور حدیث متفق علیہ مین وارد ہے کہ
جو شخص شبہات سے بچا حاصل ہوئی اوسکو براءۃ اوسکی دین اور آبرو کے لیے اور فتاوی
قنیہ مین ہے کہ جب مبتلا ہو گئے اہل مرو ساتھ اقامت نماز جمعہ کے دو جگہہ مین تو حکم کیا
امامون نے واسطے پڑھنے چار رکعت ظہر کے بعد نماز ادا کرنے جمعہ کے وجوبا از راہ احتیاط
کے اور عینی شرح ہدایہ مین جوامع الفقہ سے منقول ہے کہ امام صاحب سے دو روایتین آئی ہین
ظاہر تر روایت اون سے عدم جواز کی ہے دو جگہہ مین اور اگر پڑھی مصلیون نے نماز
جمعہ کی دو جگہہ مین اون لوگون کی نماز جمعہ جائز ہوگی جنھون نے پہلے پڑھی پھر اگر دونون
جگہہ کے مصلیون نے ایک وقت مین نماز پڑھی یا معلوم نہوا کہ کسنے پہلے پڑھی تو سب کا
جمعہ فاسد ہو جائیگا اور فتاوی قاضیخان مین مرقوم ہے کہ ابو حنیفہ رح اور ابی یوسف رح کی
ایک قول مین نماز جمعہ ایک شہر کے دو جگہون مین جائز ہے اور تین جگہون مین جائز
نہین ہے اور اسیطرح پر مروی ہے امام محمد رح سے اور واسطے اسکے جواز اور عدم جواز جمعہ کا
ایک شہر کی متعدد مساجد مین فتاوی عالمگیری مین اور قاضی خان اور عینی شرح ہدایہ اور
طحطاوی حاشیہ در مختار اور کبیری شرح منیۃ المصلی اور برہان شرح مواہب الرحمن اور فتح القدیر
اور فتاوی قنیہ ان سب کتابون کی باب الجمعہ مین تفصیل اور اجمال کے ساتھ مذکور ہے
جسکو ضرورت ہو خود دیکھ لے یا علماء وقت سے پوچھ لے پس عبارات کتب فقہ سے معلوم
ہوا کہ اس مسئلہ مین چارون مجتہدین مذہب اور علماء کا اختلاف ہے اور جواز تعدد جمعہ مین
شبہہ باقی ہے پس اگر ایک جگہہ جامع مسجد مین باتفاق تمام اہل اسلام شہر کی نماز جمعہ
پڑھی جاوے تو اوسمین بہت سی خوبیان اسلام کی ہین ایک تو شبہات سے بچے اور
اختلاف سے باہر آئینگا ثواب عظیم حاصل ہوگا اور دوسرے بڑی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا
کتنا بڑا ثواب حاصل ہوگا ظاہر ہو تیسرے ایک جگہہ نماز جمعہ ادا کرنے مین کسقدر اتفاق اور
اتحاد باہمی درمیان مین برادران دینی کے بڑھیگا اور رونق و شوکت اسلام کی روزانہ

ترقی پذیر ہوگی پس سب دیندار بھائیون کو چاہیے کہ شوکت دین مسلمانی اور رونق اسلام کی ترقی مین دل وجان سے سعی وکوشش فرماوین ثواب بیحساب پاوین اب کوئی شخص کہے

کہ فلان شخص جامع مسجد مین جاویگا تو مین بھی جاؤنگا یہ کہنا اوسکا بموجب آیہ کریمہ من عمل صالحا فلنفسہ کے ٹھیک نہین ہے بلکہ بعد ثابت ہونے فضیلت نماز جمعہ ایک جگہ پڑھنے کے پھر اپنے جانے کو دوسرے کے جانے پر موقوف رکھنا سراسر اپنے تئین اجر وثواب سے محروم رکھنا ہے اور رونق وشوکت اسلام مین قصور وکوتاہی کرنا ہے حق تعالی ہمکو اور جمیع مسلمانونکو راہ ہدایت پر لاوے اور توفیق عمل نیک عطا فرماوے آمین یا رب العالمین حررہ الفقیر الی الرحمۃ والغفران محمد نعمان عفی عنہ اللہ المنان حامدا ومصلیا حکم اس فتوی کا فقط اس شہر ڈھاکہ کے واسطے مخصوص نہین ہے بلکہ ہر شہر کے مسلمانون کو چاہیے کہ اس فتوی پر عمل کرین اور اپنے شہر کی بڑی مسجد مین جمع ہوکر نماز جمعہ ادا کرین تمقہ دین محمد عفی عنہ

فی الواقع اگرچہ بحسب اختیار اکثر متاخرین تعدد جمعہ جائز ہے مگر اولی یہی ہے کہ ایک مقام مین اجتماع اہل اسلام ہوکر جمعہ ہوا کرے اولا اسوجہ سے کہ تعدد جمعہ کے جواز وعدم جواز مین علما سے خلاف منقول ہے جیسا کہ عبارات سابقہ سے واضح ہے اور ایسے مواقع مین رعایت خلاف اور احتیاط مستحب ہے کتب فقہیہ مثل غنیہ شرح منیہ وغیرہ مین لستحب رعایۃ مواضع الخلاف مرقوم ہے ثانیا اسوجہ سے کہ عدم تعدد مین موافقت طریقۂ قرون ثلثہ کے ہوتی ہے کیونکہ قرون نمازون مین نوبت شیوع تعدد کی نہین آئی جیسا کہ رسالۂ تعدد الجمعہ مین حافظ ابن حجر عسقلانی تحریر کرتے ہین ذکر الاثرم عن احمد انہ قال لا اعلم بلدا من بلاد المسلمین اقیمت فیہ الجمعتان فی القرن واحد من القرن الثالث نظران خیر القرون لم یقع فی زمانہم التعدد انتہی پس جو شخص باعث رفع تعدد وتقریر توحد کا ہوگا وہ ثواب عظیم پاویگا اور جو شخص محض عنادا انکار کریگا وہ محروم رہیگا حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

ماہ شعبان سنہ ۱۲۹۰ ہجری

۱۸۱

استفتا چہ میفرمایند علمای دین درین باب کہ در حاشیۂ کتب فقہ (لا یرفع یدہ جہۃ العالی وہی المسجد علیہ) در باب صلوۃ قمر بخط مرقوم ست ومعنی رفع خلافت روداده است بعض میگویند کہ خم بودہ استادہ شود وبعض قائل اند کہ بلند نساختہ شود چیزے تشیق ول الاحتمال

ناشی میشود که مصلی هر بار برای سجده چیزی را قریب روی خود میاندازد یا از ابتدای مدت تا انتها
بدست خود برداشته دارد و درین هر دو صورت خلاف قاعدهٔ احناف عمل کثیر که مبطل نماز است
وار سال بدین لازم می آید صورت اصلی که مقصود فقها است چیست بینوا توجروا فقط
الجواب وهو الموفق للصواب مراد فقها این ست که نه برداشته شود بسوی روی
او چیزے که سجده کند برو خواه خود مصلی بردارد یا غیر او نه اینکه بلند نه ساخته شود که بظاهر محصلش
نیست مگر همین که چیزے مرتفع بر زمین نهاده شود و هر چند که این مراد نوعی ظاهر است که
احتیاج بیان ندارد و سوال از ان و وقوع خلاف دران از اهل علم و عقل مستبعد مینماید اما چون
خلاف رو نمود و سوال کرده شد از تحریر وجوه آن چاره نیست پس میگوئیم که این امر ثابت است
بچند وجوه اول آنکه سید احمد طحطاوی در حاشیهٔ در مختار می نویسد قوله لا یرفع الی وجهه شیئا
كعود و وسادة وفيه اشارة الى انه لو سجد على موضوع على الارض من غير رفع لا يكره كما في القهستاني
قوله الا ان يجد حجم قوة الارض الاولى حذف حجم كما حذفه في شرح الملتقى ثم ان هذا الاستثناء لم يصادف
محلا لانه اذا رفع اليه شيئ او رفع هو لا يتاتى ان يجد قوة الارض انتهى و سيد محمد امين در حاشیهٔ
در مختار می نگارد اقول هذا محمول على ما اذا كان يحمل الى وجهه شيئا يسجد عليه بخلاف ما اذا كان موضوعا
على الارض يدل عليه ما في الذخيرة حيث نقل عن الاصل الكراهة في الاول ثم قال فان كانت
الوسادة موضوعة على الارض وكان يسجد عليها جازت صلوته فقد صح ان ام سلمة كانت تسجد
على مرفقة موضوعة بين يديها لعلة كانت بها ولم يمنعها رسول الله صلى الله عليه وسلم من ذلك و
قوله الا ان يجد قوة الارض) هذا الاستثناء مبني على ان قوله ولا يرفع الخ شامل لما اذا كان موضوعا
على الارض وهو خلاف المتبادر بل المتبادر كون المرفوع محمولا بيده او يد غيره وعليه فالاستثناء
منقطع لاختصاص ذلك بالموضوع على الارض انتهى دوم آنکه اثر عبد الله بن مسعود و ابن عمر که
از ان برین مطلوب استدلال میکنند برهمین امر دال ست طحطاوی میگوید روى ان عبد الله
ابن مسعود رضي الله عنه ما دخل على اخيه يعوده فوجده يصلي ويرفع اليه عود يسجد عليه فنزع ذلك من يد
من كان في يده وقال هذا شيئ عرض لكم به الشيطان آدم يسجد لك وروى ان ابن عمر رضي الله عنهما
راى ذلك من مريض فقال اتتخذون مع الله آلهة بحر انتهى سوم آنکه بر تقدیر اراده معنی دوم فقط ذکر

سجدہ لغو میشود کما لا یخفی علی اللبیب چہارم آنکہ بر تقدیر ارادہ معنی دوم حق عبارت این بود لا یوضع
شیء مرتفع لیسجد علیہ کما ہو الظاہر پنجم آنکہ در بعض کتب فقہ این مسئلہ بدین عبارت مرقوم ست
ولا یرفع الی وجہہ شیئا یسجد علیہ ابنصب شیئا واستبعاد آن بر تقدیر ارادہ معنی دوم خود ظاہر است
ششم آنکہ سجدہ بر شیء مرتفع موضوع بر زمین بشروط معتبرہ فقہاء بلا کراہت جائز است
بر تقدیر ارادہ معنی دوم کراہت آن لازم می آید ہفتم آنکہ رفع شیء بسوی وجہ مسئلہ است
وسجدہ بر شیء مرتفع موضوع بر زمین مسئلہ دیگر قال الطحطاوی انما ہو استثناء من مسئلۃ اخری وہو
ما اذا سجد المریض علی شیء موضوع علی الارض صح علی انہ سجود ان وجد قوۃ الارض وکان ارتفاعہ
قدر من نصف ذراع والا فہو ایماء قالہ الحلبی انتہی و بر تقدیر ارادہ معنی دوم اتحاد مسئلتین متغایرتین
لازم می آید ہشتم آنکہ رفع بمعنی وضع شیء مرتفع دیدہ نشدہ من یجوزہ فعلیہ اثباتہ بما یثبت بہ امثال
ہذا الامر و آنچہ تشقیق در معنی اول کردہ شد پس میگویم کہ اگر رافع غیر مصلی ست پس اصلا این تشقیق را
مجال نیست و اگر رافع مصلی ست پس شق اول را اختیار کنم یعنی مصلی ہر بار برای سجدہ چیزی
بسوی وجہ خود ساند و عمل کثیر بودن آن غیر مسلم ست و من یدعی فعلیہ البیان بلکہ عمل کثیر بودن
آن بر طبق بعض اقوال بدیہی البطلان ست و بر طبق بعض مظنون البطلان کما لا یخفی علی من نظر
الی کتب الفقہ واللہ اعلم وعلمہ اتم کتبہ محمد بشیر عفی عنہ

محمد بشیر العمری

الصحیح والرای النجیح ویؤیدہ ما فی منیۃ المصلی و شرحہ غنیۃ المستملی لا یرفع الی وجہہ شیئا یسجد علیہ و لو کانت
وسادۃ علی الارض فسجد علیہا جازت لکن ان کان یجد قوۃ الارض یکون صلوۃ بالرکوع والسجود والا فبالایماء
واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی
مستفتا ما علما و مصلیا ما تو لکم رحمکم اللہ ممالکت نصاری میں اگر کسی جگہہ میں جہاں کی
بستی دو چند سہ چند ہوں باوجود عدم تعدد مساجد کے مسلمین متفق ہو کر ایک شخص کو
امام جمعہ مقرر کر کے نماز جمعہ ادا کرلیوین تو موافق مذہب حضرت امام اعظم رح کے صحیح ہوگا
یا نہیں اور در صورت صحت کے ظہر احتیاطی کا پڑھنا کیسا ہے دوسرے وہ لوگ بسبب
جمعہ پڑھنے کے مستحق ثواب ہیں یا مبتدع اور آثم ہیں مثل مرتکب زنا وغیرہ کبائر کے
اور اشعار ہجو کے جنمیں سب اور دشنام جمعہ کے اور جمعہ پڑھنے والوں کے حقمیں موجود ہوں

دفون کے ساتھ گانے والون پر کیا حکم ہے اور اوس مجلس مین بیٹھنے والے اور سننے والے کیسے ہین
بینوا ببیان کاف وشاف بالاسانید من المعتبرات المعتمدات البسط والتفصیل جزاکم اللہ خیرا
ہو المصوب ایسے مقام مین کہ جسکی ابنیہ بناسی زیادہ ہون اور وہان کی بڑی مسجد وہان کے
لوگون کو وسعت نکرتی ہو جمعہ کا ادا کرنا فرض ہے گو سلطان یا نائب سلطان نہو اور منع کرنیوالے
جمعہ کے ایسے مقام مین گنہگار ہین اور اشعار ہجو کا تالیف کرنا اور پڑھنا اور سننا حرام ہے
فتاوی عالمگیریہ مین ہے لو تعذر الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بہم الجمعۃ جاز
کذا فی التہذیب اور بھی اوسی مین ہے بلاد علیہا ولاۃ کفار یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ فیہ ویصیر القاضی
قاضیا بتراضی المسلمین کذا فی معراج الدرایۃ انتہی اور رد المحتار مین ہے لو مات الوالی اولم یحضر
لفتنۃ اولم یوجد احد ممن لہ حق التقدم فی اقامۃ الجمعۃ نصب العامۃ لہم خطیبا للضرورۃ مع انہ لا
امیر ولا قاضی انتہی اور مجمع الفتاوی مین ہے غلب علی المسلمین ولاۃ کفار یجوز للمسلمین اقامۃ الجمع
والاعیاد انتہی اور رسائل الارکان مین ہے لم احتج علی دلیل یفید اشتراط السلطان وما فی الہدایۃ
لانہا تقام بجمع عظیم فعسی ان تقع المنازعۃ فی التقدیم والتقدم الخ لا یثبت الاشتراط لاطلاق
نصوص وجوب الجمعۃ ثم ہذہ المنازعۃ تندفع باجماع المسلمین علی تقدیم واحد کما فی جماعۃ الصلوات
عسی ان تقع المنازعۃ فی تقدیم رجل لکن تندفع باجماع المسلمین فکذا فی الجمعۃ ثم الصحابۃ اقاموا
الجمعۃ فی زمان فتنۃ بلوۃ عثمان رضی اللہ عنہ وکان ہو اماما حقا محصورا ولم یعلم انہم طلبوا الاذن
فی اقامۃ الجمعۃ بل الظاہر عدم الاذن لان ہولاء الاشقیاء من اہل الشر لم یرخصوا فی ذلک فعلم ان
اقامۃ الجمعۃ غیر مشروطۃ عندہم بالاذن ولعل لہذہ الواقعۃ رجع الشیخ عن ہذا الشرط فیما تعذر وقال
جاز ان تعذر الاستیذان فاجتمع الناس علی رجل یصلی بہم الجمعۃ جاز انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی
عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

۱۹۱
استفتا السوال الاول عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من ادرک
من الصبح قبل ان تطلع الشمس فقد ادرک الصبح ومن ادرک رکعۃ من العصر قبل ان تغرب الشمس فقد ادرک العصر
الامام مالک الا ان درک الذی یصلی الی الشمس فظاہر وانہ یلتقی بذلک لیس مرادا باجماع فحملہ الجمہور علی انہ ادرک الوقت فاذا
رکعۃ اخری فقد کملت الصلوۃ وللبیہقی من ادرک رکعۃ من الصبح قبل ان تطلع الشمس فلیصل الیہا اخری وفی

ان ہی تینون [illegible]

على الطحاوي حيث خص الادراك باحتلام الصبي وتطهير الحائض واسلام الكافر ونحو ذلك واراد
بذلك نصرة مذهبه ان من طلعت عليه الشمس وهو في صلوة الصبح بطلت لاحاديث النهي عن الصلوة
عند طلوع الشمس ودعوى انها ناسخة لهذا الحديث تحتاج الى دليل اذ لا يصار الى النسخ بالاحتمال
والجمع بين الحديثين ممكن بحمل احاديث النهي على النوافل ولا شك ان تخصيصه اولى من دعوى النسخ
قال ابن عبد البر وادعى نسخ حديث الباب لانه لم يثبت فيه تعارض بحيث لا يمكن الجمع والتقديم
حديث النهي عن الصلوة عند طلوع الشمس وعند غروبها عليه الاثر محمل على التطوع قال السيوطي
وجواب الشيخ اكمل الدين في شرح المشارق عن الحنفية بحمل الحديث على ان المراد فقد ادرك ثواب
كل الصلوة باعتبار نيته لا باعتبار عمله وان معنى قوله فليتم صلوته فليات بها على وجه التمام في وقت
آخر بعيد يرده بقية طرق الحديث ه زرقاني على موطا امام مالك ملخصا در اصول فقه مقرر است
كه چون تعارض كنند دو آيت رجوع بحديث كنند ونزد تعارض دو حديث رجوع بقياس نمايند
قياس ترجيح كرده حكم اين حديث را در نماز عصر واحاديث نهي را در نماز فجر زيرا كه وقت نماز فجر همه
كامل است ونقصاني درو نيست پس واجب ميگردد بصفت كمال و چون بطلوع آفتاب نقصان طاري شد
اداى كما وجب نشد و آخر وقت نماز عصر كه آفتاب زردي گيرد ناقص است پس وجوب آن
نيز بصفت نقصان باشد پس بطريان نقصان بسبب غروب فاسد نگردد و اداى كما وجب باشد
اشعة اللمعات شرح مشكوة ما قولكم دام فضلكم فيما قال الزرقاني في شرح الموطا فيما الطحاوي الجمع بين
الحديثين ممكن بحمل احاديث النهي على النوافل انتهى وفيما قال الشيخ عبد الحق في شرح المشكوة چون
تعارض كنند دو آيت رجوع بحديث كنند ونزد تعارض دو حديث رجوع بقياس نمايند الخ ما الفتوى

ولمن يعمل عليه بينوا توجروا اجركم الله اجرا عظيما فقط

هو المصوب المعتمد المرجح ما حرره الزرقاني والله اعلم حرره الراجي عفو ربه القوي

ابو الحسنات محمد عبد الحي تجاوز الله عن ذنبه الجلي والخفي

السوال الثاني حضرتنا ومولانا ادام الله تعالى فيوضكم علينا اهل يصلي آخر الظهر بعد صلوة

الجمعة في بلدة النصارى ام لا بينوا بيانا شافيا اجركم الله تعالى اجرا كافيا

هو المصوب نعم يصلي احتياطا لا وجوبا لكن لا الان في صحة الجمعة في هذه البلاد شكا بسبب

عقد شرط السلطان تدل عليه هذه العبارات قال في العالمگيرية نقلا عن التهذيب لو تعذر
الاستيذان من الامام فاجتمع الناس على رجل يصلي بهم الجمعة جاز انتهى وفيها ايضا نقلا عن معراج
الدراية بلاد عليها ولاة كفار يجوز للمسلمين اقامة الجمعة فيها انتهى وفي رد المحتار ولو مات الوالي
اولم يحضر لفتنة ولم يوجد احد ممن له حق اقامة الجمعة نصب العامة لهم خطيبا للضرورة كما سياتي
مع انه لا امير ولا قاضي ثمه انتهى وفي فتح المنان للشيخ الدهلوي قال في الهداية لا يجوز اقامتها الا
للسلطان او لمن امره لانها تقام بجمع عظيم وقد تقع المنازعة في التقدم والتقديم فلا بد منه تتميما
لامره وظاهره يفيد الاولوية والاحتياط عقلا لا الاشتراط عدم جواز الصلاة بدونه شرعا انتهى
مختصرا وفي رسائل الاركان ولم اطلع على دليل يفيد اشتراط اذن السلطان وما في الهداية لانها تقام
بجماعة فعسى ان تقع منازعة في التقدم والتقديم لان كل انسان يطلب لنفسه تتمة فلا بد
من امر السلطان ليندفع هذه المنازعة فهذا راى لا يثبت الاشتراط المبطل لاطلاق نصوص
وجوب الجمعة على من عدا المستثنين ثم هذه المنازعة تندفع باجماع المصلين على تقديم واحد
ثم الصحابة اقاموا الجمعة في زمان فتنة البلوى امير المؤمنين عثمان رضه وكان اماما حقا محصورا و
لم يعلم انهم طلبوا الاذن في اقامة الجمعة بل الظاهر عدم الاذن لان هؤلاء الاشقياء لم يرضوا
ذلك فعلم ان اقامة الجمعة غير مشروطة عندهم بالاذن ولعل لهذه الواقعة رجع المشائخ عن
هذا الشرط فيما اذا تعذر الاستيذان وافتوا بانه ان تعذر الاستيذان من الامام فاجتمع الناس
على رجل يصلي بهم الجمعة جاز انتهى ملخصا فهذه العبارات شاهدة بان اشتراط السلطان امر
استحساني ومع فقد السلطان تجوز اقامة الجمعة بل لو وقع الاختلاف في تعريف المصر
وتعدد الجمعة قال في المحيط كل موضع وقع الشك في كونه مصرا ينبغي لهم ان يصلوا بعد الجمعة
اربعا بنية الظهر احتياطا انتهى وقال في القنية لما ابتلي اهل مرو باقامة الجمعتين فيها مع اختلاف
العلماء في جوازها امر ائمتهم بالاربع احتياطا انتهى والله اعلم حرره الراجي عفو ربه القوي
ابو الحسنات محمد عبد الحي تجاوز الله عن ذنبه الجلي والخفي [محمد عبد الحي ابو الحسنات]

السوال الخامس اجابة الاذان القولية والفعلية كلاهما واجبتان او الاولى واجبة والاخرى مستحبة بينوا توجروا
هو المصوب اولاهما واجبة على الراي الاصح وان قال قوم باستحباب اجابة اللسان كما بسطته في السعاية

فی کشف ما فی شرح الوقایۃ قال فی غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی اما الاجابۃ فظاہر الخلاصۃ وفتاوی قاضیخان والتحفۃ وجوبہا وقال الحلوانی الاجابۃ بالقدم فلو اجاب بلسانہ ولم یمش الی المسجد لا یکون مجیبا ولو کان فی المسجد لیس علیہ ان یجیب باللسان وحاصلہ نفی وجوب الاجابۃ باللسان وبہ صرح جماعۃ انہا مستحبۃ انتہی وفی رد المحتار ما قالہ الحلوانی مبنی علی ما کان فی زمان السلف من صلوۃ الجماعۃ مرۃ واحدۃ وعدم تکرارہا کما ہو فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم والخلفاء وقد علمت ان تکرارہا مکروہ فی ظاہر الروایۃ الا فی روایۃ عن الامام وروایۃ عن ابی یوسف وسیاتی ان الراجح عند اہل المذہب وجوب الجماعۃ وانہ یاثم بتفویتہا اتفاقا فح یجب السعی بالقدم لان حقہ الاداء فی اول الوقت فی المسجد بل لاقامۃ الجماعۃ والا لزم فوتہا او تکرارہا فی المسجد وکلاہما مکروہ فلذا قال بوجوب الاجابۃ بالقدم لا یقال یمکن ان یجمع اہلہ فی بیتہ وانا نقول مذہب الحلوانی مبنی علی انہ لا ینال بذلک ثواب الجماعۃ وانہ یکون بدعۃ او مکروہا نعم الصحیح انہ لا تکرہ تکرار الجماعۃ اذا لم تکن علی الہیئۃ الاولی والاصح انہ لو جمع باہلہ لا یکرہ وینال بذلک فضیلۃ الجماعۃ لکن جماعۃ المسجد افضل انتہی فظہر انہ لا وجہ لوجوب الاجابۃ بالقدم والمشی الی المسجد علی الرای الصحیح الا حیث یلزم تفویت الجماعۃ او تکرارہا واما الاجابۃ اللسانیۃ فحدیث اذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما یقول المؤذن اخرجہ البخاری ومسلم واصحاب السنن ظاہر فی وجوبہا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا کیا فرماتے ہیں علمای دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک حافظ کا دست راست کہنی کے پاس سے کٹا ہے تو اوسکے پیچھے نماز مکروہ ہوگی یا نہیں اگر وہ دیگر علم میں یعنی مسئلہ وغیرہ جاننے میں اُس سے کم یا زیادہ یا برابر ہو تو ان حالتوں میں کس حالت میں نماز مکروہ ہوگی اگر ایک شخص حافظ نہیں ہے مگر مسئلہ میں آگاہی رکھتا ہے بلکہ اوس حافظ کے برابر جانتا ہے تو ایسی حالت میں اگر وہ اوس حافظ کے پیچھے نماز پڑھے تو مکروہ ہوگی یا نہیں بینوا توجروا

ہو المصوب اوس حافظ کے پیچھے نماز مکروہ نہیں واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا بسم اللہ الرحمن الرحیم سوال قال بعض الناس یجب للخطیب ان یترجم الخطبۃ العربیۃ ان کان المخاطبون اعاجم لا یفہمون العربیۃ کلہم او بعضہم اذ المقصود منہا التذکیر

او الابلاغ الا الاستماع فقط حتى لم يفهموا لم يتذكروا وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يذكر العرب
وهم يفهمون كلامه العربي فلم يحتاجوا الى الترجمة كما يحتاج الاعاجم اليها فاحداث الترجمة في الخطبة
محدث فاذا حدثت اليها وترك الترجمة لفوت المقصود من الخطبة وكانت وجوديا كونها اولا فائدة لها فكانت
الحاجة اذا فرضنا الصحيح الخطبة الاعجمية فيا ايها العلماء هل القائل بهذه الكلمات مصيب ام لا بينوا توجروا
الجواب الحمد لله رب العالمين قال الله عز وجل ام لهم شركاء شرعوا لهم من الدين ما لم ياذن
به الله [illegible] الى التي تقرب بها الى الله من غير ان يشرع ما شرع الله بالاذن به الله فيها
هذا الرسول صلى الله عليه وسلم امته في الجامع والجمع في خطبها هو من جوامع الكلم اخرج مسلم
في صحيحه عن جابر رضي الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا خطب احمرت عيناه
وعلا صوته واشتد غضبه حتى كانه منذر جيش يقول صبحكم ومساكم ويقول بعثت انا والساعة
كهاتين ويقرن بين اصبعيه السبابة والوسطى ويقول اما بعد فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدي
هدي محمد وشر الامور محدثاتها وكل بدعة ضلالة وفي رواية النسائي وكل ضلالة في النار وفيما رواه
ايضا في الصحيح عن عائشة عن النبي صلى الله عليه وسلم من عمل عملا ليس عليه امرنا فهو رد وفي لفظ في
الصحيحين من احدث في امرنا ما ليس منه فهو رد وفي الحديث الصحيح الذي رواه اهل السنن عن
عرباض بن سارية عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من يعش منكم بعدي فسيرى اختلافا كثيرا فعليكم
بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين من بعدي تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ واياكم ومحدثات
الامور فان كل بدعة ضلالة وهذه قاعدة عظيمة عامة قد دلت عليها السنة والاجماع الا ما شرعه
الله عز وجل في القرآن [illegible] الكلمة الجامعة الكلية من رسول الله
صلى الله عليه وسلم وهي قوله كل بدعة ضلالة فان تقسيمهم البدعة [illegible] رسول الله صلى الله عليه
وسلم بهذه الكلمة الجامعة فلا يعدل عن مقتضاه [illegible] صلى الله عليه وسلم [illegible]
على جميع البدع من غير تقسيم الى حسن وقبيح والاصل ان الحديث باق على عمومه وما ثبت حسنه
فليس من البدع فيبقى العموم محفوظا لا خصوص فيه [illegible] وتردد في حسنه [illegible] العارضة
الا ان ثبت حسنه [illegible] بدعة والا فهو داخل في العموم [illegible] التفصيل في معنى كلام
رضي الله عنه [illegible] الامام احمد [illegible]

اعمال الخلق تنقسم الى عبادات يتخذونها دينا وعادات ينتفعون بها في معايشهم فالاصل في العبادات
ان لا يشرع منها الا ما شرعه الله والاصل في العادات ان لا يحظر منها الا ما حظره الله وحمل البدعة على
ما نهي عنه تعطيل الحديث فمن وصف البدعة بعلة النهي فقد اخطأ ونظيره … المباشر
وتعطيل النصوص بتحريف والمحادة (?) تأويل … ليس حقيقة البدعة في التكلم الا ان يكون بينها
وبين البدعة المنهي عنها عموم وخصوص من وجه ليس كل بدعة منهيا عنها بل … خاص … كل
منهي خاص ببدعة فالتكلم باحد الاسمين وارادة الآخر ليس الا كقول الاسود … او الفرس
او بالعكس فوجب قطعا بان هذا الدليل فاسد لا يحمل الحديث عليه ومن … الحكم كل ما
ليس عليه امرنا فهو رد فهذه العبارة قضية كبرى للشكل الاول … هذا امر ليس عليه امر النبي صلى الله
عليه وسلم وكل امر ليس عليه امره فهو رد فالنتيجة … فعل وقول واعتقاد … الشرع الاقدس …
جامع الترمذي قال اسحق في التثويب غير هذا قال هو شيء احدثه الناس بعد النبي صلى الله عليه وسلم
اذا اذن المؤذن فاستبطأ القوم قال بين الاذان والاقامة قد قامت الصلوة حي على الصلوة
حي على الفلاح وهذا الذي قال اسحق هو التثويب الذي كرهه اهل العلم والذي احدثوه بعد النبي
صلى الله عليه وسلم … عن مجاهد قال دخلت مع عبد الله بن عمر مسجدا وقد اذن فيه ونحن نريد
ان نصلي فيه فثوب المؤذن فخرج عبد الله بن عمر من المسجد وقال اخرج بنا من عند هذا المبتدع
ولم يصل فيه وانما كره عبد الله التثويب الذي احدثه الناس بعد النبي صلى الله عليه وسلم
وفيه سمعت عبد الرحمن بن مهدي يقول … الرجل الصلوة … اسم من اسماء الله تعالى
ولم يكبر … لا يجزيه … قال … اخرجه … الا … اوله
… سنن الدارمي اخبرنا الحكم بن المبارك اخبرنا عمرو بن يحيى قال سمعت ابي يحدث عن ابيه قال كنا
نجلس على باب عبد الله بن مسعود قبل صلوة الغداة فاذا خرج مشينا معه الى المسجد فجاءنا
ابو موسى الاشعري فقال اخرج اليكم ابو عبد الرحمن بعد قلنا لا فجلس معنا حتى خرج فلما خرج قمنا
اليه جميعا فقال له ابو موسى يا ابا عبد الرحمن اني رأيت في المسجد آنفا امرا انكرته ولم ار والحمد لله
الا خيرا قال فما هو فقال ان عشت فستراه قال رأيت في المسجد قوما حلقا جلوسا ينتظرون الصلوة
في كل حلقة رجل وفي ايديهم حصى فيقول كبروا مائة فيكبرون مائة فيقول هللوا مائة فيهللون مائة ويقول

سبحوا مائة فيسبحون مائة قال فماذا قلت لهم قال ما قلت لهم شيئا انتظر اليك قال افلا امرتهم
ان يعدوا سيئاتهم وضمنت لهم ان لا يضيع من حسناتهم شيء ثم مضى ومضينا معه حتى اتى حلقة
من تلك الحلق فوقف عليهم فقال ما هذا الذي اراكم تصنعون قال يا ابا عبد الرحمن حصاة نعد
به التكبير والتهليل والتسبيح قال فعدوا سيئاتكم فانا ضامن ان لا يضيع من حسناتكم شيء ويحكم يا امة
محمد صلى الله عليه وسلم ما اسرع هلكتكم هؤلاء اصحاب نبيكم متوافرون وهذه ثيابه لم تبل وآنيته لم تكسر و
الذي نفسي بيده انكم لعلى ملة هي اهدى ملة محمد او مفتتح باب ضلالة قالوا والله يا ابا عبد الرحمن
ما اردنا الا الخير قال وكم من مريد الخير لن يصيبه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حدثنا ان قوما يقرؤن
القرآن لا يجاوز تراقيهم وايم الله ما ادري لعل اكثرهم منكم ثم تولى عنهم فقال عمرو بن سلمة رأينا عامة
اولئك الحلق يطاعنونا يوم النهروان مع الخوارج انتهى والضابطة في هذا والله اعلم ان يقال
ان الناس لا يحدثون شيئا الا لانهم يرونه مصلحة فما رآه مصلحة نظر في السبب المحوج اليه ان كان
امرا حدث بعد النبي صلى الله عليه وسلم من غير تفريط منا فيجوز احداثه وكذلك ان كان المقتضي
لفعله قائما على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم لكن تركه النبي صلى الله عليه وسلم لمعارض زال
بعد موته صلى الله عليه وسلم وما لا يحتاج الى احداثه او يحتاج اليه لتقصير منا وتفريطا او كان السبب
المقتضي لفعله موجودا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم بلا معارض ومانع من فعله ثم لم يفعله
فانه ليس من الحسن في شيء بل هو بدعة ضلالة لعلمه فلك قبل ان تعلم منها خاصة وان رأينا
فيه مصلحة ولم نعلم ما فيه من المفسدة فانها فيها اثم كبير ومنافع للناس واثمه اكبر من نفعه ولو كان خيرا
محضا لفعله الرسول صلى الله عليه وسلم ولما تركه مع قيام المقتضي وزوال المانع واذا تركه النبي فتركه
سنة خاصة مقدمة على كل عموم وكل قياس مثال ما تركه النبي صلى الله عليه وسلم مع قيام المقتضي
لمانع زال بموته صلوة التراويح بهذه الهيأة وهي اجتماعهم في المسجد على امام واحد مع الاسراج
في ليالي رمضان وقد كانوا يصلون على عهده صلى الله عليه وسلم جماعة وفرادى وقد قال لهم في
الليلة الثالثة او الرابعة لما اجتمعوا انه لم يمنعني من الخروج اليكم الا كراهة ان تفرض عليكم فصلوا
في بيوتكم فان افضل صلوات المرء في بيته الا المكتوبة فعلل صلى الله عليه وسلم عدم الخروج بخشية
الافتراض فعلم بذلك ان المقتضي قائم وانه لولا خوف الافتراض لخرج اليهم ولما كان في عهد

جمعهم على قارئ واحد واسرج المسجد فصارت هذه الهيئة عملا لم يكونوا يعملونه من قبل فسمي بدعة
لغوية في اللغة يسمى بذلك وان لم يكن بدعة شرعية لان السنة اقتضت انه عمل صالح لولا خوف الافتراض
وخوف الافتراض زال بموته صلى الله عليه وسلم فانتفى المعارض فلا معارضة بين كلام عمر رضي الله عنه
وكلام الرسول ولو كان الخلاف لكان كلام الرسول حجة عليه كما هو حجة على الناس كافة واكثر ما في هذا
تسمية عمر رضي الله عنه تلك بدعة مع حسنها وهذه تسمية لغوية لا شرعية وذلك ان البدعة في اللغة
تعم كل فعل ابتداء من غير مثال سابق واما البدعة الشرعية فما لم يدل عليه دليل شرعي فاذا كان نص
رسول الله صلى الله عليه وسلم قد دل على استحباب فعل وايجابه بعد موته او دل عليه مطلقا
ولم يعمل به الا بعد موته ككتاب الصدقة الذي اخرجه ابو بكر رضي الله عنه فاذا عمل بعد موته صح ان
يسمى بدعة في اللغة لانه عمل مبتدأ ثم ذلك العمل الذي دل عليه الكتاب والسنة ليس بدعة في الشريعة
وان سمي بدعة في اللغة فلفظ البدعة في اللغة اعم من لفظ البدعة في الشريعة وقد علم ان قول النبي
صلى الله عليه وسلم كل بدعة لم يرد ان كل عمل مبتدأ فان دين الاسلام بل كل دين جاءت به الرسل
هو عمل مبتدأ وانما اراد ما ابتدأ من الاعمال التي لم يشرعها هو صلى الله عليه وسلم وكان الناس
يصلون التراويح جماعات في المسجد على عهده ولم يأمرهم واقراره سنة منه ولولا خوف الافتراض
لصلى بهم جميعا كما قال صلى الله عليه وسلم فزال الخوف بموته وكذا جمع القرآن فان المانع
من جمعه كان على عهده صلى الله عليه وسلم لان الوحي كان لا يزال ينزل فيغير الله ما يشاء ويحكم ما يريد فلو جمع
في مصحف واحد لتعسر او لتعذر تغييره كل وقت فلما استقرت الشريعة بموته صلى الله عليه وسلم
وامن الناس من زيادة القرآن ونقصه فعملوا بمقتضى سنته وذلك العمل من سنته وان كان
يسمى في اللغة بدعة وامثال ذلك كثيرة ومثال ما كان المقتضي لفعله موجودا بلا مانع ولم يشرع
الاذان في العيدين لما احدثه بعض الامراء انكره المسلمون لانه بدعة فلو لم يكن كونه بدعة دليلا
على كراهته لقيل هذا ذكر الله عز وجل ودعاء الخلق الى عبادة الله فيدخل في العمومات كقوله تعالى
اذكروا الله ذكرا كثيرا ومن احسن قولا ممن دعا الى الله او يقاس على الاذان في الجمعة فان الاستدلال
على حسن الاذان في العيدين اقوى من الاستدلال على حسن اكثر البدع فلما امر صلى الله عليه
وسلم بالاذان في الجمعة وصلى العيدين بلا اذان ولا اقامة كان ترك الاذان فيهما سنة [illegible]

في ذلك كالزيادة في اعداد الصلوة واعداد الركعات او صيام الشهر او الحج فان كل ما يبديه المحدث
لهذا من المصلحة او يستدل به من الادلة قد كان ثابتا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ومع هذا
لم يفعله فهذا الترك سنة خاصة مقدمة على كل عموم وقياس ومثال ما احدث مع قيام الحاجة اليه من البدع بتفريط من الناس
تقديم الخطبة في العيدين فانه لما فعله بعض الامراء انكره المسلمون لانه بدعة واحتج من احدثه بان
الناس قد صاروا ينفضون قبل سماع الخطبة وكانوا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم لا ينفضون
حتى يسمعوا او اكثرهم فيقال له سبب هذا تفريطك فان النبي صلى الله عليه وسلم كان يخطبهم خطبة يقصد
بها نفعهم وتبليغهم وهدايتهم وانت قصدك اقامة رياستك او ان قصدت صلاح دينهم فلا تعلمهم ما ينفعهم
فهذه المعصية منك لا تبيح لك احداث معصية اخرى بل الطريق في ذلك ان تتوب الى الله وتتبع سنة نبيه
وان لم يستقم الامر فلا يسألك الله [illegible]
اذا اتضح لديكم هذا يوم تاتي كل نفس تجادل عن نفسها الاية ومن ذلك الخطبة يوم الجمعة وفي العيدين
بغير اللسان العربي او ترجمتها بالعجمي احدث ذلك بعد قرون الخير الثلاثة [illegible] واعتبروا في ذلك
الاحداث بمجرد تفتيش ضرورة الحاجة اليها وعدم معرفة المخاطبين لسان العربي وكثرة الاعاجم
القاصرين عن ادراك العربي وما ذا لو علموا الاقتصار في تعلم لسان انزل به الكتاب من ربنا وبعث
به الرسول صلى الله عليه وسلم [illegible] والصحابة رضي الله عنهم مع توفر دواعيهم
على تعليم الخلق وتفهيمهم وتذكيرهم بما فيه وكان غيرهم عجمي ممن لا يعرف العربي وكثرة الاعاجم ممن
فتحوا بلادهم بلاد فارس والروم لم يعهد منهم الخطبة بغير اللسان العربي ولم يؤثر عنهم ترجمتها للاعاجم
ولا امروا بذلك احدا فاذا كان لا يكتب احد منهم بالعجمي والترجمة ولا يأمر به كان ترك هذه المصلحة
مع الفضل الموجود مستقر بالعدم في عهد الرسول صلى الله عليه وسلم وخير القرون بطريقة ابلاغ دين الله او
اكتفاء منهم عن بعض [illegible] وتقصيرهم في الابلاغ والتذكير المقصود الاصلي في الخطبة وكل واحد منهما لازم
منتف بالشرع والعادة مع وجود المقتضي وهو تعميم الابلاغ وتعلم جميع المخاطبين من عجمي وعربي وعدم
المانع ليس خلاف [illegible] ان تعهد الكل بغير العربية التي هي شعار الاسلام ولغة القرآن وسياق
تفصيل ذلك ان شاء الله تعالى في نهي عمر رضي الله عنه عن رطانة الاعاجم وقال [illegible]
اللسان العربي [illegible] بالعجمي وكان هذا الامر من [illegible] الخطب ومن [illegible]

في الشعر والادب وترجمتها بغير العربي من غير الامور محدثاتها لا يرضى به الله ولا رسوله ولاجل ذلك
جعل اهل العلم كون الخطبة بالعربي شرطا لصحة الخطبة ولاداء السنة قال الامام النووي في الاذكار في
كتاب رحمه الله تعالى ويشترط كونها يعني خطبة الجمعة وغيرها بالعربية انتهى وقال احمد بن عبد الرحيم
المدعو بولي الله المحدث الدهلوي في المصفى يعني شرح الموطا ولما لاحظنا خطب النبي صلى الله عليه وسلم
وخلفائه رضي الله عنهم وهلم جرا فتنقيحها وجود اشياء فيها الحمد والشهادتين والصلوة على النبي والامر
بالتقوى وتلاوة آية والدعاء للمسلمين والمسلمات وكون الخطبة عربية الى ان قال اما كونها عربية
فلاستمرار عمل المسلمين في المشارق والمغارب به مع ان في كثير من الاقاليم كان المخاطبون اعجميين انتهى
مع ما روى البيهقي باسناد صحيح عن سفيان الثوري عن ثور بن يزيد عن عطاء بن دينار قال قال عمر
رضي الله عنه لا تعلموا رطانة الاعاجم ولا تدخلوا على المشركين في كنائسهم يوم عيدهم فان السخطة تنزل
عليهم فهذا عمر رضي الله عنه نهى عن لسانهم مطلقا وبالاسناد الى ابي اسامة عن حماد بن زيد عن
هشام عن محمد بن سيرين قال اتي علي رض بهدية النيروز فقال ما هذه قالوا يا امير المؤمنين هذا يوم النيروز
قال فاصنعوا كل يوم نيروز قال ابو اسامة كره رضي الله عنه ان يقول نيروز قال البيهقي وفي هذا
كراهية تخصيص يوم بذلك لم يجعله الشرع مخصوصا به قال مالك رح في ما رواه ابن القاسم في المدونة
لا يحرم بالعجمية ولا يدعو بها ولا يحلف قال ونهى عمر رض عن رطانة الاعاجم وقال انها خب وقال
ابو محمد الكرماني المسمى بحرب باب تسمية الشهور بالفارسية قلت لاحمد فان للفرس اياما وشهورا
يسمونها باسماء لا تعرف فكره ذلك اشد الكراهية وروي عن مجاهد حديثا انه كره ان يقال آذرماه وذي ماه
ما قلت فان كان اسم رجل يسميه به فكرهه وجه فذلك كراهة ان يتعود الرجل النطق بغير
العربية فان لسان العربية شعار الاسلام واهله واللغات من شعائر الامم التي بها يتميزون ولهذا
كثير من الفقهاء او اكثرهم يكرهون في الادعية التي في الصلوة والذكر ان يدعى الله او يذكر بغير
العربية واذكار الصلوة ثلاث درجات اما القرآن فلا يقرؤه بغير العربية قدر او لم يقدر عند الجمهور
وهو الصواب الذي لا ريب فيه بل قد قال غير واحد انه يمتنع ان يترجم سورة او ما يقوم به الاعجاز
واختلف ابو حنيفة واصحابه في القادر على العربية واما الاذكار الواجبة فاختلف في منع ترجمة القرآن
هل يترجمها العاجز عن العربية وتعلمها وفيه لاصحاب احمد وجهان اشبههما بكلام احمد انه لا يترجم

قول مالک واسحق والثانی یترجم وہو قول ابی یوسف ومحمد والشافعی واما سائر الاذکار فالمنصوص
من الوجہین انہ لا یترجمہا ومتی فعل بطلت صلوتہ وہو قول مالک واسحق وبعض اصحاب الشافعی
والمنصوص عن الشافعی انہ یکرہ ذلک بغیر العربیۃ ولا یبطل ومن اصحابنا من قال ذلک اذا
لم یحسن العربیۃ وحکی عن احمد سئل عن الدعاء فی الصلوۃ بالفارسیۃ فکرہہ وقال لسان سوء وکرہ
الشافعی فیما رواہ السلفی باسناد معروف الی محمد بن عبد اللہ بن الحکم قال سمعت محمد بن
ادریس الشافعی یسمی اللہ تعالی الطالبین من فضلہ فی الشراء والبیع تجارا الی قولہ والسماسرۃ اسم
من اسماء العجم فلا نحب ان یسمی رجل یعرف العربیۃ تاجرا الا تاجرا ولا ینطق بالعربیۃ فیسمی شیئا
بالعجمیۃ وذلک ان اللسان التی اختارہ اللہ عز وجل لسان العرب الخ فقد کرہ الشافعی رحمہ اللہ
لمن یعرف العربیۃ ان یسمی بغیرہا او ان یتکلم بہا خالطا لہا بالعجمیۃ وہذا الذی قالہ الائمۃ ماثور
عن الصحابۃ والتابعین وقد قدمنا عن عمر وعلی رض وعن ابی بریدۃ قال قال عمر ما تعلم الرجل
بالفارسیۃ الا خب ولا خب الا نقصت مروتہ وقال حدثنا وکیع عن ثور عن عطاء قال لا تعلموا
رطانۃ الاعاجم الخ وقال حدثنا اسمعیل بن علیۃ عن داؤد عن ابی ہند ان محمد بن سعید بن
ابی وقاص سمع قوما یتکلمون بالفارسیۃ فقال ما بال المجوسیۃ بعد وقد روی السلفی من حدیث
سعید بن العلاء البرذعی حدثنا اسحق بن ابراہیم البلخی حدثنا عمر بن ہارون البلخی حدثنا اسامۃ بن زید
عن نافع عن ابن عمر رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یحسن ان یتکلم بالعربیۃ فلا یتکلم
بالعجمیۃ فانہ یورث النفاق ورواہ ایضا باسناد آخر معروف الی ابی سہل محمود بن عمر العکبری
حدثنا محمد بن الحسن بن محمد المقری حدثنا احمد بن الخلیل ببلخ حدثنا اسحق بن ابراہیم الحریری حدثنا
عمر بن ہارون عن اسامۃ بن زید عن نافع عن ابن عمر عن عمر رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم من کان یحسن ان یتکلم بالعربیۃ فلا یتکلم بالفارسیۃ فانہ یورث النفاق وہذا الکلام یشبہ
کلام عمر بن الخطاب رض واما رفعہ فموضع تثبت ونقل عن طائفۃ منہم انہم کانوا یتکلمون بالکلمۃ
بعد الکلمۃ من العجمیۃ واما اعتیاد الخطاب بغیر اللغۃ العربیۃ التی ہی شعار الاسلام ولغۃ القرآن حتی
یصیر ذلک عادۃ للمصر واہلہ ولاہل الدار وللرجل مع صاحبہ ولاہل السوق او للامراء او لاہل الدیوان
[illegible] ان ہذا مکروہ فانہ من التشبہ بالاعاجم وہو مکروہ کما تقدم ولہذا کان المسلمون

المتقدمون لما سكنوا ارض الشام ومصر ولغة اهلها رومية وارض العراق وخراسان ولغة اهلها
فارسية وارض المغرب ولغة اهلها بربرية عودوا اهل هذه البلاد العربية حتى غلبت على اهل هذه
الامصار مسلمهم وكافرهم وهكذا كانت خراسان قديما ثم انهم تساهلوا في امر اللغة واعتادوا الخطاب
بالفارسية حتى غلبت عليهم وصارت العربية مهجورة عند كثير منهم ولا ريب ان هذا مكروه وانما
الطريق الحق اعتياد الخطاب بالعربية حتى يلقنها الصغار في المكاتب وفي الدور فيظهر شعار
الاسلام واهله ويكون ذلك اسهل على اهل الاسلام في فقه معاني الكتاب والسنة وكلام السلف
بخلاف من اعتاد لغة ثم اراد ان ينتقل الى اخرى فانه يصعب واعلم ان اعتياد اللغة موثر
في العقل والخلق والدين تاثيرا قويا بينا ويوثر في مشابهة صدر هذه الامة من الصحابة والتابعين
ومشابهتهم تزيد العقل والخلق والدين وايضا فان نفس اللغة العربية من الدين ومعرفتها
فرض واجب فان فهم الكتاب والسنة ولا يفهم الا بفهم اللغة العربية وما لا يتم الواجب الا به
فهو واجب ثم منها ما هو واجب على الاعيان ومنها ما هو واجب على الكفاية وهذا معنى ما رواه
ابو بكر بن ابي شيبة حدثنا عيسى بن يونس عن ثور عن عمر عن عمر بن يزيد قال كتب عمر الى
ابي موسى رض اما بعد فتفقهوا في السنة وتفقهوا في العربية واعربوا القرآن فانه عربي وفي حديث
آخر عن عمر رض قال تعلموا العربية فانها من دينكم وهذا الذي امر به عمر رض من تفقه العربية
وتفقه الشريعة يجمع الله لان الدين فيه اقوال واعمال وتفقه العربية هو الطريق الى فقه
اقواله وفقه السنة هو فقه اعماله روى ابوداود من حديث محمد بن اسحق وعن داود بن
حصين عن عبد الرحمن بن ابي عقبة وكان مولى من اهل فارس قال شهدت مع رسول الله
صلى الله عليه وسلم احدا فضربت رجلا من المشركين فقلت خذها وانا الغلام الفارسي
فالتفت الي فقال هلا قلت خذها مني وانا الغلام الانصاري حضه رسول الله صلى الله عليه
وسلم على الانتساب الى الانصار وان كان بالولاء وكان اظهار هذا احب اليه من الانتساب
الى فارس بالصراحة وهي نسبة حق ليست محرمة انتهى هذا ماخوذ من كتاب اقتضاء صراط المستقيم
للشيخ ابن تيمية رح ملتقطا مختصرا فهذا كلام الصحابة والائمة في النهي عن الاعتياد في اللغة العجمية لمن يقدر
على العربية مطلقا وامرهم بتعليم العربية ما استطاعوا فكيف لا كان ذلك من شعائر الدين كالاذان

والصلوة والخطبة والتلبية وجمع ذلك تذكير وتعظيم للرب تعالى ودعوة العباد بالترغيب والترهيب
الى عبادة الله والاعاجم لا يفهمون معناها اليوم كما كانوا لا يفهمون ذلك في اول البعث ثم ان
ذلك لم يحوج الخطباء والموذنين والمصلين الى الترجمة مع الكلمات العربية ولا الى الاستغناء
بالترجمة قط بل اعتاد والعجم بتعلم العربية ليظهر على الدين كله ولو كره المشركون ورجحوا تلك المصالح
على مازعمه السائل والخير كله في الاتباع والذين اتبعوهم باحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه اللهم
اجعلنا منهم برحمتك وصلى الله على محمد وآله وسلم ؛ في خلط العربية بالعجمية مفسدة اخرى من تطويل
الخطبة وافتتان الناس الذي اغضب رسول الله صلى الله عليه وسلم اشد الغضب لم يغضب في
موضعه مثله قط وزجر عن ذلك بابلغ كلام رواه مسلم عن جابر كانت صلوته يعني رسول الله صلى الله
عليه وسلم قصدا وخطبته قصدا وروى ايضا عن عمار سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان
طول صلوة الرجل وقصر خطبته مئنة من فقهه فاطيلوا الصلوة واقصروا الخطبة فهذا امر منه صلى الله عليه وسلم
بقصر الخطبة افكان المومن ان يخشى سلطانا امران تتخلف عنه ويكون له الخيرة من امره مالك عن يحيى بن سعيد
ان عبد الله بن مسعود قال لانسان انك في زمان كثير فقهاؤه قليل قراؤه تحفظ فيه حدود القرآن
وتضيع حروفه قليل من يسأل كثير من يعطي يطيلون فيه الصلوة ويقصرون الخطبة يبدون اعمالهم قبل
اهوائهم وسياتي على الناس زمان قليل فقهاؤه كثير قراؤه يحفظ فيه حروف القرآن وتضيع حدوده
كثير من يسأل قليل من يعطي يطيلون فيه الخطبة ويقصرون الصلوة يبدون فيه اهوائهم قبل اعمالهم
قوله يقصرون الخطبة قال ابو عمر كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يامر بذلك ويفعله وكان يخطب
بكلمات قليلة طيبة وكره التشدق والموعظة انما المستحب ما حفظ وذلك لا يكون الا مع القلة وقال
ابن مسعود يتخولنا بالموعظة مخافة السامة والعيان في اثر الزمان على صحة معنى هذا الحديث
كما بان انتهى وربنا الرحمن المستعان والسلام على النبي صلى الله عليه وسلم وآله وصحبه والسلام علينا
وعلى عباد الله الصالحين وصلى الله على محمد وآله وبارك اجمعين ثم آمين ثم آمين ومما ينبغي ان يلحق بهنا ما قال
ابن الحاج المالكي في المدخل ص۱۳۳ وينبغي له ان يتجنب ما احدثه بعض من الخطبة بلسان العجم لان القرآن جل
انزل بلسان عربي ولم ينزل بلسان العجم وقد سرى هذا لبعض الناس في هذا الزمان حتى انهم يحدثون
قراءة القرآن بالعجمية وينسخ الخطبة بما سمع من العجمية فيجمع في الكلمة الواحدة بين ركنها بالعربي

العربی و اللسان العجمی فیکتب الآیتین والثالث باللسان العربی ثم یکتبها بعدہا باللسان العجمی و ھذا مخالف لما اجمع علیہ الصدر الاول والسلف الصالح والعلماء و اذا کان ذلک کذلک فتعین علیہ ان لا یعرج علی قول من اجاز ذلک فلیحذر ذلک واللہ الموفق انتہی ملتقطاً واللہ اعلم فقط

ما احسن ھذا الجواب المقرون بالصواب لا شبہۃ فی ان قراءۃ الخطبۃ کلہا او بعضہا بغیر العربیۃ مکروہ وخلاف السنۃ المتوارثۃ اذ لم ینقل ذلک من الصدر الاول مع الاحتیاج لا سیما حین فتحت الامصار و شاع الاسلام فی الدیار و عدم فہم الحاضرین العربیۃ لا یبیح تغییر الخطبۃ بل علیہم ان یتعلموا من اللسان العربی بقدر الضرورۃ و ما لم یتعلموا یکفی لہم الاستماع والانصات و قد بسطت الکلام فی ھذہ المسئلۃ فی رسالتی آکام النفائس فی اداء الاذکار بلسان الفارس واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی

۱۹۵ استفتا بسم اللہ الرحمن الرحیم سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ خطبۂ جمعہ اردو زبان میں یا فارسی زبان میں یا اردو یا فارسی اشعار میں پڑھنا جائز و درست ہے یا نہیں اور جو ہے تو کس کتاب میں مذکور ہے بینوا توجروا

ھو العلیم الخبیر خطبۂ جمعہ اردو زبان میں نثر ہو خواہ نظم اور اسی طرح فارسی زبان میں بھی نثر ہو یا نظم و علی ھذا القیاس جو خطبہ کہ کچھ عبارت اوسکی لغت عربی میں ہو اور کچھ زبان فارسی یا اردو وغیرہما میں نظم ہو یا نثر مکروہ بکراہت تحریمی ہے کیونکہ مخالف ہے سنت ہدی کے اسلیے کہ پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے علی الدوام خطبہ زبان عربی میں پڑھا ہے اور اوس وقت میں کسی سے خطبہ پڑھنا غیر زبان عربی میں منقول نہیں ہے جیسا کہ کتاب آکام النفائس فی اداء الاذکار بلسان الفارس میں مسطور ہے وھذہ عبارتہ الکراہۃ انما ھی لمخالفۃ السنۃ لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ قد خطبوا دائما بالعربیۃ ولم ینقل عن احد منہم انہم خطبوا الخطبۃ ولو خطبۃ غیر الجمعۃ بغیر العربیۃ انتہی اور پوشیدہ نرہے کہ باعث احداث خطبہ غیر عربیہ کا نہیں ہے مگر نہ سمجھنا عجم کا عبارات عربیہ کو حالانکہ یہ امر قرون ثلاثہ میں بھی موجود تھا اسلیے کہ جب اطراف مختلفہ میں بلاد و امصار مفتوح ہوئے اور اکثر مردمان فارس وحبش و روم و ہند وغیرہ کے مشرف باسلام ہوئے وہ لوگ مجالس شعائر اسلام میں مثل جمعہ و عید

[illegible]

وغیرہا کے حاضر ہوتے تھے اور ظاہر ہے کہ اون لوگون کو بوجہ عدم وقوف لغت عرب کی
شعور فہم عبارات عربیہ کا نتھا باانہمہ کسی نے برعایت فہم اشخاص عجمیہ کے غیر زبان عربی مین
خطبہ نہ پڑھا باوجودیکہ تعلیم وتفہیم کہ خطبا وعلما کی شان سے ہے مقتضی اسکی تھی جبکہ ایسا نہوا تو
خطبہ غیر عربیہ کے مکروہ ہونے مین جو ادنی مرتبہ ضلالت کا ہے کچھ شک نرہا جیسا کہ اوسی کتاب مین
مذکور ہے الخطبۃ بالفارسیۃ التی احدثوہا واعتقدوہا وحسنوہا لیس الباعث الیہا الا عدم
فہم العجم اللغۃ العربیۃ وہذا الباعث قد کان موجودا فی عصر خیر البریۃ وان کان فیہ اشتباہ
فلا اشتباہ فی عصر الصحابۃ والتابعین ومن تبعہم من الائمۃ المجتہدین حیث فتحت الامصار الکثیرۃ
والدیار الواسعۃ ودخل اکثر الحبش والروم والعجم وغیرہم من الاعاجم وحضروا مجالس الجمع والاعیاد
وغیرہا من شعائر الاسلام وقد کان اکثرہم لا یعرفون اللغۃ العربیۃ ومع ذلک لم یخطب احد
منہم بغیر العربیۃ ولما ثبت وجود الباعث فی تلک الازمنۃ وفقدان المانع والتکاسل ونحوہ
معلوم بالقواعد المبرہنۃ لم یبق الا الکراہۃ التی ہی ادنی درجات الضلالۃ انتہی علاوہ برین
بعض روایات مین یہ تو البتہ وارد ہوا ہے کہ بعض اعیاد مین جبکہ جناب رسالت مآب
صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ سے فارغ ہوئے اور آپکو یہ گمان ہوا کہ دور بیٹھنے کے سبب سے
عورتون کے کان تک خطبہ کی آواز نہین پہنچی تو آپنے اونکے پاس تشریف لاکر خطبہ پڑھا
اور اونکو وعظ اور نصیحت فرمائی لیکن یہ کسی روایت مین بروایت افراد بھی وارد نہین ہوا کہ
غیر عرب جو مجالس خطبہ مین حاضر ہوتے تھے اونکی تفہیم کے لیے آنحضرت علیہ الصلوۃ والتحیۃ نے
مجلس علیحدہ منعقد فرما کر غیر زبان عربی مین خطبہ پڑھا ہو اور اون لوگون کو اونکی زبان مین
وعظ ونصیحت فرمائی ہو اگر یہ کہا جاوے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوای لغت عربی کے
اور لغات سے بہرہ نتھے ورنہ آپ بغرض تفہیم عجم کے غیر زبان عربی مین بھی خطبہ پڑھتے تو اوسکا
جواب یہ ہے کہ بعض صحابہ مثلا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بلاشبہہ زبان عجمی ورومی وحبشی
وغیرہ سے آگاہ تھے اونکو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیون نہ مامور فرمایا تاکہ وہ
غیر عرب کی زبان مین خطبہ پڑھتے اور اونکو وعظ ونصیحت کرتے الحاصل قرون مشہود لہا
بالخیر مین واسطے تفہیم غیر عرب کے حاجت پڑھنے خطبہ غیر عربیہ کے تھی مع ہذا کسی نے نہ پڑھا

یہ بہت بڑی دلیل مکروہ اور بدعت ہونے خطبہ فارسی و اردو وغیرہ کی ہے چنانچہ اوسی کتاب میں
مرقوم ہے وقد ورد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما فرغ من الخطبۃ فی بعض الاعیاد وظن انہا
لم تصل الی آذان النساء لبعدہن حضر بین و وعظہن وخطبہن ولم یرو ولو من روایۃ الافراد انہ
لمن لم یکن یفہم العربی مجلسا علی حدۃ و وعظہم وخطبہم بلغۃ غیر عربیۃ ولا نہم انہ لم یکن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم یعلم اللغۃ العجمیۃ وغیرہا من اللغات الغیر العربیۃ ولو کان علمہا لخطب بہا لانا نقول
بعد تسلیم ذلک ان بعض الصحابۃ کزید بن ثابت قد کان یعلم اللسان العجمی والرومی والحبشی وغیرہا
من الالسنۃ کما صرح بہ فی الاعلام بسیرۃ النبی علیہ الصلوۃ والسلام وغیرہ من کتب الاعلام فلم یامرہ
النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم بان یخطبہم ویعظہم بالسنتہم وبالجملۃ فالاحتیاج الی الخطبۃ بغیر العربیۃ
لتفہیم اصحاب العجمیۃ کان موجودا فی القرون الثلثۃ ومع ذلک فلم یرو جواز ذلک من احد فی تلک
الازمنۃ وہذا اول دلیل علی الکراہۃ انتہی اور تقریر بطریق حل کے یہ ہے کہ جسطرح خطبہ تعلیم
سامعین کے لیے موضوع ہے اور خطبا و علماء مامور بالتفہیم ہیں اسیطرح جہلا بھی منجانب
شرع مامور بطلب علم ہیں اور تحصیل علم اونپر فرض ہے جیسا کہ حدیث شریف میں جسکو
ابن عدی اور بیہقی نے حضرت انس رضہ سے اور خطیب نے جناب امام حسین رضی اللہ عنہ سے
و طبرانی نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی وارد ہے
کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم پہر گاہ ہماری شریعت کا
بیان عربی زبان میں ہے بنا بریں اہل اسلام پر بقدر حاجت اس زبان کا سیکھنا
لازم و واجب ہے کیونکہ جس چیز پر فرض و واجب کا امتثال موقوف ہے وہ چیز موقوف علیہ بھی
واجب ہے اب اگر مسلمین حاضرین بوجہ عدم تعلم زبان عربی و فقدان تحصیل علم باوجود
واجب و فرض ہونے کے خطبہ عربیہ کو نہ سمجھیں تو لوگ نہ سمجھنے کا الزام اونہیں پر ہے
نہ خطبہ پڑھنے والوں پر یہ بات لازم نہیں کہ زبان عربی کو بدل کر اوس زبان میں خطبہ
پڑھیں جسکو جہلا سمجھتے ہوں چنانچہ اوسی کتاب میں لکھا ہے والحل فی ہذا المقام و بہ یتم
الالزام انہ کما وضعت الخطبۃ للتعلیم و امر الخطباء والعلماء بالتفہیم کذلک امر الجاہلون بطلب
العلم حیث قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم اخرجہ ابن عدی و البیہقی

من حدیث انس والخطیب من حدیث الحسین بن علی والطبرانی من حدیث ابن عباس ولما کانت الشریعۃ تعبدنا بالعربیۃ یلزم علی الناس بان یتعلموا اللسان العربی بقدر ما یرتفع به الحاجۃ فان ما لم یتم الواجب الا به واجب فاذا لم یفهم الحاضرون الخطبۃ العربیۃ فالزام عدم الفهم عائد الیهم لا الی الخطباء ولا یلزم للخطباء ان یغیروا اللسان العربی ویخطبوا باللسان لیفهم الجهلاء انتهی مختصر اگر کوئی کہے کہ جب خطبہ غیر عربیہ پڑھنا مکروہ ہوا تو فقہاء کے اس قول کے کیا معنی یجوز الخطبۃ بالفارسیۃ تو اوسکے جواب میں کہنا چاہیے کہ قول مذکور میں مطلق جواز ذکر کیا گیا ہے اور وہ عام ہے جواز بلا کراہۃ و جواز مع الکراہۃ کو بناء علیہ قول مسطور مستلزم جواز بلا کراہۃ کو نہیں ہو سکتا پس مکروہ ہونا خطبۂ غیر عربیہ کا منافی قول فقہا کو نہیں ہے ہاں اگر کلام مذکور مقید بقید عدم کراہۃ ہوتا یعنی یوں کہا جاتا کہ یجوز الخطبۃ بالفارسیۃ بلا کراہۃ تو البتہ منافی ہوتا واذ لیس فلیس اور اگر زیادہ تحقیق مطلوب ہو تو بگوش ہوش سننا چاہیے کہ خطبہ جمعہ میں دو اعتبار ہیں اور ہر ایک کے لیے وصف جداگانہ ہے ایک یہ کہ خطبہ نماز جمعہ کی شرط ہے یعنی نماز جمعہ بدون اسکے صحیح نہیں دوسرے یہ کہ وہ فی نفسہا عبادت ہے دو وجہ سے اول یہ کہ خطبہ خدا کا ذکر ہے اسلیے کہ آیۂ کریمہ یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع میں ذکر اللہ سے مراد خطبہ ہے جیسا کہ مفسرین نے ذکر کیا ہے دوسری وجہ یہ کہ خطبہ قائم مقام نماز کے ہے اسیوجہ سے سلام وکلام وغیرہ سب خطبہ کے وقت ممنوع ہے اس تمہید کے بعد معلوم کرنا چاہیے کہ جواز خطبہ غیر عربی جو کلام فقہا سے مستفاد ہے اوس سے یہ مراد ہے کہ خطبہ مذکورہ بلحاظ اعتبار اول کے ادائے شرط میں کفایت کرتا ہے یعنی خطبہ جو نماز جمعہ کی شرط ہے جب غیر زبان عربی میں پڑھا گیا شرط پائی گئی اور نماز جمعہ صحیح ہوگی اسواسطے کہ نماز جمعہ کی شرط مطلق ذکر ہے کسی زبان اور محاورہ کی اوسمیں قید نہیں ہے یہ ہر خطبہ مذکورہ سے حاصل ہے لیکن بلحاظ اعتبار دوم کے بدعت اور مکروہ ہے کیونکہ جو عبادت جس ہیئت کے ساتھ سنت سے ثابت ہوئے اوسکو اوسی ہیئت کے ساتھ ادا کرنا چاہیے خلاف اوس ہیئت کے اوسکا ادا کرنا بدعت اور مکروہ ہے اور مخفی نرہے کہ مکروہ ہونا تضمین اشعار فارسیہ یا ہندیہ کا خطبہ عربیہ میں و نیز مکروہ ہونا اوس خطبہ کا جسمیں

کچھ عبارت عربی ہو اور کچھ غیر عربی فارسی ہووے خواہ اردو یا اور کوئی زبان بیان ہو
سے واضح ولائح ہی یہ سب کتاب مذبور مین مذکور ہے وہذا لفصہ وتحقیقہ ان فی الخطبۃ جہتین الاولی کونہا
شرط الصلوۃ الجمعۃ والثانیۃ کونہا فی نفسہا عبادۃ ولکل منہما وصف علی حدۃ فمعنی قولہم یجوز الخطبۃ
بالفارسیۃ انہا تکفی لتادیۃ الشرط وصحۃ صلوۃ الجمعۃ وہو لا یستلزم ان یخلو من البدعۃ
والکراہۃ من حیث الجہۃ الثانیۃ وسئلت ایضا عما اعتادہ اکثر خطباء زماننا من قراءۃ الخطبۃ
بالعربیۃ وتضمینہا لبعض الاشعار الفارسیۃ او الہندیۃ ہل یجوز ذلک فاجبت بان قراءۃ
الاشعار فیہا ان کان بالغناء الممنوع عنہ فی الشریعۃ فلا ریب فی کراہتہا وان کان بالعربیۃ
وان لم یکن بالغناء فالکراہۃ لکونہا مخالفا للسنۃ داخلا فی اصناف البدعۃ وکذا قراءۃ بعض الخطبۃ
بالعربیۃ وبعضہا بالفارسیۃ لا تخلو عن الکراہۃ للتقریرات السابقۃ فلیحفظ ہذا الکلمۃ فان الناس عنہ غافلون یرتکبون امرا
قطیعا ویحسبون انہم یحسنون انتہی مختصرا واللہ سبحانہ وتعالی اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب
محمد قاضی شرع احمد
ہو العزیز العلیم قد اصاب من اجاب واللہ سبحانہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب
محمد عبد
ہو العلیم خطبہ جمعہ کا غیر زبان عربی مین فارسی ہو یا اردو وغیرہا معذور کو جو زبان عربی مین
بخوبی پڑھنے سے عاجز ہو بالاتفاق جائز ہی اور غیر معذور کو بھی امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک
جائز ہی اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہین اور در صورت جواز غیر معذور کے لیے
مکروہ تنزیہی خلاف سنت متواترہ زائدہ اور خلاف طریقہ سلف صالحین ہے فی السراجیۃ
ولو خطب بالفارسیۃ یجوز وفی الہدایۃ والتشہد والخطبۃ علی ہذا الاختلاف وفی النہایۃ فعندہ
یجوز بالفارسیۃ وعندہما لا یجوز الا بالعربیۃ وفی الدر المختار کما صح لو شرع بغیر عربیۃ ای لسان کان
الی ان قال شرطا عجزہ وعلی ہذا الاختلاف الخطبۃ وجمیع اذکار الصلوۃ وفی الطحطاوی قولہ وشرطا
عجزہ الخ المعتمد قولہ انتہی وفی آکام النفائس فی ذکر الدعاء نعم لا شبہۃ فی حرمۃ الاعجمیۃ المجہول مدلولہا
او الاعجمیۃ التی ینافی تعظیم الرب مدلولہا واما غیرہا فیکرہ تحریما فی الصلوۃ وتنزیہا خارج الصلوۃ لکن بشرط
ان یکون قادرا علی العربیۃ قدرۃ کاملۃ والا فلا ایضا فیہ وفی جامع المضمرات والمجتبی وغیرہما ان الخطبۃ
علی الاختلاف یعنی انہ یجوز عند ابی حنیفۃ رح بغیر العربیۃ للقادر والعاجز کلیہما وعندہما لا وعندہما ودلیل
قولہ ہو اطلاق قولہ تعالی یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ فان المراد

یذکر اللہ ہو الخطبۃ علی ماذکرہ اہل التفاسیر وہو مطلق غیر مقید بالعربی فیکون کالتذکیر فی انہ لا یشترط
فیہ خصوصیۃ لسان دون لسان ویجاب من قبلہما ان الخطبۃ تشابہ الصلوۃ بل کانہا قائمۃ مقام
الصلوۃ فکما ان اذکار الصلوۃ لا یجوز لغیر العاجز بغیر العربیۃ کذلک لا یجوز الخطبۃ الا بالعربیۃ انتہی
اقول ہذا الجواب ضعیف جدا فانہ لا یستلزم من مشابہۃ الخطبۃ الصلوۃ ان یکون الخطبۃ کالصلوۃ
فی جمیع الاحکام کیف ولا یشترط فیہا الطہارۃ والاستقبال وغیرہما بخلاف الصلوۃ ولیست المشابہۃ
بینہما الا فی ایجاب الانصات والاستماع وترک ما یشغل عنہما عند قراءتہا فقط علی ان اذکار الصلوۃ
ایضا تجوز عند الامام بغیر العربیۃ کما نقلناہ عن الدر المختار اور پڑھنا خطبہ کا غیر لسان عربیہ میں
احیانا آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں الا کن یہ مواظبت
قراءت خطبہ عربیہ بطور عادت اور بضرورت لسان اور حاجت تفہیم وتذکیر سامعین خطبہ عجمی
مثل سائر تذکیر وتعلیم احکام دین کے کہ سواء عربی کے دوسری زبان میں ثابت نہیں اور اسیطرح
اشعار عربیہ یا فارسیہ وغیرہما خطبہ میں پڑھنا مکروہ تنزیہی خلاف سنت زائدہ ہے پس
اولی یہی ہے کہ خطبہ غیر زبان عربی میں نہ پڑھے تو مخالفت سنت اور خلاف ایمہ سے محفوظ رہے

واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم فقط | محمد عبد الغفار لکھنوی |

ہو المصوب جواب قاضی شیخ احمد صاحب نہایت صحیح درست ہے اور اوسکی مؤید
عبارت شاہ ولی اللہ دہلوی کی مصفی شرح موطا میں ہے و چون خطب آنحضرت وخلفاء وہلم
جرا ملاحظہ کردیم تنقیح آن وجود چند چیز است حمد وشہادتین وصلوۃ بر آنحضرت وامر بتقوی وتلاوت
آیۃ ودعا برای مسلمین ومسلمات وعربی بودن خطبہ انتہی بعد اوسکے اوسمین مرقوم ہے وعربی بودن
بجہت عمل مستمر مسلمین در مشارق ومغارب باوجود آنکہ در بسیاری از اقالیم مخاطبات عجمی بودند انتہی واللہ اعلم
حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

۱۹ استفتا کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز پنجوقتہ جو دعائیں کہ
منقول آئی ہیں اونکے سوا اور دعائیں جو کسیکو یاد ہوں پڑھے خواہ اپنی زبان میں خواہ
کسی اور زبان میں اپنے رب سے عرض معروض کرے یا جو ورود شریف چاہے پڑھے یا نہیں
اور عورت جو خاوند کے مردوں سے کے بدن سے ... کرتے ہیں اور دونوں ...

باہر نکالتی ہیں کس دلیل سے ثابت ہے بینوا توجروا

ہو المصوب اصل درباب وضع سجدہ عورتوں کے حدیث یزید بن ابی حبیب ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأۃ فی ذلک لیست کالرجل اخرجہ ابو داؤد فی کتاب المراسیل والبیہقی اور بعد نماز فرض و نفل وغیرہ کے اختیار ہے جو دعا چاہے جس زبان میں ہو پڑھے افضل یہ ہے کہ زبان عربی ہو واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا ٩٧ کیا فرماتے ہیں علمائے دین رحمکم اللہ کہ رفع یدین عیدین میں ساتھ ہر تکبیر کے اور نماز جنازہ میں احادیث صحیحہ سے ثابت ہے یا نہیں بینوا توجروا

ہو المصوب بخاری نے کتاب رفع الیدین میں نافع سے روایت کی ہے کان ابن عمر اذا صلی علی الجنازۃ وکبر رفع یدیہ اور بھی اونھیں سے روایت ہے انہ قال یرفع یدیہ فی کل تکبیرۃ علی الجنازۃ اور موسیٰ سے روایت کی روایت ابان بن عثمان یصلی علی الجنازۃ یرفع یدیہ فی اول التکبیرۃ اور اسیطرح قیس بن ابی حازم اور عمر بن عبد العزیز اور مکحول اور وہب بن منبہ اور زہری اور ابراہیم نخعی اور حسن سے روایت ہے اور بیہقی نے عمر رض سے نماز عیدین میں روایت کی ہے انہ کان یرفع یدیہ فی التکبیرات انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا ٩٨ بسم اللہ الرحمن الرحیم چہ میفرمایند علمای دین متین اندرین مسئلہ کہ نماز جمعہ در قریہ جائز است یا نہ بینوا توجروا

ہو المصوب اگرچہ از بعض احادیث صحیح بخاری وغیرہ معلوم می شود کہ در عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اقامت جمعہ در بعضے قری شدہ است مگر چون بروایت عبد الرزاق از حضرت علی لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع مرویست و قول صحابی در چنین امور در حکم مرفوع است ازین جہت حنفیہ در شروط جمعہ تمدن و تمصیر می گیرند و تفصیل در فتح القدیر وغیرہ والله اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا ٩٩ سوال اول ایک جماعت جمعہ کی ہو گئی دس پندرہ آدمی پیچھے سے آگئے

اوسی مسجد مین جمعہ اور خطبہ جماعت سے پڑھین یا ظہر جماعت سے ادا کرین یا کیا کرین ۔
ہو المصوب چونکہ تعدد جماعت جمعہ بمذہب صحیح جائز ہی اور بروز جمعہ ظہر پڑھنا اوس شخص کو
جسپر جمعہ فرض ہے نہین درست ہے اسوجہ سے لازم ہے اون لوگون کو کہ جماعت سے خطبہ
اور جمعہ ادا کرین مگر دوسری مسجد مین ہو تو اولی ہے اور اگر اوسی مسجد مین ہو تو بھی کچھ حرج نہین
واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

استفتا سوال دوم مشرکین قبر پرست و تعزیہ پرست کی جماعت ہو رہی ہے
کوئی اور شخص علیحدہ نماز بحالت ہونے اونکی جماعت کے ادا کرے یا وہ اوسیوقت علیحدہ یا
اونکے پڑھ چکنے کے بعد جمعہ و خطبہ اوسی مسجد مین ادا کرین جائز ہے یا ناجائز
ہو المصوب چونکہ حدیث صلوا خلف کل بر و فاجر اسپر دلالت کرتی ہے کہ امام اگر فاجر
بھی ہو تو اوسکے ساتھ نماز پڑھ لینا چاہیے اور مؤید اسکا صحابہ کا نماز جمعہ و پنجوقتہ ادا کرنا ہی
اون اشقیا کے پیچھے جنھون نے حضرت عثمان رض کو محصور کیا تھا جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ مین
مروی ہے اسوجہ سے جس مبتدع کی جماعت درجہ کفر تک نہ پہنچے اوسکی جماعت جب
ہو رہی ہو تو اوسمین شریک ہو جائے تنہا نہ پڑھے اور نہ اوسوقت دوسری جماعت قائم کرے
واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

استفتا سوال سوم کس مقدار مسافت کے سفر مین نماز کو قصر کرنا چاہیے یعنی
بموجب احادیث صحیحہ کسقدر مسافت ثابت ہوئی ہے کہ جس مین قصر جائز ہے بینوا توجروا
ہو المصوب احادیث مین کوئی حدیث مرفوع صحیح وارد نہین ہوئی کہ جس سے صراحۃ تقدیر
مسافت ثابت ہو اور صحابہ مختلف ہین ابن عمر اور ابن عباس وغیرہ سے مسافت دو روز مین
قصر درست ہے جیسا کہ موطا امام مالک اور سنن بیہقی وغیرہ مین مروی ہے مگر حنفیہ نے تقدیر
تین روز کی اس حدیث سے کی ہے جو کہ سنن وغیرہ مین باسانید صحیحہ مروی ہے یمسح المقیم یوما و لیلۃ
والمسافر ثلثۃ ایام و لیالیہا کی ہے کیونکہ اس حدیث مین مسح خفین
کی اجازت ہر مسافر کو تین روز تک دی گئی اور یہ ممکن نہین بدون اسکے کہ سفر شرعی اسقدر ہو واللہ اعلم
حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

استفتا واسطے مشغولین معاملات دنیا کسقدر رعایت اور آسانی بلحاظ وقت ہوسکتی ہے بعض قوم اہل ہند شیر فروشی کا پیشہ کرتے ہین اور وہ بعذر پڑ جانے چھینٹ موت گوبر گاے بھینس کے کپڑون پر تارک الصلوۃ ہو جاتے ہین اور بعض انگریزون کے خانساماں خدمتگار رہوتے ہین وہ عذر عدیم الفرصتی کے علاوہ یہ عذر رکھتے ہین کہ صاحب لوگونکو خراب دیتے وقت چھینٹین گرتی ہین یا پانی برتنون کا کپڑون پر پڑتا ہے یا خنزیر لوٹھانا پڑتا ہی نماز نہین پڑھتے یا بعض ملازمان کچہری ہین وہ اسی عذر سے نماز ظہر و عصر کو ترک کرتے ہین کہ اوسوقت حضوری حکام پر کثرت کام ہوتی ہے اگر موقع فرصت ہاتھ آتا ہے تو ایک وقت موقع لگ سکتا ہے کبھی ظہر کو فرصت ہوسکتی ہے کہ صرف چند رکعت ادا کرلین یا کبھی ظہر کو نہین عصر کو اسقدر فرصت ممکن ہو جاتی ہے اور وہ لوگ اس عذر سے دونون نماز نہین پڑھتے اگرچہ خوف معبود حقیقی کا سبکو لگا ہوا ہے اور سب چاہتے ہین کہ اپنے معبود کے مواخذہ سے نجات ملے اور معاش دنیا بھی ہاتھ سے نجاوے گو کہ رازق مطلق اللہ سبحانہ ہے پر از شرط عقل است جستن از درہا کی قید مین پھنسے ہین ایسا صبر و استقلال نہین اور نہ معقول روزگار ہاتھ لگ سکتے ہین ایسے حالات مین بعذرات مندرجہ بالا پیشہ وران مندرجہ بالا کیونکر وعید شدید معبود حقیقی سے سبکدوش ہوسکتے ہین اور بعذر عدیم الفرصتی ان حالات مین جمع صلوتین کرسکتے ہین یا نہین اور اس قسم کے پیشہ ورون کے لیے کہانتک آسانی ہوسکتی ہی کہ وہ بفکر نماز فریضہ ادا کیا کرین

ہو لمصوب اصحاب شغل و معاملات کو کہ بسبب اشتغال کے رکعات زائدہ ادا نہین کرسکتے ہین اسقدر آسانی ہوسکتی ہے کہ فرائض و واجبات پر بعذر عدم الفرصت اکتفا کرلیا کرین اور سنن ترک کردین مگر سنت فجر کہ اسکے باب مین بہت تاکید وارد ہوئی اور کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایدعہا فی سفر ولا حضر اسمین وارد ہے اور جمع بین الصلوتین کی بدون عذر مرض و سفر وغیرہ کے اجازت نہ دیجاوے ہرچند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح مسلم وغیرہ مین جمع بغیر سفر ولا مطر ولا عذر مروی ہے مگر اکثرون کے نزدیک وہ جمع صوری پر محمول ہے اور بعض محدثین اگرچہ بدون کسی عذر کے جمع حقیقی جائز رکھتے ہین مگر وہ یہ شرط کرتے ہین کہ عادت نہو نہ بنا وے احیانا اگر ہو وے تو کچھ مضائقہ نہین لیکن عوام کو اجازت دینے مین احتمال قوی عادت کا ہے

واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی — محمد عبد الحی ابو الحسنات

استفتا در نماز عیدین رفتن بصحرا سنت موکدہ است یا مستحب بینوا توجروا

ہو المصوب بعض فقہاء قائل باستحباب آن شدہ اند ولیکن صحیح و معتبر نزد ایشان بودنش سنت موکدہ است در بحر الرائق از تجنیس نقل میسازد الخروج الی الجبانۃ سنۃ لصلوۃ العیدین وان کان یسعہم المسجد الجامع عند عامۃ المشائخ ہو الصحیح انتہی و تجنیس سست در بزازیہ و جامع الرموز و منح الغفار شرح تنویر الابصار وغیرہ و از کتب احادیث ثابت ست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دائما برای نماز عیدین بصحراء تشریف بردند و فی عمرہ بجز یک مرتبہ بعذر بارش گاہے در مسجد خود کہ از جملہ اماکن بدرجہا افضل است نماز عیدین ادا نفرمودہ اند و خلفاء راشدین ہم برین مواظبت فرمودہ اند و این مواظبت نہ بر سبیل عادت بود و نہ بوجہ ضرورت بلکہ علی سبیل العبادت تا بوجہ کثرت جمعیت تزاید ثواب گردد و شوکت اسلام ظاہر گردد و ہذا آیۃ السنیۃ علی سبیل التاکید واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی — محمد عبد الحی ابو الحسنات

استفتا ما قولکم رحمکم اللہ درین باب کہ خروج الی الجبانہ برای نماز عیدین سنت موکدہ است یا نہ بینوا توجروا

الجواب خروج الی الجبانہ برای نماز عیدین سنت موکدہ است چنانچہ محشی شرح وقایہ مولوی عبد الحی صاحب دام فیضہ بر حاشیہ شرح وقایہ کہ عمدۃ الرعایہ است تحریر فرمودہ اند

قال فی شرح الوقایہ حسب یوم الفطر ان یاکل قبل صلوتہ ویستاک ویغتسل ویتطیب ویلبس احسن ثیابہ ویودی فطرتہ ویخرج الی المصلی غیر مکبر جہرا فی طریقہ انتہی قولہ ندب ای سنۃ الجمل من التحبیب والمراد بہ اعم من السنۃ المؤکدۃ والمستحب فان بعض الامور المذکورۃ معدود من السنن المؤکدۃ کالغسل وغیرہ (قولہ ویستاک) ہذا من سنن الجامعۃ عند کل وضوء ومستحب عند کل صلوۃ فیکون مستحبا وسنۃ الجنانی العیدین بالطریق الاولی (قولہ ویودی فطرتہ) بالکسر ای صدقۃ الفطر وہو وان کان اداءہا واجبا لکن اداؤہ قبل الخروج الی المصلی مسنون ہو المنقول ... عن ابن عمر قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفطر ان

يوم ويوما قبل خروج الناس الى الصلوة اخرجه البخاري ومسلم قوله لا يخرج الى المصلى بصيغة المفعول هو موضع في الصحراء يصلي فيه صلوة العيدين ويقال له الجبانة ومطلق الخروج من بيته الى الصلوة وان كان واجبا بناء على ان ما يتم به الواجب واجب لكن الخروج الى الجبانة سنة مؤكدة وان وسعهم المسجد الجامع فان صلوا في مساجد المصر من غير عذر جازت صلوتهم وتركوا السنة هذا هو الصحيح كما في الظهيرية وفي الخلاصة والخانية السنة ان يخرج الامام الى الجبانة ويستخلف غيره ليصلي في المصر بالضعفاء بناء على ان صلوة العيدين في موضعين جائزة بالاتفاق انتهى وفي الاصل فيه ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يخرج الى المصلى ولم يصل صلوة العيدين في مسجده مع شرف الامرة الا بعذر المطر كما بسطه ابن القيم في زاد المعاد والقسطلاني في المواهب اللدنية وغيرهما والاحاديث في هذا الباب مخرجة في كتب السنن وغيرها وقد وقع النزاع بين العلماء في عصرنا في ان الخروج الى المصلى امر مستحب فافتى الزاهم بانه سنة مؤكدة وهذا هو القول المنصور الموافق للكتب الاصول والفروع المطابق لما عليه الجمهور وقيل انه مستحب وهو قول باطل لا وجه له وافرط بعضهم فقال انه واجب وهو قول مردود اغيره به والتفصيل مقام آخر انتهى وقال في الدر المختار وندب يوم الفطر اكله الى قوله واداء فطرته صح عطفه على اكله لان الكلام كله قبل الخروج ومن ثم اتى بكلمة ثم خروجه ليفيد تراخيه عن جميع ما مر ماشيا الى الجبانة وهي المصلى العام والواجب مطلق التوجه فالخروج اليها اي الى الجبانة لصلوة العيد سنة وان وسعهم المسجد الجامع وهو الصحيح ذا المجيب مصيب فيما اجاب محمد عباس

على هذا الجواب موافق للسنة والكتاب حرره الفقير محمد محسن البجنفوري

الجواب صحيح والراي نجيح لا شبهة في ان مقتضى الادلة الشرعية هو كون الخروج الى المصلى سنة مؤكدة والقول بالاستحباب ليس بمعتبر عند اولي الالباب حرره الراجي عفو ربه القوي

ابو الحسنات محمد عبد الحي تجاوز الله عن ذنبه الجلي والخفي

استفتاء ما قولكم ايها العلماء في ان رجوع الامام ابي حنيفة عن تقدير وقت الظهر بالمثلين ثابت ام لا وايضا قولا هو المصحوب لهم هو ثابت بتصريح جمع من الفقهاء ... الى المثل اقوى افتى جمع من الحنفية بقول ابي يوسف ومحمد من ان انتهاء وقت الظهر صيرورة الظل مثله فقد ذكر في

خزانة الروايات عن ملتقى البحار ان اباحنيفة قد رجع فى خروج وقت الظهر ودخول وقت العصر الى قولهما انتهى وفى مواهب اللطيفة شرح مسند ابى حنيفة للشيخ عابد السندى قد الف الشيخ ابن نجيم صاحب البحر رسالة لتائيد مذهب ابى حنيفة فى هذه المسئلة واستدل على مطلوبه بادلة متعددة واجاب عنها ابو الحسن السندى فى حاشية فتح القدير لابن الهمام لكن لما رايت رجوع ابى حنيفة الى قول الجمهور ما وسعنى ذكر شىء من الادلة والجواب عنها روما للاختصار مع انه روى فى المسئلة روايات متعددة عن الامام فمنها رواية صيرورة الظل مثليه ومنها رواية المثل انتهى وفى رسالة النصر فى ذكر وقت صلوة العصر للسيد احمد دحلان مفتى الشافعية بمكة المعظمة ممن نقل ايضا رجوع الامام الى قول صاحبيه صاحب الفتاوى الشامى وصاحب كتاب الانيس وصاحب الجوهر المنير شرح تنوير الابصار وذكره ايضا فى زيادات الهندوانى على مستدرك الشيبانى فى باب الحل كله وما لا يحل قال وقد صح رجوع ابى حنيفة عن قوله الاحل اكل لحوم الخيل وخروج وقت الظهر وممن نقل الرجوع ايضا صاحب الصراط القويم انتهى والله اعلم حرره الراجى عفو ربه القوى ابو الحسنات

محمد عبد الحى تجاوز الله عن ذنبه الجلى والخفى

۲۰۶

استفتا علماى اسلام وفقهاى كرام كثر الله امثالكم بيان فرمايند كه در كره قطبين شمالى وجنوبى كه آفتاب عالمتاب تا شش ماه غروب نميكند و تا شش ماه ديگر تمام ظلمات و تاريك است فرائض صوم وصلوة را چگونه ادا بايد نمود و در ممالك قريب وجوار قطب شمالى كه در آنجاها آبادى است وطول روز بيست ساعت مى شود اگر ماه مبارك رمضان درچنين اوقات اتفاق افتد اداى روزه كه باعث هلاك نفس شود چگونه بايد كرد عنايت فرموده حكم با انزل الله را در صدد اين استفتا رقم و مزين فرمايند بينوا توجروا | تاریخ ۲ شوال ۱۳۰۳ ہجری

هو المصوب مخفى نماند كه نصوص احكام مثل صوم وصلوة وغيره عامه اند جميع مكلفين جميع بلاد در جميع ازمان با آنها مكلف اند باختلاف اقاليم وطول نهار وغيره در فرضيت صوم رمضان تخللى نخواهد شد و آنچه بخيال ميگذرد كه در ان بلاد كه طول نهار بغايت رسيده صوم رمضان در انجا در همچو ايام موجب هلاكت نفس است پس اينكه مدبر دو جهان و خلاق كون و مكان همچنانكه احكام خود را عام كرده همچنان بنده را كه در ان اداى صوم خارج از طاقت بشريه معلوم مى شود

مسکن بنی آدم نگردانیده محققان فن جغرافیه تصریح کرده اند که آخر عمارت
عرضش از خط استوا شصت و سه درجه است و بعضے در عرض شصت و چ
قابل وجود عمارت شمرده اند و در ائمہ متاخره چنانکه در ناظورة الحق وغیره
شصت و شش نشان عمارت یافته شد علاوه ازین محل اشتقاق باختلاف تا
اقالیم و بلاد و اختلاف قوی و امزجة انسانیه مختلف می شود نمی بینی که بلغار که در ا
است و در وسط آن اقلیم نهار طول شانزده ساعت می شود و در بلغار در ایام صیف شب
انقدر قصیر می شود که در بعض ادوار شمسیه چنین که شفق غروب می سازد صبح صادق طلوع می شود
و آنجا اهل اسلام بماه رمضان خواه در صیف واقع شود خواه در شتا روزه میدارند و آفاقیان
که در آنجا وارد می شوند هم روزه دار می شوند و کسی هلاک نمیشود مورخ مغربی ابن بطوطه که از
رجال مائة ثامنة است در رحلت خود که مسمی به تحفة النظار فی غرائب الامصار است می نویسد

وکنت سمعت بمدینة بلغار فاردت التوجه الیها لاری ما ذکر عنها من انتهاء قصر اللیلة بها وهو وصلتها

فی رمضان فلما صلینا المغرب فطرنا و اذن بالعشاء فی اثناء افطارنا فصلیناها و صلینا التراویح
والشفع والوتر و طلع الفجر اثر ذلک انتهی والله اعلم حرره الراجی عفو ربه القوی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی و الخفی

استفتا کیا فرماتے ہیں علمای دین اس مسئلہ میں کہ بعض رسائل میں لکھا ہے
کہ وتر کی پہلی رکعت فرض ہے دوسری سنت تیسری واجب آیا یہ صحیح ہے یا نہیں بینوا توجروا
ہو المصوب یہ قول محض غلط ہے اسوجہ سے کہ وتر تین رکعت ایک نماز ہے
اسکی بعض رکعات کا فرض ہونا اور بعض کا واجب ہونا اور بعض کا سنت ہونا ممکن نہیں
کتب معتبرہ میں اسقدر مذکور ہے کہ نماز وتر تین رکعت امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہے
اور صاحبین کے نزدیک سنت ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی
ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی

استفتا ایک مسلمان نے نماز عمر بھر نہ پڑھی پھر بعد مدت دراز کے وہ مرگیا
پس اوسکی غسل و جنازہ وغیرہ کی نسبت کیا حکم ہے

خزانۃ المفتین [illegible] منسوب اوسکا غسل و نماز وغیرہ سب انتظام موافق مسلمانوں کے ہوگا
حدیث میں وارد ہے صلوا علی کل بر و فاجر واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات
محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی
محمد عبد الحی
ابو الحسنات

استفتا کیا فرماتے ہیں علمای کرام و فقہای عظام اس مسئلہ میں کہ اگر بروز عید الفطر
بوجہ کثرت بارش مسلمانوں کا اجتماع نہو سکے تو دوسرے روز بھی نماز عید پڑھنا جائز ہے
یا نہیں اور اگر جائز ہے تو صورت ادا کیا ہے یعنی ہو چکا اس نمازیوں کے ساتھ جو اوس وقت
مساجد میں جمع ہوجاویں نماز پڑھ لیں یا دوسرے روز ہمراہی مجمع کثیر مسلمانان شہر و حوالی
شہر نماز ادا کریں اور نیز دوسرے روز جو نماز ہوگی وہ اپنے وقت پر ہوگی یا بعد وقت یعنی
ادا ہوگی یا قضا یا اختلاف ہے اگر اختلاف ہے تو ترجیح کس قول کو ہے بینوا توجروا
ہو المصوب بعذر مطر وغیرہ اگر اول روز نماز عید نہو تو دوسرے روز پڑھنا چاہیے
مگر ادا ہوگی یا قضا اس باب میں دو قول فقہا کے ہیں جیسا کہ جامع الرموز میں ہے و لعلہ
[illegible] اختلاف الروایتین [illegible] الاصل [illegible]
فی مختصر الکرخی انتہی اور رد المحتار میں کتاب الاضحیہ میں زیلعی وغیرہ سے قضا ہونیکا قول نقل کیا
اور باب العیدین میں لکھا ہے و تکون قضاء لا اداء کما فی الاضحیۃ و حکی القہستانی قولین انتہی
پس بوجہ اس اختلاف کے اولی یہی ہوگا کہ اول ہی روز نماز عید ادا کیجاوے اور تائید اسکے
نقل سے ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ بارش کے عیدگاہ تشریف لیجا نہ سکے
اور اول ہی روز آپنے مسجد میں نماز عید ادا کی کما ہو مصرح فی کتب الحدیث والسیر واللہ اعلم
حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی
محمد عبد الحی
ابو الحسنات

استفتا [illegible] کیا فرماتے ہیں علمای دین اس مسئلہ میں کہ تکرار جماعت کا مسجد میں درست ہے یا نہیں بینوا توجروا
[illegible] جماعت ثانیہ کی بعد تحریمہ جماعت اولی کے یہ حدیث ہے جو
[illegible] سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابصر رجلا
[illegible] فقال [illegible] الا رجل یتصدق علی ہذا فیصلی معہ فقام رجل فصلی معہ [illegible] اسکے اثر حضرت
انس رضی اللہ عنہ [illegible]

تعلیق کے مذکور ہے انہ دخل مسجد بنی رفاعۃ فصلی فیہ فاذن واقام فصلی بجماعۃ اور ظاہر الروایۃ
حنفیہ کے نزدیک اگرچہ تکرار جماعت کی کراہت ہے مگر مفتی بہ یہ ہے کہ جماعت اولی کی
ہیئت وکیفیت پر اگر ثانیہ نہو تو درست ہے بلا کراہت اور روایت کراہت بھی مقید
ومشروط ساتھ چند شروط کے ہے درمختار شرح تنویر الابصار میں ہے یکرہ تکرار الجماعۃ
باذان واقامۃ فی مسجد محلۃ لا فی مسجد طریق او مسجد لا امام لہ ولا مؤذن انتہی اور خزائن الاسرار
شرح تنویر الابصار میں ہے یکرہ تکرار الجماعۃ فی مسجد محلۃ باذان واقامۃ الا اذا صلی بہما فیہ اولا
غیر اہلہ او اہلہ لکن بمخافتۃ الاذان ولو کرر اہلہ بدونہما او کان مسجد طریق جاز اجماعا کما فی مسجد
لیس لہ امام ولا مؤذن ویصلی الناس فیہ فوجا فوجا انتہی اور منبع شرح مجمع میں ہے التقیید
بالمسجد المختص بالمحلۃ احتراز عن الشارع وبالاذان الثانی احتراز عما اذا صلی فی مسجد المحلۃ جماعۃ
بغیر اذان حیث یباح اجماعا انتہی اور رد المحتار میں باب الاذان میں مسطور ہے فلو دخل
جماعۃ المسجد بعد ما صلی اہلہ فیہ فانہم یصلون وحدانا وہو ظاہر الروایۃ ظہیریۃ وفی آخر شرح المنیۃ
وعن ابی حنیفۃ لو کانت الجماعۃ اکثر من ثلاثۃ یکرہ التکرار والا فلا وعن ابی یوسف اذا لم تکن
علی الہیئۃ الاولی لا تکرہ والا تکرہ وہو الصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الہیئۃ کذا فی البزازیۃ
وفی التاتارخانیۃ عن الولوالجیۃ وبہ ناخذ انتہی ان عبارات سے ظاہر ہوگیا کہ جو لوگ
مطلقا جماعت ثانیہ کو مکروہ سمجھتے ہیں قول اونکا غلط ومخالف قول مفتی بہ ہے اور یہ خیال
کہ تکرار جماعت میں تقلیل جماعت اولی کی ہے خیال باطل ہے اسوجہ سے کہ یہ امر جب
لازم آویگا کہ کسی مسجد میں تقرر تکرار جماعت کا کر دیا جاوے کہ ہر وقت دو جماعت یا تین جماعت
ہوا کریں اس حالت میں البتہ جماعت اولی کے اہتمام میں فرق ہوگا اور جبکہ تقرر ایک ہی
جماعت ہو اور اتفاقا کچھ لوگ اوسمیں نہووے تو اونکو جماعت کرنے سے کوئی مانع شرعی
نہیں ہے خصوصا جبکہ جماعت ثانیہ کا امام مقام قیام امام اولی میں نہ کھڑا ہو اور یہ گمان کہ
اگر جماعت ثانیہ مشروع ہوتی تو صلوۃ خوف حالت خوف میں بطریق معہود مشروع
نہوتی کیونکہ ممکن تھا کہ طائفہ بعد طائفہ جماعت سے نماز پڑھ لیا کریں یہ گمان غلط ہے اسوجہ سے
کہ مقصود شرعی صلوۃ خوف سے یہ ہے کہ سب کا درجہ ایک ہی ہو وقت فضیلت سے فارغ ہوسکے

اور امور مین مصروف ہو وین اور یہ امر تعینہ جماعت سے نہین ہو سکتا ہے اس سبب سے
انتظام بعد یہ صلوۃ خوف کے واسطے مقرر کیا خلاصہ یہ ہے کہ جماعت ثانیہ اتفاقیہ کے کراہت کی
کوئی وجہ معتد بہ نہین ہے علی الخصوص جبکہ جماعت اولی کی ہیئت پر نہووے ومن ادعی
فعلیہ البیان لیواضح البرہان واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی
تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین اس مسئلہ مین کہ خطبہ عربی زبان مین پڑھنا
چاہیے یا فارسی اردو وغیرہ مین تاکہ سامعین جو عربی زبان سے واقف نہین اوسکا مطلب
سمجھ لیوین اگر کچھ عربی اور کچھ غیر عربی یعنی پڑھے اوسکا ترجمہ فارسی یا اردو مین کرے تو درست ہی یا نہین
جواب مولوی صاحب خطبہ عربی مین پڑھنا سنت موکدہ ہے اوسکو غیر عربی مین پڑھنا
یا فارسی اردو وغیرہ اوسکے ساتھ خلط کرنا نظم ہو یا نثر مکروہ ہے اور عوام کی تفہیم کیواسطے
وعظ مقرر ہے خطبہ کو طریقہ ماثورہ سے بدلنے کی کوئی ضرورت نہین تفصیل اس مسئلہ کی بیچ
رسالہ آکام النفائس مین موجود ہے جسکو شوق ہو اوسکا مطالعہ کرے **اعتراض اول**
مولوی صاحب آپ فرماتے ہین کہ اردو خطبہ پڑھنا مکروہ ہے معلوم نہین کہ یہ کہان اور کس مقام
مین لکھا ہے شرح وقایہ عربی اور کنز فارسی مین تو صاف لکھا ہے کہ درست ہے کیونکہ اسمین
قرآن نہین لیکن علاوہ مفتی میان جان احمد صاحب اپنے فتوے مین فرماتے ہین کہ بیشک
اردو خطبہ پڑھنا درست ہے بالاتفاق جب اس صورت مین مولوی صاحب آپ فرمائیے کہ
کسکو تسلیم کیا جاوے کیونکہ ایک تو پڑھنے کا حکم دیتا ہے اور ایک نہ پڑھنے کا حکم دیتا ہے
ہم بیچارے کیا عمل ہو آپ ہی خیال فرمائیے بقول شخصے (ذری سلی انی لوہین بھی آتا کانی)
اعتراض دوم مولوی صاحب جب لوگ عربی زبان سے واقف نہون تو ہندی زبان بھی
[illegible] کیون درست نہین اگر خطبہ زبان اردو مین خواہ نظم یا نثر
[illegible] درست ہوتا تو اس آیت کا نزول کیون ہوتا وما ارسلنا من رسول
[illegible] اسکو کسی دلیل قوی اور حدیث معتبر یا لسان صحابہ سے ثابت فرمائیے
[illegible] مولوی صاحب خطبہ سے مقصود کیا ہے اور خطبہ کس واسطے مقرر کیا گیا ہے

اگر خطبہ پڑھنے سے یہ مقصد ہو کر اوس سے احکام دینی کا پہنچانا ہو تو بیشک اردو مین پڑھنا
درست ہے کیونکہ زبان عربی مین پڑھنے سے یہ مقصد حاصل نہین ہوتا

ہو المصوب (جواب اعتراض اول) تمام کتب فقہ مین خطبہ پڑھنا بزبان غیر عربی
فارسی ہو یا اردو جائز لکھا ہے بعضون نے اسکو متفق علیہ امام ابو حنیفہ اور صاحبین کا
لکھا ہے اور بعضون نے عاجز عن العربیۃ کے حق مین جواز اتفاقا اور قادر علی العربیۃ کے
حق مین جواز صرف امام اعظم کے نزدیک لکھا ہے لیکن اس حکم مین اور حکم کراہت مین کچھ
منافات نہین ہے صدہا جگہہ فقہاء یجوز و یصح لکھتے ہین اور غرض اونکی نفس اجزاء و کفایت
و جواز بالمعنی الاعم ہوتی ہے نہ اباحت مطلقہ خالیہ عن الکراہۃ چند عبارات بطور نمونہ
پیش کیے جاتے ہین کہ جنسے معلوم ہو جاویگا کہ فقہاء کا صرف کسی فعل کو درست یا صحیح لکھدینا
اوسکی کراہت کی نفی نہین کرتا ہے عبد النبی بن ملا عبد القدوس گنگوہی رسالہ رد صلوۃ
قوال مین بحث تکبیر بالفارسیۃ مین لکھتے ہین لم تثبت دلیل قاطع علی اشتراط العربیۃ فی
التکبیر اذ المقصود الاصلی من التکبیر ہو التعظیم و ہو یحصل بای لغۃ کان و مع ہذا ذکر السغناقی انہ
یجوز و یکرہ عند ابی حنیفۃ انتہی اور محمد امین شامی رد المحتار علی الدر المختار مین بحث دعاء بغیر
العربیۃ مین لکھتے ہین لا یبعد ان یکون الدعاء بالفارسیۃ مکروہا تحریما فی الصلوۃ و تنزیہا خارجہا
فلیتامل و لیراجع فان الظاہر ان الصحۃ عند الامام لا تنفی الکراہۃ عندہ انتہی اور در مختار مین
کتاب البیوع مین ہے و کرہ تحریما مع الصحۃ البیع عند الاذان الاول انتہی اور حموی حاشیہ
اشباہ و النظائر مین کتاب الشرکۃ مین تحت تفصیل شرکت مع الکفار کے لکھتے ہین قال فی
البدائع یکرہ للمسلم ان یشارک الذمی و لو شارکہ شرکۃ عنان جاز لما ہو کلہ انتہی و قولہ جاز ای
صح مع الکراہۃ انتہی اور رسالہ آداب المفتیین مین مرقوم ہے قد یذکر الجائز و یراد بہ جواز نفس
الفعل بصحۃ الفعل انتہی اور بھی اوسمین دوسرے مقام مین مرقوم ہے فی النہایۃ الکراہۃ تطلق
علی الجائز و غیرہ و فی النہایۃ فی کتاب الطلاق الاباحۃ و الجواز شیئان مختلفان الا تری ان ضد
الاباحۃ الکراہۃ و ضد الجواز الحرمۃ فیقتضی تغایر الاشیاء تغایر کل ضد منہما عن الآخر الا تری
ان البیع وقت النداء جائز و لیس بمباح و ذلک لان الاباحۃ انما کانت عبارۃ عن عدم الکراہۃ

احتمل ان یکون الشیء جائزا مع الکراہۃ التی ہی ضد الاباحۃ وہذا کثیر النظیر فان جمیع صلوۃ النہی من الافعال العزیمۃ کذلک کالصوم یوم النحر وغیرہ وفی خزانۃ المفتیین طرح اللقمۃ مباح ولکن یکرہ من طریق الادب انتہی اور بھی اوسمین دوسرے مقام مین مرقوم ہے قد اطلق الجائز علی النافذ لا ضد الحرمۃ انتہی ان عبارات سے اور ایسے ہی اور عبارات فقہیہ سے صاحب علم وسیع وفہم صحیح پر مخفی نرہیگا کہ کتب فقہ مین کسی فعل پر یجوز یا یصح موجود ہونے سے اوسکی کراہت تحریمیہ کی نفی نہین ثابت ہوتی ہے پس اس بیان سے خوب واضح ہوگیا کہ خطبہ غیر عربیہ کی کراہت کا حکم مخالف اقوال فقہاء کے کسی طرح سے نہین کیونکہ مراد اونکی حکم جواز وصحت سے اس بحث مین صرف اسیقدر ہے کہ خطبہ جو نماز جمعہ کے واسطے شرط ہے وہ زبان عربی کے ساتھ مقید نہین غیر عربی مین اگر پڑھیگا تو نفس ادای شرط کیواسطے کافی ہوجائیگا اور اس سے یہ ثابت نہین ہوتا ہے کہ غیر عربی مین پڑھنا بالکلیہ مباح ہے کراہت سے بالکلیہ منزہ ہے اور وجہ کراہت ظاہر ہے کہ مواظبت نبویہ وصحابہ کے خلاف ہے پس اوسکے خلاف سنت وبدعت ہونے مین کسکو شک ہے اور خلاف سنت موکدہ اور بدعت ضالہ کا مکروہ تحریمی ہونا اصول فقہ مین مقرر ہے اگر یہ شبہ ہو کہ زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ مین تبدیل خطبے کی ضرورت نہ تھی بوجہ اسکے کہ اہل اسلام عرب تھے تو اوسکا دفع یہ ہے کہ بلاد عجم زمانہ صحابہ مین فتح ہوئی یہانتک کہ شہر کابل حضرت عثمان رضہ کے عہد مین مفتوح ہوگیا تھا جیسا کہ سنن ابو داؤد وغیرہ مین روایت اوسکی موجود ہے اور ظاہر ہے کہ ان بلاد مین صدہا بلکہ ہزارہا عجم وہ تھے کہ زبان عربی نہین سمجھتے تھے پس باینہمہ صحابہ کا تبدیل زبان خطبے کا اہتمام نکرنا دلیل مستحکم اس امر پر ہے کہ خطبہ عربی مین پڑھنا سنت موکدہ ہے اور غیر عربی مین بدعت وخلاف سنت ہے

جواب اعتراض دوم اس آیت وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ کو مانحن فیہ سے کچھ تعلق نہین ہے اسوجہ سے کہ اس آیت کا مفاد اسیقدر ہے کہ ہر رسول پر جو کتاب نازل ہوئی وہ اوسی کے قوم کی زبان مین نازل ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ بعثت آپکی عام ہے اور تمام انس وجن آپکی امت ہیں مگر اول مین گروہ آپکی عرب ہے اسیوجہ سے کتاب آپ پر بزبان عربی نازل ہوئی تفسیر بیضاوی مین مرقوم ہے وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ الا بلغۃ قومہ الذی ہو منہم وبعث فیہم لیبین لہم ما امروا بہ فیفہموہ عنہ بیسر

وسرعة فهم ينقلوه ويترجموه الى غيرهم فانهم اولى الناس اليه بان يدعوهم واحق بان ينذرهم ولذلك
امر النبي صلى الله عليه وسلم بانذار عشيرته اولا ولو نزل على من بعث الى امم مختلفة كتب على السنتهم استقل
ذلك بنوع من الاعجاز ولكن ادى ذلك الى اختلاف الكلمة واضاعة فضل الاجتهاد في تعلم الالفاظ
ومعانيها والعلوم المتشعبة منها انتهى اور تفسير ابن كثير مین مرقوم ہے فقد قيل في هذه الآية اشكال
لان النبي صلى الله عليه وسلم ارسل الى الناس جميعا بل الى الجن والانس ولغاتهم متباينة والسنتهم
مختلفة واجيب بانه وان كان مرسلا الى الثقلين لكن انما كان قومه العرب وكان اخص به
واقرب اليه كان ارساله بلسانهم اولى من ارساله بلسان غيرهم وهم يبينونه لمن كان على غير لسانهم
ونحوه انتهى اور اسیطرح اور تفاسیر معتبرہ مین موجود ہے اور اگر قوم سے اس آیت مین مطلق
امت مراد لیجاوے جیسا کہ بعض مفسرون کی رای ہے پس باوجود اسکے کہ وہ قول ضعیف ہے اگر
ثابت ہوگا اس سے تو اسیقدر ثابت ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر زبان پر قدرت تھی
اور ہر گروہ کو آپ اوسکی زبان مین سمجھا سکتے تھے اور اس سے یہ نہین ثابت ہوتا ہے کہ جو اذکار
وشعائر اسلام کے ہین مثل اوسکے خطبہ بھی ہے زبان عربی مین منقول ہوئی اوسکی تغییر اور لوگون کو
جائز ہو اور سنو اگر ایسی ہی تغییر کا جواز ہو تو پہلے قرآن کی تغییر لازم ہوگی اسوجہ سے کہ مقصود اوسکے انزال سے
ہدایت عامہ ہے پس لازم آتا ہے کہ اوسکا ترجمہ پڑھنا نماز مین درست ہوجاوے **جواب**
اعتراض سوم مقصود اصلی خطبہ جمعہ وغیرہ سے نفس ذکر الہی ہے نہ تعلیم احکام دینیہ اسوجہ سے
قرآن پاک مین ارشاد ہوا ہے اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله اور ہدایہ
و در مختار بلکہ تمام کتب فقہ مین بحث خطبہ مین وکفت تحمیدة او تهلیلة او تسبیحة موجود ہے کہ جس سے
ثابت ہوتا ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اگر خطبہ صرف سبحان اللہ یا الحمد للہ یا لا الہ الا اللہ وغیرہ
کو ادا کریگا کافی ہوگا مگر کراہت لازم ہوگی اور صاحبین کے نزدیک لابد من ذکر طویل تفصیل اسکی
جسکو شوق ہو وہ در مختار و ہدایہ اور اوسکے حواشی مین مطالعہ کرے پس اگر مقصود اصلی خطبہ مین
تعلیم احکام دینیہ و تبیین احکام شرعیہ ہوتا تو صرف ادنی ذکر یا مجرد ذکر طویل سے کیونکر خطبہ ادا ہوجاتا
اور اللہ تعالی صرف الی ذکر اللہ کے لفظ پر کیون کفایت فرماتا پس ظاہر ہے کہ اگر کوئی واعظ و ناصح
بغرض وعظ و امر بالمعروف و نہی عن المنکر منبر پر چڑھے اور صرف ذکر کرکے اوتر آوے کوئی اوسکو

واعظ ذکر کیگا اور اسکے ذکر و فکر کو اگرچہ طویل ہو کوئی شخص حفظ نہ سمجھے گا اور اسیوجہ سے فقہا
خطبہ میں تعلیم احکام دینیہ کو مندوب لکھتے ہیں جیسے ذکر خلفاء راشدین و دعاء و منقبت صحابہ وغیرہم
بغیر خطبہ خلاصہ یہ ہے کہ مقصود اصلی جہاں تعلیم احکام ہو وہاں عالم کو زبان متعلمین میں تعلیم کرنا درست
ہوگا اور خطبہ کا اصل مقصود ذکر ہے اور وہ زمان آنحضرت و صحابہ و تابعین وغیرہم میں بزبان
عربی ثابت ہے اور باوجود ضرورت و احتیاج کے کسی سے اسکی تغییر منقول نہیں ہے پس خطبہ
پڑھنا غیر عربی میں بالضرورت بدعت و خلاف سنت موکدہ و مکروہ ہوگا اور جو شخص اسکے عدم
کراہت کا مدعی ہو اوسپر لازم ہے کہ کوئی دلیل معتد بہا اسکی بیان کرے اور استناد اوسکا فقہا کے
قول یجوز یا یصح وغیرہ سے محض لغو ہے واللہ اعلم وعلمہ احکم حررہ الراجی عفو ربہ القوی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتاء کتب ذلک سنہ ۱۳۰۳ھ فی لکھنؤ فی مجالس الابرار فی صفۃ صلوۃ العید اذا دخل
وقت الصلوۃ صلی الامام بالناس رکعتین بلا اذان و اقامۃ یکبر اولا للافتتاح ثم یضع یدیہ تحت
سرتہ ثم یثنی ثم یکبر ثلث تکبیرات یفصل بین کل تکبیرتین بقدر ثلث تسبیحات لانہا تقام بجمع عظیم
و بالموالات یشتبہ علی من کان بعیدا و یرفع یدیہ عند کل تکبیرۃ و یرسلہما فی اثنائہن ثم یضعہما تحت سرتہ
بعد الثالثۃ و یتعوذ و یسمی و یقرء الفاتحۃ و سورۃ ثم یکبر و یرکع فاذا قام الی الرکعۃ الثانیۃ یبدأ
بالقراءۃ ثم یکبر بعدہا ثلثا یفصل بینہن بقدر ما ذکرنا و یرفع یدیہ و یرسلہما عند کل تکبیرۃ لیس
ہہنا وضع ثم یکبر و یرکع انتہی فقط یقول عبیدہ العاصی بانواع المعاصی ابو الحسنات
اللکنوی محمد عبد الحی الانصاری الایوبی الحنفی احیی اللہ قلبہ بالعلم الخفی والجلی قد کنت
سئلت مرارا فی حکم وضع الید بعد التکبیرۃ الثالثۃ من التکبیرات الزوائد فی الرکعۃ الثانیۃ من صلوۃ
العیدین ان ہل ہناک وضع ام ارسال و قد شاع الخلاف عند علماء زماننا فلم یات احد منہم بما یشفی
العلیل و یروی الغلیل الی ان اطلعت علی ہذہ العبارۃ فی مجالس الابرار فحمدت اللہ علی ذلک
لوجود التصریح فیہا ان لا وضع ہناک و قد کان ہذا عندی بدلیل قوی و ہو ان القیام الذی
بعد التکبیر الثالث فی الرکعۃ الثانیۃ قیام لیس فیہ ذکر مسنون و کل قیام لیس فیہ ذکر مسنون ففیہ
الارسال فہذا القیام ایضا فیہ الارسال لا القصری فلما ذکروہ انہ لم ینقل عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وعلى آله وسلم وعن اصحابه ذلك قال العلامة الهمام ابن الهمام في فتح القدير ليس بين تكبيرات
العيدين ذكر مسنون عندنا لانه لم ينقل انتهى وقال العلامة بدر الدين العيني في النهاية شرح الهداية
يرسل بين تكبيرات العيدين والمراد بها التكبيرات الزوائد التي لا ذكر فيما بينها ولا قراءة فيخلي يديه
عنها باتفاق علمائنا الثلاثة ولا ذكر بين التكبيرات ذكر مسنون ولا مستحب لانه لم ينقل وبه قال محمد وقال
الكرخي التسبيح اولى ذكره في القنية وقال الشافعي يحمد ويهلل بين تكبيرتين انتهى اقول عدم سنية ذكر فيما
بينهما لا ريب فيه واما عدم استحبابه كما ذكره العيني فلا يكاد يصح وعدم النقل لا يدل على الاستحباب
بل على عدم السنية فقط والله اعلم واما الكبرى فقد صرحوا بها في مواضع وفرعوا عليها تفريعات شتى
واستثنوا منها القومة فانه مع كون الذكر فيها مسنونا صرحوا بارسال اليد فيها قال في جامع المضمرات
المصلي اذا احرم الصلوة ورفع يديه لا يرسلهما بل يضع لان هذا قيام ليس فيه ذكر مسنون وكذا في القنوت
وصلوة الجنازة يضع اليمنى على اليسرى وكذا كل قيام فيه ذكر مسنون فالمختار فيه الوضع وما بين الركوع
والسجود مختار فيه الارسال انتهى وفي النقاية وشرحها جامع الرموز ويرسل عند التحميد خلافا فالاصح
المصلي في قومة الركوع وتكبيرات العيدين وفيه دلالة على ان ليس فيهما ذكر مسنون انتهى وقال البرجندي
في شرحها ويرسل في قومة الركوع كانه استثناء مما تقدم فان فيها ذكرا مسنونا ومع ذلك سن
فيها الارسال وقيل ان الذكر الذي فيها سنة الانتقال لا سنة القومة وبين تكبيرات العيدين اي فيما بينهما
انما ذكرها في حيز الاستثناء مع انه ليس فيها ذكر مسنون على ما هو المختار اشارة الى ما ذكره صاحب المنية
عن بعض الائمة انه قال التسبيح بين تكبيرات العيدين اولى انتهى واذ قد ثبتت الصغرى والكبرى بتصريحهم
لا مرية في صدق النتيجة بالشكل الاول الذي هو بين الاشكال فلو قلنا بسنية الوضع بينهما كان خرقا للكلية
الكلية المصرح في كلامهم فليعول على الارسال والتوكل على العزيز المتعال هذا ما خطر بالبال والله اعلم بحقيقة الحال

استفتا چه میفرمایند علمای دین و مفتیان شرع متین اندرین مسئله که رفع یدین در دعا
بعد ادای نماز کرده می شود چنانکه معمول ائمه دیارهست از احادیث قولیه یا فعلیه ثابت هست
یا نه هر چند که فقها این را مستحسن می نویسند و احادیث در مطلق رفع یدین در دعا نیز وارد اند
لیکن درین خصوص هم حدیثی وارد است یا نه بینوا توجروا
هو المصوب درین خصوص نیز حدیثی وارد است چنانچه حافظ ابو بکر احمد بن محمد

ابن اسحاق بن السنی در کتاب عمل الیوم واللیلۃ می نویسد حدثنی احمد بن الحسن حدثنا ابو ہمام
یعقوب بن خالد بن یزید البالسی حدثنا عبد العزیز بن عبد الرحمن القرشی عن خصیف عن انس
عن النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم انہ قال ما من عبد یبسط کفیہ فی دبر کل صلوۃ ثم یقول اللہم
الٰہی واٰلہ ابراہیم واسحق ویعقوب واٰلہ جبرئیل ومیکائیل واسرافیل اسئلک ان تستجیب
دعوتی فانی مضطر وتعصمنی فی دینی فانی مبتلی وتنالنی برحمتک فانی مذنب وتنفی عن الفقر
فانی متمسکن الا کان حقا علی اللہ عزوجل ان لا یرد یدیہ خائبتین اگر گفتہ شود کہ در سند
این روایت عبد العزیز بن عبد الرحمن ست وآن متکلم فیہ ست چنانچہ در میزان الاعتدال
وغیرہ مصرح است گفتہ خواہد شد کہ حدیث ضعیف برای اثبات استحباب کافی ست چنانچہ
ابن ہمام در فتح القدیر در کتاب الجنائز می نویسد والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع انتہی واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

مسئلہ

استفتا بعونہ تعالی کیا ارشاد فرماتے ہیں محققین علمای شریعت محمدیہ اس صورت میں
کہ ایک شخص کو ایام سرما میں بوقت صبح کے آب سرد سے غسل کرنا ضرر کرتا ہے اور پانی گرم کرنا
فوت کرتا ہے وقت نماز کو اس وجہ سے کہ وہ شخص اتنی رات سے نہیں بیدار ہوتا ہے کہ پانی
گرم کرے اور غسل کرے اور پھر وقت نماز کا باقی رہے یا اس وجہ سے کہ اوس وقت لکڑیاں بوجہ
بند ہونے دوکان کے نہیں ملسکتیں یا قیمت اوسکے پاس نہیں ہے کہ لکڑیاں خرید کرے
پس ان وجوہات سے اگر اس وقت تیمم غسل کا کرے اور وضو کرکے نماز صبح ادا کرے اور دن چڑھے
خوب نہیں غسل کرے تو نماز صبح ادا ہو جاویگی یا نہ اور بعد غسل کرنے کے اعادہ کرے یا نہیں
اور اوس وقت غسل کے عوض تیمم کرکے نماز صبح ادا کرنا بہتر ہوگا یا قضا کرنا بہتر ہوگا کہ دن چڑھے
جب غسل کرے جبھی پڑھے بحوالہ کتاب تحریر فرمائیے بینوا توجروا

ہو المصوب ایسی صورت میں تیمم کرکے نماز پڑھ لے اور پھر اعادہ ضرور نہیں دن چڑھے
غسل کرنا ضرور ہوگا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی
تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

مسئلہ ۲۱۵

استفتا کیا ارشاد ہے علمای دین کا اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد ہے جسکا صحن ہاتھ

طول مین اور عرض بھی اسیقدر ہے اوسمین نماز ہوتی ہے اور دو خواہ تین قبرین درمیان مسجد میں
یعنی چار یا پانچ صف کے بعد اوسکے صحن مین ہین تو جسکے روبرو وہ قبرین پڑینگی اوس صف کی
نماز درست ہوگی یا نہین یا اوسمین مقابل امام کا لیا جاویگا مقتدی کے آگے ہو یا نہو یعنی جب
امام کے آگے قبرین پڑینگی تب نماز مکروہ ہوگی اور مقتدی کے آگے قبرین ہون تو کچھ نقصان
نہین بینوا بسند الکتاب توجروا من اللہ الوہاب

ہو المصوب جس مقتدی کے آگے وہ قبرین پڑینگی یا اوسکے داہنے بائین اوسکی نماز مکروہ ہوگی واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی | محمد عبد الحی ابو الحسنات

الجواب صحیح کتبہ المسکین محمد ادریس عفا اللہ عنہ | محمد ادریس

۲۱۶

استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین و مفتیان شرع متین اس مقدمہ مین کہ مسمی
ایک شخص حافظ قرآن مجید ہے لیکن ہاتھ پیر سے بحدے معذور ہے کہ بول و براز بیٹھکر نہین کر سکتا
ناچار بول کھڑے ہو کر کرتا ہے اور براز کی حالت مین سرین کو کھڈی پر رکھکر اور پیرونکو پھیلا کر
بیٹھتا ہے اور ڈھیلہ صرف براز مین لیسکتا ہے اور استنجا ڈھیلہ کا لو خ سے نہین ہو سکتا ہے اور آبدست
فقط ایک اونگلی کے گوشے سے کرسکتا ہے اور وضو و تیمم خود نہین کرسکتا ہے بلکہ مسح سر کو اسطے
ہاتھ سر تک نہین اوٹھا سکتا اور دونون پیر اوتر کی جانب کشادہ کرکے بیٹھے ہوئے نماز پڑھتا ہے
اور اگر کوئی وضو کرا دے تو بغیر مسح ہو سکتا ہے اگر وہ شخص نماز تراویح مین قرآن سنانے کیواسطے
اور فریضہ پنجگانہ و عیدین و جمعہ کو امامت کرے تو عند الشرع درست ہے یا نہین بینوا توجروا

ہو **الموفق** ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے جیسا کہ رد المحتار معروف بہ فتاوی شامی مین
مرقوم ہے وکذا اعرج یقوم ببعض قدمہ فالاقتداء بغیرہ اولی تاتارخانیہ وکذا اجذم برجندی
ومجبوب وحاقن ومن لہ ید واحدۃ فتاوی الصوفیہ عن التحفۃ والظاہر ان العلۃ النفرۃ ولذا قید
الابرص بالشیوع لیکون ظاہرا ولعدم امکان اکمال الطہارۃ ایضا فی المفلوج والاقطع والمجبوب
ولکراہۃ صلوۃ الحاقن ای بجل ونحوہ انتہی واللہ اعلم حررہ محمد حنیف عبد الباسط انصاری غفر لہ اللہ الباری

محمد حنیف عبد الباسط انصاری | الجواب صحیح نمقہ محمد ادریس عفی عنہ | الجواب صحیح حسبنا اللہ...

عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی | محمد عبد الحی ابو الحسنات

الجواب صحیح نمقه خادم اولیاء الله الکریم محمد ابراهیم غفر له الله الرحیم ابن مولانا علی محمد مرحوم [محمد ابراهیم]

استفتا چه میفرمایند علمای دین و مفتیان شرع متین که اگر حافظی بختین رمضان مبارک بمسجدی در سنت تراویح ختم قرآن مجید کرده در مسجد دیگر که هنوز مصلیان آنجا ختم نشنیده اند ختم دیگر آغاز نمود درین صورت امام احراز فضیلت میکند و سنت موکده ختم از ذمهٔ او ساقط شده در بر گردن این مقتدیان باقی ست کما فی العالمگیریه السنة فی التراویح انما هو الختم مرة والختم مرتین پس بجهت اقتدای اعلی بادنی بقیاس عدم جواز اقتدای متفرض به متنفل سنت موکده این مقتدیان ادا نمی شود یا بوجه آنکه در متنفل و متفرض تباین ذواتی ست و در صورت مسئله متحد ذات و تخالف صفات است لهذا بران قیاس کردن قیاس مع الفارق می باشد چه تراویح در همه لیالی رمضان خود سنت موکده است چنانکه در فتاوی عالمگیری تصریح بآن واقع شد لو حصل الختم اللیلة التاسع عشر او الحادی عشر من لا تترک التراویح فی بقیة الشهر لانها سنة موکدة کما فی الجوهرة النیرة درین حالت امام و مقتدی هر دو نماز سنت میخوانند چرا که ختم امام فضیلت است و بر مقتدی سنت پس بقیاس جواز اقتدای قائم بقاعد با وصف اولیت قیام بر قعود کما فی فتاوی قاضیخان قال البعض یصح اقتداء القائم بالقاعد فی التراویح عند الکل وهو الصحیح سنت موکده ختم این مقتدیان

ادا خواهد شد یا نه بینوا توجروا

۱۲۶۸ه

هو الموفق ختم این مقتدیان ادا خواهد شد والله اعلم بالصواب وعنده ام الکتاب کتبه ابو الاحیاء محمد نعیم عفی عنه

هو المصوب فقها اختلاف دارند درینکه بعد یک ختم آیا سنیت تراویح باقی می ماند یا نه بعد ختم ماسوای سنیت باقی نماند چه مشروعیت تراویح نیست مگر برای ختم پس هرگاه یک ختم تمام شد سنیت تراویح باقی نماند لیکن مفتی به و مختار محققین این است که تراویح سنت ست علیحده خود و ختم علیحده [illegible] از یکدیگر [illegible] پس بعد ختم سنیت تراویح باقی خواهد ماند چنانکه بر قول اول [illegible] سوال [illegible] از ذمهٔ مقتدیان ساقط خواهد شد بلکه ایشان اگر در عشرهٔ اول تراویح ختم کرده [illegible] تراویح [illegible] سنت باقی مانده اقتدای شان بچنین امام [illegible] فراغت [illegible] خواهد شد [illegible] جواز اقتداء المعتوی بالضعیف و [illegible]

ختما [illegible] التراویح [illegible] السنة فی التراویح مرة والختم ثانیا بخیرها القوم الذی لا یحتولون

لا یخرج ہذا القول الثانی عن السنیۃ لان الامام خرج من السنیۃ فصار لہ نفلا فیدرک ثواب
صلوٰۃ النفل ولا یدرک ثواب صلوٰۃ التراویح وفی رسالۃ مولانا حسام الدین الیمانی فی مسائل
التراویح فان قلت ما القول فی امام ختم فی التراویح مرۃ ثم شرع فی الختم ثانیا ہل یجوز الاقتداء
لمن لم یسمع الختم ولو اقتدی بہ ہل یکون ہذا الختم محسوبا قلت کانت ہذہ المسألۃ دائرۃ فی مجلس
اساتذۃ الرملی زمانا طویلا فقال بعضہم لا یجوز لانہ بناء القوی علی الضعیف اذ ختم التراویح
للمقتدی سنۃ موکدۃ ولم یبق فی حق الامام سنۃ موکدۃ بل صار فی حقہ تطوعا والسنۃ
اقوی حالا من التطوع وقاسوہ علی اقتداء المفترض بالمتنفل وقال بعضہم یجوز وقد روی
بعض اہل العلم من کبر الفتاوی رجل ام قوما فی التراویح وختم فیہا ثم ام قوما آخرین لہ ثواب الفضیلۃ
ولہم ثواب الختم وہذا الکتاب غیر مشہور بین العلماء فلا وثوق بہ مع انہ لا یفہم منہ سقوط سنۃ الختم عن الثانی
کلامہ و بر قول ثانی اگرچہ تراویح از ذمہ مقتدیان ساقط خواہد شد چہ در سنیت تراویح امام و مقتدی
ہر دو برابر اند لیکن در سقوط ختم اشکالی ست چہ فقہا در باب اقتداء ضعف نماز امام را اگرچہ بدو یک گونہ امر
باشد مانع اقتدا می نویسند چنانچہ در درمختار وغیرہ مذکور ست اما اقتداء المسافر بالمقیم فیصح فی
الوقت ویتم لا بعدہ فیما یتغیر لانہ اقتداء المفترض بالمتنفل فی حق القعدۃ لو اقتدی فی الاولیین
او القراءۃ لو فی الاخریین انتہی درین صورت با وجودیکہ امام و مقتدی ہر دو تحریمہ فرض بستہ
بسبب ضعف یک جزء از اجزاء نماز امام حکم بفساد اقتداء دادہ شد پس بناء علیہ در صورت سوال
ہم حکم بعدم سقوط ختم از مقتدیان دادہ خواہد شد و ہمین امر از عبارت سغناقی کہ از خزانۃ النقل نقل شد
مفہوم است ہرگاہ در باب سقوط ختم وعدم آن اختلافی واقع شد پس امام را لازم ست کہ ختم
ثانی را مع تراویح بر خود نذر کردہ گیرد و گوید للہ علی ان اختم القرآن فی صلوٰۃ التراویح تا ختم او
واجب شود و اقتدای مقتدیان درست شود چنانچہ در خزانۃ الروایۃ تصریح آن مذکور است

واللہ اعلم علمہ اتم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

مستفتا چہ میفرمایند علمای دین درین مسئلہ کہ بعد ادای [illegible]
الدعوات الماثورۃ [illegible] اقتدا این مستحب است یا بدعت یا گناہ صغیرہ یا کبیرہ یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی
[illegible] قرات دعا بعد خطبہ جمعہ [illegible] واللہ اعلم حررہ الراجی

عفور ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

۲۱۹ استفتا کیا فتوی ہے علمای دین کا اس مسئلہ مین کہ کسی قصبہ کی ایک مسجد مین ایک حافظ قوم عصار نماز جمعہ یا نماز پنجگانہ مین امامت کرتا ہے اور اوس قصبہ مین سوای حافظ مذکور کے کوئی اور حافظ شریف القوم نہین ہے مگر بعض شرفا غیر حافظ ایسے ہین کہ امامت کر سکتے ہین اور اس حافظ عصار کی امامت سے اکثر مقتدی متنفر ہین اس صورت مین حافظ عصار کو امام بنانا چاہیے یا کسی شریف غیر حافظ قابل امامت کو۔

ہو المصوب جو انمین مسائل شرعیہ متعلقہ نماز وغیرہ زیادہ جانتا ہو اوسکی امامت اولی ہے گو حافظ قرآن نہو واللہ اعلم حررہ الراجی عفور ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

۲۲۰ استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین اس مسئلہ مین کہ اگر کسی شخص کو بعذر نماز مین کھانسی آوے تو وہ شخص کھانسے یا نہین اور کھانسنا اوسکا شرعا جائز ہے یا مفسد نماز ہے اور امامت نماز مین بدون عمامہ ٹوپی سے درست ہے یا نہین بینوا توجروا

ہو المصوب کھانسنا نماز مین بعذر جائز ہے اور بغیر عذر کے مفسد ہے جیسا کہ کتب فقہ مین مفسدات صلوۃ مین والتنحنح بلا عذر مرقوم ہے اور مستحب نماز مین یہ ہے کہ عمامہ کے ساتھ ہو اور بغیر عمامہ کے بھی امامت درست ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفور ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی . [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

۲۲۱ استفتا چہ میفرمایند علمای دین اندرین مسئلہ کہ زید بنابر خواندن نماز مغرب یا عشا امام گردید و عمرو و خالد وغیرہ مقتدی شدند پس زید نیت نماز بست و مقتدیان ہم نیت کردند زید چون آغاز نماز کرد اولا الحمد للہ خواند و ارأیت الذی خواند و باز در رکعت دویمی الحمد للہ والم ترکیف خواند یا مثلا در اول الحمد للہ و قل ہو اللہ خواند و در ثانی الحمد للہ و انا اعطینا خواند پس این آیتہا کہ از سلسلہ نخوانده شد ند آیا بحجت نماز شد یا بنطور خواندن در نماز جائز ہست یا نہ

ہو المصوب در صورت اول اگر عمدا کردہ است نماز مکروہ خواہد شد و در صورت ثانی کراہتی نیست در خلاصہ می آرد والجمع بین سورتین بینہما سورۃ واحدۃ فی رکعتین یکرہ وان کانت السورۃ طویلۃ لایکرہ کما اذا کانت بینہما سورتان قصیرتان وان قرء فی رکعۃ واحدۃ سورۃ وفی اخری سورۃ

بعد قرأت فاتحہ سہوا

اخری فوق تلک السورة فهو مکروه الا اذا وقع ذلک من غیر قصد

عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی واللہ اعلم حررہ الراجی

۲۲۲ ۹۲ استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین اس مسئلہ مین کہ مسجد مین جماعت ثانیہ مین اقامت دوبارہ کہنا چاہیے

ہو المصوب کہنا چاہیے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات

محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

۲۲۳ ۹۳ استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین اس مسئلہ مین کہ اگر کوئی شخص کسی روز بوجہ کسی عذر لائقہ یا غیر لائقہ کے یا سہوا نماز فجر وغیرہ نہ پڑھے اور نماز عشا و تراویح وغیرہ پڑھے تو نماز عشا اور تراویح اوسکی درست ہوتی ہے یا نہین عوام کہتے ہین نہین ہوتی ہے پس از روی شرع کیا حکم ہے

ہو المصوب اگر وہ شخص صاحب ترتیب ہے یعنی اوسکی پانچ نمازین کبھی قضا نہین ہوئین اور اگر ہوئین تو وہ اونکو قبل وقتیہ کے ادا کر رہا ایسے شخص کے ذمہ پر جب تک قضا ایک نماز کی باقی رہے کہ عمدا اوسکو چھوڑ دیا ہے ادا اوسکی نہ درست ہوگی جبتک کہ اوس قضا کو نہ پڑھ لے اور اگر وہ شخص صاحب ترتیب نہین ہے تو اوسکی نماز ادا باوجود باقی رہنے قضا کے درست ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات

محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

۲۲۴ ۹۴ استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین اس مسئلہ مین کہ اگر کوئی امام جمعہ مین پہلا خطبہ موافق شرع کے تمام کر کے دوسرا خطبہ شروع کرے اور بعد ختم نام صحابہ کرام کے زینہ اول پر امام اوتر آوے اور کچھ کلمات خطبہ داہنی جانب منھ پھیر کے اور کچھ بائین جانب منھ پھیر کے پڑھے پھر زینہ دوم پر کھڑا ہو کر جہان خطبہ اول پڑھا تھا خطبہ تمام کرے تو یہ امر اہل سنت کے نزدیک کیسا ہے

ہو المصوب یہ امر بدعت ہے اور اسکا چھوڑنا ضروری ہے تصریح اسکی رد المحتار حاشیہ در مختار وغیرہ مین موجود ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

۲۲۵ ۹۵ استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین اس مسئلہ مین کہ جو امام عیدگاہ مین نماز پڑھانے جاوے اور بعد ختم نماز کے جب امام خطبہ شروع کرے تب لوگ ایک ایک دو دو ہو کر جاوین اور کوئی امام صاحب کو روپیہ دے اور کوئی امام صاحب کے کاندھے پر دوپٹہ ڈالے

جو سر پر پگڑی لپیٹے درمیان خطبہ کے یہ امور درست ہین یا نہین

اور کوئی عبا پہنا ہوے یا وہین کی خطبہ کے ان امور سے اجتناب ضروری ہے واللہ اعلم حررہ الراجی

| محمد عبد الحی ابو الحسنات |

هو المصوب الی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

٢٢٦ استفتا کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ زمانۂ قدیم سے بلاد ہندوستان

مین حرف ض بہ دال پڑھا جاتا ہے اور زمانۂ حال مین اکثر لوگ حرف ض کو مشابہ ظ کے

پڑھتے ہین اور کہتے ہین کہ جو کوئی ہماری طرح نہین پڑھتا وہ خطا پر ہے اب دریافت طلب

یہ امر ہے کہ حق اور صحیح نزدیک فقہ اور قراء قدیم اور دستور اہل عرب کا کیا ہے اور آپ صاحب کسطرح پڑھتے ہین

هو المصوب حرف ض مناسب اور مشابہ ہے ساتھ ظ کے اور دال سے بہت بعید ہے

اور مخرج ضاد کا مغایر ہے مخرج ظ و ز و ذ کے حتی الوسع چاہیے کہ اصلی مخرج سے نکالا جاوے

اور اگر دشوار ہو تو قریب ظا یا ز کے پڑھنا بہتر ہے نہ قریب دال کے ہکذا فی کتب الفقہ واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

| محمد عبد الحی ابو الحسنات |

٢٢٧ استفتا کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ زید دوسری رکعت مین سہواً

التحیات پڑھکر درود شریف پڑھنے لگا تھوڑا سا پڑھا تھا کہ اوسکو یاد آگیا اور کھڑا ہو گیا ایسی حالت مین

سجدہ سہو کا زید پر واجب ہوا یا نہین اگر ہوا اور زید ناواقف ہے اوسنے سجدہ نہین کیا تو اوسکی

نماز ہوئی یا نہین بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب

هو المصوب حنفیہ کے نزدیک دوسری رکعت کے قعدہ مین درود پڑھنے سے کہ

موجب تاخیر قیام ہوتا ہے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے جب بقدر اللہم صل علی محمد کے پڑھے

اور بعضون کے نزدیک جب اللہم صل علی محمد و علی آل محمد پڑھے زیلعی نے اولی کو

ترجیح دی ہے حیث قال الاصح وجوبہ باللہم صل علی محمد اور رملی نے ثانی کو ترجیح دی ہے

حیث قال ینبغی ترجیح ما قالہ القاضی الامام انہ لا یجب الا بقولہ و علی آل محمد کذا فی الدر المختار ورد المحتار

اور جس شخص نے سجدہ سہو ترک کر دیا اوسپر اعادہ اوس نماز کا واجب ہے واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

| محمد عبد الحی ابو الحسنات |

٢٢٨ استفتا ایک شخص کبھی نماز نہین پڑھتا ... سے نماز نہین پڑھتا ہے

اور ایک شخص مقیم ہمیشہ نماز پڑھتا ہے اور مسئلہ دانی اور قراءت اور عمر میں برابر ہیں تو ان میں
کس کی امامت جائز ہے اور کون کس کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے

هو المصوب جو شخص ہمیشہ نماز پڑھتا ہے وہی قابل امامت ہے تنویر الابصار اور درمختار میں ہے الاحق بالامامة الاعلم باحکام الصلوة ثم الاحسن تلاوة وتجویدا للقراءة ثم الاورع ای الاکثر اتقاء للشبہات والتقوی اتقاء المحرمات انتہی ملخصا واللہ اعلم حررہ الراجی

عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

٢٩ ٩٩ استفتا کیا فرماتے ہیں علمای دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بارہا اپنے لڑکے کو نماز کے لیے تاکید کرتا ہے لیکن وہ نہیں سنتا ہے پس ایسے لڑکے کو حسب شرع دور کرنا چاہیے یا بسبب محبت کے رکھنا چاہیے اور بسبب پیار کے رکھے بھی تو وہ شخص اپنے لڑکے
بے نمازی کے لیے ماخوذ ہوگا یا نہیں

هو المصوب اگر ایسے لڑکے کو باقتضای محبت پدری رکھیگا تو بعد اسکے کہ وہ بقدر طاقت خود نصیحت کرتا جاتا ہے ماخوذ نہوگا واللہ اعلم حررہ محمد عبد الحی

عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

٢٧ ١٠٠ استفتا سوال جو شخص حدیث شریف صحیح مسلم کی روایتیں یعنی جو حدیث صحیح مسلم میں مروی ہے یہ شبہہ کرے کہ یہ راوی مسلم عاقل تھے یا نہیں حالانکہ علمای دین پر یہ امر ظاہر کہ وہ نہیں سے اصحاب قرون ثلاثہ واکابر ائمہ ہدی ہیں محدثین سے اکثر کے اوصاف بالخصوص یا بالعموم احادیث سے ثابت ہیں اور اوس شخص کو انکی بزرگی کتب رجال وغیرہ سے
دکھائی بھی گئی پس بسبب اس شبہہ کے اوسپر کیا حکم ہوگا

هو المصوب ایسا شخص جو رواة صحیح مسلم میں شبہہ کرے کہ وہ عاقل تھے یا نہیں وہ شخص یا تو محض جاہل ہے فنون حدیث واسماء رجال سے مطلقا واقفیت نہیں رکھتا ہے یا معاند اور گمراہ ہے ائمہ حدیث نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری پھر صحیح مسلم ہے اور اس امر پر کہ رواة صحیحین سب کے سب قابل قبول اور جامع شرائط قبول ہیں بجز چند رواة بخاری ومسلم کے کہ اونپر دارقطنی وغیرہ نے جرح کی ہے لیکن اکثر ان جرحوں کا دفع

شراح حدیث نے خصوصا حافظ ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری میں کردیا ہے
ملا علی قاری شرح شرح نخبۃ الفکر میں لکھتے ہیں وانهما قد حصل الاتفاق على القول بکونهم عدولا
وضابطا وغیرهما من اوصاف الصحة فالبطريق اللزوم فهم اى البخارى ومسلم وصاحب شرطهما
او حالهما مقدمون على غيرهم فى رواياتهم انتهى اور ایسا ہی شرح الفیۃ الحدیث للعراقی وللسخاوی
وللانصاری میں اور مقدمہ ابن الصلاح میں اور خلاصہ طیبی اور مختصر ابن جماعۃ میں
الى غير ذلك من كتب الاصول مذکور ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی
ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی | محمد عبد الحی ابو الحسنات

[۱۱] **استفتا** زید کہتا ہے کہ تشہد میں رفع سبابہ جو حدیث شریف میں آیا ہے
میں جب کرونگا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا تھا فرض یا سنت
یا مستحب یا مباح پس یہ کہنا اوسکا درست ہے یا مبنی بر جہالت وگمراہی ہے **سوال**
زید کہتا ہے کہ حدیث جبکہ متواتر یا مشہور ہو تو اوسپر عمل کرونگا اور اگر خبر واحد ہے تو اوسپر
عمل کرنا واجب نہیں ہے حالانکہ اصول حنفیہ میں مرقوم ہے خبر واحد کی نسبت وانہ یوجب العمل
دون العلم والیقین پس موافق اصول حنفیہ کے یہ کہنا اوسکا صحیح اور حدیث کو بوجہ خبر واحد
ہونے کے غیر معمول ٹھہرانا جائز ہے یا نہیں اور اگر نہیں ہے تو زید پر بوجہ اس قول
وعقیدہ کے کیا حکم دیا جاویگا

ہو المصوب یہ دونوں قول زید کے مخالف اصول حنفیہ کے ہیں تمام کتب
اصول از مختصرات تا مطولات اس امر کی تحقیق سے مالامال ہیں بلکہ خلاف ائمہ ثلاثہ ابو حنیفہ
ومحمد وابو یوسف کے بھی ہے کیونکہ امام ابو یوسف نے امالی میں سنت اشارہ کی تصریح
کی ہے اور امام محمد نے موطا میں بھی اسکو ذکر کیا ہے اور امام ابو حنیفہ کیطرف منسوب کیا ہے
واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی | محمد عبد الحی ابو الحسنات

[۱۲] **استفتا** رفع سبابہ کی حدیث جو باسانید متعددہ صحیح مسلم میں مروی ہے
اوسکے مسبحہ کی تقریب میں مذکور ہیں یا نہیں

ہو المصوب رفع سبابہ کی جو احادیث صحیح مسلم میں ہیں اونکے سب رواۃ کا حال

تقریب میں مذکور ہے جیسا ناظر تقریب وغیرہ پر ظاہر ہے اور احادیث رفع سبابہ کے
سوای صحیح مسلم کے اور کتب حدیث میں بھی بطرق متعددہ مروی ہیں مثل سنن ابوداؤد
وسنن نسائی وسنن دارمی وجامع ترمذی وسنن بیہقی ومسند احمد وموطا مالک وموطا محمد
ومصنف عبدالرزاق ومسند ابویعلی ومصنف ابن ابی شیبہ ومعجم طبرانی وسنن سعید بن منصور
وغیرہ چنانچہ ملا علی قاری حنفی نے اپنے رسالہ تزیین العبارۃ لتحسین الاشارۃ میں بعد ذکر
ان سب روایات کے تحریر کیا ہے وبالجملۃ فہو مذکور فی الصحاح الست وغیرہا فکاد
ان یکون متواترا بل یصح ان یقال بانہ متواتر معنی فکیف یجوز لمؤمن باللہ ورسولہ ان یعدل عن
العمل بہ بناء علی التعلیل فی معرض النص الجلیل مع ان ذلک مدخول مدرس من العلیل انتہی اور
بعد اسکے بتفصیل تمام سنیت اشارت کو ثابت کیا ہے اور قول عدم رفع کو مردود کر دیا ہے
واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی — محمد عبدالحی ابوالحسنات

کتاب الجنائز

۲۴۳
استفتا چہ میفرمایند علمای دین درباب علم برای میت آیا سنت است یا مکروہ است بینوا توجروا
ہو المصوب صحیح این است کہ مکروہ است چنانچہ زاہدی در شرح قدوری تصریح کردہ است کذا فی الدر المختار وغیرہ
واللہ اعلم کتبہ عبدہ الراجی رحمۃ ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی اللکنوی الانصاری تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

۲۴۴
استفتا ما قولکم رحمکم اللہ کہ در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم صحابہ
وتابعین داشتن میت در قبر بر پہلوی راست مروج ومعروف بودہ یا بر پشت و فقط
تحویل گردن بسوی قبلہ بودہ واجماع فقہا بر شق اول است یا ثانی بینوا توجروا
ہو المصوب باتفاق حنفیہ وشافعیہ مسنون ہمین است کہ میت بر پہلوی راست
خوابانیدہ شود ورخ وسینہ او بسوی قبلہ کردہ شود وہمین امر متوارث است از زمان برکت نشان
حضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم تا این زمان | در بحر الرائق آوردہ اذا احتضر الرجل وجہ الی القبلۃ
علی شقہ الایمن وہذا ہو السنۃ اعتبارا بحال الوضع فی القبر | ودر نہایہ ذیل قولہ الاختیار ما علی سنۃ
التوارث فی حالۃ المرض یعنی ان یستقبل القبلۃ وہو علی شقہ الایمن عرضا للقبر | وفی حالۃ الصلوۃ وجہ الاستقبال وفی حالۃ النزع

در ماہ رمضان ۱۲۸۵ ہجری
در ربیع الاول [illegible]

فانہ یوضع کما یوضع فی حالۃ المرض وفی حالۃ الغسل بعد ما مضی بجنبہ فما روایۃ فیہ عن اصحابنا کیف
یوضع علی التخت الا ان العرف فیہ انہ یوضع مستلقیا علی قفاہ طولا نحو القبلۃ وفی حالۃ الصلوۃ علیہ
معترضا علی قفاہ وفی حالۃ اللحد فانہ یوضع علی شقہ الایمن انتہی وہمین طور صاحب محیط آوردہ
وبلفظ ہکذا توارثت السنۃ موکد ساختہ وشیخ الاسلام بدر الدین عینی در منحۃ السلوک شرح
تحفۃ الملوک تحریر میسازد ویضجع علی شقہ الایمن موجہا الیہا ہکذا اجرت السنۃ الیہا انتہی وعلامہ
حلبی در غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی می آرد یوجہ المیت الی القبلۃ فی القبر علی جنبہ الایمن ولا یلقی
علی ظہرہ وقال السروجی فی شرح الہدایۃ وذکر فی کتب اصحاب الشافعی واحمد یوضع تحت راسہ لبنۃ
ولم اقف علیہ من اصحابنا انتہی وابن ماجہ از سعید بن المسیب روایت میکند قال اخذ رسول
صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم من قبل القبلۃ ولم یستقبل استقبالا وعلامہ ہان الدین طرابلسی در برہان
شرح مواہب الرحمن می نویسد یوجہ الی القبلۃ علی جنبہ الایمن لما روی ابو داؤد ان رجلا قال یا رسول اللہ
ما الکبائر قال تسع فذکر منہا استحلال البیت الحرام قبلتکم احیاء وامواتا ورواہ الحاکم فی المستدرک
ایضا انتہی وبزار در مسند خود از معاذ بن جبل از آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم در قصۂ تشفیع
قرآن در قبر روایت میکند ثم تضجعہ الملائکۃ فی القبر علی شقہ الایمن مستقبل القبلۃ باقی ماند کلام درین
کہ توجیہ وجہ ومیت اضجاع علی الشق الایمن آیا ہر دو واجب اند یا مسنون صاحب تحفہ توجیہ را سنت
نوشتہ وظاہر عبارت غنیۃ دلالت بر وجوب میکند وصاحب در مختار تصریح آن ہم کردہ وصحیح سنیت
اضجاع است چنانکہ لفظ حدیث قبلتکم احیاء وامواتا ہم دال برین است واما اضجاع علی الشق الایمن پس
علمای شافعیہ تصریح بسنیت آن کردہ اند واز علمای حنفیہ صاحب در مختار وصاحب نہر الفائق
وصاحب بحر الرائق ہم لفظ ینبغی آوردہ اند واز محیط ونہایہ ہم ہمین مضمون مستفاد میشود بلکہ
استنباط آن از عبارت ہدایہ نیز ممکن است فلیعول علیہ وتحقیق این بحث کما ینبغی در رسالۃ الافصاح
عن کیفیۃ ادخال المیت وتوجیہہ الی القبلۃ فی القبر کردہ ام واللہ اعلم بالصواب وعندہ حسن الثواب

حررہ محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ　الجواب صحیح　محمد عبد الحق　الجواب صحیح　محمد نور الحسن　الجواب صحیح　محمد شمس الدین خان

استفتا ۲۵ چہ میفرمایند علمای دین اندرین صورت کہ شخصی از اہل اسلام مثلا در فرنگ با آتش سوختند کہ
استیاصال جسم آن مردہ باقی نماند ودفن ہم بطور شرعی متحقق نشدہ حکم جاری خواہد شد یا نہ توجروا

ازقنیہ قولہ ازین بیان معلوم شد کہ صاحب در مختار [illegible]

ہو المصوب درین صورت ہر دو غسل دادہ شوند مثل غسل ہائی اموات و در باب دفن و نماز جنازہ اختلاف است در غنیہ شرح منیہ می آرد اذا اختلط موتی المسلمین و موتی الکفار فان وجدت علامۃ عمل بہا وان لم توجد علامۃ و کان المسلمون اکثر غسل الکل و صلی علیہم و ینوی المسلمین وان کان الکفار اکثر غسلوا و لم یصل علیہم وان کانوا سواء و قیل یصلی علیہم و قیل لا واما الدفن فقیل یدفنون فی مقابر المسلمین و قیل فی مقابر المشرکین و قیل تتخذ لہم مقابر علیحدۃ و تسوی قبورہم ولا تسنم انتہی و در حلیہ شرح منیہ می نویسد ینبغی الصلوۃ علیہم فی الاحوال الثلثۃ و بہ قالت الائمۃ الثلثۃ و ہو اوجہ نظرا الی
عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی

۱۲۶ استفتا کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ایک پرانا مکان خرید کے عرصہ دس گیارہ برس سے اوسمیں بود و باش رکھتا تھا مکان مذکور چونکہ نہایت کہنہ اور بوسیدہ ہو گیا تھا لہذا اوسکو منہدم کر کے از سر نو اوسکی تعمیر کرنا چاہا چنانچہ اوسکی نیو کھودوائی اور اکثر جانب سے مکان قریب تیاری کے بھی ہو گیا اب ایک جانب کی جدید نیو میں جو مکان قدیم کے صحن میں پڑی ہے کمین پر مردوں کی کچھ ہڈی اور کہین پر کھوپڑی برآمد ہوئی اور پہلے سے وہاں پر کسی طرح سے قبر کے ہونیکا وہم و گمان نہ تھا کیونکہ نہ خود وہاں پر قبرستان ہے اور نہ اوسکے قرب و جوار میں اور نہ موجودین میں سے کوئی بتاتا ہے کہ اسجگہ کوئی مردہ کبھی دفن ہوا ہے اب غرض یہ ہے کہ جانب مذکور میں مکان بود و باش بنوانا اور اوسمیں بود و باش رکھنا جائز ہی یا نہیں اور بہ تمسک حدیث جابر رض کے حیث قال دفن مع ابی رجل فلم تطب نفسی حتی اخرجتہ فجعلتہ فی قبر علیحدۃ رواہ البخاری و النسائی اس صورت ضرورت میں اون ہڈیوں کو وہاں سے اوٹھا کر دوسری جگہ دفن کر دینا اور وہاں پر مکان تعمیر کرنا جائز ہی یا نہیں اور جو فتاوی عالمگیری وغیرہ میں مرقوم ہے لو بلی المیت و صار ترابا یجوز دفن غیرہ فی قبرہ و زرعہ و البناء و علیہ اسکی اصل شرعی کیا ہے اور اس صورت میں حدیث ابو ہریرہ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان یجلس احدکم علی جمرۃ فتحرق ثیابہ فتخلص الی جلدہ خیر لہ من ان یجلس علی قبر رواہ الجماعۃ الا البخاری و الترمذی اور حدیث عمرو بن حزم رض قال رآنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متکئا علی قبر فقال لا تؤذ صاحب ہذا القبر او لا تؤذہ رواہ احمد اور حدیث بشیر بن الخصاصیۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

مرسلہ مولوی عبد الاحد صاحب مدرس مدرسہ ... فاروقی ... بتاریخ ... رجب سنہ ۱۳۰۲ ہجری

واله وسلم رأى رجلا يمشي في نعلين بين القبور فقال يا صاحب السبتيتين القهما رواه الخمسة
الا الترمذي اور حديث جابر رض قال نهى النبي صلى الله عليه واله وسلم ان يجصص القبر وان
يقعد عليه وان يبنى عليه رواه احمد ومسلم والنسائي وابوداؤد والترمذي وصححه ولفظه نهى ان
يجصص القبور وان يكتب عليها وان يبنى عليها وان توطأ وفي لفظ النسائي نهى ان يبنى على القبر او يزاد
عليه او يجصص او يكتب عليه کا کیا جواب ہے بینوا توجروا

ہوالمصوب ایسی صورت مین اون ہڈیون کو دوسری جگہہ دفن کردینا اور وہان
مکان کی تعمیر کرلینا جائز ہے اسوجہ سے کہ نقل میت و اجزاء میت بوجہ حقوق انسانیہ کے
بالاتفاق درست ہے درمختار مین ہے ولا يخرج منه بعد اهالة التراب الا لحق آدمي كان تكون
الارض مغصوبة او اخذت بشفعة بحرالرائق مين اخراجه ومساواته بالارض كما جاز زرعه والبناء
عليه اذا بلي وصار ترابا انتهى اور ایسے ہی بحرالرائق و خزانۃ الروایات و تبیین الحقائق وغیرہ مین ہے
اور حکم جواز تعمیر و زراعت وغیرہ کا مقام قبر پر درصورتیکہ اجزاء مردہ منقلب بخاک ہوجاوین
جو کتب فقہ مین مرقوم ہے اصل وہ کلی ضوابط انقلاب ماہیت ہین کیونکہ بوجہ انقلاب ماہیت کے
احکام شرعا مبدل ہوجاتے ہین پس درصورتیکہ اجزاء انسانیہ باقی نرہے بلکہ مبدل بخاک
ہوگئے بالضرور احکام مبدل ہوجاوینگے اور وہ احادیث جنسے ممانعت قبر پر بیٹھنے اور
تکیہ لگانے وغیرہ کے ثابت ہے وہ اوس حالت پر محمول ہین کہ اجزاء انسانیہ موجود ہون
پس جب وہ انقلاب ہوجاوے اور بالضرورت نقل کردیجاوین تو وہ مقام مثل اور
مقامات کے خالی قبر سے ہوجاویگا اور اوسپر تصرفات درست ہوجاوینگے واللہ اعلم

محمد عبدالحی ابوالحسنات

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

۲۴۷

استفتا مرد کو تین کفن ازار و لفافہ و پیراہن اور عورت کو سوائے تین کفن کے
دو زائد اوڑھنی و سینہ بند جملہ پانچ کفن معتبر کتابون سے ثابت ہے پس علاوہ اسکے جو
فی زماننا تہبند وغیرہ و پاکیٹے ہین کیسا ہے اور خنثی کو مرد کا کفن دیا جاویگا یا عورت کا

ہوالمصوب خنثی کو عورت کا کفن دیا جاویگا اور عورتون کے واسطے جو پانچ کپڑے
مسنون ہین اور مرد کے واسطے تین کپڑے سے اوپر زیادتی نہین درست ہے واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی | محمد عبد الحی ابو الحسنات

۲۴۸ استفتا کیا ارشاد ہے علمای اہل سنت کا اس مقدمہ مین کہ اس ملک کا یہ رواج ہے کہ اہل سنت و گروہ روافض مین معمول ہے کہ وقت غمی و خوشی کے ہر طرح کی شرکت امور دنیاوی مین رہتی ہے اور غمی مین یہ ہوتا ہے کہ سنی لوگ روافض کے یہان جاکر کلمات تسکین وقت ماتم پرسی کے کہتے ہین اور ہمراہ ہو کر قبرستان تک جاتے ہین اور صرف مٹی دینے مین شرکت رہتی ہے اور نماز و غسل و تکفین وغیرہ سے کچھ واسطہ نہین علی ہذا القیاس روافض کا بھی یہی قاعدہ ہے بس یہ طریقہ جائز ہے یا نہین

ہو المصوب جو روافض غیر مرتدین و کافرین ہین اونکے لیے جائز ہے ورنہ نہین

حق جل شانہ قرآن پاک مین ارشاد فرماتا ہے ولا تصل علی احد منہم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ انہم کفروا باللہ و رسولہ وماتوا وہم فاسقون قاضی بیضاوی انوار التنزیل فی اسرار التاویل مین لکھتے ہین ولا تقم علی قبرہ ولا تقف عند قبرہ للدفن او الزیارۃ انتہی واللہ اعلم کتبہ العبد الضعیف محمد المدعو بادریس النگرامی عفا اللہ عنہ ۹ غرہ محرم ۱۳۰۵ھ | محمد ادریس | صح الجواب واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی | محمد عبد الحی ابو الحسنات | الجواب صحیح نمقہ محمد امان الحق عفی عنہم

۲۴۹ استفتا محرم اگر حالت احرام مین مرجاوے تو تکفین اوسکی مثل عامہ اموات کے چاہیے یا بطور خاص اگر مثل عامۂ اموات کے چاہیے تو اس حدیث کا کیا جواب ہے کہ ایک شخص حالت احرام مین اونٹ سے گرا اور گردن ٹوٹکر مرگیا اوسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اغسلوہ بماء و سدر و کفنوہ فی ثوبہ ولا تخمروا رأسہ فانہ یبعث یوم القیمۃ مہلل انتہی بینوا توجروا

ہو المصوب ظاہر اس حدیث کا اس امر پر دال ہے کہ محرم کی تکفین مثل عامہ اموات کے نہین ہے اور حنفیہ اسکو خصوصیت پر محمول کرتے ہین اور بحدیث اذا مات ابن آدم انقطع عملہ الا من ثلاث وغیرہ استدلال کرتے ہین واللہ اعلم بالصواب

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی | محمد عبد الحی ابو الحسنات

باب التجہیز والتکفین

استفتا ایک شخص کی دو بیٹیان تھین اور وہ شخص قضا کر گیا اور لون لڑکیون کی والدہ نے پہلے قضا کی لیکن جائداد مکانات وغیرہ جو کہ اوس شخص کی تھی اوسپر وہ دونون بیٹیان قابض رہین چنانچہ اب بڑی بیٹی مر گئی اور چھوٹی بہن نے اوسکا گور و کفن اپنی جائداد سے کیا اب وہ بڑی بہن کے خاوند سے روپیہ گور و کفن کا طلب کرتی ہے آیا وہ روپیہ بموجب شرع کے پانا چاہیے یا نہین

ہو المصوب اگر بڑی بہن کے خاوند نے چھوٹی بہن سے گور و کفن کا حکم نہین کیا بلکہ چھوٹی بہن نے خود خرچ کیا دعوی اوسکا باطل ہے رد المحتار مین ہے لو کفنہ الحاضر من مالہ رجع علی الغائب منہم بحصتہ فلو انہ رجوع لہ ان انفق بلا اذن القاضی حاوی الزاہدی و استنبط منہ الخیر الرملی علی انہ لو کفن الزوجۃ غیر زوجہا بلا اذنہ ولا اذن القاضی فہو متبرع انتہی واللہ اعلم حررہ محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ

استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین اس مسئلہ مین کہ مرد مسلم اور کافرہ سے یا برعکس اسکے بوجہ زنا فرزند یا دختر پیدا ہو کر قبل بلوغ یا بعد بلوغ کے مر جائے تو اوسکی تجہیز و تکفین کا کیا حکم ہے بینوا توجروا

ہو المصوب بعد بلوغ کے اگر وہ اسلام لایا تو تجہیز اوسکی مثل مسلمین کے ہوگی اور اگر کفر کو اختیار کیا تو مثل کفار کے اوسکی تدفین ہوگی اور قبل بلوغ کے وہ اپنی مان کے تابع ہے کیونکہ ولد الزنا کا نسب مان سے ثابت ہے نہ زانی سے اور بحر وغیرہ مین ہے ہو تابع لاحد ابویہ الی البلوغ مالم یحدث اسلاما وہو ممیز انتہی پس جبتک کہ وہ ایام تمیز مین اسلام نہ لاویگا اپنی مان کے حکم اسلام و کفر مین تابع ہوگا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

کتاب الصوم

استفتا چہ میفرمایند علمای دین اندرین مسئلہ کہ کسے کہ قضای رمضان المبارک ادا نکند تا آنکہ رمضان دیگر داخل گردد درین صورت قضا و کفارہ ہر دو لازم خواہد آمد یا فقط قضا بینوا توجروا

ہو المصوب فقط قضا واجب ست در ہدایہ می آرد ان اخرہ حتی دخل رمضان آخر صام الثانی لانہ فی وقتہ وقضی الاول بعدہ ولا فدیۃ علیہ لان وجوب القضاء علی التراخی حتی کان لہ ان یتطوع انتہی واللہ اعلم حررہ محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ

در ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۰ ہجری

در رمضان سنہ ۱۲۸۰ ہجری

۱۵۳ استفتا در حالت روزہ اگر کسی نے اپنی زوجہ سے مساس کیا اور اوسکو انزال ہوا تو روزہ رہا یا گیا یا مکروہ ہوا بینوا توجروا

ہوالمصوب اس صورت مین روزہ جاتا رہا فقط قضا واجب ہوگی خزانۃ المفتیین مین ہے اذا قبل امرأۃ بشہوۃ او مس بشہوۃ فامنی علیہ القضاء دون الکفارۃ انتہی واللہ اعلم حررہ محمد عبد الحی عفا عنہ

۱۵۴ استفتا اگر حالت روزہ مین کسی نے جلق کیا تو روزہ جاتا رہا یا مکروہ ہوا کفارہ دینا چاہیے یا فقط قضا بینوا توجروا

ہوالمصوب روزہ جاتا رہا فقط قضا واجب ہوگی فتح القدیر مین ہے عامۃ المشایخ علی ان الاستمناء مفطر وقال فی التجنیس ہو المختار انتہی واللہ اعلم حررہ محمد عبد الحی عفا عنہ

۱۵۵ استفتا ما قولکم ایہا العلماء الکرام رحمکم اللہ تعالی فی ہذا السوال کہ قرار داد رویت ہلال رمضان المبارک کہ بست ونہم شعبان ہمچنین رویت ہلال شوال المکرم بست ونہم رمضان صرف بر تحریر مسلمانان خواہ بر استخبار تار برقی جائز است یا نہ قرار داد رویت ہلال شہور دیگر ہم برین منوال چہ حکم دارد ودر صورت حکم جواز رویت شہرین یا دیگر شہور بر تحریر امصار ودیار بعید بعد مسافت ہم مشروط است یا نہ بینوا توجروا

ہوالموفق در رویت ہلال تحریر بدون شہود عند القاضی معتبر نخواہد شد ہان اگر تحریرات متواترہ ومتکاثرہ واخبارات بہر جہتیکہ باشد در شہرے شہرت یافتہ باشد کہ در فلان شہر رویت ہلال گردیدہ این اشتہار را فقہا معتبر دارند وفتوی میدہند کما فی الدر المختار نعم لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمہم علی الصحیح من المذہب انتہی وفی الطحطاوی قولہ نعم لو استفاض ای الخبر واشتہر ولم یعلم لہ عدد او الظاہر انہ لیعتبر فیہ تحدث غالب اہل البلدۃ او بعضہا انتہی ودر جامع الرموز آوردہ الصحیح من مذہب اصحابنا رحمہ انہ یلزمہم اذا استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری انتہی ودر خبر تار برقی معتبر نیست زیراکہ از کفار است ویکی از شرائط شہادۃ اسلام است وآن یافتہ نمی شود ودر جامع الرموز است ولی انہ یشترط الاسلام والعقل والبلوغ انتہی ودر رویت ہلال تعدد او بعد امصار اعتبار ندارد اگر اہل مغرب دیدہ بر اہل مشرق بطریق موجبہ ثابت گردیدہ ہمانرا لازم آید کما فی الدر المختار فیلزم اہل المشرق برؤیۃ اہل المغرب اذا ثبت عندہم رؤیۃ اولئک

قولہ لو استفاض الخبر معنی الاستفاضۃ ان تاتی من تلک البلدۃ جماعات متعددون کل منہم یخبر عن اہل تلک البلدۃ انہم صاموا عن رؤیۃ لا مجرد الشیوع

غفر اللہ الاحد علی محمد الصمد خادم اولیاء اللہ

بطریق موجب انتہی واللہ اعلم حررہ خادم اولیاء اللہ الصمد علی محمد غفر لہ اللہ الاحد

ہو المصوب۔ واضح باد در باب رویت ہلال شہرت اخبار معتبر نیست اگر از شہری خبری رسید
از شہری که شبیه در اخبار رویت ہلال شده یا بوساطت تار برقی دریافت این امر شده تا وقتیکه شہرت
آن نشود و از تحریرات کثیره و اخبار عدیده معلوم نشود اعتبار آن نباید ساخت و در صورت ثبوت
ہلال برویت بلده دیگر باخبار متکاثره اختلاف دارند فقہا درین که آیا این رویت در بلاد دیگر
ہم معتبر خواہد شد یا نه بعضے بر آن اند که معتبر نخواہد شد و اعتبار رویت فقط به بلده رویت
خواہد بود و اکثر فقہا فتوی بر عدم اختلاف مطالع و اعتبار رویت یک بلده بجمله بلاد میدہند و نزد
محققین این است که بلاد و دیگر اختلاف مطالع بحسب قواعد مقرره علم ہیأت دارند و در آنہا اختلاف
مطالع معتبر خواہد شد و رویت یک بلده به بلده دیگر معتبر نخواہد شد و بلادیکه اختلاف مطالع ندارند
در آنہا حکم رویت داده خواہد شد در فتاوی تاتارخانیه می آرد الخبر اذا استفاض وتحقق فی ما بین
اہل البلدة الاخری یلزمہم حکم اہل ہذه البلدة انتہی و در نہر الفائق می آرد و یلزم اہل المشرق برؤیة اہل المغرب
فی ظاہر المذہب وعلیه الفتوی کذا فی الخلاصة وقیل یعتبر فلا یلزمہم قال الشارح وہو الاشبه لکن
قال فی التصحیح الاخذ بظاہر الروایة احوط وعلی الاول فانما یلزمہم اذا ثبت عندہم رؤیة اولئک بطریق
موجب انتہی و در مراقی الفلاح می نویسد اذا ثبت الہلال فی بلدة لزم سائر الناس فی ظاہر الروایة
وعلیه الفتوی وہو قول اکثر المشائخ فیلزم قضاء یوم علی اہل بلدة صاموا تسعة وعشرین یوما لعموم
الخطاب صوموا لرؤیته وقیل یختلف باختلاف المطالع واختاره صاحب التجرید کما اذا زالت
الشمس عند قوم وغربت عند غیرہم فالظہر علی الاولین لا المغرب لعدم انعقاد السبب فی حقہم انتہی
ملخصا و مفتی ابوالسعود در شرح مراقی الفلاح می آرد قوله کما ذہب الیه صاحب التجرید وہو الاشبه
لان انفصال الہلال من شعاع الشمس یختلف باختلاف الاقطار کما فی دخول الوقت وخروجه وہذا
ثبت فی علم الافلاک والہیأة عینی وقل ما تختلف به المطالع مسیرة شہر کما فی الجواہر انتہی ملخصا
و در تاتارخانیه می آرد اہل بلدة اذا راوا الہلال ہل یلزم فی حق کل بلدة اختلف المشائخ فیه فبعضہم
قالوا لا یلزمه فانما المعتبر فی حق اہل بلدة رؤیتہم وفی الخانیة لا عبرة باختلاف المطالع فی ظاہر الروایة
وفی الظہیریة عن ابن عباس رضی اللہ عنه انه کان یعتبر فی حق کل بلدة رؤیة اہلہا وفی القدوری

ان کان بین البلدتین تفاوت لا تختلف بالمطالع یلزمہ وذکر الشیخ شمس الائمۃ الحلوانی انہ الصحیح من
مذہب اصحابنا انتہی ودر زیلعی شرح کنز است اکثر المشائخ علی انہ لا یعتبر اختلاف المطالع والاشبہ
ان یعتبر لان کل قوم مخاطبون بما عندہم وانفصال الہلال عن شعاع الشمس یختلف باختلاف الاقطار
والدلیل علی اعتبارہ ما روی عن کریب ان ام الفضل بعثتہ الی معاویۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال
فقدمت الشام وقضیت حاجتہا واستہل شہر رمضان وانا بالشام فرأیت الہلال لیلۃ الجمعۃ
ثم قدمت المدینۃ فی آخر الشہر الی ابن عباس رضی اللہ عنہ وذکر الہلال فقال متی رأیتم الہلال
فقلت رأیناہ لیلۃ الجمعۃ فقال انت رأیتہ فقلت نعم ورآہ الناس وصاموا وصام معاویۃ
فقال لکنا رأیناہ فی لیلۃ السبت فلا نزال نصوم حتی نکمل ثلثین یوما او نراہ فقلت او لا تکتفی برؤیۃ
معاویۃ رض وصیامہ فقال لا ہکذا امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم قال فی المنتقی رواہ
الجماعۃ الا البخاری وابن ماجہ انتہی ملخصا ودر جواہر نفیسہ شرح در منیفہ می آرد لا عبرۃ باختلاف
المطالع وعلیہ کثیر من المتون المعتبرۃ کصاحب الکنز قال الزیلعی والاشبہ ان یعتبر لان کل قوم
مخاطبون بما عندہم انتہی ودر مختارات النوازل می آرد اہل بلدۃ صاموا تسعۃ وعشرین یوما بالرؤیۃ
واہل بلدۃ اخری صاموا ثلثین یوما بالرؤیۃ فعلی الاولین قضاء یوم اذا لم تختلف المطالع بینہما
واما اذا اختلفت لا یجب القضاء انتہی واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب حررہ الراجی
عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی وحفظ عن موجبات الخزی

استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین اس مسئلہ مین کہ رویت ہلال ایک ملک کی
دوسرے ملک مین معتبر ہے یا نہین اور اگر معتبر ہے تو وہ دونون ملک کتنے بُعد پر واقع ہون
اور اختلاف مطالع کا کتنی مسافت مین معتبر ہے کتب معتبرہ و حدیث صحیحہ سے
مع عبارت و نام کتاب تحریر فرمائیے بینوا توجروا

ہو المصوب حنفیہ کا اس باب مین اختلاف ہے بعض کی رائے یہ ہے کہ اختلاف مطالع
مطلقا اعتبار نہین ہے حتی کہ اہل مشرق پر رویت ہلال مغرب جب خبر وہان کی بطور شرعی پہونچے
روزہ واجب ہے اور بعض کی یہ رائے ہے کہ جسقدر مسافت مین بموجب قواعد مہندسہ علم ہیئت
اختلاف مطالع ہوتا ہے اور ایک شہر مین رویت ہو سکتی ہے دوسرے مین نہین اسقدر رویت

اختلاف مطالع معتبر ہے اور اس سے کم مین نہین اور ادنی مسافت اختلاف مطالع کا
بمقدار ایک مہینہ کی راہ ہے پس جب ایک شہر مین مثلاً لکھنؤ یا اوسکے اطراف مین چاند رمضان کا
دیکھا گیا پس جو شہر اوس سے ایک مہینہ کی یا زائد اس سے مسافت رکھتا ہے وہان کے لوگون پر
یہ حکم لازم نہوگا اور جو شہر اس سے کم مسافت رکھتا ہے وہان کے لوگون پر یہ حکم لازم ہوگا اور
یہی مذہب محدثین حنفیہ کا ہے اور موافق حدیث ابن عباس کے جو صحیح مسلم اور جامع ترمذی
وغیرہ مین مروی ہے تاتارخانیہ مین ہے اہل بلدة اذا رأى الهلال هل يلزمه في حق كل بلدة
اختلف المشايخ فيه فبعض قالوا لا يلزمه وفي الخانية لا عبرة باختلاف المطالع في ظاهر الرواية وفي
القدوري ان كان بين البلدتين تفاوت لا يختلف به المطالع يلزمه وذكر شمس الائمة الحلواني انه الصحيح
من مذهب اصحابنا انتهى اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح مین لکھتے ہین يختلف باختلاف المطالع
واختاره صاحب التجريد وهو الاشبه لان انفصال الهلال من شعاع الشمس يختلف باختلاف
الاقطار كما ثبت في علم الافلاك والهيأة واقل ما يختلف به المطالع مسيرة شهر كما في بحر الجواهر انتهى اور
زیلعی شرح کنز مین لکھتے ہین اکثر المشايخ على انه لا يعتبر اختلاف المطالع والاشبه انه يعتبر لان كل قوم
مخاطبون بما عندهم وانفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف باختلاف الاقطار والدليل على اعتباره
ما روي عن كريب ان ام الفضل بعثته الى معاوية قال فقدمت الشام وقضيت حاجتها واستهل
شهر رمضان وانا بالشام فرأينا الهلال ليلة الجمعة ثم قدمت المدينة في آخر الشهر الى ابن عباس
وذكر الهلال فقال متى رأيتم الهلال فقلت ليلة الجمعة فقال انت رأيته قلت نعم ورآه الناس وصاموا
وصام معاوية فقال لكنا رأيناه ليلة السبت فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلاثين او نراه فقلت اولا
نكتفي برؤية معاوية وصيامه قال لا هكذا امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال في المنتقى رواه الجماعة
الا البخاري وابن ماجة انتهى اور مختارات النوازل مین ہے اهل بلدة صاموا تسعة وعشرين يوما بالرؤية
[illegible] صاموا ثلاثين يوما [illegible] اذا لم تختلف المطالع بينهما واما اذا اختلف
[illegible] انتهى اور یہ جو [illegible] اہل بلد و رؤیتہم اس سے یہ مراد نہین ہے کہ مطلقاً
ایک جگہ کی رویت دوسرے [illegible] معتبر ہو ورنہ لازم آویگا کہ اگر ایک شہر مین رویت ہوا اور دوسرے
شہر مین کہ اوس سے صرف دو ایک منزل یا دو چار کوس دور ہو رویت نہو تو وہ رویت اون لوگون کو

حق مین معتبر نہو اور یہ امر کوئی عاقل کہ جسکو کتب حدیث کے ساتھ ممارست اور فن ہیأت کے
ساتھ مناسبت ہے تجویز نہ کریگا بل لا یقول بہ الا جاہل غبی او رغوی بلکہ مراد اوس سے یہی ہے
کہ جن دو بلاد مین اختلاف مطالع ہوتا ہے اور یہ ممکن ہے کہ ایک جگہہ ہلال دیکھا جاوے
اور دوسری جگہہ نہین ایسے دو بلدون مین ایک جگہہ کا حکم دوسری جگہہ لازم نہوگا اور اگر
ایسا نہو جیسے دونون شہرون مین مسافت ایک مہینہ سے کم ہو تو ضرور حکم ایک جگہہ کا دوسری
جگہہ پر لازم ہوگا اور ایک روزہ قضا کرنا پڑیگا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی

ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

استفتا ۲۵۷ کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ زید نے حالت مرض
سخت مین کہ زندگی سے نا امید تھا یہ نذر کی اگر مین اس مرض سے اچھا ہو جاؤن تو ڈیڑھ برس
روزہ رکھون اب اسکو صحت ہو گئی اس صورت مین کوئی روزہ مثل روزہ ایام بیض وغیرہ کے
رکھنے سے یا کسی طرح صدقہ دینے سے ڈیڑھ برس کے روزے اسکے ذمہ سے

ساقط ہو سکتے ہین یا نہین بینوا توجروا

ہو المصوب صدقہ دینے سے نذر مذکور ساقط نہین ہوگی ضرور ہے کہ اوسیقدر روزہ
رکھے جاوین خواہ ایام بیض مین خواہ کسی اور ایام مین سوای عیدین وایام تشریق کے اور چونکہ
اوسنے نذر مین یہ نہین کہا ہے کہ علی الاتصال اسقدر روزے رکھونگا اسوجہ سے اوسکو اختیار ہے
متفرق روزے رکھے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا ۲۵۸ کیا فرماتے ہین علماء شریعت محمدیہ اس صورت مین کہ قصبہ دیوبند مین
پانچ آدمیون نے ہلال رمضان شریف کو جمعہ کے روز کہ جسکا انتیس ۲۹ تاریخ ہونا بشہادت
ایک مرد اور خطوط مختلفہ اطراف وجوانب سے ثابت ہو چکا تھا باوجود موجود ہونے
ابر کے دیکھا پھر اونھون نے حاجی محمد انور صاحب کے پاس گواہی دی اور اونھون نے
اونکی شہادت کو قبول کیا اور اونکی شہادت حاجی عابد حسین صاحب کے نزدیک وکیل ہو کر ... کے
ساتھ ثابت ہوئی اور باقی مسطور الحال ہیں بعد قبول ہو جانے گواہی کے شہر مین منادی حاجی
عابد حسین صاحب نے کروائی اور سب شہر والون نے سنیچر کے روز روزہ رکھا اور کسی نے مخالفت

فائدہ رسالہ ... محمد عبد الحی ... ۵ شوال ۱۲۹۶ ہجری

نہ کی پھر جب تیس روزے پورے ہو چکے تو شام تک باوجودیکہ مطلع صاف تھا چاند نظر نہ آیا ہمکو تو یون بھی لازم تھا کہ ہم عید کرتے چنانچہ عبارت درمختار وغیرہ کی اسپر شاہد ہی کہ بعد صوم ثلثین بقول عدلین یحل الفطر لیکن بعد صلوۃ مغرب کے چوبیس آدمیون نے جو خارج مصر سے چاند دیکھکر آئے اونھون نے روبرو مولانا مولوی محمد یعقوب صاحب کے حاضر ہوکر گواہی دی اور اونھون نے قبول کی اور شہر سے متعدد جگہہ سے خبرین آئین کہ فلانے مرد نے یا فلانی عورت نے چاند کو دیکھا ہے اور فلانے مکان بلند پر دو آدمیون نے دیکھا ہے اگر جمع عظیم کا خیال ہو تو عبارت درمختار کی یہ ملاحظہ فرمایئے فقبل بلا علۃ جمع عظیم یقع العلم بخبرہم وہو مفوض الی رای الامام من غیر تقدیر بعدد علی المذہب وعن الامام انہ یکتفی بشاہدین واختارہ فی البحر وصحح فی الاقضیۃ الاکتفاء بواحد ان جاء من خارج المصر او کان علی مکان مرتفع واختارہ ظہیر الدین انتہی ملخصاً تو اوسوقت مولانا صاحب موصوف نے جمع عظیم مین بلند آواز سے پکار کر فرمایا کہ ہمکو اس گواہی سے یقین حاصل ہو گیا ہے اور کل نماز عید کی ضرور ہوگی اور اگر بالفرض یہ گواہ بھی نہوتی تو ہمکو کل عید کرنے مین کچھہ نقصان اور ملامت نہ تھی اسوقت یہ سب کتابین فقہ کی موجود ہین جن صاحب کو کچھہ شک وشبہہ ہو نکال لین اوسوقت سب نے حکم تسلیم کیا اور کسی نے چون وچرا نکی اور منادی بھی کی گئی اور صبح کے وقت مختلف قصبات اور دیہات سے بھی چاند دیکھنے کی خبرین آئین اور نماز عید کی پڑھی گئی مگر چند آدمیون نے انکار کیا اور شریک نہوے دوسرے روز مولوی عبدالحق صاحب جو ہمارے ساتھہ روزے کے افطار کرنے اور صلوۃ عید کے پڑھنے مین شریک تھے اونکو مخالفین نے امامت کے لیے طلب کیا وہ فوراً اونکے ساتھہ روانہ بصلوۃ عید کے لیے ہوے اتفاقاً وہان ایک شخص اور آگئے امامت اونھی کی لیکن خطبہ مولوی عبدالحق صاحب نے پڑھا لہذا آپ سب صاحبون کی خدمت شریف مین عرض ہے کہ موقع ملامت ہم ہین یا وہ غلطی ہمسے ہوئی یا اونسے یہ منافقانہ چال اونسے ہوئی یا ہمسے اگر اونسے غلطی ہوئی ہو تو اسپر مہر کرنا وہ ہمارے حکم کو غلط کہتے ہین اور اگر ہمسے قصور ہوا ہے اور غلطی ہوئی تو مطلع کرنا جزاکم اللہ خیر جزاء اور اگر ہم الحب للہ والبغض للہ کا خیال کرکے کچھہ تھوڑا سا اونسے اعتراض کرین تو بجا ہے یا نہین ۔

هو المصوب ماہر ضوابط شرعیہ و واقف کتب فقہیہ پر مخفی نہین ہے کہ اس صورت مین خطا مخالفین سے ہوئی اور قابل ملامت وہی لوگ ہین بلکہ بسبب تسلیم نکرنے شہادت و حکم مفتی ثقہ کے گنہگار ہوے اونپر لازم ہے مناسب ہے کہ اونکی تفہیم بطور مناسب کیجاوے اور اونکے شبہات رکیکہ کا دفع کردیا جاوے اور اگر وہ نہ تسلیم کرین تو مقتضاے قول حق جل شانہ علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم کہ مصداق اوسکا یہی زمانہ پر جہالت و فتن ہے اور مضمون حدیث دع عنک امر العوام پر عمل کیا جاوے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

۲۵۹

استفتا کیا فرماتے ہین علماے دین محمدی صلعم اس مسئلہ مین کہ ایک شہر مین ۲۸ شعبان کو کہ بعض جگہہ کے ایک خط سے اوس روز وہان ۲۹ کا بھی خیال تھا چند شخصون نے آکر شہادت رویت ہلال رمضان شریف دی مفتی نے شہادت قبول فرماکر حکم روزہ کا دیا جبکہ تیس روزے پورے ہوچکے اور اوس روز مطلع صاف تھا کسی طرح کی کدورت نہ تھی ہلال شوال وہان کسی جگہہ کسی کو نظر نہ آیا مگر جس محلہ کے آدمیون نے ہلال رمضان کی شہادت دی تھی اوسی محلہ کے لوگون نے کہ جو بائیس شخص تھے آکر شہادت رویت ہلال شوال کی دی مفتی نے حکم افطار کا دیا اور عید الفطر کی گئی مگر دو سو آدمیون نے اونکی شہادت کو قابل سند نہ جانکر اوس روز تراویح بھی پڑھی اور روزہ بھی رکھا دوسرے دن کہ سب شہرون مین عید تھی اونھون نے بھی عید کی اب ان لوگون کیواسطے کیا حکم ہے آیا وہ کافر یا منکر کہلا سکتے ہین یا نہین اور وہ اس عمل سے ایسے ہوگئے کہ اونسے ترک سلام علیک کیا جاوے اور مسجد سے نکالدیئے جاوین یا نہین اور عید جمعہ کے روز کی صحیح تھی یا منگل کی اور ایک شخص ایسا ہے کہ اول روز سب کے ساتھ افطار اور عید کرچکا تھا مگر جبکہ اوسکو یہ خبر معتبر ملی کہ اوس روز کسی جگہہ عید نہین ہوئی فقط اوسی شہر مین ہوئی ہے تو اوسنے دوسرے روز بہ نظر احتیاط دوسرے دن سب کے ساتھ عیدگاہ مین جاکر نماز پڑھی اب اوس شخص کے واسطے کیا حکم ہے آیا وہ اس عمل سے کافر یا منافق کہلا سکتا ہے یا نہین اور اوسکے پیچھے نماز جائز ہوگی یا نہین اور جو لوگ اول روز افطار کرچکے ہین اونپر چونکہ سب جگہہ اوس روز روزہ تھا قضا اوس روزہ کی آوے گی یا نہین بینوا توجروا

ہو المصوب ہر گاہ مفتی نے شہادت ہلال رمضان و ہلال شوال کو قبول کر کے حکم صوم و افطار کا دیا سب لوگون کو اوسکی تعمیل لازم و واجب ہوگی در مختار مین ہے لو کانوا ببلدۃ لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ و افطروا باخبار عدلین مع العلۃ للضرورۃ انتہی اور رد المحتار مین ہے قولہ صاموا ای افترا ضا قولہ و افطروا عبارۃ غیرہ لا بأس والظاہر ان المراد بالوجوب انتہی بنا برین جن لوگون نے باوجود گذرنے شہادت و حکم مفتی کے افطار نکیا اور دوسرے دن عید کی وہ گنہگار ہوے اونپر توبہ لازم ہے مگر اس سے وہ کافر نہین ہوگئے اور دوسرے دن جسنے نماز پڑھی باوجودیکہ اول روز پڑھ چکا تھا اوسنے محض جہالت و حماقت کا کیا کیونکہ دوسرے دن نماز عید نہین جاہیے مگر یہ کہ اول روز کسی وجہ سے نہ پڑھی گئی ہوا ور فقط یہ بنا کہ دوسری جگہ عید نہین ہوئی بعد گذرنے شہادت و حکم مفتی کے غیر معتبر و لغو ہے اور جن لوگون نے بربنای حکم مفتی افطار کیا اون پر قضا اوس روز کی کہ اور مقامات مین وہان روزہ تھا نہین لازم ہی بلکہ وہی لازم تھا جو اونھون نے کیا کسی جگہ عید نہونا مستلزم اسکو نہین کہ جہان شہادت گذر جاوے وہان بھی عید نہووی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی

استفتا ۲۶۰ علمای دین و مفتیان شرع متین سے سوالات موافق تفصیل ذیل کے ہین امید کہ جوابات اونکے مدلل بآیات و احادیث یا قول فقہا کے مع عبارت کتب فقہ تحریر فرماوین ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین فقط جسدن ابر و غبار آسمان پر ہو تو رویت ہلال رمضان کی واسطے ایک عادل یا مستور الحال کے گواہی مقبول ہے پس اگر ایک راوی سے زیادہ ہو تو بھی عدالت شرط ہے یا نہین اگر نہین تو بروز ابر و غبار فوق واحد کتنے شخص ہونا چاہیے ابر و غبار کے دن رویت ہلال شوال مین دو مرد عادل کی گواہی مقبول ہے اور اگر دو سے زیادہ ہون اور زیادہ لوگون کو رویت ہو تو بھی اون سبہامین عدالت شرط ہے یا نہین اگر نہین تو کتنے اشخاص ہونا چاہیے اور مطلع صاف ہووے پر تو شہادت جمع کثیر کی چاہیے کہ اقل درجہ پچاس آدمی ہین مگر حالت غیم و غبار مین اگر تین آدمی سے لیکر دس آدمی تک کو رویت ہو تو بھی عدالت ضرور ہے یا بحق اسلام بس ہے اگر ایک شہر مین رویت ہلال رمضان کی شنبہ کو ہوئی اور دوسرے شہر مین یکشنبہ کو اور کسی نے اوس شہر مین اپنے کسی

۲۰ شوال ۱۳۰۲ھ مرسلہ مولوی عبد الباری ... ضلع ...

دوست یا قریب کو خط لکھا کہ یہان رویت شنبہ کو ہوئی مگر مین نے نہین دیکھا یا لکھا کہ
مین نے بھی دیکھا اس صورت مین اوسکی تحریر کے تمسک سے اس شہر والون پر روزہ لازم
ہوتا ہے یا نہین اور شہادت خطوط سے ثبوت رمضانیت ہو سکتی ہے یا نہین اگر ہو سکتی ہے
تو خط عامی کا طرف عامی کے یا خبر اخبار مطبوعہ کافی ہے یا کتاب القاضی الی القاضی ضروری
چونکہ کتاب القاضی الی القاضی معاملات مین سوای حدود و قصاص کے واسطے رفع حرج کے
جائز ہے مگر بایں شرط کہ دو گواہ اوپر کتابت اور مُہر قاضی مرسل کے محکمہ مرسل الیہ
مین مع خط سجل کے حاضر آوین پس بعد شہادت نامہ ہلال کے ساتھ بھی دو گواہ بابت کتابت
اور مُہر قاضی مرسل الیہ کے محکمہ مین حاضر ہونا شرط ہے یا محض خط متضمن رویت کا کافی ہے
خبر تار برقی سے رمضانیت و عید الفطر ثابت ہوتی ہے یا نہین شہر مین نماز عید الفطر کی مثلاً
شنبہ کو ہوئی اور توپین موافق عادت کے چلین اور دیہات مین آواز صاف دی گئی پس دیہات کے
لوگون کو توپون کی آواز پر روزہ افطار کرنے کا حکم ہے یا نہین اگر ایک شخص یا دو شخص نے
دیہات مین خبر دی کہ کل چاند عید الفطر کا بلدہ مین نظر آیا اور آج شہر مین عید ہو تو دیہاتیونکو
انکے کہنے سے افطار کرنا چاہیے یا نہین یا کسی شخص نے کہا کہ شہر کے قاضی نے مجھے خبر کرنے کو
بھیجا ہے کہ آج عید ہے پس اوسکے قول پر عمل کرنا چاہیے یا نہین لکل اہل بلد رؤیتہم اس حدیث پر
عمل کرنا جائز ہے یا نہین بینوا توجروا

ہو المصوب جواب سوال اول ظاہر کتب فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ثبوت رمضان مین
عدالت غیر شرط ہے صرف مستور کافی ہے خواہ ایک ہو خواہ زیادہ اور زیادہ کی حالت ابر وغیرہ
مین کوئی حد مقرر نہین جواب سوال دوم عید کے چاند مین حالت ابر و غبار مین صرف
دو گواہ عادل ضرور مین باقی او زائد اگر ہون اور عادل نہ بھی ہون تو کچھ حرج نہین بوجہ
ثبوت ہلال عید نصاب شہادت سے ہو جاویگا اور باقی ناس کا قول موید و معین سمجھا جاویگا
جواب سوال سوم و چہارم اس باب مین صرف خبر تار یا تحریر خطی کافی نہین جبتک کہ بطور
کتاب القاضی الی القاضی کی تحریر نہو کیونکہ قاعدہ الخط یشبہ الخط کا مشہور ہے اور درمختار مین

فیلزم اہل المشرق برؤیۃ اہل المغرب اذا ثبت عندہم رؤیۃ اولئک بطریق موجب انتہی

رد المحتار میں ہے کان تحمل اثنان الشہادۃ او شہدا علی حکم القاضی او یستفیض الخبر انتہی
جواب سوال پنجم افطار کرنا درست ہوگا اسوجہ سے کہ توپین چلنا موافق عادت شائعہ کے
بموجب ظن عید ہونے کے ہے اور غلبہ ظن عمل کیواسطے کافی ہے اسوجہ سے ایسے علامات سے
روزہ رکھنا لازم ہوجاتا ہے رد المحتار میں ہے قلت والظاہر انہ یلزم اہل القری الصوم بسماع
المدافع او برؤیۃ القنادیل من مصر لانہ علامۃ ظاہرۃ تفید غلبۃ الظن وغلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل
کما صرحوا بہ انتہی جواب سوال ششم اگر دو شخص نے آکے گواہی اس امر کی دی کہ شہر میں قاضی کے
سامنے گواہی معتبر رویت کی گذری اور اوسپر قاضی نے حکم دیدیا تو اس شہادت کے موافق
اہل قری کا عمل کرنا چاہیے یا یہ کہ خبر مشہور ہو گئی اس طرح پر کہ سب سے لوگ آئے اور اونھوں نے
خبر دی کہ فلاں مقام پر چاند ہو گیا اور اگر صرف دو ایک شخص نے خبر دی کہ فلاں مقام پر
چاند ہو گیا اور اپنی رویت نہیں ذکر کی تو اوسپر اعتماد نہیں چاہیے در مختار میں ہے شہدوا انہ شہد
عند قاضی مصر کذا شاہدان برؤیۃ الہلال فی لیلۃ کذا وقضی القاضی بہ جاز لہذا القاضی ان یحکم
بشہادتہما لان قضاء القاضی حجۃ وقد شہدوا بہ لا لو شہدوا برؤیۃ غیرہم لانہ حکایۃ نعم لو استفاض
الخبر فی البلدۃ الاخری لزمہم علی الصحیح من المذہب جواب سوال ہفتم یہ لفظ حدیث نہیں ہے
بلکہ کسی کا قول ہے علماء حنفیہ اس امر میں مختلف ہیں بعض کے نزدیک اختلاف مطالع غیر معتبر ہے
مطلقا اور بعض کے نزدیک معتبر ہے اور تیسرا مذہب معتمد یہ ہے کہ جن دو مقاموں میں ایک
مہینہ کی مسافت ہو ایسے مقاموں میں ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ لازم نہو گی اور اس سے
کم میں حکم ایک مقام کا دوسرے مقام پر لازم ہوگا فتاوی تاتارخانیہ میں ہے اہل بلدۃ اذا
راوا الہلال ہل یلزم فی حق کل بلدۃ اختلفوا فیہ بعضہم قالوا لا یلزمہ وانما المعتبر فی حق اہل بلدۃ
رؤیتہم وفی الخانیۃ لا عبرۃ باختلاف المطالع وقال القدوری ان کان بین البلدین تفاوت
لا یختلف المطالع یلزمہ وذکر الحلوانی انہ الصحیح من مذہب اصحابنا انتہی اور جامع الرموز میں ہے
اختلف ما یختلف بہ المطالع شہر انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات
محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

سوال استفتا کیا فرماتے ہیں علمای دین اس مسئلہ میں کہ اعتبار اخبارات تیلیگراف کا

در باب رویت ہلال رمضان یا شوال کیا جاوے یا نہین اور در صورت اعتبار حکم صوم یا
افطار دیا جاوے یا نہین باوجودیکہ فی زماننا باعتبار اخبارات ٹیلیگراف کے کھول معاملات
بیوی ہوتے جاتے ہین اور گاہے گاہے فوت اخبار نہین ہوتا ہے بینوا توجروا ٭
ہو المصوب بحسب ضوابط فقہیہ مجرد اخبارات تار وغیرہ در باب صوم و افطار معتبر
نہین در مختار مین ہے فیلزم اہل المشرق برویۃ اہل المغرب اذا ثبت رویۃ اولئک بطریق موجب
انتہی اور رد المحتار مین ہے قولہ بطریق موجب کان تحمل اثنان الشہادۃ او شہدا علی حکم القاضی او یستفیض الخبر
واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

۲۶۳ استفتا کیا فرماتے ہین علمای اہل سنت وجماعت اس صورت مین سنا گیا کہ
بھوپال مین ۲۹ شعبان یوم چہارشنبہ کو رویت ہلال رمضان شریف ہوئی چنانچہ
تحقیق کیواسطے مخصوص خط ایک صاحب معتبر کے پاس بھیجا گیا اون صاحب نے اوسکے
جواب مین لکھا کہ ۲۹ شعبان یوم چہارشنبہ کو دس بجے شب کو رویت ہلال کی تصدیق ہوئی
واسطے اطلاع کے توپ سر ہوئی اور پنجشنبہ کو سب نے روزہ رکھا اور ملک اودھ وغیرہ مین
بسبب ابر کے رویت ہلال ۲۹ شعبان کو نہین ہوئی بحساب اس ملک کے ۲۹ رمضان
جمعہ کو رویت ہلال ہوئی اور بحساب بھوپال کے کہ رویت ہلال ۲۹ شعبان کو ہوئی تھی
رمضان تھی اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر جمعہ کو بسبب ابر کے رویت نہوتی تو ہفتہ کو بجنسہ
بھوپال کے عید ہو سکتی تھی یا نہین اور وہان رویت معتبر تھی یا نہین بینوا توجروا
ہو المصوب عید ہو سکتی تھی اوس مقام مین کہ رویت ہلال بھوپال وہان بطور موجب
شرعی ثابت ہو گئی ہو در مختار مین ہے فیلزم اہل المشرق برویۃ اہل المغرب اذا ثبت عندہم
رویۃ اولئک بطریق موجب انتہی رد المحتار مین ہے قولہ بطریق موجب کان تحمل اثنان الشہادۃ
او شہدا علی حکم القاضی او یستفیض الخبر انتہی اور بھی اوسی مین ہے قال الرحمتی معنی الاستفاضۃ ان
تاتی من تلک البلدۃ جماعات متعددون کل منہم یخبر عن اہل تلک البلدۃ انہم صاموا عن رویۃ
لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعہ انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات
محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

بماہ شوال سنہ ۱۲۹۰ھ [illegible] مولوی [illegible] صاحب

۲۶۳ استفتا ۱۲ ایک شخص نے روزہ قضا کا رکھا اور سنے عمداً کھایا پی لیا اس صورت مین کفارہ لازم ہے یا نہین بینوا توجروا

ہو المصوب کفارہ صرف رمضان کے روزہ توڑنے مین ہے نہ قضا وغیرہ مین رد المحتار مین ہے فلا تجب بافساد قضاء رمضان او افساد صوم غیرہ لان الافطار فی رمضان ابلغ فی الجنایۃ فلا یلحق بہ غیرہ لورودہا فیہ علی خلاف القیاس انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

۲۶۴ استفتا ۱۳ بسم اللہ الرحمن الرحیم چہ میفرمایند علمای دین وفضلای شرع متین درمسئلہ اعتبار اتحاد واختلاف مطالع آیا مسئلہ ان لکل اہل بلد رویتہم مستند ومدلل باحادیث صحیح است یا مسئلہ لاعبرۃ لاختلاف المطالع درہر دو صورت بخدمت بزرگان دین التماس است کہ جواب استفتاء ہذا بدلائل قویہ مدلل نمودہ زود بغربای کر قول را ببرواند ہستنش ممنون ومشکور فرمایند وعند اللہ ماجور وعند الناس مشکور شوند الملتمس محمد عبد الرحیم عفی عنہ

ہو المصوب در باب اختلاف مطالع فقہای حنفیہ ہرچند اقوال مختلفہ اند بعضی گویند کہ اختلاف مطالع معتبر است واعتبار رویت یک بلدہ ببلدہ دیگر نیست بلکہ برای اہل ہر بلد رویت ہمان بلدہ معتبر ست ونزد اکثر مشایخ حنفیہ موافق ظاہر الروایۃ اختلاف مطالع را اعتبار نیست پس رویت یک بلدہ ببلدہ دیگر اگرچہ فیما بین ہر دو فاصلہ کثیر باشد بعد ثبوت آن بطریق شرعی بلزوم معتبر خواہد شد ونزد طائفہ از محققین حنفیہ این ست کہ بلاد یکہ بحسب قواعد علم ہیئت اختلاف مطالع دارند ومقدار آن نزد ایشان مسافت یکماہ است دران اختلاف مطالع معتبر شدہ حکم یک بلدہ ببلدہ دیگر ملزوم نخواہد شد ودر بلاد متقاربہ کہ مسافت کم از یکماہ دارند ثبوت رویت یک بلدہ ببلدہ دیگر بلزوم خواہد شد در رقایہ [illegible] اذا ثبت الہلال فی بلدۃ ومطلع قطر لزم سائر الناس فی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتوی [illegible] الشافعی الیوم قضاء یوم علی اہل بلدۃ صاموا تسعۃ وعشرین لرویۃ العموم الخ [illegible] صحیح الرویۃ [illegible] ثبوتہ باختلاف المطالع واختارہ صاحب التجرید کما اذا [illegible] الشمس [illegible] عند غیرہم فالظہر علی الاولین لا المغرب لعدم انعقاد السبب

ذکر قول مفتی ... مدراس ... قاضی محمد عبد ... صاحب قاضی ... کا قول

انتهی و طحطاوی در حواشی مراقی الفلاح می نویسد قوله کما ذهب الیه صاحب التجرید و هو الاشبه
لان انفصال الهلال من شعاع الشمس یختلف باختلاف الاقطار کما فی دخول الوقت و خروجه
و هذا مثبت فی علم الافلاک والهیئة و اقل ما تختلف المطالع مسیرة شهر کما فی الجواهر انتهی
و در فتاوی تاتارخانیه می آرد اهل بلدة اذا رأوا الهلال هل یلزم فی حق کل بلدة اختلف فیه
فبعضهم من قال لا یلزم فانما المعتبر فی حق اهل بلدة رؤیتهم و فی الخانیة لا عبرة باختلاف المطالع
فی ظاهر الروایة و فی القدوری ان کان بین البلدتین تفاوت لا یختلف به المطالع یلزمه و ذکر
شمس الائمة الحلوانی انه الصحیح من مذهب اصحابنا انتهی و صاحب هدایه در مختارات النوازل
می آرد اهل بلدة صاموا تسعة و عشرین یوما بالرؤیة و اهل بلدة اخری صاموا ثلاثین بالرؤیة
فعلی الاولین قضاء یوم اذا لم یختلف المطالع بینهما و اما اذا اختلف لا یجب القضاء انتهی و زیلعی
در تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق می طرازد و لا عبرة باختلاف المطالع و معناه اذا رأی
الهلال اهل بلدة و لم یره اهل بلدة اخری یجب ان یصوموا برؤیة اولئک کیف ما کان علی
قول من قال لا عبرة باختلاف المطالع و علی قول من اعتبره ینظر فان کان بینهما تقارب بحیث
لا یختلف المطالع یجب و ان کان بحیث یختلف لا یجب و اکثر المشایخ علی انه لا یعتبر حتی اذا
صام اهل بلدة ثلاثین یوما و اهل بلدة اخری تسعة و عشرین یوما یجب علیهم قضاء یوم والاشبه
ان یعتبر لان کل قوم مخاطبون بما عندهم و انفصال الهلال عن شعاع الشمس یختلف باختلاف
المطالع کما فی دخول وقت الصلوة و خروجه یختلف باختلاف الاقطار حتی اذا زالت الشمس
فی المشرق لا یلزم ان تزول فی المغرب و کذا طلوع الفجر و غروب الشمس بل کلما تحرکت
الشمس درجة فتلک طلوع الفجر لقوم و طلوع الشمس لبعضهم و غروب لبعض و نصف لیل لغیرهم
والدلیل علی اختلاف المطالع ما روی کریب ان ام الفضل بعثته الی معاویة بالشام قال فقدمت
الشام و قضیت حاجتها و استهل علی شهر رمضان و انا بالشام فرأیت الهلال لیلة الجمعة
ثم قدمت المدینة فی آخر الشهر فسألنی عبد الله بن عباس ثم ذکر الهلال فقال متی رأیتم الهلال
فقلت رأیناه لیلة الجمعة فقال انت رأیته فقلت نعم و رآه الناس و صاموا و صام
معاویة فقال لکنا رأیناه لیلة السبت فلا نزال نصوم حتی نکمل ثلاثین او نراه فقلت

او اکتفی برویۃ معاویۃ وصیامہ قال لا ہکذا امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی المنتقی رواہ
الجماعۃ الا البخاری وابن ماجۃ انتہی خلاصہ کلام این ست کہ مذہب اعتبار اختلاف مطالع مطلقا
وعدم لزوم حکم رویت یک بلدہ ببلدہ دیگر اگرچہ متقارب باشد غیر معتبر ست ومذہب عدم اعتبار
اختلاف مطالع مطلقا ولزوم حکم رویت یک بلدہ ببلدہ دیگر اگرچہ متباعد باشد بغایت بعد مخالف
حدیث ابن عباس ست واصح المذاہب عقلا ونقلا ہمین ست کہ ہر دو بلدہ کہ فیما بین آنہا مسافت
باشد کہ دران اختلاف مطالع میشود وتقدیرش مسافت یک ماہ است درین صورت
حکم رویت یک بلدہ ببلدہ دیگر نخواہد شد وہر دو بلد متقاربہ کہ مسافت کم از یک ماہ داشتہ باشند
حکم رویت یک بلدہ ببلدہ دیگر لازم خواہد شد بشرطیکہ ثبوت آن بطریق موجب شدہ باشد
کان یتحمل اثنان الشہادۃ او یشہدا علی حکم القاضی او یستفیض الخبر ومعنی الاستفاضۃ ان تأتی من
تلک البلدۃ جماعات متعددون کل منہم یخبر عن اہل تلک البلدۃ انہم صاموا عن رویۃ لا مجرد
الشیوع من غیر علم بمن اشاعہ کذا فی رد المحتار علی الدر المختار واللہ اعلم وعلمہ احکم حررہ الراجی
عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

۲۶۵ استفتا بسم اللہ الرحمن الرحیم ما قولکم رحمکم اللہ تعالی اندرین صورت کہ یہان ۲۹
شعبان کو ابر تھا ہم لوگون نے تیس پورا کیا پھر جا بجا سے خطوط آئے کہ ۲۹ شعبان کو رویت
ہلال ہوئی پھر ۲۹ رمضان شریف کو بھی ابر تھا اس صورت مین ہم لوگ تیس روزے پورے کرین
کہ نہین اور اگر ۲۹ دن ماہ رمضان کے گذر جانے سے شب کے وقت جا بجا سے تار پر خبر آوی
کہ رویت ہلال ہوئی تو تار کی خبر پر عمل کرین کہ نہین بینوا توجروا

الجواب واللہ سبحانہ الموفق للصواب ثبوت رویت ہلال کا ایک بلد سے دوسرے
بلد مین جب ہوگا کہ ثبوت اوسکا طریق موجب ہو قال فی الدر المختار فیلزم اہل المشرق برویۃ
اہل المغرب اذا ثبت عندہم رویۃ اولئک بطریق موجب کما مر انتہی اور طریق موجب یہ ہے
کہ دو شاہد مسلم عادل چاند دیکھکر اوس بلد سے اس بلد مین آکر شہادت دین کہ رویت ہلال
ہوئی یا رویت ہلال پر قاضی کے حکم کرنے کی شہادت دین یا خبر رویت ہلال اوس بلد کی اوس
بلد مین اس طور پر مستفیض اور متحقق ہو جائے کہ بمنزلہ متواتر کے ہو جائے افادہ یقین مین

قال فی رد المحتار علی قولہ لطریق موجب کان یحمل اثنان شہادۃ او یشہدا علی حکم القاضی او یستفیض الخبر انتہی اور ظاہر ہو کہ دونوں طریق اول تو یہاں متحقق نہیں ہیں البتہ طریق ثالث محتمل ہے پس صورت مسئولہ میں اگر خطوط بلاد مختلفہ سے مصرح رویت ہلال ۲۹ شعبان کو اسقدر آگئے ہیں کہ جس سے خبر رویت ہلال حد استفاضہ کو بمنزلہ متواتر کے پہونچکئی افادہ یقین ہو گیا ہے تو بموجب اوسکے عمل کرنا چاہیے اور جو اس مرتبہ کے خطوط نہ آویں تو اوسپر عمل نچاہیے فی الدر المختار لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمہم علی الصحیح من المذہب انتہی وقال فی رد المحتار علی ہذا القول عن الذخیرۃ قال شمس الائمۃ الحلوانی الصحیح من مذہب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض وتحقق فیما بین اہل البلدۃ یلزمہم حکم ہذہ البلدۃ انتہی ومثلہ فی الشرنبلالیۃ عن المغنی قلت وجہ الاستدراک ان ہذہ الاستفاضۃ لیس فیہا شہادۃ علی قضاء قاض ولا علی شہادۃ لکن لما کانت بمنزلۃ الخبر المتواتر وقد ثبت بہا ان اہل تلک البلدۃ صاموا یوم کذا لزم العمل بہا الخ اور یہی حال ہے ہر خبر تار برقی کا کہ بدون استفاضہ نہج مذکور کے موجب عمل نہیں اور ساتھ اوسکے اوسپر عمل کرنا چاہیے فقط واللہ سبحانہ اعلم وعلمہ اتم العبد المجیب محمد حسین

الجواب صحیح ارشاد حسین قد صح الجواب العبد محمد گوہر علی الجواب صحیح محمد عبد القادر الجواب صواب محمد امداد حسین صح الجواب واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

۲۶۶ **استفتا** کیا فرماتے ہیں علمای دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ اگر زید و عمر بظاہر روزہ نماز کے پابند چار سمتوں مین کسی طرف سے تار پر خبر دیوین کہ ہم لوگون نے چاند دیکھا ہے تو اوس خبر پر عید الفطر یا عید الضحی کرنا درست ہے یا نہین اور اگر حیدرآباد سے خبر دیوین تو اوسپر کیا حکم شرع ہے کیونکہ وہ دار الاسلام ہے دوم یہ کہ اگر زید انتیسوین کو کوئی اسپر روزہ کھول ڈالے تو اوسپر قضا لازم آویگی یا کفارہ اور اگر جان بوجھکر روزہ اوس خبر پر کھول ڈالے تو اوسکا کیا حکم ہے فقط بینوا توجروا

ہو المصوب صرف ایک دو خبر پر روزہ کھولنا نہیں چاہیے اور اگر افطار کریگا تو قضا لازم ہوگی نہ کفارہ ہان اگر چند خبرین ہوجاوین کہ جس سے ایک صورت شہادت کی ہو تو جائز ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

۲۶۷ ۱۱۹ استفتا بسم اللہ الرحمن الرحیم سوال علماء دین اور مفتیان شرع متین سے یہ ہے کہ رویت ہلال ماہ رمضان وماہ شوال کے باب مین شرعاً گواہی خطوط اور تار برقی اور قول ارباب توقیت غیر مقبول ہے اور اسی پر جمہور علما کا اتفاق ہے لیکن فی زماننا ہر فرد مسلمان مطلق العنان اور آزاد ہے کسیکا مطیع ومنقاد نہین فرداً فرداً خود قاضی وخود مفتی ومجتہد ہے حکام زمان اہل اسلام نہین اور جو ہین تو امورات اسلامیہ مین سست ہین اس سبب سے اکثر ثبوت رمضانیت اور عید کے بارے مین نہایت فساد واقع ہوتے ہین نصف بستی مین رمضان اور نصف مین شعبان علی ہذا القیاس آدھے شہر مین رمضان آدھے شہر مین عید اسوجہ سے آپسمین مسلمان مسلمان لڑتے ہین انواع واقسام کی خصومت فیمابین پیدا ہو جاتی ہے بلکہ خانہ بخانہ نقائض سرایت کرتا ہے آدھے گھر والے ایک طرف آدھے ایک طرف کوئی صائم کوئی مفطر اس رخنہ کے انسداد کیواسطے عمل یہ گواہی خطوط یا تار برقی یا قول اہل توقیت کہ اکثر یہ صادق ہوتے ہین اور غلبہ ظن اور قرائن سے صداقت واضح ہوتی ہے باوجود اسکے کہ بعض فقہانے اہل توقیت کے قول منظور بھی کیے ہین اور غلبہ ظن حجۃ موجبہ للعمل بھی ہے اور الاحکام تختلف باختلاف الزمان بھی مشہور ہے ان وجہات پہ نظر کرکے شہادت مرقومہ بالا پر تعمیل درست ہے یا نہین بینوا توجروا ۔

ہو المصوب دربارہ اعتبار قول منجمین وارباب توقیت ہرچند کہ بعض فقہانے فتوی دیا ہے چنانچہ قنیہ مین قاضی عبد الجبار معتزلی سے نقل کیا ہے کہ لا باس بالاعتماد علی قولہم اور ابن مقاتل سے نقل کیا ہے انہ کان یسالہم ویعتمد علی قولہم اور سبکی شافعی نے اپنے فتاوے مین لکھا ہے لو شہدت بینۃ برویۃ الہلال لیلۃ الثلثین من الشہر وقال الحساب بعدم امکان الرویۃ تلک اللیلۃ عمل بقول اہل الحساب فان الحساب قطعی والشہادۃ ظنیۃ مگر چونکہ احادیث صحیحہ بکثرت اس باب مین وارد ہین کہ مدار صوم وافطار رویت ہے اسوجہ سے بدون ثبوت رویت کے صرف ارباب توقیت کے قول پر اعتماد کرنا ناجائز ہوگا اور صحیح ومعتبر قول وہی قول فقہا کا ٹھہریگا جو ارباب توقیت کے قول پر اعتماد نہین کرتے ہین قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ فان اغمی علیکم فاکملوا العدد اخرجہ مسلم وقال صلی اللہ علیہ وسلم الشہر تسع وعشرون لیلۃ فلا تصوموا حتی تروہ فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین اخرجہ البخاری وقال صلی اللہ علیہ وسلم صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ فان حالت دونہ غیایۃ فاکملوا

[illegible]

فشتین یوما اخرجه الترمذی وقال صلی اللہ علیہ وسلم انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب الشہر ہکذا وہکذا وہکذا
الحدیث الغرض ان احادیث سے یہ ثابت ہے کہ شرع مدار صوم وافطار رویت ہے ورنہ اکمال
ستی یوم پس اعتبار قول منجمین میں مخالفت احادیث کی لازم اور قول ارباب توقیت بوجہ
ورود ان روایات کے حجت ملزمہ نہیں ہو سکتا ہے آرے اگر روزہ رمضان میں کسی نے
احتیاطا انکے قول پر عمل کر لیا مثلا ۲۹ شعبان کو رویت نہوئی اور حساب صحیح مقتضی رویت کے ہو پس احتیاطا
دوسرے روز اگر کسی نے روزہ رکھ لیا تو کچھ حرج نہوگا فان الاحتیاط امر مرغوب فی الدین
لیکن یہ حساب حجت ملزمہ باعث حکم عام نہوگا اور در باب افطار احتیاط ترک افطار میں
ہوگی باقی شہادت خطوط یا تار برقی پس ہر چند فقہا ایسے مقامات میں الخط یشبہ الخط
لکھتے ہیں لیکن ایسی صورت میں کہ ظن حاصل ہو جاوے اور شبہ قوی باقی نہ ہے اور خبر بلا
خط بدرجہ کثرت پہونچ جاوے اوس پر عمل ہو سکتا ہے اور بحسب اقتضای انتظام زمانہ حال
وس پر حکم عام بھی دیسکتے ہیں واللہ اعلم بالصواب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات

محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

۲۲۸

استفتا ہوا ما حکم ما قولکم فی ہذہ المسألۃ اگر زید در شہر رمضان المبارک بحالت
ذکر صوم قبل از وقت افطار قلیان کشی نماید درین صورت صوم او فاسد خواہد بود یا نہ اگر فساد صوم او
واگر خواہد بود پس بدلیل آیہ کریمہ یا حدیث صحیح السند ثابت فرمایند یا قول کدامی امام از ائمہ اربعہ
رحمہم اللہ نقل نمایند معہ آن آیہ یا حدیث را کہ آن امام این مسئلہ را ازو استخراج ساختہ مع وجہ
استخراج بتقریر غیر عسیر الفہم حوالہ قلم کرامت رقم فرمایند و نیز تو کریز خامہ فیض شمامہ گردد کہ بر زعم زید
فقط لزوم قضا خواہد بود یا کفارہ ہم اجرکم علی اللہ سبحانہ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین
ہو الموفق درین صورت صوم او فاسد خواہد بود صاحب در مختار تحریر نمودہ لو ادخل حلقہ الدخان
افطر ای دخان کان لو ذاکرا انتہی مختصرا و صاحب رسائل الارکان ارشاد فرمودہ لو ادخل الدخان
لما یعتادہ الیوم فی اکثر الناس ینبغی ان یفسد بہ الصوم خصوصا دخان التنباک لانہ یورث
الفرح و یحصل التسکین المعتاد من الاکل انتہی و کفارہ ہم لازم خواہد بود اگر بظن نفع و دفع شہوت البطن
قلیان کشی نمود فی رد المحتار علی الدر المختار و یلزمہ التکفیر لو ظن نافعا کما لو ادخا شہوات البطن فقد رواہ

انتهى واللّٰه علیم حرره ابو الاحیا محمد نعیم غفر له العلی الرب الحکیم سنه ۱۲۹۲ ہجری ۵ ۲ رمضان

واقعی درین صورت روزه فاسد خواہد شد چه در حدیث شریف بروایت ابو یعلی وارد شده است الفطر مما دخل پس از عموم ما دخل ثابت شد که ہر چیزی که از بیرون بدرون رود اگرچه دخان باشد که داخل کرده شده باشد قصداً آن چیز مفسد است واللّٰه اعلم حرره الراجی عفو ربه القوی

ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللّٰه عن ذنبه الجلی والخفی

[محمد عبد الحی ابو الحسنات]

استفتا حافظ قرآن کو ماه رمضان المبارک مین اجرت قرآن مقرر کرکے تراویح پڑھانا درست ہے یا نہین اور اوسکے پیچھے تراویح پڑھنا کیسا ہو

ہو المصوب درست ہے مگر خلاف اولی ہے واللّٰه اعلم حرره الراجی عفو ربه القوی

ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللّٰه عن ذنبه الجلی والخفی

[محمد عبد الحی ابو الحسنات]

کتاب الزکوة

استفتا چه میفرمایند علمای دین اندرین مسئله که درزمان خیریت نشان آنحضرت صلی اللّٰه علیه وعلی آله وسلم برای بنی ہاشم خمس الخمس از غنیمت مقرر بود که حالا باقی نمانده پس آیا درین زمان دادن زکوة باایشان جائز است یا نه بینوا توجروا

الجواب دادن زکوة بنی ہاشم را بر قول مفتی به وظاہر المذہب وظاہر الروایة جائز نیست آری در غیر ظاہر الروایة یعنی روایت نوادر ابو عصمه [illegible] از ابو حنیفه جوازش نقل کرده وطحاوی ہمین را ماخوذ فرموده ودر روایتی دیگر از ابو یوسف وابو حنیفه جواز دادن ہاشمی مثل خود را وارد گردیده ولیکن ہمه روایت خلاف ظاہر الروایة وظاہر المذہب است ودر تعلیل مفتی به بعدن عدم جواز آنست که در ہمان متون فقهیه عدم جواز مذکور است وشک نیست که فتوی بر قول متون می باشد ونیز در معتبرات فقهیه عدم جواز از ظاہر الروایة وجواز از خلاف ظاہر الروایة نقل فرموده خلاف صواب نوشته اند وا اینک روایات معتبره بر عبوانی المذہب جامع مذاہب اربعه ی از ولا الی بنی ہاشم بالاجماع ودر برہان شرح مواہب الرحمان که جامع [illegible] مذاہب اربعه است نگاشته ولا تدفع الزکوة وسائر الواجبات الی بنی ہاشم وہم بنو العباس وآل جعفر وبنو عبد المطلب وبنو عقیل وجعفر وعقیل اولاد ابی طالب

[illegible]

فی ظاہر الروایۃ لقولہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نحن اہل البیت لا تحل لنا الصدقۃ رواہ البخاری ولقولہ

ان الصدقۃ لا تنبغی لآل محمد انما ہی اوساخ الناس رواہ مسلم وروی ابو عصمۃ عن ابی حنیفۃ انہ یجوز فی ہذا

الزمان وانما کان ممتنعا فی ذلک الزمان وعنہ وعن ابی یوسف یجوز ان یدفع بعض بنی ہاشم الی بعض زکوتہم

ودر ہدایہ مذکور ست لا تدفع الی بنی ہاشم لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام یا بنی ہاشم ان اللہ حرم علیکم غسالۃ

الناس ودر فتح القدیر می آرد ہذا ظاہر الروایۃ وروی ابو عصمۃ عن ابی حنیفۃ انہ یجوز فی ہذا الزمان وانما

کان ممتنعا فی ذلک الزمان ودر شرح ملتقی الابحر صاحب در مختار مذکور ست عن الامام جواز دفع الہاشمی

زکوتہ لمثلہ وعنہ بجوازہ فی زماننا مطلقا قال الطحاوی وبہ ناخذ واقرہ القہستانی وغیرہ الا ان ظاہر الروایۃ

اطلاق النہی وصاحب بحر الرائق می آرد اطلاق الحکم فی بنی ہاشم ولم یقیدہ بزمان ولا شخص للاشارۃ

الی رد روایۃ ابی عصمۃ عن الامام انہ یجوز الی بنی ہاشم فی زمانہ وللاشارۃ الی رد الروایۃ بان الہاشمی یجوز لہ

ان یدفع زکوتہ الی مثلہ لان ظاہر الروایۃ المنع مطلقا ودر نہر الفائق مسطور ست روی ابو عصمۃ جواز دفع الکل

الواجبۃ فی زماننا لمنعہم خمس الخمس قال الطحاوی وبہ ناخذ الا ان ظاہر الروایۃ اطلاق المنع وصاحب تحفہ

میگوید ہم ظاہر المذہب اطلاق المنع وقول العینی والہاشمی یجوز لہ دفع زکوتہ لمثلہ سواہ [illegible] وعلامہ شامی

در شرح قولہ اطلاق المنع میگوید یعنی سواء فی ذلک کل الازمان وکان المنع فی زمان النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم وبعدہ

ودر معدن خرج کرخی میگوید لا تدفع الزکوۃ الی بنی ہاشم سواء کان المعطی من بنی ہاشم او غیرہم سواء کان المدفوع

ہاشمیا او غیرہ وعندنا وقال احمد قال ابو حنیفۃ [illegible] الہاشمی الی ہاشمی مثلہ [illegible] دو سبب اختیار [illegible] در روایت ثانیہ اول

چنانچہ صاحب بحر گفتہ آں است کہ منع زکوۃ بہ بنی ہاشم معلل است بہ بودن آں صدقہ اوساخ الناس

کما نقلنا من الحادیث الصحیح المتقدم وحکم معلل بدوام العلۃ [illegible] لکن قال صاحب القہستانی

ان الحکم اذا ثبت لعلۃ [illegible] الصدقۃ یعنی الحکم [illegible] باقیست [illegible]

وازیں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ۱۵۰ [illegible] [illegible] خمس [illegible]

[illegible] شدن بیت المال [illegible] بود [illegible] [illegible] [illegible]

در اقارب و آل بیت [illegible] خمس الخمس [illegible] [illegible]

در زمانی حفظ بیت المال [illegible] [illegible] الخمس [illegible]

زکوۃ نبود لیکن [illegible] [illegible] [illegible]

جواز زکوۃ نداده آید سادات در اشد حاجت مبتلا خواهند ماند جوابش اینکه مودیان زکوۃ در این
زمان خال خال شاد مان اند خوشحالی همه مستحقان زکوۃ که وظائف شان هم از بیت المال مقرر بود
زکوۃ مردم این زمانه نا متصور هستند مودیان زکوۃ و غیر شان که قدرت بر تطوعات میدارند ایشان را
می باید که بدادن تطوعات و صدقات نافله و محاصل اوقاف خدمت سادات نمایند فی الدر المختار

جازت التطوعات و غلة الاوقاف لهم ای لبنی هاشم سواء سماهم الواقف اولا علی ما هو الحق کما حققه فی الفتح

و حضرت قاضی ثناء الله در رساله بمیفرمایند بنی هاشم و موالی آنها نمیدهد مگر صدقهٔ نفل و اول از صدقهٔ نفل
به بنی هاشم بدهد که زکوۃ بر ایشان حرام ست انتهی والله اعلم بالصواب ـ نمقه احسن الطلاب
محمد لطف الله عفا الله عنه ما جناه | محمد لطف الله ۱۲ | الجواب صحیح والرای نجیح | محمد سعد الله ۱۲۳۹
الجواب صحیح | محمد نور النبی | الجواب صحیح | ظهور الحق ۱۲ | هذا الجواب حق والمجیب محق | محمد اکبر علی
اصاب من اجاب بندہ خاکسار | ظهور حسن | لا شک فی ان ظاهر المذهب هو ما اختاره سائر اصحابنا
الفقهیة من عدم جواز اداء الفریضة من الصدقة الی بنی هاشم وان کان مخالفا لما افتی علیه الطحاوی
فان قول الطحاوی مردود کما افاده المجیب مما لا مزید علیه نمقه العبد الاثیم عبد الکریم | غلام اکبر خان | محمد عبد الکریم

در فتاوی عالمگیری مسطور ست لا یدفع الی بنی هاشم وهم آل علی و عباس و جعفر و عقیل و آل الحارث
کذا فی الهدایة والله اعلم | میر محمد علی | در عدم جواز دادن هاشمی را بحسب ظاهر الروایة شک نیست

کتبه احمد حسن عفی عنه | لا شک انه صلی الله علیه وعلی آله وسلم قال نحن اهل البیت لا تحل لنا الصدقة
رواه البخاری وایضا قال ان الصدقة لا تنبغی لآل محمد رواه مسلم ـ کتبه اضعف العباد | رحمت علی
هذا الجواب صحیح والمجیب نجیح لا شک انه لا تدفع الزکوۃ الی بنی هاشم کما قال علیه الصلوۃ والسلام ان هذه
الصدقات انما هی اوساخ الناس فانها لا تحل لمحمد ولا لآل محمد رواه مسلم کتبه الفقیر محمد عبد القادر | محمد عبد القادر ۱۲۸۴
این جواب صحیح ست بر صحتش تمام روایات متون و ظاهر الروایة دلالت میکنند کما حرر فی الجواب و پیش
روایات متون و ظاهر الروایة روایات معتبر نیست کما فی الدر المختار قالوا فی رسم المفتی ان ما اتفق علیه اصحابنا
کما فی الروایات الظاهرة یفتی به قطعا انتهی و تمام حضرات اهل علم مولانا شاه عبد العزیز و مولانا محمد اسحق
صاحب و شاه غلام علی صاحب و شاه ابو سعید صاحب و مولانا رفیع الدین و غیرهم هرگز فتوی بجواز زکوۃ
برای بنی هاشم نمیدادند و منبع الفضل اینجا کسے بر این فتوی میسر حرره مسکین محمد قطب الدین الدهلوی | فقیر محمد قطب الدین

له لا یجوز الخ اعلم ان اطلاق ... ما لا ینبغی ... علی بعضهم ... لذا قال فی ... [illegible]

هو المصوب اکثر احادیث که در باب حرمت صدقه بر بنی هاشم وارد شده اند صاف صاف
دلالت میکنند بر آنکه حرمتش مقید بزمانے نیست مسلم روایت کرده که فرموده رسول خدا صلی الله علیه وعلی
آله وسلم ان الصدقة لا تنبغی لآل محمد انما هی اوساخ الناس وطبرانی روایت کرده لا یحل لکم اهل البیت
من الصدقات شیء انما هی غسالة الایدی وان لکم فی خمس الخمس ما یغنیکم پس ازین عبارات و امثال
آنها معلوم می شود که حرمت معلل به بودنش وسخ و غساله است و این وصف برای صدقه لازم است
و بهر زمان معیت دارد پس حرمت هم در هر زمان خواهد ماند و لهذا جمله ارباب متون و شروح معتبره
بر سبیل اطلاق نوشته اند و حرمت را مقید بزمانے نساخته اند و طحاوی در شرح معانی الآثار بعد از آنکه
حرمت را مدلل بروایات ساخته میگوید فهذه کلها قد جاءت بتحریم الصدقة علی بنی هاشم ولا نعلم شیئا
نسخها ولا عارضها من الآثار وهو قول ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد انتهی ملخصا پس معلوم شد که علت
حرمت فقد خمس الخمس نیست تا آنکه موهم بجوازش درین زمان داده شود و اگر تسلیم کرده شود که فقد
خمس الخمس علت حرمت است چنانکه از قول مجاهد و ربیع کان رسول الله صلی الله علیه وعلی آله وسلم
واهل بیته لا یأکلون الصدقة فجعل لهم خمس الخمس اخرجه ابن ابی شیبة والطبری مفهوم میشود انحصار
علت درین فقد مسلم نخواهد شد بلکه گفته خواهد شد که حرمت صدقه بر بنی هاشم معلل بدو علت است
یکی بودن آن وسخ دوم فقد خمس الخمس و درین زمان اگرچه ثانی نیست مگر اول موجود است پس لا جرم
حکم حرمت باقی خواهد ماند و گردانیدن علت مجموع این هر دو خلاف عقل و نقل است بلکه هر یکی ازین
هر دو علت مستقله است از اینجا واضح شد که آنچه طحاوی اختیار کرده یعنی آنچه روی عن ابی حنیفة انه
لا بأس بالصدقات کلها علی بنی هاشم حدثنی سلیمان عن ابیه عن محمد عن ابی یوسف عنه به وذهب
فی ذلک عندنا الی ان الصدقات انما کانت حرمت علیهم من اجل ما جعل لهم فی الخمس فلما انقطع ذلک
عنهم حل لهم ما کان حرم علیهم فبهذا ناخذ انتهی ملخصا قابل اختیار نیست و لهذا کسی از فقهاء معتبرین برین
روایت فتوی نداده و هر فقیهی که این روایت را نقل کرده مثل الیاس زاده و قهستانی و برجندی
در شرح نقایه و شرنبلالی در مراقی الفلاح وغیرهم بمجرد نقل قول طحاوی فبهذا ناخذ امری دیگر نکرده

والله اعلم حرره محمد عبد الحی عفی عنه

فی الحقیقت درین زمان دادن زکوة بنی هاشم را جائز نیست فی رسائل الارکان وانا انه الاعطی

الہاشمی فہما عن عبد المطلب بن ربیعۃ بن الحارث قال ان ربیعۃ بن الحارث قال لعبد المطلب بن ربیعۃ والفضل بن عباس ائتیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم فقولا استعملنا علی الصدقات فاتی علی ونحن علی تلک الحال فقال ان رسول اللہ لا یستعمل احدا منکم علی الصدقۃ فقال عبد المطلب فانطلقت انا والفضل حتی اتینا رسول اللہ صلعم فقال لنا ان ہذہ الصدقات انما ہی اوساخ الناس وانہا لا تحل لمحمد ولا لآل محمد رواہ النسائی ورواہ مسلم فی روایۃ طویل انتہی وایضا ولا یجوز صرف زکوۃ الی بنی ہاشم لما روی عن ابی ہریرۃ قال اخذ الحسن بن علی تمرۃ من تمر الصدقۃ فجعلہا فی فیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کخ کخ ارم بہا اما علمت انا لا ناکل الصدقۃ رواہ الشیخان وفی الباب احادیث کثیرۃ ولا یعارض ہذا ما فی فتح القدیر روی ابو عصمۃ عن ابی حنیفۃ انہ یجوز فی ہذا الزمان صرف الزکوۃ الی بنی ہاشم وان کان ممتنعا فی ذلک الزمان انظر الی شدۃ الحاجۃ فیہم والعیاذ احد صلتہ وقد افتی بعض المتاخرین بہذہ الروایۃ وہذا کلہ جہلا وغلطا لانہ مخالف للنصوص القاطعۃ انتہی مختصرا واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب کتبہ الفقیر الی فضل العلی الرب الحکیم خادم الطلبۃ

ابو الاحیاء محمد فہیم غفرلہ ذنوبہ وستر عیوبہ

ہو الموفق فی الواقع دریں زمان بموجب آن حسن قاعدہ دادن زکوۃ بسادات وجملہ بنی ہاشم را جائز نیست کذا فی الکتب المعتبرۃ لیکن اہل اسلام را لازم است کہ خدمت گذاری سادات وجملہ بنی ہاشم بعطیات نافلہ نمایند واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب حررہ عبدہ الاثیم خادم الفقراء

ابو الحیاء محمد عبد الحلیم عفا عنہ الکریم ثالث شہر شوال المکرم سنہ ۱۳۱۲ ہجری

اجوبہ ہر دو مرقوم بالا صحیح اند وعبارت منقولہ فتح القدیر از بعد صدمہ ازدادن زکوۃ بہ بنی ہاشم نیست واحادیث صحیح آنہا بیان است لہذا دادن زکوۃ بہ بنی ہاشم جائز نیست واللہ اعلم وحکمہ احکم

حررہ خادم اولیاء اللہ الصمد علی حسین غفرلہ اللہ الاحد

... پس مسئلہ زکوۃ مال

... جائز نیست ...

ہو المصوب ... زکوۃ ... حرام است وسادات را ...

فی زمانہ درست ...

اطلاق الحکم فی بنی ہاشم ولم یقید بزمان ودا الحصر للاشارة الی الرد علی روایة ابی عصمة عن الامام انہ یجوز فی بنی ہاشم فی زمانہ وللاشارة الی الرد علی روایة انہ یجوز للہاشمی ان یدفع زکوتہ الی مثلہ لان ظاہر الروایة المنع مطلقا انتہی و در رسائل الارکان بعد ذکر روایت ابو عصمہ میفرماید ہذا کلہ خطاء وغلط لانہ مخالف النصوص القاطعة انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا ۲۴۲ حامدا و مصلیا کیا فرماتے ہیں علمای دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص کے پاس زر موجب زکوة تھا اور سال اوسپر تمام ہوا ہنوز اوسنے زکوة نہین دی تھی کہ وہ زر صرف ہو گیا اس صورت مین زکوة اس زر کی بابت سال گذشتہ اوس شخص کے ذمہ ہے یا نہین فقط

ہو المصوب زکوة ذمہ پر ہے خزانة الروایات مین عنایہ سے منقول ہے اذا ہلک النصاب بعد الحول تسقط عنہ الزکوة وان استہلکہ ضمن الزکوة فی ذمتہ لان الاستہلاک اخراج النصاب عن ملکہ انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا ۲۴۳ کیا فرماتے ہین علمای دین اس مسئلہ مین کہ جو مال لوبہ لگانے کے حاصل ہو تو اوس مال سے خمس و زکوة دینا درست ہے یا نہین اور جو دیا ہو وہ کس شمار مین محسوب ہوگا فقط

ہو المصوب ایسا مال حرام ہے اور حق تعالی مال حرام کو نہین قبول کرتا ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

کتاب الحج

استفتا ۲۴۴ **سوال** بسم اللہ الرحمن الرحیم معنی الحج اشہر معلومات نزد محققین صلف چیست و درین آیت مراد از حج فقط عمرہ است یا حج مع العمرہ و در زبان جاہلیت یعنی قبل از بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یوم الحج نہم ذیحجہ و ایام تشریق ہمین ایام بودہ و شریعت ما بود یا غیر آن در صورت ثانی کدامی ماہ و تاریخ بودہ کہ اہل جاہلیت در ان مراسم حج و التفریق القدیم بی ربودند واقعہ اصحاب فیل چنانکہ در قرآن مجید بجا مذکور است در کدامی ماہ و تاریخ واقع شدہ بدلائل شرعیہ کہ اعتقاد را شاید و بکتب معتبرہ مورخین کہ اعتماد را باید بیان فرمودہ عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور شوند

[illegible]

هو المصوب مراد در آیه الحج اشهر معلومات چنانکه سیاق کلام ربانی مقتضی ہست صرف
حج ست نه عمره اگرچه درین ایام هم جائز ہست بر خلاف اعتقاد ارباب جاهلیت مگر ثبوت آن از جای
دیگر است اخرج ابن ابی شیبة وابن جریر وابن ابی حاتم والطبرانی عن ابن مسعود انه سئل عن العمرة
فی اشهر الحج فقال الحج اشهر معلومات لیس فیهن عمرة و در زمان جاهلیت ایام حج و ایام تشریق همین
تواریخ ذی الحجه بودند که در شریعت محمدیه مقرر اند مگر بسبب نسئی کفار اکثر حج ایشان در غیر ذی الحجه واقع می شد
اخرج الحاکم وابن مردویه والبیهقی فی شعبه عن المسور خطبنا النبی صلی الله علیه وسلم بعرفة فحمد الله
واثنی علیه ثم قال اما بعد فان هذا الیوم یوم الحج الاکبر الا وان اهل الشرک والاوثان کانوا یدفعون
من ههنا قبل ان تغیب الشمس وانا ندفع بعد ان تغیب وکانوا یدفعون من المشعر الحرام بعد ان
تطلع الشمس وانا ندفع قبل ان تطلع الشمس نخالف هدینا هدی اهل الشرک واخرج وکیع وعبد بن
حمید عن عطاء قال کان اهل الجاهلیة اذا نزلوا منی تفاخروا بآبائهم ومجالسهم فذلک قوله تعالی
فاذکروا الله کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا واخرج عبد الرزاق وابن المنذر وابو الشیخ عن مجاهد
فی قوله تعالی انما النسئ زیادة فی الکفر قال فرض الله الحج فی ذی الحجة وکان المشرکون یسمون الاشهر
ذو الحجة والمحرم وصفر وربیع وربیع وجمادی وجمادی ورجب وشعبان ورمضان وشوال وذو القعدة
وذو الحجة ثم یحجون فیه ثم یسکتون عن المحرم فلا یذکرونه ثم یعودون فیسمون صفر صفر ثم یسمون
رجب جمادی الاخرة الی ان یسمون المحرم ذی الحجة ثم یحجون فیه فکانوا یحجون فی کل عام شهرا حتی
وافق حجة ابی بکر من العام فی ذی القعدة ثم حج النبی صلی الله علیه وسلم حجته التی حج فیها فوافق
ذا الحجة فذلک حین یقول النبی صلی الله علیه وسلم فی خطبته ان الزمان قد استدار کهیئته یوم خلق
الله السموات والارض و همچنین در بسیاری از روایات وارد شده است چنانچه سیوطی در تفسیر خود
در منثور آنرا بسط کرده است و قصه حمل آمنه بیغمبر ما را در ماه محرم و سال ولادت محمد صلی الله علیه وسلم
واقع شده بود محمد بن عبد الباقی زرقانی در شرح مواهب لدنیه می نویسد لما کان المحرم ولیلة
صلی الله علیه وسلم حمل فی بطن امه علی [illegible] حتی [illegible] من الصلاح الاکرم [illegible] الجمعة [illegible] ونیز
می نویسد فی عام ولادته صلی الله علیه وسلم [illegible] الاقوال وهو قول الاکثر وقال مقاتل قبل مولده باربعین سنة
وقال الکلبی بثلاث وعشرین سنة وقیل باثنین وقیل بخمسین وقیل بسبعین وقیل غیر ذلک [illegible] والله اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی | محمد عبد الحی ابو الحسنات

استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین اس مسئلہ مین کہ زید نے انتقال کیا اور اولاد متعدد چھوڑ بعض بالغ ہین اور بعض نابالغ اور ترکہ زید کا اسقدر ہے کہ ہر ایک پسر زید مذکور کا اپنے حصہ کی جائداد فروخت کر کے بخوبی تمام کعبہ شریف جا سکتا ہے اور لوٹ بھی آ سکتا ہے مگر مال ترکہ تقسیم نہین ہوا اس صورت مین جو لوگ کہ بالغ ہین اونپر حج بیت اللہ واجب ہے یا نہین در صورت عدم وجوب کے یہ جائز ہو سکتا ہے کہ جو انمین سے بالغ ہین بقدر مصارف آمد و رفت و غیرہ کے جائداد مشترک فروخت کر کے کعبہ شریف جاوین اور یہ ارادہ کرین کہ بوقت مقاسمہ کے اوسقدر اپنے حصہ مین مجرا دیوین یا نہین بینوا توجروا

ہو المصوب اس صورت مین جو لوگ بالغ ہین اونپر حج فرض ہے اور اونکو اپنے حصے کے قدر بیع کا بقصد مجرا دینے حصہ کے بوقت مقاسمہ کے اختیار ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی | محمد عبد الحی ابو الحسنات

استفتا جو روپیہ بوجہ گانے کے جمع ہو چکا ہو تو اوس روپیہ سے حج وغیرہ اعمال کرنا درست ہے یا نہین

ہو المصوب نہین واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی | محمد عبد الحی ابو الحسنات

کتاب النکاح

استفتا ما قولكم ايها السادة العلماء الاعلام في يتيمة غير بالغة الا انها لا جد لها ولا ابن لها واريد تزويجها ولها عم ولم ... مذهب امامنا الشافعي ... يكون وليها ... سيدنا الامام ابي حنيفة ... من اركان ... افيدوا الجواب متع الله المسلمين بحياتكم

هو المصوب عند ائمتنا الحنفية الولي في النكاح العصبة بنفسه على ترتيب الارث والحجب فان لم يكن عصبة فالولاية للام ثم ام الاب ثم للبنت ثم لبنت الابن ثم لبنت البنت ثم لبنت ابن الابن ثم لبنت بنت البنت وهكذا ثم للجد الفاسد ثم للاخت لاب وام ثم للاخت لاب ثم لولد الام ثم لذوي الارحام كما في البحر الرائق والدر المختار وغيرهما [illegible] ففي الصورة المسئولة عنها يكون ولاية تزويج تلك اليتيمة الصغيرة للعم والله اعلم كتبه محمد عبد الحي [illegible]

استفتا ۲۷۸ چہ میفرمایند علمای دین اندرین مسئلہ کہ شوہر ہندہ مفقود شد ہندہ بعد گذشتن نوہ سال بخوف ارتکاب زنا از زید نکاح کردہ گرفت بعدازان زید آن را طلاق دادہ ہندہ بعد انقضای عدت بہ بکر نکاح ساخت پس این ہر دو نکاح جائز شدند یا نہ ؟ (رمضان ۹۸ سنہ ۱۲۸۹ ہجری)

ہو المصوب اکثر علمای حنفیہ مدت مفقود نود سال می نویسند و بعضے کم ازاں پس قبل گذشتن این قدر مدت نکاح ہندہ جائز نخواہد شد لیکن نزد امام مالک مدت مفقود چار سال ست و عند الضرورت فتوی دادن بر مذہب ایشان نزد حنفیہ ہم جائز است

در جامع الرموز می آرد قال مالک والاوزاعی الی اربع سنین فینکح عرسہ بعدہا کما فی النظم فلو افتی بہ فی موضع الضرورۃ ینبغی ان لا باس بہ علی ما اظن انتہی و صاحب درمختار در منتقی شرح ملتقی ہم ہمین طرف مائل شدہ و شامی در رد المحتار ہم ہمین را تائید دادہ پس موافق این فتوی ہر دو نکاح ہندہ جائز شدند واللہ اعلم کتبہ محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ ۱۲ فی کتاب المفقود

استفتا ۲۷۹ چہ میفرمایند علمای دین و مفتیان شرع متین اندرین مسئلہ کہ زید فوت کرد و منکوحہ اش موجب حکم آیۂ کریمہ در عدت ست در مکانے کہ وقت وفات زید بود بین الضرورت یا بضرورت منکوحہ اش ازان مکان در احاطۂ بیرونی مکان یا در مکانات اعزۂ خود و عزیزان شوہر خود رفتن باید یا نہ و اگر از مکان سکونت خود حرکت کند جائز ہست یا نہ و اگر جائز است پیادہ رود یا سوار و شب گذرانیدن در مکان عزیزان خود جائز است یا نہ و اگر جائز است چند ساعت از مکان خودش علیحدہ ماند امید کہ بتفصیل تمام و این مسئلہ ہدایت شود و آنچہ از قسم حرکت و سکون و زیبائش ظاہری و سرمہ و حنا وغیرہ ممنوع شرعی باشد آنہم بجا نوشتہ شود بینوا توجروا (ربیع الثانی ۲۸ سنہ ۱۲۸۹ ہجری)

ہو الموفق معتدۂ طلاق یا موت را در جائیکہ عدت واجب ست از انجا بیرون رفتن جائز نیست مگر بضرورت انہدام مکان یا خوف انہدام یا تلف مال یا نہ یافتن کرایۂ مکان لہذا ان سکونت داشتہ اگر باین ضرورت بیرون رود در اقرب مکان رود و در صحن مکان لہذا ان اختیار سکونت دارند ہم بیرون نہ آید و ترک زینت نماید یعنی زیور و معصفر و مزعفر نہ پوشد و عطر و دہن و سرمہ و حنا استعمال نہ نماید و پوشاک باریک نہ پوشد مگر بضرورت اگر استعمال این اشیا سازد لا باس بہ ہست ہکذا فی الدر المختار و العالمگیریۃ و البحر الرائق

واللہ اعلم نمقہ خادم اولیاء اللہ الصمد علی محمد غفر لہ اللہ الاحد

ھو المصوب معتدہ را لازم است کہ از مکان سکونت بیرون نرود مگر بضرورت خوف افتادن مکان یا خوف تلف مال یا عدم وجدان کرایہ مکان در حالی کہ زوج او کہ طلاق دادہ است غائب است یا فکر معاش و مثل آن فاما بغیر ضرورت پس خروج جائز نیست حتی کہ اگر در صحن مکان سکونت اغیار سکونت کردہ باشند خروج او بطرف صحن نیز جائز نیست و احاطہ بیرونی اگر کسی غیر در آنجا سکونت نکند و از متعلقات مکان سکونت باشد خروجش دران جائز است والا فلا و لازم ست معتدہ را کہ ترک زینت نماید و در مکان عزیزان خود یا عزیزان شوہر خود یا غیر آن بلا ضرورت شرعیہ نرود کذا فی النہر الفائق و التبیین و غیرہما واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی

۲۸۰

سوال استفتا چہ میفرمایند علمای دین اندرین مسئلہ کہ زید بوقت اختلاط زوجہ خود پستان در دہن انداختہ و شیر در گلوی آن رفتہ و این امر قصداً کردہ آیا زوجہ حرام شد یا نہ بینوا توجروا

ھو المصوب حرام نشد در خزانۃ الروایۃ می آرد فی الخانیۃ اذا مص الرجل ثدی امرأتہ و شرب لبنہا لم تحرم علیہ لما قلنا انہ لا رضاع بعد الفصال انتہی واللہ اعلم حررہ محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ

۲۸۱

سوال استفتا شخصے بہ فریب خود را بہ لباس اہل سنت وانمودہ سنیہ را بہ نکاح خود آوردہ زن چون بر واقعہ مطلع گشت و فرض مذہب ان ظاہر گردید از صحبت آن نفرت کرد پس زن ملک خود ہست یا نہ

الجواب در صورت مرقومہ چون زن بر خلاف آنچہ او ظاہر کردہ مطلع شد اختیار رسید او را و مالک امر خود ہست قال الحصکفی فی الدر قلت وافاد البہنسی انہا لو تزوجتہ علی انہ حر او سنی او قادر علی المہر او النفقۃ فبان بخلافہ او علی انہ فلان بن فلان فاذا ہو لقیط او ابن زنا کان لہا الخیار فلیحفظ انتہی واللہ اعلم اجاب بذلک محمد محفوظ اللہ من احفاد القاضی محمد ثناء اللہ الپانی پتی

جواب صحیح است زیرا کہ ناکح شخص مذکور کہ بیان مذہب اہل سنت کردہ در معرض شرط واقع شدہ و ہرگاہ شرط مفقود گردید زن را خیار ثابت گشت اذا فات الشرط فات المشروط کما لا یخفی علی ماہر الشریعۃ الغراء مع ما ہیہ ان

ہر کس بر جواب استفتا بودند | محمد عبد الرب | سید محمد نذیر حسین | محمد قطب الدین خان | محمد لطف اللہ

الجواب صحیح کتبہ احقر العباد محمد عبد الغنی عفا اللہ عنہ

هو الموفق عقد نکاح زن مذکور با چنین کس بوجه صحیح نمی تواند شد بسبب کفر شخص مذکور
چنانچه اکثر فقها و متکلمین قائل بکفر رفضه اند مثل صاحب فتاوی ظهیریه و خلاصه و قنیه و عالمگیریه
و جامع الرموز و در مختار و رد المحتار و فتح القدیر وغیره و اگر در ذهن کسے این شک خطور کند
که در کتب عقائد موجود است که لا نکفر احدا من اهل القبلة و رافضی از اهل قبله اند چگونه حکم بکفر شان
لازم آید جوابش علامه خیالی در حاشیه خود و مولانا عبد العزیز دهلوی در بعض فتاوی خود
و استاذ الاستاذ مرزا حسن علی محدث لکهنوی در اجوبه خود و علامه ابو شکور سلمی در تمهید داده اند
وی نویسند که ایمان شرعا عبارت است از جمیع احکام دین و ضروریات شرع پس بینیه که جزم حاصل شود
و اسلام عبارت است از انقیاد نه آنکه مجرد تلفظ کلمه و تخییل معنی آن باعتقاد بعضے و انکار بعضے
زیرا که ایمان عبارت است از تصدیق مجموع احکام شرع پس عدم ایمان عبارت است به ترک
مجموع یا بعض در میان ایمان و کفر واسطه نیست پس عدم ایمان کفر شود پس این امور در مذهب فقها
یا متفق شود و اگر کسی بحال کسی را در کفر شان شک وارد شود هم مبتدع و فاسق بودن شان
مسلم کسے را شبهه نیست چنانکه هم وجود هم عدم صحت و لزوم عقد نکاح بمبتدع بودن شان است زیرا که
مبتدع و فاسق کفو سنیه نمی تواند شد کما فی الدر المختار و لیس فاسق کفوا لصالحة و فی الطحطاوی کمبتدع
فانه لیس بکفو للفاسق انتهی و در جامع الرموز می آرد لو کان مبتدعا و المرأة سنیة لم یکن کفوا لها کما فی
المحیط انتهی وقتیکه ظاهر گردید که مبتدع کفو سنیه نمی تواند شد پس وجه عقد غیر کفو منعقد نگردید
بر مذهب مفتی به همین است مختار عند الفقهاء و برین است فتوی کما فی الکفایة امرأة زوجت نفسها من
غیر کفو یصح و لکن للاولیاء حق الاعتراض و روی الحسن عن ابی حنیفة ان النکاح لا ینعقد و به اخذ کثیر
من مشائخنا و قال شمس الائمة السرخسی هذا اقرب الی الاحتیاط فلیس کل ولی یحسن المرافعة الی القاضی
و لا کل قاض یعدل انتهی و در فتاوی قاضی خان می آرد امرأة زوجت نفسها بغیر اذن ولیها فان کان

الزوج کفوا صح النکاح والا لا الصحیح هو المختار انتهی و در تعلیق الانوار حاشیه در مختار می نویسد قوله
ای حق الولی ای فله الاعتراض فی غیر الکفو دفعا للعار عنه ولو غیر محرم کابن العم لکن التفریق یتوقف
علی القضاء فی ظاهر الروایة و تقدم ان روایة عدم النفاذ هی المفتی بها انتهی و در الدر المختار قبیل الکفاءة
للزوم النکاح انتهی و طحطاوی می آرد قوله للزوم النکاح هذا علی ظاهر المذهب و قد افتی به
و در رد المحتار می نویسد قوله للزوم النکاح ای علی ظاهر الروایة و لصحته علی روایة الحسن المختارة للفتوی
انتهی و در جای دیگر می نویسد قوله الکفاءة معتبرة قالوا معناه معتبرة فی اللزوم حتی ان عند عدمها جاز
للولی الفسخ فصح و هذا بناء علی ظاهر الروایة من ان العقد صحیح و للولی الاعتراض اما علی روایة الحسن
المختارة للفتوی من انه لا یصح فی المصححة انتهی و هرگاه که ثابت شد که عقد خود کرده صحیح و منعقد گردید
حالا زن را اختیار است بهر که خواهد عقد کرده گیرد و الله اعلم بالصواب و الیه المرجع و المآب

نمقه خادم اولیاء الله الصمد علی محمد غفر له الله الاحد

هو المصوب جواب اول مطابق سوال نیست چه سائل سوال از این امر می سازد که آیا نکاح
سنیه از رافضی جائز شد یا نه بلکه آن زن مالک امر خود هست و مجیب در جواب آن اگرچه حکم بالکفاءت
زن امر خود را داده مگر عبارت در مختار مطابق آن نداده زیرا که معنی من کان لها الخیار اینکه آن
زن را اختیار تفریق هست که نزد حاکم مرافعه کرده مفارقت سازد و چنین عبارت در چنین معنی
مستعمل میشود نه اینکه نکاحش نافذ نیست و جواب دوم غلط است چه قاعده اذا فات الشرط
فات المشروط در معاملات است نه در نکاح علامه عبد الحلیم و میاجی تلمیذ طحطاوی در تعلیق الانوار
می نویسد قوله کان لها الخیار یعنی ان ذکر شرطا لا یقتضیه العقد فیصح النکاح و یبطل الشرط
لان النکاح مما لا یبطل بالشروط الفاسدة و ان قلنا ان الزوج غار فالغرور لا یوجب الرجوع
الا فی ضمن عقد معاوضة او عقد یرجع نفعه الی العاقد کما ذکره انتهی و وجه اول جواب سوم
نیز مناسب مقام نیست چه اگرچه صاحب خیریه و غیره حکم کفر بسبب سب شیخین و غیره داده اند مگر
اصح خلاف آنست چنانچه ابو الشکور سلمی و علی قاری و غیره تصریح می سازند حق این است که من انکر
ضروریات الدین کفره و من لم ینکر لا پس اطلاق حکم کفر بدون تحقیق این امر که آنکس آیا منکر ضروریات
دین است یا نه مناسب نیست آری وجه دوم صحیح است که رافضی مبتدع و فاسق است و فاسق

کفوِ صالحہ نیست و نکاح با غیر کفو نافذ نیست اما فسق رافضی پس در شرح فقہ اکبر لعلی القاری
و فتح القدیر وغیرہ مصرح است و اما عدم کفاءت فاسق با صالحہ پس در نقایہ و مجمع البحرین و ملتقی الابحر
وغیرہ موجود است بلکہ جمہور فقہاء می نویسند الفاسق لیس کفوءً لبنت صالح و اما عدم نفاذ نکاح
از غیر کفو پس در بحر الرائق و مجمع الانہر وغیرہ مرقوم است واللہ اعلم بالصواب حررہ محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ

استفتاء چہ میفرمایند علمای دین و مفتیان شرع متین اندرین صورت کہ نکاح زن
با عنین باوجود علم اینکہ آن مرد عنین است صحیح است یا نہ

ہو المصوب صحیح است در بحر الرائق می آرد استفید من وضع المسألۃ ان نکاح العنین صحیح فان
علمت بہ وقت النکاح فلا خیار لہا کما لو علم المشتری بعیب المبیع وان لم تعلم بہ و علمت بعدہ کان
لہا الخصومۃ وان طال الزمان کما فی الخانیۃ انتہی واللہ اعلم حررہ محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ

استفتاء ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اوس مرد کے ایک لڑکا پہلی زوجہ سے
کہ سابق اسکے نکاح مین تھی ہے پس اب اوس لڑکے کا نکاح اوس عورت منکوحہ کی بہن سے کہ اس
رشتے سے اس لڑکے کی خالہ ہوتی ہے شرعاً درست ہے یا نہین ؟

ہو المصوب درست ہے واللہ اعلم حررہ محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح نمقہ خادم اولیاء اللہ الصمد علی محمد غفر لہ اللہ الاحد

استفتاء چہ میفرمایند علمای دین اندرین مسئلہ کہ درخانۂ زید از عورت غیر منکوحہ بیری
متولد شدہ و آن عورت دختر دیگر کسے را شیر داد آیا نکاح برادر زید با این دختر جائز است یا نہ

ہو المصوب فقہا اختلاف دارند درین کہ لبن زنا موجب تحریم ہست یا نہ یک طائفہ قائل
بعدم تحریم اند مثل صاحب بحر و شارح منیہ وغیرہ و یک طائفہ قائل بتحریم اند مثل صاحب فتح القدیر
وغیرہ لیکن الثانیان تصریح می سازند کہ مرضعۂ از لبن زنا بر زانی و فروع و اصول او حرام مے شود
نہ غیر ایشان چنانچہ عبارت فتح این ست لبن الزنا کالحلال فاذا ارضعت بہ بنتاً حرمت علی الزانی
و آبائہ و ابنائہ و ان سفلوا و فی التجنیس عن الجرجانی ولعم الزانی التزوج بہا کالمولودۃ من الزنا لانہ
لم یثبت نسبہا من الزنا والتحریم علی آباء الزانی و اولادہ لجزئیۃ ولا جزئیۃ بینہا و بین العم اذ لم یثبت
ہذا فی المتولدۃ من الزنا فکذا فی المرضعۃ بلبن الزنا انتہی پس درصورت مسئولہ بنا بر این روایت

نکاح زید و فروع و اصول او با آن مرضعه درست نیست و اما نکاح برادر زید پس با آن دختر
درست ست واللہ اعلم حررہ محمد عبد الحی عفی عنہ

الجواب وہو الموفق للصواب درین باب از فقہاء حنفیہ اقوال مشتبہ
منقول ست از کلام بعض مفہوم می شود کہ این دختر برای زید ہم کہ زانی ست حلال ست چہ جاے
اصول و فروع و غیر آن و بعض می نگارند کہ محل خلاف اصول زانی و فروع او است و بر زانی
بالاتفاق حرام ست و از بیان بعضے معلوم می شود کہ لبن آن مثل لبن حلال موجب حرمت ست
و ہمین موافق اصول حنفیہ و موافق بالدلیل ست و فتوی بر ہمین باید داد چہ در اصول ثابت شدہ
کہ جائیکہ تحریم و اباحت متعارض شوند ترجیح تحریم را می باشد بناءً علی ہذا نکاح برادر زید با این
دختر جائز نیست و ثبوت این بچند وجہ است اول اینکہ در در مختار مرقوم ست حرم علی المتزوج
ذکرا کان او انثی نکاح اصلہ و فرعہ علا او نزل بنت اخیہ و اختہ و بنتہا و لو من زنا انتہی و ہم در آن است
و حرم الکل مما مر تحریمہ نسبا و مصاہرۃ رضاعا انتہی در بحر الرائق نقلا عن الفتح مذکور ست و دخل
فی البنت بنتہ من الزنا فتحرم علیہ بصریح النص لانہا بنتہ لغۃ و الخطاب انما ہو باللغۃ العربیۃ ما لم
یثبت نقل کالصلوۃ و نحوہ فیصیر منقولا شرعیا و کذا اختہ من الزنا و بنت اخیہ و بنت اختہ او ابنہ
منہا انتہی و در قاضیخان مسطور ست اما المحرمات بالنسب فبنص اللہ تعالی فی قولہ تعالی حرمت علیکم
امہاتکم الآیۃ و المزنیۃ حرام و کذلک الجدۃ القربی و البعدی من قبل الاب او الام و کذا البنت
و اولاد البنت و ان سفلت و بنات الابن کذلک المخلوقۃ من ماء الزنا حرام عندنا و کذلک الاخوات
من ای جہۃ کن و بنات الاخوات و ان سفلن و کذلک بنات الاخ و ان سفلن و کذا العمات
و الخالات من الوجوہ الثلثۃ و عمات الاصول و خالاتہم و ام العمۃ حرام و عمۃ العمۃ لاب او ام او لاب
کذلک فاما عمۃ العمۃ لام لا تحرم و اما المحرمات بالرضاعات فما یحرم بالنسب یحرم بالرضاع انتہی
از ین عبارات ظاہر ست کہ دختر برادر اگرچہ از زنا باشد در محرمات نسبیہ داخل ست و این نیز
پیدا است کہ آنچہ از نسب حرام ست از رضاع نیز حرام ست مگر از ازدواج کما مبین این نتیجہ
پیدا می شود کہ دختر رضاعی برادر کہ از زنا باشد داخل محرمات ست دوم اینکہ در فتاوے
سراج المنیر مرقوم است و لو زنی بامرأۃ فولدت بنتا فارضعت بہذا اللبن صبیۃ لا یجوز لہذا الزانی

ان یتزوج بهذه الصبیة ولا البنته ولا لآبائه ولا ابنائه ولا اولاده انتهی و در فتح القدیر موجود است
ولبن الزنا کالحلال فاذا رضعت به بنتا حرمت علی الزانی وآبائه وابنائه وان سفلوا انتهی رجل زنی
بامرأة فولدت منه ورضعت بهذا اللبن صغیرة لا یجوز لهذا الزانی ولا لاحد من آبائه واولاده نکاح هذه
الصبیة انتهی در کفایه مسطور است ولو زنی بامرأة فولدت منه فارضعت بهذا اللبن صبیة لا یجوز لهذا
الزانی ان یتزوج بهذه الصبیة ولا لآبائه ولا ابنائه واولاده لوجود البعضیة بین هو لاء وبین هذا الزانی
انتهی ازین عبارات معلوم می شود که آن رضیعه برای آن زانی حلال نیست و نه برای اصول و فروع
وی و علت عدم حلت برای آن زانی نیست مگر آنکه آن صغیره جزو آن زانی است شبیها چنانچه
در حلال می باشد و علت عدم حلت برای اصول این است که آن رضیعه شبیه جزو جزو اصول است
و علت عدم حلت برای فروع این است که آن صغیره شبیه جزو پدر ایشان است پس معلوم میشود
که شبه جزو الجزو جزو بودن پدر گو از لبن زنا باشد در حرمت رضاعت کافی است و درینجا نیست که
در صورت مسئوله دختر مذکوره جزو جزو پدر برادر زید است پس دختر مذکوره بر برادر زید حرام باشد
علاوه آن اگر در صورت مرقومه سراج المنیر و فتح القدیر و قاضیخان و کفایه بجای صبیه صبی فرض کنیم پس
ظاهر است که برای صبی هم اصول و فروع زانی که از جنس اناث اند حرام خواهند شد اذ لا فارق پس
همچنین ازین زانی نیز مرد حرام خواهد شد و حرمت آن نیست مگر برای اینکه آن دختر برادر زادی رضاعی
آن صبی بود از زنا خواهد بود همچنین در صورت مسئوله نیز دختر مذکوره برای برادر زید برادر زادی رضاعی
از زنا است پس حرام خواهد بود و نیز نزد حنفیه علت حرمت قرابت حقیقة بعضیت است و علت حرمت
رضاع شبه بعضیت کما فی الکفایة فی کتاب النکاح و حرمة الفرج مما یحتاط فیها حتی ان شبه البعضیة بسبب
الرضاع قامت مقام حقیقة البعضیة فی اثبات الحرمة انتهی و فی الهدایة فی کتاب الرضاع واذا نزل للبکر
لبن فارضعت صبیا تعلق به التحریم لاطلاق النص ولانه سبب النشو فتثبت به شبهة البعضیة و بعد ان سبب
ولان السبب هو شبهة الجزئیة وذلک فی اللبن بمعنی الانشاء والانبات وهو قائم باللبن انتهی و مدار
بعضیت و شبه بعضیت درینجا این است که یکی جزو دیگری باشد و الا لازم آید که سوای اصول و فروع دیگر
کدامی از ذوات القرابة و رضاع نباشد بلکه مراد عام است خواه آن زن جزو آن مرد باشد یا آن مرد جزو آن
زن یا آن جزو اصل قریب مرد باشد چون اخوات و بنات الاخوة یا جزو بطن اصل بعید باشد

چون عمات وخالات وشک نیست که چنانکه لبن حلال موجب شبہہ بعضیۃ ست وخصوصیت باصل
وفروع ندارد وہمچنین لبن حرام نیز موجب شبہ بعضیۃ ست خصوصیت با فروع واصول زانی ندارد
وآن درصورت مسئولہ موجود وہرگاہ علت ثابت شد پس تعدیۂ حکم کہ حرمت ست ضروریست چہارم
اصل درباب حرمت رضاعیت زنا نیز حدیث یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب ست وآن عام ست
خصوصیت بازانی واصول وفروع زانی ندارد پس این تخصیص بلا دلیل ست اما انچہ در تخصیص قوم ست
العم الزانی التزوج بہا کما لو کانت ولدت لہ من الزنا والحال غلط لانہ لم تثبت نسبہا عن الزانی حتی
یظہر فیہا حکم الجزئیۃ والتحریم علی ابی الزانی واولادہ واولادہم لاعتبار الجزئیۃ ولا جزئیۃ بینہا وبین العم
انتہی پس اولا معارض ست بعبارات درمختار وقاضیخان وبحر الرائق وثانیا محل نظر ست بدین وجہ کہ
اگر مراد این ست کہ درمیان دختر وعم زانی بدین طور کہ یکی جزو دیگرے باشد جزئیت نیست پس
مسلم ست لیکن درمیان اولاد زانی وآن دختر ہم جزئیۃ کذائیہ مفقود ست پس باید کہ آن دختر
بر برادر زانی نیز حرام باشد وہو خلاف تصریح صاحب التجنیس واگر مراد این ست کہ فردی از جزئیت
کہ برای حرمت کافی ست یافتہ نمی شود پس غیر مسلم ست چہ آن دختر جزء پدر عم زانی ست وآن
برای حرمت کافی ست چنانچہ در لبن حلال انچہ در فتح القدیر مرقوم ست ذکر ابو بکر ان الحرمۃ
تثبت من جہۃ الام خاصۃ ما لم یثبت النسب فحینئذ تثبت من النسب وکذا ذکر الاسبیجابی وصاحب
الینابیع وہو اوجہ لان الحرمۃ عن الزنا للبعضیۃ وذلک فی الولد نفسہ لانہ مخلوق من مائہ دون اللبن
اذ لیس اللبن کائنا من منیہ لانہ فرع التغذی وہو لا یقع الا بما یدخل من اعلی المعدۃ لا من اسفل البدن
کالحقنۃ فلا اثبات فلا حرمۃ بخلاف ثابت النسب لانہ یعتمد ثبوت الحرمۃ منہ واذا ترجح عدم حرمۃ
الرضاع بلبن الزنا علی الزانی فعدمہا علی من لیس اللبن فیہ اولی انتہی پس اولا معارض ست بعبارات
منقولہ ثانیا ازین عبارت معلوم می شود کہ حرمت رضاعت بابن لبن غیر مستقل [illegible] ندارد حال آنکہ
نزد حنفیہ شبہ بعضیۃ چنانچہ بالا مذکور شد وآن در غیر ثابت النسب نیز موجود پس تعدیۂ حکم بسوی
غیر ثابت النسب نیز ضروریست ثالثا انچہ گفتہ کہ در لبن جزئیت نیست از [illegible] بودن [illegible]
جزئیت مسلم ست لیکن علت آن برای حرمت رضاعت غیر مسلم بلکہ علت حرمت رضاعت
شبہ بعضیت ست کما تبین آنفا وآن در لبن موجود ست وانچہ گفتہ کہ لبن کائن از منی نیست [illegible]

منافی شبہ بعضیۃ نیست چہ منی سبب نزول شیر ست و آن برای اثبات شبہ بعضیۃ
کافی ست چنانچہ از ہدایہ مستفاد می شود در کتاب رضاع ہدایہ مرقوم ست ولانہ سبب
لنزول اللبن منہا فیضاف الیہ فی موضع الحرمۃ احتیاطا انتہی واللہ اعلم وعلمہ اتم
ہو الملہم للحق والصواب وعندہ ام الکتاب فقہاء حنفیہ درین مسئلہ بر دو قول
مختلف اند یک طائفہ بر آنند کہ مرضعہ از لبن زنا بر زانی و اصول و فروع او حرام ست چنانچہ
صاحب خزانۃ الفتاوی می نویسد لو زنی بامرأۃ فولدت منہا فارضعت بہذا اللبن صبیۃ لا یجوز
لہذا الزانی ان یتزوج لہذہ الصبیۃ ولا لابنہ ولا لابیہ واجدادہ انتہی و در خلاصہ می نویسد لو زنی بامرأۃ
فولدت منہا فارضعت بہذا اللبن صبیۃ لا یجوز لہذا الزانی ولا لاحد من آبائہ واجدادہ ان یتزوج بہذہ
الصبیۃ انتہی و در ظہیریہ می آرد رجل زنی بامرأۃ فولدت منہ فارضعت بہذا اللبن صغیرۃ لا یجوز لہذا
الزانی ولا لاحد من آبائہ واولادہ نکاح ہذہ الصبیۃ علی ما عرف من اصول اصحابنا انتہی و در عنایہ می نگارد
لیس حلۃ الوطی شرطا للحرمۃ حتی لو زنی بامرأۃ فولدت منہ فارضعت بہذا اللبن صبیۃ لا تحل للزانی
ان یتزوج بہذہ الصبیۃ ولا لآبائہ ولا لابنائہ ولا لابناء اولادہ لوجود البعضیۃ بین ہؤلاء وبین الزانی
انتہی ملخصا و در مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میگوید لبن الزنا کالحلال حتی لو زنی بامرأۃ فارضعت بہ بنتا
حرمت علی الزانی وآبائہ وابنائہ وابناء ابنائہ وان سفلوا انتہی و در بزازیہ می آرد زنی بامرأۃ فولدت
فارضعت بہذا اللبن صبیۃ تحرم علی الزانی وکذا لو حبلت من آخر وارضعت ولدا لا یلبن الزانی حرم
علی الزانی نکاحہا انتہی و در خزانۃ المفتین می نویسد رجل زنی بامرأۃ فولدت منہ فارضعت بہذا اللبن
صغیرۃ لا یجوز لہذا الزانی ولا لاحد من آبائہ واولادہ ہذہ الصغیرۃ انتہی و برجندی در شرح نقایہ می نویسد
تقیید الابوۃ بنائہ علی الغالب والمراد حرمۃ الرضیعۃ علی رجل یکون لبن الرضیعۃ منہ سواء کان بالنکاح
او السفاح حتی لو زنی بامرأۃ فولدت فارضعت صبیۃ لا یجوز لہذا الزانی ولا لاحد من آبائہ واولادہ
ان یتزوج بہذہ انتہی و طائفۂ دیگر بر آنند کہ رضیعہ مذکورہ نہ بر زانی حرام ست و نہ بر اصول و فروع
و بعض ست مفتی بہ نزد محققین چنانچہ الیاس زادہ در شرح نقایہ می نویسد فی ذکر الزوج اشارۃ الی انہ
لو زنی بامرأۃ فولدت فارضعت بہذا اللبن صبیۃ فاراد الزانی ان یتزوج بہذہ الصبیۃ یجوز انتہی
و قہستانی در جامع الرموز می نویسد فیہ اشعار بانہ لو زنی بامرأۃ فولدت فارضعت صبیۃ جاز لہ ان یتزوجہا

کما فی شرح الطحاوی لکن فی الخلاصۃ انہا تحرم فلعل فیہ روایتین انتہی و در بحر الرائق می نویسد المعتمد فی
المذہب ان لبن البکر الزانی لا یتعلق بہ التحریم انتہی و در رد المحتار می آرد و الحاصل کما قال فی البحران
المعتمد فی المذہب ان لبن الزانی لا یتعلق بہ التحریم وظاہر المعراج والخانیۃ ان المعتمد ثبوتہ قلت وذکر
فی شرح المنیۃ انہ لا یعدل عن الدرایۃ اذا وافقتہا روایۃ وقد علمت ان الوجہ مع روایۃ عدم التحریم انتہی
و در فتح القدیر ہست ذکر الولوالجی ان الحرمۃ تثبت من جہۃ الام خاصۃ ما لم یثبت النسب فحینئذ تثبت
من الاب وکذا ذکر الاسبیجابی وصاحب الینابیع وہو اوجہ لان الحرمۃ من الزانی للبعضیۃ وذلک فی الولد
نفسہ لانہ مخلوق من مائہ دون اللبن اذ لیس اللبن کائنا من منیہ لانہ فرع التغذی بخلاف الولد
والتغذی لا یقع الا بما یدخل من اعالی المعدۃ لا من اسفل البدن کالحقنۃ فلا اثبات فلا حرمۃ
بخلاف ثابت النسب لان النص وہو حدیث یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب اثبت الحرمۃ
انتہی و در در مختار می آرد الوطی بشبہۃ کالحلال قیل وکذا الزنا والاوجہ لا فتح انتہی و در حاشیہ طحطاوی
در تعالیق الانوار علی الدر المختار نوشتہ قولہ والاوجہ لا ای درایۃ الا روایۃ شرنبلالیہ انتہی و در
نہر الفائق می آرد قید بالزوج لانہ لو زنی بامرأۃ فولدت منہ وارضعت صبیۃ جاز لاصول الزانی
وفروعہ التزوج بہا کذا اختارہ الولوالجی وعلیہ جری الاسبیجابی وصاحب الینابیع وجعلہ فی المحیط
کالحلال وجزم بہ قاضی خان والاول اوجہ انتہی ہر گاہ این امر محقق شد پس میگوئیم کہ نکاح برادر زانی
با رضیعۂ مذکورہ جائز است باتفاق فقہا ما نزد طائفۂ ثانیہ پس جوازش ظاہر ست چہ ہر گاہ رضیعۂ
مذکورہ بر زانی و اصول و فروع حلال شد بر برادر زانی بطریق اولی جائز خواہد شد و اما نزد طائفۂ
اولی پس ابن ہمام در فتح القدیر آوردہ فی التجنیس من علامۃ الناطفی عن الشیخ ابی عبد اللہ الجرجانی
انہ کان یقول فی الدرس لا یجوز للزانی ان یتزوج بالصبیۃ المرضعۃ ولا لآبائہ واجدادہ ولا لاحد
من اولادہ ولعم الزانی التزوج بہا کما یجوز بالصبیۃ التی ولدت من الزانی لانہ لم یثبت نسبہا
من الزانی حتی یظہر فیہا حکم القرابۃ والتحریم علی آبائہ واجدادہ لاعتبار الجزئیۃ والبعضیۃ بینہا وبین العم
انتہی و ظاہر ست کہ در برادر و عم فرقے نیست ہر گاہ نزد طائفۂ اولی رضیعۂ مذکورہ بر عم زانی
حلال شد حلتش بر برادر چہ شک ماند و صاحب تحریر حلتش برای عم زانی و خال زانی اتفاق
نقل کردہ عبارتش این ست ظاہر کلامہم ان ہذہ الصبیۃ لا تحرم علی عم الزانی وخالہ اتفاقا لانہ لم یثبت

لہ قولہ کالحلال قال ولعل الاشبہ ... وذکر صاحب ... ودر فتح ... فاذا ارضعت بہ بنتا حرمت علی الزانی وآبائہ واولادہ وان سفلوا ۱۲ رد المحتار

نسبها من الزاني حتى يظهر فيها حكم القرابة والتحريم على اولاده عند القائلين به لاعتبار الجزئية والبعضية
ولا جزئية بينها وبين جسم الزاني والحال دلو ثبت هذا في حق المتولد من الزنا فكذلك في حق الرضيعة
بلبن الزنا انتهى وهمچنين ست در نهر فائق واگر بدين تقرير كفايت نشود وصاف جزئيت طلب شود
پس عبارت رد المحتار كه در تحت قول صاحب در المختار وحرم الكل مما مر تحريمه نسبا ومصاهرة
ورضاعا واقع است ملاحظه شود وآن اين ست مقتضى قوله والكل رضاعا مع قوله سابقا ولو من زنا
حرمة فروع المزنية واصولها رضاعا وفي القهستاني عن شرح الطحاوي عدم الحرمة ثم قال لكن في النظم
وغيره انه يحرم كل من الزاني والمزنية على اصل الآخر وفرعه رضاعا ومقتضى تقييده بالفرع والاصل
انه لا خلاف في عدم الحرمة على غيرهما من الحواشي كالاخ والعم انتهى هذا جوابي وعلى الله جل جلاله
اعتمادي في كل ما نطق به لساني واراه فؤادي حالا تحرير مسامحات مجيب مواقع وتقرير دفع خدشات
متنازع وجرح كاوش بصورت شرح قول القول ميسازم قوله وبعض مي نگارند كه محل خلاف الخ اقول
اين تقرير را صاحب بحر ذكر كرده است ليكن صاحب رد المحتار تعاقب آن كرده باين عبارت حاصل كلام
صاحب فتح القدير ان في حرمة الرضيعة بلبن الزنا على الزاني وكذا على اصوله وفروعه روايتين كما
صرح به القهستاني ايضا وان الاوجه رواية عدم الحرمة وان ما في الخلاصة من انها لو ارضعت بلبن
الزاني تحرم على الزاني مردود لان المسطور في الكتب المشهورة ان الرضيعة بلبن غير الزوج لا تحرم على
الزوج وما في الفتاوى اذا خالف ما في المشاهير من الشروح لا يقبل هذا تقرير كلام الفتح وقد وقع
في فهمه خبط لشيخ مشايخنا ادعاه في البحر من ان محل الخلاف اصول الزاني وفروعه وانها لا تحل للزاني
اتفاقا انتهى پس معلوم شد كه درين قول فقهارا اختلاف دو قول ست كه سابقا مذكور كرده ام
وقول ثالث از كلام ايشان غير ثابت است قوله واز بيان بعض معلوم مي شود كه لبن زنا الخ اقول
اين قول قول همان طائفه است كه رضيعه بلبن زنا را بر زاني واصول وفروع حرام مي گويند
وباوجود اين تصريح ميسازند كه بر برادر زاني وعم وخال او حلال است كما مر مفصلا قوله واوفق
بالدليل اقول ما نقله الشامي في الانوار منقول ست كه اوفق بالدراية عدم حرمت ست واز فتح
وغيره گذشته كه عدم حرمت اوجه ست قوله وفتوى بر همين بايد داد اقول هرگاه فتوى محققين
حنفيه مثل صاحب فتح وصاحب بحر وصاحب نهر وغيره بر قول عدم حرمت موجود است

جائی باید و شاید باقی نماند در رد المحتار ی آرد و فی قضاء الفوائت من البحر من انہ اذا اختلف
التصحیح والفتوی فالعمل بما وافق المتون اولی وکذا لو کان احدہما فی الشروح والآخر فی الفتاوی
لما صرحوا بہ من ان ما فی المتون مقدم علی ما فی الشروح وما فی الشروح مقدم علی ما فی الفتاوی لکن ہذا عند التصریح
بتصحیح کل من القولین او عدم التصریح اصلا اما لو ذکرت مسئلۃ فی المتون ولم یصرحوا بتصحیحہا
بل صرحوا بتصحیح خلافہا فقد افاد العلامۃ قاسم ترجیح الثانی لانہ تصحیح صریح انتہی و برظاہر ست کہ لبن زنا
کالحلال اگرچہ در بعض متون و در بعض فتاوی مذکور ست لیکن شراح محققین قول عدم حرمت را
مفتی بہ گفتہ اند و ارباب متون بر حرمت فتوی نہ نوشتند بلکہ فقط کفایت بر ذکر لبن الزنا کالحلال
ساختند پس لاجرم فتوی شراح معتبر خواہد شد و موافق او فتوی دادہ خواہد شد نہ بر لبن الزنا
کالحلال کہ معری از فتوی ست قولہ چہ در اصول ثابت شدہ الخ اقول در تعارض مساوات
متعارضین شرط ست و در ما نحن فیہ دلیل عدم حرمت قوتی دارد چنانچہ از عبارات سابقہ
واضح است و دلیل حرمت ضعفی دارد کما ستبین عنقریب فاین التعارض و این ترجیح التحریم
قولہ بناء علی ہذا نکاح برادر زید با این دختر جائز نیست اقول این حکم عدم جواز بنا بر مذہب حنفیہ
کہ مستفتی از اہل ہست محض غلط ست چہ جملہ فقہا اتفاق دارند کہ برادر زانی و عم و خال او
رضیعہ از لبن زنا حلال ست و آنانکہ حکم تحریم مید ہند آنرا مخصوص بزانی و فروع و اصول او میسازند
کما مر من البحر و رد المحتار مصرحا و اگر حکم عدم جواز قطع نظر از تصریحات فقہاء حنفیہ است پس ان
گفتگو نیست چہ سائل حکم حلت و حرمت را بمذہب حنفی مستفسر ست نہ بمجرد عقل مع قطع النظر
عن النقل قولہ اول اینکہ در در مختار مرقوم ست الخ اقول صاحب در مختار در زیادات کلمت
او عن زنا تبعیت منح الغفار کردہ و صاحب منح الغفار آنرا از عبارت بحر کہ مجیب نقل کردہ ست
اخذ کردہ و صاحب بحر از فتح القدیر نقل کردہ و این جملہ عبارات در فصل المحرمات واقع شدہ
و خود صاحب فتح و صاحب بحر در کتاب الرضاع ولیدۂ زنا را بر عم زانی و خال زانی حلال ست
نوشتند و ہمین قول را اوجہ گفتہ اند پس معلوم شد کہ عبارات فصل محرمات موافق مشہور واقع
شدہ اند و معتمد ہمان ست کہ در بحث رضاع واقع شدہ است فان المسئلۃ اذا کانت مصرحۃ
فی موضع لغیر علامۃ فتوی وکان خلافہا مصرحا بہا فی موضع آخر بعلامۃ الفتوی کان الاعتماد علی ہذا

لاذاک کما لایخفی علی من طالع رسم الفتوی وانچہ در فتاوی قاضیخان منقول شدہ معلم بعلامت
فتوی نیست والاعتبار لما فی الشروح لا لما فی الفتاوی لاسیما اذا کان ما فی الشروح معلما بالفتوی
مصرحا بہ فی مواضع قولہ ازین عبارات ظاہر ست الخ اقول آرے اگرچہ ازین عبارات حرمت دختر
برادر از زنا ظاہر لیکن فتوای محققین شراح برخلاف آنست وسر این مسئلہ این ست کہ درباب
حرمت بسبب قرابت بعضیۃ معتبر ست حقیقۃ وچون ولیدۂ زنا جزء زانی ست حقیقۃ
لاجرم بران حرام خواہد شد اما چون بعضیۃ شرعا غیر معتبر ست لہذا النفقۃ ولیدۂ زنا بر زانی
واجب نیست ونہ میراث از زانی خواہد یافت وبالجملہ احکام بعضیۃ بران شرعا جاری نیست
پس این بعضیۃ در حق برادر زانی وعم وخال او منجر بشبہ بعضیۃ نخواہد شد وآن درباب قرابت
موجب حرمت نیست قولہ واین نیز پیداست کہ انچہ از نسب حرام ست از رضاع حرام ست
الخ اقول اگر مراد کلیہ ست پس غلط ست چہ فقہا نسب گیصورت را از حدیث یحرم من الرضاع
ما یحرم من النسب مستثنی ساختہ اند کما یظہر من مطالعۃ شرح الوقایہ والدر المختار وغیرہما واگر مراد
جزئیہ ست پس در شکل اول منتج نیست قولہ دوم اینکہ الخ اقول کسی را انکار این امر نیست کہ
کدامی فقیہ بطرف حرمت رضیعہ از لبن زنا بر زانی واصول وفروع او نرفتہ تا نقل این عبارات
کہ دال بر حرمت ست نافع شود بلکہ مقصود این ست کہ اگرچہ یک طائفۂ فقہا بطرف حرمت رفتہ
لیکن مفتی بہ نزد ارباب نظر وتدقیق حلت ست ونیز حلت رضیعۂ مذکورہ بر برادر زانی وعم
وخال او متفق علیہ ست کما مر سابقا مفصلا قولہ پس معلوم شد کہ شبہ جزء الجزء الخ اقول از رد المحتار
وبحر وغیرہ حلت رضیعۂ مذکورہ بر برادر زانی وعم او منقول ست وفتوی بمنقول باید داد نہ بامر
معقول سائل کہ سوال از حلت وحرمت ساختہ غرض او این ست کہ نزد حنفیہ حلت است
یا حرمت نہ اینکہ درینجا مفتی ہرچہ خواہد بنویسد پس چون وچرا چہ سود خواہد بخشید آرے اگر
جزئیہ مسئلہ مسئولہ یافتہ نمی شود البتہ استنباط عقلی را مجال بود ابن عابدین در کتاب
الطہارت در رد المحتار می نویسد البحث فی المنقول غیر مقبول انتہی علاوہ ازین فی نفسہ لمن
التقریر ہم منظور ست زیرا کہ لبن زنا او نطفۂ زنا را شرعا اعتبارے نیست پس در عم وخال ودیگر
حواشی شبہۃ البعضیۃ درین مقام منجر بہ شبہۃ الشبہہ می شود ودر ہدایہ وغیرہ مصرح است

الاعتبار للشبهة لا للنادل منها پس این شبهة الشبهة موجب حرمت بر حواشی نمی تواند شد
قوله علاوه آن الخ اقول این علاوه محض غلط است چه هرگاه در صورت مذکوره بجای صبیه
صبی فرض کرده شد حرمت بنت ابن الزانی بر و اگر مراد از ابن الزانی همان ابن ست که از بطن
مزنیه تولد شده است بدین وجه هست که ابن مزنیه برادر رضاعی ان رضیع ست و نسب او
از جانب ام ثابت ست پس بنت ابن الزانی دختر برادر رضیعه رضاعی شده و اولاد برادر
رضاعی بر برادر رضاعی اگرچه رضاع هر دو از لبن زنا باشد بسبب اینکه آن هر دو جزء مادر اند
حرام ست نه اینکه آن دختر برادر زنادی رضاعی آن صبی خواهد بود کما ذکره صاحب العلاوة
و در ما نحن فیه دختر رضاعی از لبن زنای برادر حقیقی ست وکم من فرق بینهما و اگر مراد از ابن الزانی
ابن او از نکاح ست پس حرمت دخترش بر رضیع مذکور و عدم حرمتش از ما نحن فیه خارج است
پس قیاس ما نحن فیه بر این صورت صفر و تضمن مستقیم نیست قوله سوم نزد حنفیه الخ اقول فی الواقع
در باب النسب حقیقة البعضیة معتبر ست بود در رضاع شبهه البعضیة لیکن چون در لبن حرام شبهه
البعضیة منجر به شبه الشبهه می شود اعتبارش نخواهد شد قوله چهارم اصل در باب حرمت رضاعیه
زنا الخ اقول حدیث یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب عام مخصوص البعض ست کما صرح به
الفقهاء والمحدثون و تخصیص عام مخصوص البعض بالقیاس جائز ست کما هو مصرح فی التلویح وغیره من
کتب الاصول قوله پس اولا معارض ست الخ اقول هرگاه در عبارات فقها تعارض واقع شود
مفتی را لازم که بر فتوی محققین عمل سازد و چون بر تحریر صاحب تجنیس اعلام فقها فتوی داده اند
تعارض عبارات مثل صاحب در مختار که هرگز مماثلت با صاحب تجنیس ندارند چه ضرر
خواهد رسانید قوله محل نظر ست بدین توجیه الخ اقول چون در رضاع شبهه البعضیة معتبر است
و در لبن حرام شبهه منقلب لشبهة الشبهه می شود اعتبار آن نشاید و لهذا فقهاء عظام
حکم حلت برای اصول زانی هم و فروع هم داده اند و آنانکه قائل تحریم اند احتیاط با عتبار
مشاکلت صوری ساخته اند و هو المقصود فی الحواشی پس قول مجیب و آن برای حرمت لبن
کافی ست چنانچه در لبن حلال غیر مسلم ست قوله پس اولا معارض ست بعبارات منقوله الخ اقول
تعارض مفتی به و غیر مفتی به از عجائب روزگار ست قوله این عبارات معلوم می شود الخ اقول فی

صاحب فتح ہم حرمت رضاعت را معلل بعلیۃ الجزئیۃ میدانند لیکن اعتبار شبہۃ الشبہۃ نمی سازد وقولہ ثالثا الخ اقول جوابہ ما عرفت آنفا ہذا ما خطر فی خاطری من الایرادات علی المجیب وعلی اللہ التوکل فی کل ما اتکلم والیہ انیب فقط وانا الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی وحفظہ عن موجبات الغی حررتہ فی ثلث جلسات آخرہا فی لیلۃ السبت الخامس عشر من المحرم من سنۃ تسعین بعد الالف والمائتین من ہجرۃ سید الثقلین علیہ وعلی آلہ صلوۃ رب المشرقین

استفتا ۲۸۵ — اہل اسلام کو ہنود اور یہود ونصاری سے اور مجوس سے سود لینا جائز ہے یا نہیں

زید کی دختر صالحہ کو ہندہ زوجہ برادر ماموں زاد زید نے دودھ پلایا خالدہ دختر ہندہ سے برادر حقیقی زید کو عقد کرنا جائز ہے یا نہیں اور خالدہ ہمشیرۂ رضاعی صالحہ ہے یا نہیں اور زید پر حرام ہے یا نہیں

ہو المصوب جواب اول دار الحرب میں اہل اسلام کو کفار سے ہنود ہوں یا یہود یا نصاری امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک سود لینا جائز ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے لا ربوا بین المسلم والکافر فی دار الحرب لیکن بلاد ہند جو قبضۂ نصاری میں ہیں دار الحرب نہیں ہیں انہیں کافر سے سود لینا نہیں جائز ہے جواب دوم خالدہ ہمشیرۂ رضاعی صالحہ ہوئی لیکن نہ وہ زید پر حرام ہے نہ اوسکے برادر پر جیسا کہ در مختار وغیرہ میں مصرح ہے وحل علیہ یعنی فی الحل اخت ابنہ وبنتہ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا ۲۸۶ — چہ میفرمایند علمای دین دریں مسئلہ از روی شرع مثلا ہندہ کی لڑکی نے سلیمہ کا دودھ پیا اوس حالت میں کہ جب اوس لڑکی کی عمر دو برس سے زائد تھی خواہ دو سہ ماہ خواہ ایک روز خواہ دو روز خواہ زیادہ اس سے لیکن بہر تقدیر چھ ماہ کی زیادتی نہ تھی تو اس صورت میں ہندہ کی لڑکی کا نکاح سلیمہ کے لڑکے کے ساتھ شرعا ہو سکتا ہے یا نہ اور رضاعت مرضعیت ثابت ہوئی یا نہیں بینوا توجروا

ہو المصوب جو رضاعت بعد دو برس کے ہو اوس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی ہے اور شرعا حکم رضاعت ومرضعیت بھی نہیں ہوتا ہے موطا امام محمد میں ہے لا یحرم الرضاع الا ما کان فی الحولین فما کان فیہما من الرضاع وان کان مصۃ واحدۃ فہی تحرم کما قال عبد اللہ

از تحصیل ... ضلع اٹاوہ مکان میر محمد صاحب پیشکار مرسلہ محمد حسین در ذیقعدہ ۱۲۹۵ ہجری

ابن عباس وسعید بن المسیب وعروۃ بن الزبیر وما کان بعد الحولین لم یحرم شیئا لان اللہ

عزوجل قال والوالدات یرضعن اولادہن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعۃ

فتمام الرضاعۃ الحولان فلا رضاعۃ بعد تمامہا تحرم شیئا انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی

عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

۲۸۷ استفتا سوال کیا فرماتے ہین علمای محققین وواقفان رموز شرعیہ اس صورت مین کہ ہندہ نے فہمیدہ کو دودھ پلایا بعد انقضای مدت رضاعت زید نے ہندہ سے زنا کیا پس اب زید ساتھ فہمیدہ کے نکاح کر سکتا ہے یا نہین اور اگر زید و فہمیدہ کا نکاح قبل اس دریافت کے ہو چکا ہو تو اونکو اب کیا کرنا چاہیے آیا اونکو جدا ہونا چاہیے یا بلا انتزاع شرعی نکاح قایم رہیگا جواب ان امور مستفسرہ کا بحوالہ سند معتبر تحریر فرمایئے بینوا توجروا

ہو المصوب جواب زید ساتھ فہمیدہ کے نکاح نہین کر سکتا ہے بحر الرائق مین ہے

اراد بحرمۃ المصاہرۃ الحرمات الاربع حرمۃ المرأۃ علی اصول الزانی وفروعہ نسبا ورضاعا وحرمۃ

اصولہا وفروعہا علی الزانی نسبا ورضاعا کما فی الوطی الحلال انتہی اور رد المحتار مین ہے فی البزازیۃ

المتارکۃ فی الفاسد بعد الدخول لا یکون الا بالقول کخلیت سبیلک وترکتک انتہی واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

۲۸۸ استفتا بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وآلہ واصحابہ واجب التعظیم کیا فرماتے ہین علمای دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ مثلا ایک شخص اور اوسکی ہمشیرہ اور اوسکی زوجہ اور والدۂ زوجہ ایک مکان تاریک وتنگ مین سوئے ہوئے تھے ناگاہ وہ شخص خواب سے اوٹھا اور اپنے کو پر شہوت پایا اور اپنی ہمشیرہ کو جگاتے اور اوٹھانے لگا تاکہ وہ اوسکی زوجہ کو جگا دیوے اتفاقا ہاتھ اوس شخص کا زوجہ کی والدہ کی ران پر پڑ گیا اور گرمی اور حرارت بدن کی بھی اوس شخص کو معلوم ہوئی مگر فورا اوس شخص نے اپنے ہاتھ کو کھینچ لیا پھر اعادہ نہین کیا آیا اس حالت مین مساس بالشہوت پائی گئی یا نہین اور کونسی مساس شرع شریف مین معتبر ہے آیا حالت شہوت مین ایک انگشت یا دو یا تین یا جمیع انگشت مع چہرے کف دست پڑ جانے سے بھی زوجہ اوسکی اور اصول وفروع اوس عورت

ممسوسہ کی اوس شخص پر نزدیک ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حرام ہو گئی یا نہین اور اگر حرام ہو گئی
تو کونسی شکل مین ہو گئی اور فتوی علمای کرام کا کون امام کے قول پر ہے بینوا توجروا فقط

ہو المصوب اس صورت مین زوجہ حرام ہو گئی اوسکا ترک کرنا لازم ہی درمختار مین ہے

قبل ام امرأتہ حرمت علیہ امرأتہ مالم یظہر عدم الشہوۃ وفی المس لاتحرم مالم تعلم الشہوۃ انتہی اور
بھی اوسی مین ہے ولافرق بین اللمس والنظر بشہوۃ بین عمد ونسیان وخطاء واکراہ انتہی واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

استفتا بسم اللہ الرحمن الرحیم **سوال** علمای متقدمین ومفتیان شرع متین مسائل
ذیل مین کیا فرماتے ہین اہل سنت جماعت کو اپنے لڑکے یا لڑکی کا عقد اہل تشیع کے ساتھ کرنا جائز
ہی یا نہین بصورت نہین جائز ہونے کے اگر عقد ہو جاوے تو بہ نسبت عقد کے کیا رائے ہی
سوا مذہب اہل تشیع وسنت وجماعت مین بارکان نماز وکلمہ وطریقہ مین اتفاق نہین ہے تو
ایسی حالت مین از روی مسائل خورد ونوش بشمول اہل تشیع جائز ہے یا نہین فقط عرض یہ کہ
اسی مقام پر جواب سے سرفراز فرمائین احقر العباد بندہ امیر حسن منصرم بھانڈی ہنسو علاقہ اسٹیشن اداپور ضلع سارن

ہو المصوب بعض فرقہ شیعہ کے کافر ہین اونسے مناکحت ومواکلت ومجالست نہین
جائز ہے مثل اونکے جو کہتے ہین کہ علی خدا تھے یا جبرئیل ع نے خطا کی یا علی آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے افضل تھے اور ایسے ہی جو حضرت عائشہ رضہ کو تہمت زنا کی کرتے ہین اور بعض فرق
فاسق ہین جیسے ساب شیخین اونسے مناکحت وغیرہ درست ہے مع الکراہۃ رد المحتار مین ہے

الرافضی ان کان یعتقد الالوہیۃ فی علی او ان جبرئیل اخطاء وغلط فی الوحی او کان ینکر صحبۃ الصدیق
او یقذف السیدۃ الصدیقۃ فہو کافر لمخالفتہ القواطع المعلومۃ فی الدین بخلاف ما اذا کان یفضل علیا او یسب الصحابۃ فانہ مبتدع لا کافر انتہی
ملتقطا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

استفتا کیا فرماتے ہین علمای سنت وجماعت اس مسئلہ مین کہ ہندہ سنیہ نے اپنا عقد
زید شیعہ کے ساتھ کیا اور صیغہ عقد بطریق اہل تشیع کے جاری ہوا بعد چند روز کے یعنی بعد مواصلت
ومباشرت ہندہ اپنے شوہر سے رخصت لیکے اپنے ماں کے مکان مین گئی اور وہان بیٹھ رہی
اور خواہان مہر معجل ہے اور زید کو خوف اوسکے خراب ہو جانیکا ہے اس صورت مین زید موافق

اپنے مذہب کے اوسکو قبل اداکرنے مہر معجل کے لاسکتا ہے جیسا کہ صاحب خزانۃ الاسلام لکھتے ہین
ولہا ان تمنع من تسلیم نفسہا حتی تقبض مہرہا سواء کان الزوج موسرا او معسرا او اہل لہا ذلک بعد الدخول
قیل نعم وقیل لا وہو الاشبہ لان الاستمتاع حق لزم بالعقد اور موافق ہدایہ کے کتب معتبرہ
اہل سنت وجماعت سے ہے اختلاف ثابت ہوتا ہے جیسا کہ لکھا ہے وللمرأۃ ان تمنع نفسہا
حتی تاخذ المہر وتمنعہ ان یخرجہا ولو کان المہر کلہ مؤجلا لیس لہا ان تمنع نفسہا لاسقاطہا حقہا بالتاجیل
کما فی البیع وفیہ خلاف ابی یوسف وان دخل بہا فکذلک عند ابی حنیفۃ رح وقالا لیس لہا ان تمنع
نفسہا اور زید نے رجوع بعدالت کی ہے پس اس صورت مین حاکم عدالت کو کیا تصفیہ کرنا
چاہیے آیا موافق مذہب شیعہ کے کہ صیغہ عقد اوسی طریق پر جاری ہوا ہے اور شوہر ہندہ
بھی شیعہ ہی ہندہ کو قبل اداکرنے مہر معجل کے لاسکتا ہے یا موافق مذہب سنت وجماعت کے
کیا کرے مفصل جواب اردو مین تحریر فرمائیے بینوا توجروا

ہو المصوب اس صورت مین شوہر ہندہ ہندہ کو قبل اداکرنے مہر معجل کے لاسکتا ہی
موافق قول صاحب بحر رائق کے اذا وطیہا او خلا بہا برضاہا فیہ خلاف قال ابو حنیفۃ لہا ان تمنع
نفسہا وخالفاہ وفی شرح الجامع الصغیر للبزدوی کان ابو القاسم الصفار یفتی فی المنع بقول ابی یوسف
ومحمد وفی السفر بقول ابی حنیفۃ ثم قال وہذا احسن فی الفتیا یعنی الدخول لا یمنع نفسہا ولو منعت
لا نفقۃ لہا ولا یسافر بہا ولہا الامتناع منہ لطلب المہر ولہا النفقۃ کذا فی غایۃ البیان انتہی واللہ اعلم
حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا چہ میفرمایند علمای دین درین صورت کہ یک شخص جماعت خود را
دعوت خطبہ داد ومردمان بدعوت خطبہ جمع شدند ودر مجلس خطبہ ایجاب وقبول فیما بین
بالفاظ دادم وپذیرفتم نیز جاری شد پس باین ایجاب وقبول کہ بالفاظ مذکورہ ومجلس خطبہ
جاری شدہ است موافق مذہب امام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نکاح ثابت شد یا نہ
ودختر مخطوبہ منکوحہ خاطب شد یا نہ بینوا توجروا اجرکم اللہ فقط

ہو المصوب درین مسئلہ اختلاف فقہا واقع ست نزد بعضے از لفظ دادم وپذیرفتم
نکاح منعقد می شود ونزد بعضے نہ ما دامی کہ لفظ دیگر مثلا بزنی دادم وغیرہ ملحق نشود پس

مقتضای احتیاط آنست که نکاح بالفاظ صریحہ کردہ شود و در خزانۃ الروایات می آرد فی الغیاثیۃ سئل نجم الدین النسفی عمن قال لرجل دختر خویش فلانہ بمن دادی گفت دادم وی گفت پذیرفتم او قال لامرأۃ خویشتن بمن دادی او قال دہ فقال دادم فقال ہو پذیرفتم ہل ینعقد النکاح قال فیہ اختلاف المشائخ عند بعض لا ینعقد حتی یقول بزنی دادم وعند بعض یکون نکاحا بدون ذکر ذلک فی ہو الاصح لان لفظ الاعطاء ینبئ عن التملیک والنکاح بلفظ التملیک جائز عندنا انتہی ودر جامع مضمرات شرح مختصر قدوری می آرد فی النصفیۃ سئل عمن قال لامرأۃ بحضرۃ الشہود دختر خویش بمن دادی فقالت دادم ہل ینعقد النکاح فقال نعم لان الناس تعارفوا التزویج بہذا اللفظ وان لم یتلفظوا بلفظ النکاح لان النکاح ینعقد عندنا بلفظ الہبۃ خلافا للشافعی انتہی ودر مجمع النوازل می نویسد عن نجم الدین النسفی ان قولہ دختر خویشتن مرا دادی او بمن دہ لا بد ان یقول بزنی دہ ویقول الآخر بزنی دادم فاما بدون ذلک لا ینعقد النکاح عند بعضہم وعند بعضہم ینعقد فلا بد من ہذہ الزیادۃ لتصیر المسئلۃ متفقا علیہا انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا چہ میفرمایند علمای دین کثرہم اللہ تعالی درصورت مسئولہ کہ یک شخص جماعت خود را بدعوت خطبہ داد و مردمان جماعت بدعوت خطبہ جمع شدند و در مجلس خطبہ درمیان ولی دختر صغیرہ و ولی پسر صغیر ایجاب وقبول بالفاظ دادم و پذیرفتم جاری شد و بعد از بالغ شدن پسر والدین دختر او طلاق گرفتند و جد پسر با مخطوبۂ پسر خود نکاح کردن میخواہد و میگوید کہ نکاح پسر من نشدہ است لیکن بایجاب وقبول کہ بالفاظ مذکورہ در مجلس خطبہ جاری شدہ است دختر مخطوبہ منکوحۂ پسر شدہ یا نہ و بعد از عن برین خاطب نکاح دختر مخطوبہ جائز است یا نہ بینوا توجروا اجرکم اللہ فی الدارین

الجواب ہو المصوب در انعقاد نکاح بلفظ دادم و پذیرفتم اختلاف مشائخ حنفیہ است بعض حکم بانعقاد میسازند و بعضے نہ و در کتب معتبرہ قول اول را اصح گفتہ اند و در خزانۃ الروایات می نویسد فی الغیاثیۃ سئل نجم الدین النسفی عمن قال لرجل دختر خویش فلانہ بمن دادی گفت دادم وی گفت پذیرفتم او قال لامرأۃ خویشتن را بمن دادی او قال دہ فقال دادم فقال پذیرفتم

ہل ینعقد النکاح فیہ اختلاف المشایخ عند بعض لا ینعقد حتی یقول بزنی دادم وعند بعض یکون نکاحا
بدون ذکر ذلک وہو الاصح انتہی پس بنا برین روایت اصح در صورت سوال نکاح صغیر و صغیرہ
منعقد شدہ و پدر صغیر را بکدامی طرح جائز نیست کہ آن مخطوبہ و منکوحہ پسر را بنکاح خود آرد چہ زوجہ
الابن از محرمات ست خواہ نوبت صحبت آمدہ باشد یا نہ بنص قولہ تعالی وَحَلَائِلُ اَبْنَائِکُمُ الَّذِیْنَ
مِنْ اَصْلَابِکُمْ و در در مختار می نویسد و زوجۃ اصلہ و فرعہ ولو بعید دخل بہا اولا واللہ اعلم حررہ الراجی
عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

۲۹۳
استفتا عورت بیوہ کا نکاح کسی حالت میں ایام عدت میں ہو سکتا ہی یا نہیں
اور کسی نے اگر ایسا نکاح کر لیا تو ناکح اور منکوحہ کیسے گنہگار ہوئے اور اس سے توبہ کسطور
کیجائے اور ایسی محفل میں شریک ہونا اور نکاح پڑھنا گناہ ہے یا نہیں فقط

ہو المصوب حالت عدت میں کسی طرح سے نکاح نہیں درست ہے اور نص قرآنی سے اسکی حرمت
ثابت ہے قال اللہ تعالی وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّکَاحِ حَتّٰی یَبْلُغَ الْکِتَابُ اَجَلَہٗ اور مرتکب اس فعل کا
مرتکب گناہ کبیرہ کا ہے اوسپر توبہ لازم ہے جسطرح سے اور کبائر سے توبہ ہوتی ہے اور ایسی
محفل میں شریک ہونا اور نکاح پڑھنا باوجود علم اس امر کے حرام ہے واللہ اعلم حررہ ابو الحسنات محمد عبد الحی عفا عنہ

۲۹۴
استفتا کیا فرماتے ہیں علمای دین ان مسئلوں میں کہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالی کے
سوا اور کسی مجتہد اور عالم کو جو اونھوں نے کوئی مسئلہ خلاف ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالی کے
کہا ہو تو اونکی تضلیل اور اونکو گمراہ کہنا درست ہے یا نہیں اور گمراہ کہنے والے پر شرعا کیا حکم ہی
اور داود ظاہری گمراہ ہے اسلیے کہ وہ ظاہر چلتا تھا ایسا کہنا روا ہے یا نہیں اور داود ظاہری کو
مطلق گمراہ کہنا یا اس مسئلہ میں خاص کر کے جو داود ظاہری نے ربائبکم اللاتی فی حجورکم میں
کہا ہی کہ اگر ربیبہ گود میں ہو تو حرام ہے والا نہیں اس کہنے کے سبب داود ظاہری کو گمراہ کہنا
جائز ہی یا نہیں اور داود ظاہری کے کہنے کے موافق اگر کسی نے عقیدہ رکھا تو کیا وہ بھی داود ظاہری
کے شریک گمراہ ہوا یا نہیں اور اس عبارت سے تفسیر آیات الاحکام کا کیا مطلب اور مراد ہی پھر ربائب کی
حرمت میں دو قیدیں ذکر کین ہین ایک اللاتی فی حجورکم دوسرے من نسائکم اللاتی دخلتم
بہن پہلے قید اتفاقی ہے اور حضرت علی رض سے مروی ہے اور داود نے کہا ہے کہ جو ربیبہ

اوسکی گود مین نہو تو وہ حرام نہین اور دوسرے ربائبکم سے متعلق ہے الخ بینوا توجروا

ہوالمصوب قید اللاتی فی حجورکم کی بمذہب صحیح و مختار جمہور اتفاقی ہے اور داود کے نزدیک موافق روایت علی مرتضی رض کے اتفاقی نہین ہے جیسا کہ فتح القدیر مین ہے سواء کانت فی حجرہ او حجر غیرہ وہو مذہب الجمہور وشرط علی ورجع ابن مسعود الی قول الجمہور انتہی اور اگرچہ صحیح اس باب مین قول جمہور ہے مگر داود ظاہری کو اسکے خلاف سے گمراہ کہنا نہین جائز ہے کیونکہ اختلاف مسائل فرعیہ باعث تفسیق و تضلیل کا نہین ہے تذکرۃ الحفاظ مین ہے

قال یحیی بن سعید الانصاری اہل العلم اہل توسعۃ وما برح المفتون یختلفون فیحلل ہذا ویحرم ہذا فلا یعیب ہذا علی ہذا ولا ہذا علی ہذا انتہی اور شرح مقاصد مین ہے المحققون من الماتریدیۃ والاشاعرۃ لا ینسب احدہما الآخر الی البدعۃ والضلالۃ خلافا للمبطلین المتعصبین حتی ربما جعلوا الاختلاف فی الفروع ایضا بدعۃ وضلالۃ انتہی اور کسی مجتہد کو اور ایسا ہی داود ظاہری کو کسی مسئلہ مین کہ اونھون نے خلاف ائمہ اربعہ یا جمہور کے کیا ہو اگرچہ وہ مسئلہ انکا غیر مقبول و باطل ہو گمراہ کہنا نہین درست ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا از زید از بکر سوال کرد کہ موطوءہ خسر سوای ام الزوجہ حرام ست یا حلال بکر جواب داد کہ فقہای محققین درین مختلف اند بعض حرام میگویند و بعض حلال و محدثین مطلقا حرام میگویند این جواب صحیح ست یا نہ اگر موطوءہ خسر سوای ام نسبی زوجہ و ام رضاعی حرام ست پس ماخذش چیست چہ مراد از امہات نساء در کلام اللہ سوای ام نسبی و رضاعی دیگرے مراد نیست بینوا توجروا

ہوالمصوب کتب معتبرہ حنفیہ ذکر حرمت موطوءہ خسر سے سوای ام نسبی و رضاعی زوجہ کی خالی ہین اور کوئی وجہ شرعی اوسکی حرمت کی نہین معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم حررہ ابو الحسنات محمد عبد الحی عفا عنہ

استفتا مشتمل بر سہ سوال سوال اول کیا فرماتے ہین علمای دین و مفتیان شرع متین اس صورت مین کہ زید سے ہندہ حاملہ ہوئی بوجہ حرام مگر چونکہ علم بالحمل زید کو نتھا لوگون کے پند و نصیحت سے دونون نے توبہ کرکے نکاح کر لیا پس بحکم قرآن و حدیث خواہ قول مدلل فقہا نکاح صحیح و نافذ ہوا یا نہین یا مرتب بموجب قول فقہا صحیح و نافذ ہوا اور زید ہمیشہ بوجہ عدم علم بالحمل ہندہ سے جماع کرتا رہا اس صورت مین زید صرف گنہگار ہوا یا نکاح بھی باطل ہو گیا

برتقدیر صحت ونفوذ یا دونون امر ہوے یعنی گنہگار بھی ہوا اور نکاح بھی باطل ہو گیا اوریہ امر کہ حمل قبل نکاح کے وطی سے مستقر ہوا بعد از وضع حمل شمار کرنے ایام سے معلوم ہوا و برتقدیر علم با لحمل زید نے وطی کیا تو کیا لازم آیا گناہ یا بطلان نکاح یا دونون ہر کیف اب زید ہندہ سے تجدید نکاح کرے یا نہین ونیز اگر نفوذ نکاح بحکم قرآن وحدیث ہے بتصریح تحریر فرمایئے اور اگر بموجب قول فقہا ہے تو اوس قول کے صحت کی دلیل منقح نقل فرمایئے **سوال دیگر** ایک عورت سنیہ منسوب ہوئی ساتھ مرد سبائی شیعہ کے مگر بوقت ایجاب وقبول بوجہ تشیع ودیگر عیوب اوس مرد کے نہ زبان سے قبول کیا اور نہ دل سے مگر بوجہ غایت شرم وغیرت کے بوقت رخصت دوم بخود رہی نہ بولی اس صورت مین نکاح صحیح ہوا یا نہین اس عورت سنیہ کا مگر بعد دو ایک مہینہ کے نا اتفاقی ظاہر ہوئی و تا زندگی قائم رہی اور بعد مرنے کے عورت نے قبل گذرنے ایام عدت کے اس خیال سے کہ مین نے تو نکاح قبول ہی نہین کیا عدت کیا بیٹھون دوسرے مرد سے نکاح کر لیا تو نکاح صحیح ہوا یا نہین پھر اب تجدید نکاح کرے اور تجدید نکاح کرے تو اب از سر نو اوس مرد شیعہ کے مرنے کی عدت بیٹھے یا نہین حالانکہ مرے ہوے دو تین سال ہوگے یا اب عدت کے بیٹھنے کی ضرورت نہین ہے بلا عدت نکاح کرلے **سوال سوم** کسی شخص کی منکوحہ نے اگر شرک کیا خواہ کفر تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے یا نہین برتقدیر ٹوٹ جانے کے توبہ کرنے سے مثل ایمان کے عود کر آتا ہے یا نہین عود کرنا تجدید نکاح کی ضرورت پڑتی ہے بینوا توجروا

ہوالمصوب جواب سوال اول نکاح صحیح ہو گیا اور زید وطی کرنے سے بعد نکاح کے گنہگار نہین ہوا اور اب حاجت تجدید نکاح کی نہین ہے رد المحتار مین ہے وصح نکاح حبلی من زنا عندہما وقال ابو یوسف لا یصح والفتوی علی قولہما کما فی القہستانی انتہی اور در مختار مین ہے ونکح الزانی حل لہ وطیہا اتفاقا انتہی **جواب سوال دوم** اوس عورت نے اگرچہ بوقت نکاح قبول نکیا لیکن جب شوہر کی مجامعت وخلوت پر بلا اکراہ راضی رہی وہ نکاح جائز ہوگیا بحر رائق مین ہے لو خلا بہا برضاہا ہل یکون اجازۃ تحندی ان ہذا اجازۃ انتہی اور رد المحتار مین ہے التمکین من الوطی کالاقرار انتہی اور جب نکاح جائز ہوا بعد فوت شوہر کے اوسپر عدت واجب ہوئی اور قبل گذرنے ایام عدت کے جو اوس نے نکاح کرلیا وہ نکاح فاسد ہو گیا اب اس نکاح کا

فسخ کرنا دونوں پر اور شوہر ثانی کا ایسا لفظ کہنا جس سے مضمون ترک سمجھا جاوے جیسے ترکتک یا خلیت سبیلک واجب ہے اور بعد اس فسخ کے عورت پر لازم ہے کہ عدت مثل عدت طلاق کے بیٹھے در مختار میں ہے ولکل واحد منہما فسخہ ولو بغیر محضر عن صاحبہ دخل بہا او لا فی الاصح خروجا عن المعصیۃ بل یجب علی القاضی التفریق بینہما وتجب العدۃ بعد الوطی لا الخلوۃ للطلاق لا للموت من وقت التفریق او متارکۃ الزوج انتہی اور رد المحتار میں ہے تقدم فی باب المہر ان الدخول فی النکاح الفاسد موجب للعدۃ ومثل لہ فی البحر بالتزوج بلا شہود ونکاح المعتدۃ انتہی ملخصا بعد تمام عدت کے پھر شوہر ثانی کو اختیار تجدید نکاح کا ہے اور عورت کو اب عدت موت شوہر اول کی بسبب تمادی ایام کے ضرورت نہیں ہے جواب سوال سوم غرض کہ کفر سے منکوحہ سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے بعد توبہ وایمان کے تجدید نکاح لازم ہے واللہ اعلم حررہ الراجی

عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

۲۹۷

استفتا اطاعت زوجہ کو شوہر کی کس قدر چاہیے اور اگر شوہر عورت کو منع کرے کہ تم اپنے چچیرے یا ممیرے بھائی کے سامنے ہو اور اوسکے والدین کہتے ہوں کہ تم سب کے سامنے آؤ تو اوس وقت کسکی اطاعت کرے اور اگر زوجہ اپنے میکے گئی ہو اور وہاں سے شوہر کے مکان پر آنیکا قصد نکرے تو شوہر کو اختیار اوسکے لانیکا ہے یا نہیں بینوا توجروا

ہو المصوب زوجہ کو اطاعت شوہر کی جمیع امور شرعیہ میں چاہیے شرح شرعۃ الاسلام میں ہے وعلیہا ان تطیع زوجہا فی الامور الشرعیۃ ولو امرہا ان تنقل الحجر من جبل وان لا تخرج من بیتہ الا باذنہ انتہی اور جب عورت میکے سے نہ آتی ہو تو اوسکو جبرا شوہر لا سکتا ہے اور شوہر کی اطاعت درباب پردہ کے غیر محارم سے مقدم ہے رد المحتار میں ہے الذی ینبغی تحریرہ ان یکون لہ منعہا عن کل عمل یؤدی الی تنقیص حقہ او ضررہ او الی خروجہا من بیتہ انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

۲۹۸

استفتا ما قولکم مد ظلکم اندریں صورت کہ زید شوہر ہندہ نے وفات کیا ہندہ تین مہینے کئی روز عدت میں رہی پھر کسی وجہ سے اوسی مدت عدت ہی میں ہندہ مذکورہ نے عمرو سے عقد ثانی کر لیا عمرو بارہ تیرہ روز ساتھ ہندہ کے خلوت میں رہا اور اوس سے

مرسلہ سید احمد جان صاحب از ... ضلع ... مورخہ ۲۶ صفر روز پنجشنبہ ۱۲۹۵ھ

از دانا پور مرسلہ مولوی عبد الصمد صاحب ... صفر روز پنجشنبہ ۱۲۹۵ھ

وطی بھی واقع ہوئی ہیں جب لوگ معترض ہوئے عمرو پر کہ تمنے اندر عدت کے نکاح کیا کیونکر صحیح ہو
ایسا نکاح ہے تفریق کرو بعد گذرنے ایام عدت کے تجدید نکاح کر لینا پھر عمرو نے کسی
اہل علم سے بھی دریافت کیا تو یہی جواب دیا اوس اہل علم نے کہ تفریق کرو بعد گذرنے مدت
عدت کے تجدید نکاح ضرور کر لینا پھر عمرو نے یہ بات سنتے ہی قاضی تو وہان نہ تھا کہ
تفریق کراوے خود بخوف خدا ہندہ سے جدا ہو گیا اور تفریق کر لی اور یون کہا ہندہ سے کہ
یہ نکاح صحیح نہین ہوا بعد انقضاء ایام عدت تجدید نکاح کرین گے تمسے جب حلال ہو گی تم
ہمپر پھر اوسوقت سے تا گذرنے ایام عدت ہمیشہ جدا رہا عمرو نے ہندہ سے پھر جب ایام عدت کے
گذر گئے تو تجدید نکاح کر لیا مگر عمرو کی تفریق کی عدت نہین بیٹھی ہندہ یہ نکاح صحیح ہوا یا نہین
اور اس نکاح سے کئی لڑکے بھی ہین اب یہ لڑکے کیسے قرار دیے جاوینگے ولد الزنا یا غیر اسکے

وبحکم قول حضرت علی رض فاذا انقضت عدتہا من الاول تزوجہا الآخر ان شاء معلوم ہوتا ہے
کہ نکاح صحیح ہو گیا اور اولاد وسکی ولد الزنا نہ قرار پاویگی کیونکہ اس قول مین زوج ثانی کی تفریق
کی عدت بیٹھنے کا حکم نہین ہے اور یہ قول خاص اسی مادہ مین ہی نقل کیا ہیکو صاحب محلی شارح
موطا نے ضمن مین شرح ثم لا یجتمعان الخ کے اور یہ عبارت متن موطا کی ہے اور قول حضرت علی رض
کا چنانچہ الفاظ عبارت متن وشرح کی بعینہ نقل کر کے ارسال خدمت کرتا ہون وہو ہذا ان

قال عمر بن الخطاب ایما امرأۃ نکحت فی عدتہا فان کان زوجہا الذی تزوجہا لم یدخل بہا فرق
بینہما ثم اعتدت بقیۃ عدتہا من زوجہا الاول ثم کان الآخر خاطبا من الخطاب وان کان دخل
بہا فرق بینہما ثم اعتدت بقیۃ عدتہا من الاول ثم اعتدت من الآخر ثم لا یجتمعان ابدا قال
وقال سعید بن المسیب لہا مہرہا بما استحل منہا انتہی عبارۃ المتن وعبارۃ المحلی ہکذا قولہ ثم لا یجتمعان
ابدا زجرا لہ وسیاسۃ فی حقہما جزاء سرعۃ مبادرتہما الیہ قبل انقضاء عدتہا وہذا ما تفرد بہ عمر وعلماء
اہل العلم علی انہ تحل لہ بعد الخروج عن العدۃ قال محمد وبلغنا ان عمر رض رجع ہذا القول
الی قول علی ان الحسن بن عمارۃ عن الحکم بن عیینۃ عن مجاہد قال رجع عمر الی قول علی فی التی
تزوج فی عدتہا وذلک ان عمر قال اذا دخل بہا فرق بینہما ولم یجتمعا ابدا واخذ صداقہا
فجعلہا فی بیت المال فقال علی رض لہا صداقہا بما استحل من فرجہا فاذا انقضت عدتہا من الاول

تزوجها الآخران شاء فرجع عمر الی قول علی رضہ اب جو امر حضور کے نزدیک صاف صاف مدلل بہ برہان حق قرار پاوے ارشاد ہو کہ بموجب اوسکے تعمیل کیجاوے یعنی اگر یہ نکاح بھی ہندہ کا ساتھ عمرو کے جو بعد انقضاء عدت کے شوہر اول سے بطور تجدید ہوا ہے نہ صحیح ہو پھر اب تفریق کرائی جاوے اور اس تفریق کے عدت بیٹھے مثل طلاق کے بعد ازان تجدید نکاح کرائی جاوے اور اگر صحیح ہو گئی ہو تجدید نکاح تو بدلائل ثابت فرما کر مع دستخط و مہر خود مرحمت فرمایئے کہ مین صاف صاف لوگون کو سمجھا دون اور اس محنت کا اجر خدا سے لیجیے

ہو المصوب عمرو کا متارکہ صحیح ہو گیا اور بعد گذرنے ایام عدت شوہر اول کے جو اوسنے نکاح کر لیا قبل گذرنے ایام عدت تفریق کے وہ نکاح صحیح ہو گیا اسوجہ سے کہ عدت تفریق کی نسبت دوسرے شخص کے واجب ہے نہ بہ نسبت اوسی شخص کے یعنی اگر بعد تفریق عمرو کے کوئی اور شخص چاہتا کہ اوس سے نکاح کرے اوسکو بدون گذرنے ایام عدت تفریق کے نکاح ناجائز تھا اور عمرو نے کہ صاحب تفریق ہے جب قبل گذرنے اون ایام کے نکاح کیا تو جائز ہو گیا اور اولاد اس نکاح کی اولاد حلال ہین ملا علی قاری شرح موطا امام محمد مین تحت قول حضرت علی رضہ کے فاذا انقضت عدتہا من الاول تزوجہا الآخران شاء کے لکھتے ہین اذ لا عدۃ ثانیۃ بالنسبۃ الیہ فان اراد ثالث ان یتزوجہا فلا یجوز حتی تخرج من عدۃ الثانی ایضا انتہی واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

استفتا ما قول اہل التحقیق ابقاہم اللہ تعالی فی امرأۃ المفقود ہل لہا التزوج بآخر بعد انتظار اربع سنین وتربص اربعۃ اشہر وعشرۃ ایام علی ما قضی بہ الناطق بالحق والصواب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضہ وافتی بہ علماء المدینۃ الطیبۃ علیہم الرضوان ام لا بینوا الحق والصواب توجروا یوم الحساب

ہو المصوب قد اختلف فیہ فی عہد الصحابۃ فجمع من الصحابۃ والتابعین الی ان زوجۃ المفقود تنتظر حتی یاتیہا خبر موت او طلاق کما فی فتح القدیر ذہب علی الی انہا امرأۃ حتی یاتیہا البیان وروی عبد الرزاق عن ابن جریج قال بلغنا ان ابن مسعود وافق علیا علی ان امرأۃ المفقود تنتظر ابدا واخرج ابن ابی شیبۃ عن ابی قلابۃ وجابر بن سعید والشعبی والنخعی کلہم قالوا لیس لہا ان تتزوج حتی یستبین موتہ انتہی وہذا ہو مذہب الحنفیۃ وقد اختلفوا فی تقدیر المدۃ اختلافا فاحشا علی ما علیم

من مطالعة كتبهم واوردوا التائيد لمذهبهم كما في الهداية وغيره حديثا مرفوعا امرأة المفقود امرأته حتى ياتيها البيان انتهى لكنه حديث لا يصح الاحتجاج بسنده فقد ذكر الزيلعي وابن حجر في تخريج احاديثها والعيني في شرح الهداية انه خبر اخرجه الدارقطني في سننه عن سوار بن مصعب حدثنا محمد بن شرحبيل عن المغيرة بن شعبة قال ابن ابي حاتم في العلل سالت ابي عن حديث رواه سوار عن محمد عن المغيرة فقال ابي هذا حديث منكر ومحمد متروك الحديث يروي عن المغيرة مناكير واباطيل وذكره عبد الحق في احكامه من طريق الدارقطني وعلله بمحمد بن شرحبيل وقال انه متروك وقال ابن القطان في كتابه سوار اشهر في المتروكين انتهى وذهب جمع منهم الى جواز التزوج بعد اربع سنين وتربص اربعة اشهر وعشر اخرجه ابن ابي شيبة وعبد الرزاق والدارقطني ومالك في الموطا بطرق متعددة عن عمر بن الخطاب وروى عبد الرزاق عن ابن عمر وابن عباس مثله على ما بسطه ابن حجر والزيلعي وغيرهما وبه قالت المالكية وغيرهم وهو قوي من حيث الدليل واصول الحنفية ايضا تقتضي الافتاء به فان قول الصحابي في ما لا يعقل بالراي في حكم المرفوع عندهم فلا جرم جوز الحنفية ايضا الافتاء به في موضع الضرورة كما في جامع الرموز بعد ذكر مذهب مالك فلو افتى به في موضع الضرورة ينبغي ان لا باس به على ما اظن انتهى وذكر ابن وهبان في منظومته انه لو افتى به في موضع الضرورة يجوز انتهى ومثله في رد المحتار وغيره والله اعلم هذا مختصر الكلام والتفصيل يستدعي بسطا بسيطا في المرام وخير الكلام ما قل ودل حرره الراجي عفو ربه القوي ابو الحسنات محمد عبد الحي تجاوز الله عن ذنبه الجلي والخفي

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

مسئلہ ۳۴

استفتا ایک شخص نے ایک آدمی سے کہا کہ تم اپنی لڑکی کے ساتھ ہمارا نکاح کردو چنانچہ لڑکی کے باپ نے کہا کہ تمھاری زوجہ منکوحہ موجود ہے ہم اپنی لڑکی کے ساتھ تمھارا نکاح نہیں کرینگے تب اوس مرد نے جواب دیا کہ میری زوجہ منکوحہ قریب المرگ ہے یقین ہے کہ امروز فردا میں گذر جائے بعد اوسکے لڑکی کے باپ نے کہا کہ ہم اقرار کرتے ہین کہ جب زوجہ منکوحہ تمھاری مرجاویگی تب اپنی لڑکی کے ساتھ تمھارا نکاح کردیوینگے چنانچہ بعد اس بات کے اوس مرد کے باپ نے جو طلبگار نکاح کا تھا کہا کہ ہم اپنے بیٹے سے چار آدمی کے سامنے اوسکی زوجہ منکوحہ کو طلاق دلوادینگے چنانچہ مرد طلبگار نکاح نے بموجب استرضا اپنے باپ کے اپنی زوجہ منکوحہ کو طلاق دیا مگر اس لفظ کے ساتھ میں طلاق دیتا ہوں وزیر کی بیٹی کو جو میری

زوجہ منکوحہ ہی پس مرد طالق نے اشارہ اپنی زوجہ منکوحہ کا اور نام زوجہ کے باپ کا تو صحیح وقت طلاق کے بیان کیا مگر نام اصلی اپنی زوجہ کا وقت طلاق کے نہین لیا بلکہ وقت طلاق کے نام دوسری عورت کا لیا یعنی مرد طالق کی زوجہ منکوحہ کا نام مسماۃ راجی ہی پس بروقت طلاق کے یہ نام نہین لیا مسماۃ پوٹنی کے نام سے طلاق دیا حالانکہ یہ مسماۃ پوٹنی رشتہ مین اوسکی سالی ہوتی ہی اور وقت طلاق کے چار آدمی گواہ موجود تھے چنانچہ یہ تینون گواہان بیان کرتے ہین کہ مرد طالق نے وقت دینے طلاق کے کہا ہے کہ مین طلاق دیتا ہون اپنی زوجہ منکوحہ کو کہ جو بیٹی وزیر کی میرے نکاح مین ہے مگر نام مین صرف فرق کر دیا یعنی اوسکے منکوحہ کا نام مسماۃ راجی تھا اور مرد طالق نے وقت دینے طلاق کے مسماۃ پوٹنی کے نام سے طلاق دیا پس یہ طلاق نزد علماء شرع شریف صحیح ہوا یا نہین فقط

ہو المصوب اگر مجلس طلاق مین زوجہ مسماۃ راجی موجود تھی اور طالق نے اوسکی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ زوجہ میری طالق ہے تو اس صورت مین طلاق پڑ جاویگا گو اوسنے نام کے لینے مین غلطی کیا اور اگر زوجہ راجی اوس مجلس مین نہ تھی اور نہ اوسکی طرف اشارہ کیا فقط یہی کہا کہ مین طلاق دیتا ہون وزیر کی بیٹی کو جو میری زوجہ ہے مسماۃ پوٹنی تو اس صورت مین نہ وقوع طلاق نہ پڑیگا ردالمحتار حاشیۂ درمختار مین ہے قالوا لا تعتبر الصفۃ والتسمیۃ مع الاشارۃ کما لو کان له امرأۃ بصیرۃ فقال امرأتہ ہذہ العمیاء طالق واشار الی البصیرۃ تطلق انتہی اور بھی اوسمین ہے لو حلف ان خرج من المصر فامرأتہ عائشۃ کذا واسمہا فاطمۃ لا تطلق اذا خرج انتہی اور درمختار مین ہی فی النہر قال فلانۃ طالق واسمہا کذلک وقال عنیت غیرہا دین ولو غیرہ صدق قضاء وعلی ہذا لو حلف لا ثنیۃ بطلاق امرأتہ فلانۃ واسمہا غیرہ لا تطلق انتہی حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا چہ میفرمایند علمای دین و مفتیان شرع متین اندرین مسئلہ اول یہ کہ جس صورت [illegible] سے زیادہ تک نا معلوم وبے نشان ہے تو اس صورت مین [illegible] شوہر کے لوٹنے یا نہین اور امام مالک و شافعی رحمہا اللہ [illegible] ایسا قول ہے کہ [illegible] جب گذر جاوین چار برس تو تفریق کرا دیوے درمیان اون دونون کے

قاضی بعد اوسکے نکاح کرے زوج ثانی سے اور غرض مستفسر کی یہ ہے کہ بر تقدیر جائز ہونے اس مسئلہ کے فسخ نکاح کی کیونکر قاضی سے کرا دیجاوے کیونکہ اس زمانہ پر آشوب مین بباعث حکام غیر مذہب کے احکام قاضی کے بالکل مسدود ہو گئے ہین پس ایسے وقت مین طریقہ اوسکے فسخ کرنے نکاح کے کیونکر عمل مین لائے جاوینگے دوسرا یہ کہ بعد فسخ کرا دینے نکاح قاضی کے آیا اوسکے لیے کوئی عدت طلاق یا وفات کی کرنا چاہیے یا بدون عدت کے نکاح زوج ثانی کے ساتھ کر لیوے تیسرے یہ کہ اگر کوئی شخص ضرورت کے وقت بعض مسئلون مین امام شافعی و مالک کے قول پر عمل کرے تو اس صورت مین اوس شخص کو ہمیشہ کے لیے کل مسئلون مین اوس امام کی تقلید کرنا لازم ہوتی ہے یا نہین جو کچھ ان مسئلون مین حق ہو اوسکو ادلہ قویہ کے ساتھ معتبر کتابون سے مفصلاً

بیان فرمایئے روز جزا مین اجر اسکا ملیگا۔

ہو المصوب عند الضرورت بعض مسئلون مین امام شافعی و مالک وغیرہ کے قول پر عمل کرنا درست ہے مگر بشرط اسکے کہ اوس مسئلہ مین جملہ شروط و احکام اوس امام پر عمل کرے درمختار مین کتاب الصلوۃ مین بحث جمع بین الصلوتین مین ہے ولا باس بالتقلید عند الضرورۃ لکن بشرط ان یلتزم جمیع ما یوجبہ ذلک الامام لما قدمنا ان الحکم الملفق باطل بالاجماع انتہی اور جبتے تقلید کسی امام کی ایک مسئلہ خاص مین کی اوسپر یہ لازم نہین کہ ہمیشہ کل مسئلون مین اوس امام کی تقلید کرے حسن شرنبلالی رسالہ العقد الفرید لبیان الراجح من جواز التقلید مین لکھتے ہین واعلم ایضا انہ یجوز العمل بجملۃ مسائل کل منہا علی مذہب مستقل لما علمتہ و بقول المحقق ابن الہمام وہل یقلد غیرہ ای غیر من قلدہ اولا فی شئی فی غیرہ ای غیر ذلک الشئی کان یعمل اولا فی مسئلۃ بقول ابی حنیفۃ و ثانیا فی اخری بقول مجتہد آخر المختار بکما ذکرہ الآمدی و ابن الحاجب انتہی اور مسئلہ مفقود مین حنفیہ کے نزدیک عند الضرورت بتقلید مالکیہ و شافعیہ بعد چار برس کے نکاح ثانی کر دینا درست ہے جامع الرموز مین ہے قال مالک والاوزاعی الی اربع سنین فینکح عرسہ بعدہا کما فی النظم فلو افتی بہ فی موضع الضرورۃ ینبغی ان لا باس بہ علی ما ظن انتہی اور رد المحتار مین ہے ذکر ابن وہبان فی منظومتہ انہ لو افتی بقول مالک فی موضع الضرورۃ یجوز انتہی اور امام مالک کے نزدیک بعد گذرنے چار برس کے عدت وفات لازم ہے اوسکے بعد نکاح جائز ہے بعد اوسکے اگر زوج اول آوے اوسکو کچھ حق نہوگا اگر ثانی نے صحبت کی ہو

موطا مالک و شرح زرقانی مین ہے مالک عن یحیی بن سعید عن سعید بن المسیب ان عمر بن الخطاب قال ایما امراۃ فقدت زوجها فلم تدر این ہو فانها تنتظر اربع سنین ثم تعتد اربعۃ اشهر وعشرا ثم تحل للازواج وروی نحوہ عن علی وعثمان قال مالک وان تزوجت بعد انقضاء عدتها فدخل بها زوجها او لم یدخل بها فلا سبیل لزوجها الاول الیها اذا جاء او ثبت انہ حی لان الحاکم اباح للمراۃ الزوج مع امکان حیاتہ قال مالک وذلک الامر عندنا فالعقد بمجردہ یفیتها ثم رجع مالک من ہذا قبل موتہ بعام وقال لا یفیتها علی الاول الا دخول بالثانی غیر عالم بحیاتہ واخذ بہ ابن القاسم واشهب قال فی الکافی ہو الاصح من طریق الاثر لانها مسئلۃ قلدنا فیها عمر رض انتهی پس حنفیہ بھی اسکے موافق فتوی دیسکتے ہین کوئی ضرورت تفریق قاضی وحاکم کی نہین اور ایک روایت حضرت عمر رض سے عبد الرزاق وبیہقی وغیرہ نے یہ بھی کی ہے کہ اونھون نے بعد آنے زوج اول کے اوسکو اختیار دیا درمیان اسکے کہ اپنی زوجہ لیوے یا مہر واپس کرالے اور اوسکو نہ لیوے واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

نقل ۲۶ **استفتا** زیدنے واسطے رخصت کرانے اپنی زوجہ ہندہ کے عدالت مین نالش کی ہندہ جو بالغہ عاقلہ ہے وہ دو عذر پیش کرتی ہے اول یہ کہ زید نا قابل مقاربت یعنی عنین ہو ثانیا یہ کہ دین مہر معجل تھا ابھی تک وہ ادا نہین ہوا ان وجوہ سے وہ اپنے شوہر کے گھر جانے سے انکار کرتی ہے پس آیا وہ عورت شرعاً مجبور کیجا سکتی ہے یا نہین بینوا توجروا

ہو المصوب اس صورت مین عذر دوم کا اعتبار کیا جائیگا اور عورت تا ادائے مہر معجل اپنے گھر سے جانے پر مجبور نہ کیجائیگی درمختار مین ہے ولها منعہ من الوطی ودواعیہ والسفر بها ولو بعد وطی وخلوۃ رضیتها لاخذ ما بین تعجیلہ من المهر کلہ او بعضہ او اخذ قدر ما یعجل لمثلها عرفا بہ یفتی لان المعروف کالمشروط انتهی ملخصا اور طحطاوی حاشیۂ درمختار مین ہے قولہ والسفر الاولی التعبیر بالاخراج کما عبر بہ فی الکنز لیعم الاخراج من بیتها کما قالہ شارحہ انتهی اور بحر رائق مین ہے اطلق المصنف الاخراج فیشمل الاخراج من بیتها ومن بلدها فلیس لہ ذلک انتهی اور عذر اول مانع رخصت ہونیکا نہین ہے بلکہ مسئلہ نکاح عنین کا حکم دیا جاویگا

واللہ اعلم حررہ ابو الحسنات محمد عبد الحی عفا عنہ

از موضع رای بریلی محکمۂ منصفی مولوی مہدی حسن صاحب منصف بماہ شعبان ۱۲۹۶ ہجری در مقدمہ رنجیت ولد موتی ساکن موضع رام باڑی مدعی و سدارو و بنی بخش ولد سدھاری مدعا علیہم

استفتا بسم اللہ الرحمن الرحیم سوال کیا فرماتے ہین علمای دین اور مفتیان
شرع متین اس مسئلہ مین کہ کلو و عویدار نکاح اپنے کا مسماۃ منتا سے بوکالت محمد بخش ہوا اور
منتا نے وکالت محمد بخش اور نکاح سے ساتھ کلو کے انکار کیا کلو نے محمد بخش وکیل نکاح اور ملا ابراہیم
نکاح خوان اور امیر اللہ گواہ وکالت و ننھے و محمد سعید خان و محمد نبی خان گواہان جلسہ عقد
مفروضی اپنے کو پیش حاکم فوجداری کیا کہ یہ میرے گواہ ہین حاکم موصوف نے اظہارات جملہ
اشخاص مذکورین قلمبند فرمائے محمد بخش وکیل نکاح نے بیان کیا کہ کلو کا نکاح منتا سے بوکالت
میرے ہوا ہے منتا نے مجھے ننھے اور امیر اللہ کے سامنے اپنا وکیل نکاح کیا تھا اور کہا تھا کہ تم
میرا نکاح کلو سے کردو اور مجھسے اور ان لوگون سے مسماۃ کا پردہ نہین ہے اور ملا ابراہیم نے
میری اجازت سے نکاح پڑھا اور پانسو روپیہ اور پانچ اشرفی کا مہر مقرر ہوا بعد ازین الٰہی بخش
قلعی گر نے کہا کہ تمنے بغیر دریافت ہمارے کیسے نکاح کردیا ہم اور طرف ثانی یعنی الٰہی بخش وغیرہ
مین گفتگو سخت ہوئی ہم جوڑا پھیر لائے حاکم نے سوال کیا ایجاب و قبول طرفین سے ہوگیا تھا
اور تین مرتبہ ایجاب ہوا تھا کلو نے کہا تھا کہ منتا دختر غوث محمد کو بعوض پانسو روپیہ اور پانچ
اشرفی کے قبول کیا اور عورت باپ کے گھر عورات مین تھی اور نکاح منعقد ہوا تھا امیر اللہ شاہد
وکالت نے بیان کیا کہ مسماۃ منتا نے وکیل نکاح خدا بخش کو کیا تھا اور اوسنے مسماۃ کا نکاح بوکالت
اپنی کلو سے کردیا اور مسمیان ننھے و محمد سعید خان و محمد نبی خان اور ملا ابراہیم نے عقد مسماۃ
مذکورہ کا بوکالت محمد بخش کے بیان کیا اور امیر اللہ نے پہلے تو خدا بخش کو وکیل بیان کیا پھر
بروقت تصدیق اظہار کے وکیل نے تغلیباً سوال کیا کہ بجای خدا بخش کے محمد بخش بیان کیا اور
ان جملہ اشخاص نے فقط قبول منجانب کلو بیان کیا اور ایجاب من جانب وکیل بیان نکیا اور
تعریف مسماۃ کی ایسی نہ کی کہ جس سے رفع جہالت ہوتا اور ننھے نے جسکو محمد بخش وکیل نے شاہد
اپنی وکالت کا بیان کیا ہے نہ اوسنے نہ اور کسی شاہدان جلسہ نے سوای امیر اللہ کے اثبات
وکالت کیا اور مسماۃ مذکورہ کا ان تینون آدمیون سے پردہ ہے کوئی رشتہ قریبہ یا بعیدہ وجہ
بیحجابی کی ہو نہین سکتی اور جمال خان رسالدار وغیرہ تیرہ آدمیون ثقہ اہل محلہ نے اقرار کلو
و محمد بخش و بر عدم وقوع نکاح بعد تاریخ ارجاع دعوی کلو اور محمد بخش وغیرہ کی بیان کیا

اور اٹھائیس آدمیون ثقہ اہل محلہ نے بحلف متفق اللفظ بیان کیا کہ کلو کا نکاح ساتھ منتا کے نہین
ہوا ہے حاکم مرافعہ نے حکم حاکم فوجداری کا کہ مدار اوسکا اون چھ آدمیون کی شہادت پر تھا کہ دو
انمین سے یعنی محمد بخش وکیل نکاح اور ملا ابراہیم نکاح خوان کہ مباشر فعل ہین اور ایجاب منجانب وکیل
بیان نہین کرتے اور تعریف مسماۃ کی نہین کرتے اور باقی چار بھی ایجاب منجانب وکیل بیان
نہین کرتے اور وکالت محمد بخش کی کہ موقوف علیہ نکاح ہی بجز امیر اللہ ایک گواہ کے ثابت نہین
ہوتی کہ بحق کلو ہوا تھا بعد تحقیق موقع کے تیرہ آدمیون ثقہ اہل محلہ مذکورین سے اوپر احبشمرا کلو
و محمد بخش کے اوپر نہونے نکاح اور اٹھائیس آدمیون مذکورین سے اوپر نہونے نکاح کلو کی ساتھ
منتا کے کہ مجموعہ کل آدمیون کا اکتالیس کو پہونچتا ہی مسترد فرمایا اب بعض اصحاب نے بعض روایات
ضعیفہ کہ مانحن فیہ سے کچھ تعلق نہین رکھتے ہین کسواسطے کہ مدار دعوی وکالت محمد بخش ہے اور ان
روایات سے ثبوت وکالت محمد بخش بشہادت یک کس مسمی امیر اللہ ثابت نہین ہوتا خلاف
فیصلہ حاکم مرافعہ کی تحریر کیے ہین صورت مسئول عنہا مین حکم حاکم مرافعہ صحیح ہی یا حاکم فوجداری کا
الجواب بعون الموفق للصدق والصواب والیہ المرجع والمآب نکاح کلو کا ساتھ منتا کے ثابت
نہین ہی چرا کہ موقوف علیہ نکاح منتا سے وکالت محمد بخش ہی اور منتا کو وکالت اور نکاح ہر دو سی
انکار محض ہے سوای ایک کس امیر اللہ کے کوئی وکیل کرنا منتا کا محمد بخش کو واسطے نکاح کے ساتھ
کلو کے بیان نہین کرتا ایک گواہ کہ انصاب شہادت نہین ہے کیسی مثبت وکالت کہ مدار نکاح صورت
مسئول عنہا مین ہی ہوسکتا ہے پس اس صورت مین موافقت دعوی کلو کے ساتھ شہادت
باقی گواہون کی نہوئی پس اس صورت مین روایت مدخلہ مجیب اول بحوالہ درمختار اوپر اثبات
دعوی کلو کے مثبت عدم اثبات کی ہوئی اور عالمگیری مین ہی الشہادۃ ان وافقت الدعوی قبلت
والا فلا اور دوسری جگہ عالمگیری مین ہے وان تکون موافقۃ للدعوی اور درمختار مین ہی وموافقۃ
الشہادۃ الدعوی اور اگر بفرض محال شہادت بقدر نصاب فرض کیجاوے تاہم خلاف متواتر
اور مشہور کے کہ اکتالیس آدمیون ثقہ اہل محلہ نے اوپر نہونے نکاح کلو کے ساتھ منتا کی گواہی دی
مقبول عند القاضی نہین ہے بحکم اس روایت کے البینۃ اذا قامت علی خلاف المشہور المتواتر
لا تقبل وہو ان یشتہر ویسمع من قوم کثیر لا یتصور اجتماعہم علی الکذب تنقیح الحامدیہ اور جو کہ صحت

شہادت وکیل نکاح و نکاح خوان کی مجیب اول نے لکھی ہے سراسر خلاف قواعد کلیہ اور جزئیہ

شرع شریف ہی کسواسطے کہ یہ شہادت علی نفسہ ہے اور وہ مقبول نہیں بموجب ان روایات معتبرہ کی انما القبل

شهادة المامور اذا لم يذكر انه عقده لئلا يشهد على فعل نفسه درمختار وكذا الدلال والوكيل لو باثبات

النكاح اما لو شهدا انها امرأته تقبل والحيلة انه يشهد بالنكاح ولا يذكر الوكالة ردمحتار نقلا عن البزازية

والتسهيل الوكيلان بالبيع والدلالان اذا شهدا وقالا نحن بعنا هذا الشيء من فلان لا تقبل شهادتهما كذا

في الذخيرة عالمگيري شهدا ان فلانا امرهما بتزويج فلانة منه او بخلعها او اشترا له عبدا ففعلتا فان كان

ينكر الموكل الامر والعقد او يقر بالامر لا العقد او يقر بهما وكل على وجهين اما ان يدعي الخصم العقد مع الوكيل

او ينكر فان كان الموكل ينكر لا يقبل في الفصول كلها وان كان الامر يقر بهما والخصم يقر بالعقد قضى بالاقرار

لا بالشهادة بهما الخلع والنكاح والبيع فيهما سواء عالمگیری اور جو مجیب نے ترجیح ساتھ نفاذ حکم قاضی اول کے

اوس روایت ثبت صحت شہادت مباشر فعل کی بیان کی وہی ثبت عدم نفاذ حکم قاضی اول کی

ہی چراکہ حکم قاضی اول کا خلاف کتاب اللہ تعالی جل شانہ وعم نوالہ کے ہی فرمایا ہے واستشهدوا

شهيدين من رجالكم اور محمد بخش کی وکالت کا فقط ایک ہی گواہ ہے [illegible] نے ستر

فرمایا اور حکم قاضی اول کا جس وقت خلاف شرع ہو تو قاضی ثانی جاری نکرے بموجب اس روایت

درمختار کے الا عن دلیل مجمع او خالف کتابا او سنة مشهورة او اجماعا [illegible] تائید عدم صحت شہادت

مباشر فعل کی قرآن شریف سے بھی نکلی ہے اللہ تعالی نے فرمایا ہے واشهدوا اذا تبايعتم

اور رستا ہے کہ تو جب تم سودا کرو یعنی اپنے معاملات پر گواہ کر لیا کرو نہ یہ کہ خود اپنے قول وفعل پر

ہو جایا کرو پس اس سے معلوم ہوا کہ اصل شہادت گواہی دینا ہے اوپر قول اور فعل دوسرے کے اور [illegible]

اوپر محمد بخش کے ساتھ مدعی کے بمقابلہ مدعا علیہم کے [illegible] گفتگو کرتا ہے چنانچہ [illegible] اپنے [illegible]

لکھوایا ہے کہ اگر تم رخصت نکرو گے تو ہم نالش کرینگے اور ہم ہیں اور حرف ثانی ہیں خوب [illegible]

ہوا شہادت ایسے شاہد کی ہرگز مقبول نہیں چنانچہ درمختار کے ہے الا اذا [illegible]

[illegible] اور مجیب فرماتے ہیں اجازت دینا محمد بخش کا بھی ایجاب [illegible]

[illegible] لفظ اجازت الفاظ نکاح سے نہیں ہے بلکہ الفاظ نکاح [illegible]

[illegible] الفاظ تزویج و نکاح اور [illegible] بیان [illegible]

بلکہ بلفظ اجازت بھول کرکے تو ہرگز نکاح منعقد نہیں ہوتا چنانچہ درمختار میں مرقوم ہے ولا یصح

بلفظ اجازۃ واعارۃ ووصیۃ وبالالفاظ المصحفۃ کتجوزت اور اگر بالفرض محال تسلیم بھی کیا جاوے تاہم نکاح کہ موقوف علیہ اوسکا وکالت محمد بخش ہی بنا برنہ ثابت ہونے وکالت کے پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچتا اور وہ جو مجیب نے قلمی کیا ہے کہ یہ کہنا کہ ملا ابراہیم نے نکاح باندھا دلالت کرتا ہے اوپر ایجاب وقبول کے معلوم ہوا اس طرز مجیب سے کہ عاقد کلو اور محمد بخش وکیل نہیں ہیں بلکہ کار ایجاب وقبول ملا ابراہیم نے کیا حالانکہ اظہارات جملہ گواہان پیش کردہ کلو اور نیز اظہار کلو سے معلوم ہوتا ہے کہ قبول فقط کلو نے کیا اور وہ جو مجیب لکھتے ہیں کہ یہ کیسی وکالت ہے کہ پانچ آدمیوں سے ثابت نہیں ہوئی اگر محمد بخش مدعی وکالت لاکھ گواہ پیش کرے اوپر اثبات وکالت اور دو اوسمیں سے یہ نہ بیان کریں کہ ہمارے سامنے منتا نے محمد بخش کو وکیل اپنے نکاح کا کیا جب بھی وکالت ثابت ہوگی نہ کہ پانچ گواہ ایسے اور وکالت ان الفاظ سے منعقد ہوتی ہے

وکیل کیا میں نے تجکو اس بیع میں یا اس مقدمہ میں چنانچہ عالمگیری کے ہے واما رکنہا فالالفاظ

التی تثبت بہا الوکالۃ مثل قولہ وکلتک ببیع ہذا العبد او شرائہ کذا فی السراج الوہاج یہ جو مجیب لکھتے ہیں کہ بیان کرنا حد تک کچھ ضرور نہیں بلکہ تعریف ہونا چاہیے لاریب ایسا ہی ہے مگر گواہان نے ایسی صفت یا صنعت منتا کی بیان نہ کی جس سے رفع جہالت ہوتا اور مجیب نے جو یہ بیان کیا کہ اول تو تین آدمیوں نے تعریف مشہود علیہ یعنی کلو کی نہیں کی ثانیاً یہ کہ غایت ان گواہونکی یہ تھی کہ اقرار مدعی کی نسبت عدم وقوع نکاح ثابت ہوگا اور جب گواہوں سے نکاح ثابت ہو گیا تو فرع اس قول کی تکذیب ہوگی اور یہ قول ممتنع قرار پاویگا اور اقرار بالمحال باطل ہے فقط یہ کہنا کہ جب گواہوں سے ثابت ہو گیا اب عدم اثبات نکاح اقرار عدم نکاح سے کہ اقرار بالمحال ہے باطل ہے [illegible] اثبات نکاح کلو کا بوکالت محمد بخش غیر متحققہ ہے بیان فقط قبول کلو از ابتدا تا انتہا ثابت نہیں ہوا اثبات نکاح کو مفروض کرکے اقرار عدم نکاح کو اقرار بالمحال کہکر باطل کہنا باطل ہے یا اقرار عدم نکاح [illegible] وکیل مدعی بعد تاریخ دعوی نکاح کے اور زیادہ معین اور موید عدم

[illegible] نکاح کا ہے [illegible] اور دعوی اقرار نکاح رفع کے مقبول ہے واما دعوی الاقرار فی الدفع فتسمع

عند العامۃ [illegible] اور [illegible] لینا کلو کا معاف قرینہ قاطع اوپر نہونے نکاح بر حسب رواج

بلد کے اور برہان ساطع ہی اور وہ جو مجیب قلمی فرماتے ہین کہ تعریف مشہود علیہ یعنی کلو کی نسبت کی یہ فقط ادعا ہی سب گواہون متواتر نے تعریف مشہود علیہ کی کی ہی حاصل الجواب وکالت محمد بخش گواہو سے ثابت نہین علاوہ برین مشہود علیہ یعنی بنتا کی تعریف نہ کی ایجاب کسی نے منجانب وکیل بیان نکیا اس صورت مین نکاح کلو کا ساتھ بنتا کے کسی صورت مین ثابت نہین ہوتا ہے واللہ اعلم بما کان حررہ العبد الضعیف الراجی الی رحمۃ اللہ القوی المنان محمد تفضل حسین خان عفا اللہ عن سیاٰتہ وادخلہ فی یوم البعث والنشور فی الجنان

محمد تفضل حسین خان

ان ہذا الجواب قرین بالحق والصواب وخلافہ باطل صریح واللہ اعلم محمد لبشارت اللہ ولد مفتی محمد سعد اللہ ہذا الجواب صحیح محمد عبد اللہ - محمد عبد الغنی - مدرس مدرسۂ اول رامپور - الجواب صحیح محمد اکبر علی خان

ہو المصوب اس صورت مین شہادت ملا ابراہیم نکاح خوان کی معتبر نہین اس وجہ سے کہ وہ مباشر فعل ہی اور مباشر فعل کی شہادت جب وہ عین شہادت مین مباشرت فعل کا ذکر کرے غیر معتبر ہی باقتضای عبارت فتاوی قاضیخان کے رجل تولی تزویج امرأۃ من رجل ثم مات الزوج فانکرت ورثتہ نکاحہا یجوز للذی تولی العقد ان یشہد بالنکاح یشہد ان فلانا تزوج فلانۃ بمہر کذا ولا یذکر انہ باشر العقد اور شہادت محمد بخش وکیل کی بھی غیر معتبر ہی باقتضای اس عبارت فتاوی عالمگیریہ کے شہدا ان فلانا امرہما بتزویج فلانۃ او بخلعہا او ان اشتریا لہ عبدا ففعلنا فاما ان ینکر الموکل الامر والعقد او یقر بالامر والعقد او یقر بہما وکل علی وجہین اما ان یدعی الخصم العقد مع الوکیل او ینکر فان کان الموکل ینکر لا یقبل فی الفصول کلہا انتہی اور بقیہ گواہون نے جنھون نے تعریف مسماۃ کی ایسی نہ کی کہ جس سے رفع جہالت ہو اونکی گواہی بھی مثبت نہو گی اشباہ مین ہی المشہود علیہ لبنی ان کان حاضرا کفت الاشارۃ الیہ وان کان غائبا فلا بد من تعریفہ باسمہ واسم ابیہ وجدہ ولا یکفی الاقتصار علی اسمہ الا ان یکون مشہورا وتکفی النسبۃ الی الزوج لان المقصود الاعلام انتہی اور فصول عمادیہ مین ہی الحاصل ان المعتبر انما ہو حصول المعرفۃ وارتفاع الاشتراک انتہی اور جہان کہ مسماۃ وکالت وعقد دونون سے منکر ہی اثبات وکالت کے واسطے دو گواہ ضرور ہین بحر الرائق مین ہی ولغیرہا رجلان او رجل وامرأتان اطلقہ فشمل المالی وغیرہ کالنکاح والطلاق والوکالۃ والوصیۃ والعتاق والنسب انتہی اور اس صورت مین سوای امر اللہ کے کسی نے اثبات

توکالت نہین کیا صرف عقد کا ہونا بوکالت محمد بخش بیان کیا اسقدر بیان سے وکالت ثابت نہین ہوگی جبتک یہ بیان نکرین کہ ہمارے سامنے مسماۃ نے محمد بخش کو وکیل نکاح کیا تھا بناءً علی ہذہ الوجوہ صورت مذکورہ مین نکاح ثابت نہین ہوتا ہے اور ایک جم غفیر کی شہادت عدم نکاح کی اور اقرار مدعی و وکیل کا نکاح نہونے پر مرجح عدم ثبوت نکاح ہے اور بعد معائنہ تحریرات بعض علما جنھون نے حاکم فوجداری کے حکم کی تائید کی ہو اور اعذار حاکم مرافعہ کے یہ امر محقق ہوتا ہے کہ اس صورت مین حکم حاکم مرافعہ کا درست ہے اور حکم حاکم فوجداری کا بسبب اوسکے کہ خلاف شرع واقع ہوا ہے قابل امضا نہین ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

استفتا بسم اللہ الرحمن الرحیم ما قولھم رحمہم اللہ اندرین مسئلہ کہ ایک شخص چاہتا ہے کہ مین اپنا نکاح اپنی سالی کی پوتی یعنی جورو کی بھائی کی پوتی سے کرون اور یہ بات کہ جمع سے پائی جاتی ہے کہ بحالت زندگی پھوپھی کے اوسکی بھتیجی کو نکاح مین رکھنا نچاہیے پس اگر اوسکی سالی کی بہن زندہ نکاح مین موجود ہے تو وہ نکاح اپنا سالی کی پوتی سے کر سکتے ہین یا نہین بینوا توجروا بحوالۃ الکتاب

ہو المصوب نہین درست ہے تنویر الابصار مین ہے وحرم الجمع نکاحا وعدۃ ووطیا بملک بین امرأتین ایّہما فرضت ذکرا لم تحل للاخری انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

استفتا نحمدہ اللہ وحدہ والصلوۃ علی من لا نبی بعدہ بخدمت علمای دین و مفتیان شرع متین التماس اینکہ در عقد نکاح از مدت رسمی ست کہ بعد انصرام عقد مناکحت خرمہا بر حضار مجلس عقد ایثار و تقسیم میکنند و ہمانوقت قبل نکاح یا بعد لباس مشروع حسب حیثیت از جانب زوج بر زوجہ می پوشانند و نیز ہمونوقت بعد نکاح طعام شیرین بحاضران مجلس میخورانند درین باب از شرع شریف چہ حکم ست آیا در زمان رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام و یا در عہد خلافت خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین اینچنین امر واقع آمدہ است یا نہ بینوا از دلائل منقول معتبر از جواب این ہر سہ امر ممنون و مشکور فرمایند رحمکم اللہ و اجرکم اللہ و اگر کسی میداند کہ این ہر سہ امر مشروع نیست لیکن بطور تحفہ و ہدیہ بنظر اتحاد و شادمانی جاری میدارد پس آنکس آثم و گنہگار خواہد شد و مرتکب

بدعات یا اجرے خواہد یافت بینوا توجروا

ہو المصوب پوشانیدن لباس حسب مقدرت از جانب زوجہ بزوج و از جانب زوج بزوجہ نہ شرعا ممنوع ست و نہ در بدعات سیئہ داخل ست و ہمچنین خورانیدن طعام در مجلس نکاح بعد نکاح و تقسیم خرما وغیرہ از بدعات سیئہ نیست کہ بارتکاب آنہا گناہ لازم شود بلکہ ازین قبیل مباحات ست و آنچہ در باب اکل و شرب و لباس مباح ست در ارتکاب آن بنظر اتحاد و وداد و حسن اخلاق ہیچ مضائقہ نیست البتہ اگر آنرا سنت فہمد و غیر مسنون را مسنون گمان سازد گناہ لازم خواہد شد این بر تقدیریست کہ ثبوت این امور بوجہ من الوجوہ از زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ نشود پس بہمین تقدیر صرف نبودن این امور کہ از قسم عبادات نیستند در ان زمن باعث ابتداع نخواہد شد و از بعض روایات ثبوت خورانیدن طعام بمجلس نکاح از طرف اولیاء عروس و تقسیم خرما در عہد نبوی ثابت ست جلال الدین سیوطی در رسالۂ خود بجہ ازہار العروش باخبار الخدوش در قصہ نکاح ام حبیبہ رض بنت ابی سفیان با آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ بولایت نجاشی بادشاہ حبشہ در حبشہ شدہ بود گفتہ ناقلا من طبقات ابن سعد ثم بعد الفراغ من النکاح ارادوا ان یقوموا فقال النجاشی اجلسوا فان سنۃ الانبیاء اذا تزوجوا ان یوکل طعام علی التزویج فدعی بالطعام فاکلوا ثم تفرقوا انتہی و در بیہقی و معجم اوسط طبرانی وغیرہ مرویست ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضر فی املاک ای عقد نکاح فاتی باطباق علیہا جوز و لوز و تمر فنثرت فقبضنا ایدینا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما لکم لا تاخذون فقال لانک نہیت عن النہبی فقال انما نہیتک عن نہبی العساکر خذوا علی اسم اللہ انتہی لیکن سند این روایات ضعیفست و بسند صحیح معتبر خالی از خدشات کدامی روایت درین باب وارد نشدہ است الحاصل بر تقدیر ثبوت ہمچو امور در عہد نبوی کلامی نخواہد ماند و بر تقدیر عدم ثبوت ہم ارتکاب این امور از بدعات سیئہ نخواہد شد بلکہ از امور مستحدثہ مباحہ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی

استفتا چہ میفرمایند علمای دین اندرین مسئلہ کہ مدعی سہ وجوہ اثبات دعوی خود یعنی شہود جلسۂ نکاح دوم شہود رضای زوجہ بعد نکاح بر عقد نکاح با مدعی سوم شہود وقوع خلوت صحیحہ با مدعی در عدالت پیش کردہ و شہود جلسۂ نکاح بر انعقاد نکاح ادای شہادت کردند

از انیس ... مرسلہ مولوی لطف اللہ صاحب ... صفر ۱۲۹۹ھ

لیکن بسبب عدم ثبوت توکیل وکیل از شہود نکاح بثبوت نہ پیوست آیا درین حالت قاضی را شہود رضای زوجہ وخلوت صحیحہ سماعت نمودن میرسد یانہ ودر صورت ثبوت رضاے زوجہ ویا خلوت صحیحہ تکمیل صحت نکاح خواہد گردید یانہ بینوا توجروا

ہوالمصوب در صورت ثبوت رضای زوجہ بعد رسیدن خبر نکاح باو وثبوت خلوت صحیحہ تکمیل نکاح می شود در فتاوی عالمگیریہ می آرد ولو اقام الزوج البینة انہا اجازت العقد حین اخبرت واقامت البینة انہا ردت حین اخبرت کانت البینة بینة الزوج کذا فی السراج الوہاج انتہی وہمدران ست کما یتحقق رضاہا بالقول کقولہا رضیت وقبلت واحسنت واصبت وبارک اللہ لک ولنا ونحو یتحقق بالدلالة کطلب مہرہا ونفقتہا وتمکینہا من الوطی کذا فی التبیین انتہی وہمدران است لو خلا بہا برضاہا لا روایة لہذہ المسئلة قال وعندی ان ہذا اجازة کذا فی الظہیریة انتہی وہمچنین است در بزازیہ وجامع الفصولین وغیرہ بناء علیہ ہرگاہ شہود جلسۂ نکاح ادای شہادت وقوع نکاح کردند قاضی را سماعت نمودن شہود رضای زوجہ وخلوت صحیحہ میرسد واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتاء چہ فتوی میدہند علمای دین اندرین صورت کہ زنے نابالغہ را ولی غیر جاب بر نکاح دادہ بود ند بعد بلوغ باشرائط شرعی نکاح خود فسخ کردہ بلا تفرقہ قاضی بامردے دیگر نکاح کردہ است اکنون این نکاح آن صحیح گردد یانہ اگر صحیح نگردد حکم انفساخ نکاح آن باطل شود یا باقی ماند وقضای قاضی در ملک بنگالہ کہ زیر حکم سلطان بیدین است در ینجا عدالت قاضی ہم میسر نمیشود در صورت تفرقہ قاضی حاصل گردد یانہ بینوا توجروا

ہوالمصوب در فسخ نکاح بخیار بلوغ قضاء قاضی شرط است چنانکہ در رد المحتار می آرد حاصلہ انہ اذا کان المزوج للصغیر والصغیرة غیر الاب والجد فلہما الخیار بالبلوغ او العلم بہ فان اختار الفسخ لا یثبت الفسخ الا بشرط القضاء انتہے بناءً علیہ در صورت سوال نکاح دوم صحیح نخواہد شد ودر جامع الفصولین می نویسد لو اختار احدہما الفرقة ورد النکاح بخیار البلوغ لم یکن ردا ولا یبطل العقد ما لم یحکم بہ القاضی فیتوارثان قبل الحکم انتہی ودر بلاد یکہ زیر حکومت کفار اند وقضاء قاضی در آنجا

[illegible] ۱۵ شعبان سنہ ۱۲۹۹ ہجری

مفقود ست اگر ہمچو واقعہ افتد ضرورست کہ صاحب معاملہ بہ بلاد اسلام کہ دران قضاۃ قاضی
موجودست مثلا بلاد حجاز و بلاد روم وغیرہ و از بلاد ہند رامپور و بھوپال وغیرہ رفتہ انفصال
سازد یا بذریعۂ تحریر از قضاۃ بلاد اسلام حکم فسخ طلب سازد واللہ اعلم حررہ الراجی
عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا بسم اللہ الرحمن الرحیم ما قولکم ایہا العلماء الفضلاء فی الدراہم والدنانیر وغیرہما
التی یاخذہا الزوج من اہل المرأۃ قبل النکاح حین الخطبۃ کما ہو معتاد فی اکثر بلادنا
ایجوز ہذا ام لا بینوا توجروا

جواب اما الدراہم والدنانیر وغیرہما التی یاخذہا الزوج من اہل المرأۃ قبل النکاح فقال
فی الدر المختار اخذ اہل المرأۃ شیئا عند التسلیم فللزوج ان یستردہ لانہ رشوۃ انتہی قولہ عند التسلیم
ای بان ابی ان یسلمہا اخوہا او نحوہ حتی یاخذ شیئا وکذا لو ابی ان یزوجہا فللزوج الاسترداد قائما
او ہالکا لانہ رشوۃ رد المحتار وقال فی خطرہ ومن السحت ما یاخذہ الصہر من الختن بطیب نفسہ
انتہی فعلم من ہذا ان ما یاخذہ الزوج من اہل المرأۃ قبل التزوج فلہم ان یستردوہ بالاولی لانہا
رشوۃ کما فی ہبۃ رد المحتار حبطت المال علی نفسہا عوضا عن النکاح وفی النکاح العوض لا یکون
علی المرأۃ انتہی ولان اہل دیارنا سموہ فی لسانہم گنکور ومعناہ فی لغۃ العرب رشوۃ فیکون صریحا
فی الرشوۃ فیرجع بہا قائما وہالکا لان الرشوۃ لا تملک بالقبض کما فی الدر المختار انتہی فالرشوۃ
یحرم اعطاؤہا واخذہا فقط واللہ اعلم کتبہ افقر العباد الی اللہ شیخ یوسف بن قادر احمد عفی عنہ
صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا کیا فرماتے ہین علماے دین اسمین کہ شخص ہندی فاروقی صدیقی کا یا ہندوستانی
سید کا یا ہندی شیخ کا یا ہندی شیخ ہندوستانی پٹھان کا کفو ہی یا نہین اور اسیطرح پٹھان کا
نکاح اوس عورت ہندی کے ساتھ جو قوم سید سے ہو درست ہے یا نہین

ہو المصوب عرب مین کفاءت بحسب نسب کے معتبر ہے اور عجم مین باعتبار حریت
اور اسلام اور دیانت اور حرفہ کے اور عجم سے مراد وہ شخص ہے جسکو انتساب کسی قبیلہ عرب سے
نہو اور جسکا نسب قبیلۂ عرب سے متصل ہو وہ حکم عرب مین ہے درمختار مین ہے تعتبر الکفاءۃ

مرسلہ مولوی مجید الدین احمد فلسفی ساکن آگرہ محلہ دھنکوٹ مکان نمبر ۳۴ بماہ رجب ۱۳۰۹ ہجری

از مدراس تنیال پیٹ کوچہ پیران علی مکان نمبر ۳ مرسلہ

نسبًا فقریش بعضهم اکفاء لبعض و بقیة العرب بعضهم اکفاء لبعض هذا فی العرب اما فی العجم فیعتبر حریة
واسلامه و دیانة و حرفة انتهی اور رد المحتار میں ہے المراد بالعجم من لم ینتسب الی احدی قبائل
العرب و یسمون الموالی والعتقاء و عامة اهل القری والامصار فی زماننا منهم سواء تکلموا بالعربیة
او غیرها الا من کان له نسب معروف کالمنتسبین الی احد الخلفاء الاربعة او الی الانصار و نحوهم انتهی
اور بھی در مختار میں ہے العجمی لا یکون کفوا للعربیة انتهی اور فتح القدیر اور بزازیہ وغیرہ میں ہے
العالم العجمی یکون کفوا للعربی الجاهل والعلویة لان شرف العلم فوق شرف النسب انتهی ان عبارات سے
یہ امر ثابت ہوا کہ اہل ہند جنکا نسب کسی قبیلہ عرب سے ملتحق ہے جیسے صدیقی فاروقی شیخ انصاری
سید وغیرہ اون سب میں آپسمیں کفاءت ثابت ہوا اور جو قوم کہ اوسکا نسب کسی قبیلہ عرب سے
نہ ملتا ہو وہ کفو اون لوگون کا نہیں ہے مگر یہ کہ عالم ہو واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی
ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

استفتاء اعلان نکاح کے واسطے طبل کا بجانا مباح ہے یا نہیں

هو المصوب اعلان نکاح کیواسطے دف کا بجانا مباح ہے حدیث میں وارد ہے اعلنوا
النکاح ولو بالدف اخرجه الترمذی وغیرہ بالفاظ متقاربة اور سوای اوسکے اور مزامیر طبل
یا طنبور یا سوای آن بہ نصوص صریحہ صحیحہ ممنوع ہیں اسیواسطے حنفیہ بھی نکاح میں صرف
دف کی اجازت دیتے ہیں اور اوسکو بھی مشروط اس امر کے ساتھ کرتے ہیں کہ بے جھانجھ کے ہو
خزانة الروایات میں ہے فی الغیاثیة ضرب الدف فی النکاح اعلانا و تشهیرا سنة و فی الخلاصة
لا باس بالدف لیلة العرس انتهی اور بحر میں ہے ینبغی ان یکون بلا جلاجل انتهی
خلاصہ یہ ہے کہ سوای دف کے اور کسی باجے کے بجانے کی اعلان نکاح کیواسطے اجازت
نہ تو احادیث سے ثابت ہے نہ کسی حنفی معتبر نے اسکی تصریح کی ہے واللہ اعلم حررہ الراجی
عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتاء کیا فرماتے ہیں علمای دین و مفتیان شرع متین اس امر میں کہ بجانا دف کا
واسطے اعلان نکاح کے مباح ہے یا مستحب دف بوقت نکاح یا بعد نکاح بجانا مستحب ہی یا سنت
اور مزامیر و ملاهی مثل نقارہ یا ہندوستانی باجا انگریزی نوبت مع زیر و بم و شہنائی وغیرہ جائز بہ نسبت

شادی مین بجانا جائز ہی یا نہین اور امام شافعی رح کے یہان نوبت وشہنائی بجای دف کے
جائز ہی یا حرام بجای دف کے باجا نوبت وشہنائی وغیرہ پر قیاس کرنا درست ہے یا نہین
کتب فقہ وتفسیر وحدیث سے تحریر فرماوین بینوا التوجروا

الجواب ہو الملہم للصواب احادیث صحیحہ سے حرمت جملہ مزامیر کی ثابت ہی اور دف کی حلت
بوقت نکاح وغیرہ مجالس سرور مین بھی ثابت ہی اور یہی مختار محققین حنفیہ وشافعیہ کا ہی کہ مجالس
نکاح مین بغرض اعلان دف بجانا درست ہے نہ اور کوئی باجا انگریزی ہو یا ہندوستانی جامع ترمذی
وغیرہ مین مروی ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکون فی امتی خسف ومسخ اذا ظہرت القینات
والمعازف اور مسند احمد مین مروی ہے ان اللہ حرم الخمر والمیسر والکوبۃ اور بھی اوسی مین مروی ہی
ان اللہ امرنی ان امحق المزامیر اور سنن ابو داؤد وغیرہ مین مروی ہے عن نافع قال سمع ابن عمر
مزمارا فوضع اصبعیہ فی اذنیہ ونأی عن الطریق وقال یا نافع ہل تسمع شیئا فقلت لا فرفع اصبعیہ
وقال کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسمع مثل ہذا فصنع مثل ہذا اور جامع ترمذی وغیرہ مین مروی ہی
اعلنوا النکاح واضربوا علیہ بالغربال اور ابن حجر مکی شافعی کتاب الزواجر عن اقتراف الکبائر مین
لکھتے ہین یحرم ضرب واستماع کل مطرب کطنبور وعود ورباب وجنک وکمنجہ ووتر وسنطیر ودف ومزمار
عراقی ویراع وہو الشبابۃ وکوبۃ وغیر ذلک من الاوتار والمعازف وصح من طرق فقد علقہ البخاری ووصلہ
الاسماعیلی واحمد وابن ماجۃ وابو نعیم وابو داؤد باسانید صحیحۃ لا مطعن فیہا انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال
لیکونن فی امتی قوم یستحلون الحر وہو الفرج والحریر والخمر والمعازف وہذا صریح ظاہر فی تحریم جمیع
آلات اللہو المطربۃ انتہی ملخصا وفتاوی خلاصہ مین ہے لا باس بالدف لیلۃ العرس انتہی اور فتاوی
غیاثیہ مین ہی یجب ان یکون بلا جلاجل انتہی الحاصل مجالس نکاح وغیرہ مین کسی باجہ کا بجانا جائز
نہین ہے سوائے دف کے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

سوال استفتا علمای دین ومفتیان شرع متین سے التماس ہے کہ اس عبارت کتاب کے
معنی بلفظہ تحریر فرماوین اور نیز یہ ارشاد فرماوین کہ اس عبارت سے طبل ودف کی اباحت
اعلان نکاح مین ثابت ہوتی ہی یا نہین یہ ملاہی ومزامیر وطنبور ونقارہ ودف وغیرہ بالاتفاق حرام ہی
مگر طبل غازی یعنی نقارہ ہنگام جنگ یا واسطے اعلان نکاح بینوا توجروا

الجواب واضح ہو کہ مالا بد منہ کی عبارت کی تشریح یہ ہے کہ اسمین اولا ملاہی ومزامیر وطنبور
ودہل ونقارہ ودف پر حکم حرمت کا ثابت کیا پھر چونکہ یہ امور علی الاطلاق حرام نہین تھے بلکہ
بعضی صورت مین جائز بھی تھے اسلیے حرف مگر لا کر اوس سے دو چیز کو استثنا کیا ہو یعنی
ایک طبل یعنی نقارہ اور دوسرا دف اور ان دونوں چیزون پر علی الاطلاق اباحت کا حکم نہین
کیا ہے بلکہ جنگ و اعلان نکاح سے مقید کیا اس سے ثابت ہوا کہ طبل اور دف اگر بقصد لہو کے
ہو تو حرام ہے اور بقصد جنگ و اعلان نکاح کے جائز ہے اور طبل کو جنگ سے کچھ خصوصیت
نہین اور ایسا ہی دف کو اعلان نکاح سے کچھ خصوصیت نہین بلکہ جنگ مین طبل اور
دف ہر دو جائز ہین اور اعلان نکاح مین طبل اور دف ہر دو جائز ہین لیکن مالا بد کی کتاب
مختصر ہے اوسمین پوری تفصیل نہین ہے اسلیے اوسمین دھوکا ہوتا ہے دوسری بڑی
کتابون مین جیسے طحطاوی وشامی وغیرہ مین اوسکی تفصیل موجود ہے واللہ اعلم بالصواب

الجواب الثانی مخفی مباد بر اہل سواد و مواد مالا بد منہ کی عبارت فارسی کچھ ایسی دقیق نہین جسمین
اسقدر خلاف واقع ہو اسکے معنی صاف ظاہر ہین یعنی عبارت مذکور ملاہی ومزامیر وطنبور ودہل ونقارہ

ودف وغیرہ بالاتفاق حرام ست مگر طبل غازی یعنی نقارہ ہنگام جنگ یا دف برای اعلان نکاح
انتہی اسکے معنی یہی ہین کہ اشیاء لہو ولعب مزامیر اور طنبورہ اور نقارہ اور دف بالاتفاق حرام ہین اور
طبل غازی یعنی نقارہ جنگ کیوقت حلال ہے اور دف اعلان نکاح کے واسطے حلال ہے اسیطرح
کتاب حمادیہ ہدایہ اور فتاوی کبری وغیرہ کتب حنفیہ مین بالتصریح موجود ہے واللہ اعلم بالصواب
پس جوابین مرقومۃ الصدر مین اختلاف پیدا ہوا ہے جو بات کہ صحیح ہے اوسکو بدلائل کتب معتبرہ
تحریر فرما کے فیض بخشای عام و خاص ہو وین

ہو المصوب فتاوی و شروح معتبرہ حنفیہ مین مصرح ہی کہ سوای دف کے جملہ مزامیر
حرام ہین البتہ بعضے حنفیہ نے نقارہ جنگ کے اباحت کی تصریح کی ہے اور دف بغرض
اعلان نکاح کو مباح لکھتے ہین مالا بد منہ کی عبارت کا صحیح مطلب یہی ہی کہ سب چیزین حرام ہین
صرف دف بغرض اعلان نکاح اور نقارہ جنگ کیوقت حلال ہی نہ یہ کہ نکاح کے وقت نقارہ
بھی حلال ہے اور اگر بالفرض مالا بد کی عبارت اسپر دال بھی ہو تو یہ کلام بمخالفت اور حنفیہ کے

کلام کے مقبول نہوگا کتب معتبرہ مین کہین نقارہ کی بوقت نکاح اجازت نہین ہی بلکہ ممانعت صرح ہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

۳۱۷ استفتا مولانا صاحب مفسر احادیث وفقہ مولوی محمد عبد الحی صاحب دام برکاتہ ہدیہ سلام کے بعد مدعا یہ ہے کہ منجانب فریقین مندرجہ عنوان کے دو قطعہ عرضی آپکے پیش ہوے جسمین مطابق سوالات کے جوابات حسب مرضی ہر فریق صادر ہوے ہین اور یہ متباین بوجہ اسکے ہی کہ جیسا سوال ویسا جواب لہذا سوال مجوزہ عدالت مندرجہ ذیل ابلاغ خدمت والا درجت ہی اور مستدعی جواب ہون امید ہی کہ مہر و دستخط سے مزین فرما کے قبل تاریخ ۱۹ مئی ۱۸۸۸ء کے واپس فرما کے ممنون فرماوین **سوال** فرض کیا جاوے کہ زید پسر نابالغ کا نکاح بولایت پدر بہمراہ ایک دختر ہندہ نابالغہ کے بلا اطلاع و مرضی پدر ہندہ کے مادر ہندہ نے کر دیا ہے بعد چند ماہ کے پدر ہندہ آوے اور اس نکاح سے مطلع ہوا اور ساکت رہے اور پدر ہندہ و ہندہ خود بعد بلوغ کے اپنے پندرہ خواہ سولہ سال کے سن تک کوئی دعوی انفساخ ایسے نکاح کا نکرے تو یہ نکاح کیا تسلیم کر لیا جاویگا اور کیا نکاح جائز سمجھا جاویگا فقط المرقوم ۲۲ اپریل ۱۸۸۸ء الراقم پنڈت کشن نرائن منصف اترولہ ضلع گونڈہ

ہو المصوب اس صورت مین یہ نکاح جائز سمجھا جاویگا اگرچہ درصورت نکاح کر دینے مادر صغیرہ کے اس صغیرہ کو بعد بلوغ کے اختیار فسخ کا ہوتا ہے مگر وہ اختیار فوری ہی جیسا کہ اس عبارت رد المحتار حاشیہ در مختار سے واضح ہی اذا بلغت وہی عالمۃ بالنکاح او علمت بہ بعد بلوغہا فلا بد من الفسخ فی حال البلوغ او العلم فلو سکتت ولو قلیلا بطل خیارہا ولو قبل تبدیل المجلس انتہی پس ہرگاہ بعد بلوغ کے ہندہ نے کچھ تعرض نہین کیا اوسکو خیار فسخ باقی نرہا اور اگرچہ درباب نکاح لڑکون کے ولایت اولا عصبات کو حاصل ہی جیسے باپ دادا چچا وغیرہ اور نکاح کر دینا مادر کا درصورت موجود ہونے ان اولیاء کے بدون رضا انکے نافذ نہین ہوتا ہے مگر ہرگاہ ولی اقرب باپ وغیرہ رضا اپنی ظاہر کرے اور بعد حاضر ہونے اور مطلع ہونے کے کچھ تعرض نکرے تو وہ نکاح نافذ سمجھا جاویگا در مختار مین ہے ولا یبطل تزویجہ السابق ای تزویج الولی الابعد حال غیبۃ الاقرب بعود الاقرب انتہی پس ہرگاہ اس صورت مین باپ نے بعد آنیکے

تراضی ظاہر کی اور کچھ اعتراض نہین کیا وہ نکاح جائز رہا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی تحریر بتاریخ غرہ رجب روز سہ شنبہ سنہ ۱۳۰۱ ہجری

استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین اس مسئلہ مین کہ زن مفقود حنفیہ کے نزدیک امام مالک کے مذہب پر کہ بعد چار سال کے زمانہ فقدان سے نکاح ثانی جائز رکھتے ہین اوس صورت مین کہ جوان ہو اور بیانان او سکے نفقہ کا ہو عمل کر سکتی ہی یا نہین اور بعد نکاح ثانی کے اگر شوہر اول آجاوے تو کیا حکم دیا جاویگا بینوا توجروا

ہو المصوب عند الضرورۃ حنفیہ کے نزدیک تقلید مذہب غیر کی درست ہے اور اس مسئلہ مین بھی حنفیہ تصریح کرتے ہین جیسا کہ جامع الرموز مین ہے وقال مالک الی اربع سنین ولو افتی بہ فی موضع الضرورۃ لاباس بہ علی ما اظن انتہی اور ایسے ہی ردالمحتار وغیرہ مین ہے اور بر تقدیری کہ زن مفقود بعد چار سال کے نکاح کرلے اور پھر شوہر اول آجاوے تو مالکیہ کے اسمین دو قول ہین ایک یہ کہ وہ شوہر اول کے پاس چلی جاوے اور نکاح دوم فسخ سمجھا جاوے اور دوسرا یہ کہ نکاح دوم موجب فسخ نکاح اول ہے پس وہ ثانی کے پاس رہیگی اور اول کو کچھ حق باقی نرہیگا اور جمہور مالکیہ کے نزدیک یہی قول معتبر ومفتی بہ ہے پس حنفی بھی عند الضرورۃ جب مالکیہ کے قول پر عمل کریگا اسی قول کا اوسکے حق مین اعتبار ہوگا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا چہ میفرمایند علمای دین اندرین مسئلہ کہ نکاح ساتھ دختر ہمشیرزادی کے درست ہے یا نہین بینوا توجروا

ہو المصوب نہین درست ہے عالمگیریہ مین ہے وکذا بنات الاخ والاخت وان سفلن ہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص پنجگانہ نماز نہین پڑھتا اور نہ رمضان کے روزے رکھتا ہے شاید تمام سال مین ایک روزہ اور دس پانچ مرتبہ نماز کا اتفاق ہوجاتا ہی اور یہ ترک صوم وصلوۃ بلا اخفا اور بلاکسی سبب اور عذر شرعی کے محض بے پروائی اور بیباکی کی وجہ سے ہو مسائل شرع اور امور دین کے ساتھ استخفاف اور استہزا

کرتا ہو جھوٹ اور فریب اور غیبت اور سب وشتم مسلمانان اور فحش کلام اور مسخراپن سے
ہرگز اجتناب نہ کرتا ہو بلکہ اکثر اوقات انہین مبتلا رہتا ہو جمعہ وجماعات بلا عذر ترک کرتا ہو
اپنی رنڈی بازی اور بدکاری اور ارتکاب دیگر کبائر کو قصۃً خواہ اپنے جلسونین فخریہ بیان کرتا ہو
مسلمانون کا مال مار لیتا ہو جھوٹی قسم کھانے مین ذرا تامل نکرتا ہو نقض عہد اور خلاف وعدہ کرتا ہو
بدخلقی اور ارتکاب امور خلاف مروت وتہذیب کی وجہ سے عموماً شہر والے اوس سے ناراض
ہون اور برا سمجھتے ہون اور انھین بداعمالیون کی وجہ سے اوس کے خاندان والون نے اپنے یہان
اوسکا نکاح کرنا گوارا نکیا ہو ایسا شخص دیانۃً کسی عورت صالحہ بنت صالح یا فاسقہ بنت صالح کا
جسکے باپ دادے تقوی اور صلاح اور مروت وتہذیب وغیرہ صفات حمیدہ مین مشہور ہون
اور اوسکا ولی اس مرد کے ساتھ نکاح کرنے مین سخت عار سمجھتا ہو شرعاً کفو ہو سکتا ہی یا نہین
اور اگر کفو نہین ہی تو وہ عورت کبیرہ ثیبہ مطلقہ ثلاث بعد انقضای عدت اگر بلا اجازت اور
سراسر بلا رضامندی اپنے ولی کے بعد علم اس بات کے کہ ولی اس فعل سے سخت ناراض ہی
خود نکاح کرلے اور ننگ وعار اپنے اور اپنے تمام خاندان کی رسوائی پر لحاظ نکرے اور ولی کی
ممانعت کو نہ مانے تو یہ نکاح شرعاً درست ہے اور قابل اعتبار ہے یا نہین اور نکاح اگر تحلیل
زوج اول کیواسطے کیا ہو تو اس نکاح سے بعد وطی وہ عورت پہلے شوہر کیواسطے نکاح ثانی کے
ذریعہ سے حلال ہو سکتی ہے یا نہین اور شرعاً یہ نکاح فاسد ہے بعد اعتراض ولی حکم حاکم وقت
تفریق ہونی چاہیے یا نکاح باطل ہے ابتداءً اس نکاح کا انعقاد ہی نہین ہوا اور بغیر تفریق قاضی
بوجہ عدم انعقاد نکاح کے عورت خود اوس مرد سے جدا ہو سکتی ہی بینوا توجروا۔

جواب مطلق فسق کے ثابت ہونیسے مرد کے کفاءت عورت بنت صالح کے ساتھ شرعاً
باطل ہو جاتی ہے خواہ عورت صالحہ ہو یا فاسقہ چہ جائیکہ فسق بالاعلان اوس سے بطریق اولی
باطل ہو جائیگی اور ایک امر جس سے مطلق فسق ثابت ہو سقوط کفاءت کیواسطے کافی ہے سوال مین
بہت سے امور ذکر ہین جنسے شرعاً فسق بالاعلان ثابت ہوتا ہے اسوجہ سے کہ مطلق فسق کی تعریف
فتاوی شامی کتاب الشہادۃ مین یہ لکھی ہے والفاسق من فعل کبیرۃ او اصر علی صغیرۃ اور فتاوی
قاضیخان مین لکھا ہے وتکلموا فی الفسق الذی یمنع الشہادۃ اتفقوا علی الاعلان بکبیرۃ یمنع الشہادۃ وفی

الصغائر ان کان معلنا نوع فسق مستشنع یسمیه الناس بذلک فاسقا مطلقا لاتقبل شہادته ہدایہ مین لکھا ہے لاتقبل شہادة من یاتی بابا من الکبائر التی تعلق بہا الحد للفسق اس عبارت ہدایہ سے معلوم ہوا کہ صرف ایک گناہِ کبیرہ کے ارتکاب سے فسق ثابت ہو جاتا ہے اور یہان تو بعض امور مثل استخفاف واستہزا بمسائل شرع حد کفر تک پونہچاتے ہین پس لامحالہ یہان کفاءت دیانتہ باطل ہو گئی چنانچہ درمختار مین باب الکفاءت مین لکھا ہے ودیانة ای تقوی فلیس فاسق کفوا لصالحة او فاسقة بنت صالح معلنا کان اولا علی الظاہر نہر اور شامی نے لفظ (معلنا کان اولا) کے نیچے لکھا ہے اما اذا کان معلنا فظاہر واما غیر المعلن فہو بان یشہد علیه بانه فعل کذا من الفسقات وہو لایکره به فیظہر بینہما بطلب الاولیاء اور فتاوی عالمگیری باب الکفاءت مین لکھا ہے ومنہا الدیانة تعتبر الکفاءة فی الدیانة وہذا قول ابی حنیفة وابی یوسف رحمہما اللہ وہو الصحیح کذا فی الہدایة فلایکون الفاسق کفوا لصالحة او فاسقة بنت صالح کذا فی المجمع سواء کان معلن الفسق اولم یکن کذا فی المحیط اور ہدایہ مین لکھا ہے اسی مقام پر (ودیانة ای عندہما وہو الصحیح) ان روایتون سے جب کفاءت باطل ہو گئی تو غیر کفو ہونا اوس مرد کا ثابت ہوا اور غیر کفو مین کبیرہ ثیبہ کا نکاح بغیر اذن ولی کے جائز نہین ہوتا اور کفاءت شرع مین دفع عار کیواسطے معتبر ہوتی ہے اور وہ حق اولیاء کا ہے پس عورت اگر فاسقہ ہو اور اسوجہ سے کفاءت کی پروا نکرے تو حق اولیا کا جو ثابت ہے ساقط نہین ہوتا اسوجہ سے کہ درمختار مین لکھا ہے کفاءت کی طرف ضمیر پھیر کر (وہی حق الولی لاحقہا) پس اگر بغیر اذن صریحی ولی کے عورت نے نکاح کیا ہے تو وہ نکاح فاسد نہین ہے بلکہ باطل ہے اور تفریق قاضی کی ضرورت نہوگی بلکہ ابتداءً وہ نکاح کالعدم اور غیر منعقد سمجھا جاویگا چنانچہ درمختار مین کبیرہ ثیبہ کے حق مین بعد بیان حکم صغیرہ کے لکھا ہے ویفتی فی غیر الکفوء بعدم جوازہ اصلا وہو المختار للفتوی لفساد الزمان فتاوی شامی باب الولی مین اس قول کی شرح مین لکھا ہے قولہ بعدم جوازہ اصلا ہذہ روایة الحسن عن ابی حنیفة وہذا اذا کان لہا ولی ولم یرض به قبل العقد فلایفید الرضی بعدہ ۱۲ البحر آگے اسکے شامی نے لکھا ہے وقول البحر لم یرض به یشمل ما اذا لم یعلم اصلا فلایلزم التصریح بعدم الرضی بل السکوت منه لایکون رضی کما ذکرنا فلابد حینئذ لصحة العقد من رضاه صریحا وعلیه فلو سکت قبله ثم رضی بعدہ لایفید درمختار کے قول (وہو المختار للفتوی) کے نیچے شامی نے لکھا ہے وقال شمس الائمة

ہو الرحیم کیا فرماتے ہین علمای شریعت محمدیہ اس مسئلہ مین کہ اگر زید کسی بالغہ سے اس طرح پر عقد کرے کہ بزبان غیر معلوم عورت کے کہے کہ مین نے نکاح اپنا بعوض اسقدر مہر کے تیرے ساتھ کیا اور اوسی زبان مین عورت سے ایسا لفظ کہلاوے کہ معنی قبول کردم کے رکھتا ہو اور ایسے دو شخصون کو گواہ عقد کرے کہ وہ بھی اوس زبان سے واقفیت نہ رکھتے ہون یا رکھتے ہون پس دونون صورتون مین سے کسی صورت مین نکاح زید کا اوس عورت سے صحیح ہوگا یا نہ اور حکم بحوالہ اسم کتاب تحریر فرمائیے اللہ تعالی سو دارین مین اجر پائیے

ہو المصوب ایسی صورت مین اختلاف فقہا کا ہے خلاصۃ الفتاوی مین ہے لقنت المرأۃ زوجت نفسی بالعربیۃ وہی لا تعرف شیئا من ہذا وقبل فلان وذلک بمحضر من الشہود والشہود یعلمون او لا یعلمون صح النکاح کالطلاق وقیل لا یصح کالبیع انتہی پس ایسی صورت سے کہ جسمین بہ رائے یکجماعت فقہا کے ارتکاب حرام ہوتا ہے احتراز واجب ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ کے ساتھ اغلام کیا پس ایسی صورت مین نکاح رہا یا نہین اور سزا دارا ازروی شرع کے ہو سکتا ہے یا نہین

ہو المصوب نکاح رہا لیکن سخت گناہ ہوا وہ شخص مستحق تعزیر ہے اوسپر توبہ واجب ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ مسماۃ ہندہ کے حمل حرام کا کسی شخص نامعلوم سے تھا بدون وضع حمل کے اوسکی نانی نے حمل کو اخفا کیا اور مسمی زید کہ نابالغ تھا بولایت اوسکی والدہ کی فریبا حالت حمل مین نکاح پڑھوا دیا اور بعد ہوجانے نکاح کے نوبت خلوت صحیحہ کی نہین پہونچی تھی کہ نانی مسماۃ ہندہ کو باہر بہکا لیگئی اور باہر مسماۃ ہندہ کے لڑکی پیدا ہوئی اب کئی سال کے بعد مسماۃ ہندہ مذکورہ کو اوسکی نانی لے آئی اور چاہتی ہے کہ زوج زوجہ دونون ملجاوین اور زید کہ اب بالغ ہوا ہے اوسکو انکار ہے کہ یہ عورت خراب ہے اور حالت نابالغی مین بھی میرا نکاح بحالت موجودگی حمل کے ہوا تھا پس وہ نکاح جائز نہین ہوا نہ ابتک خلوت صحیحہ ہوئی ہے تو اس صورت مین کس طرح عملون اور نہ

مستوجب ادای مہر کا ہو سکتا ہون بلکہ مستوجب دلا پانے اوس خرچہ کا ہون جو باعث فریب
میری شادی مین صرف ہوا ہے پس بوجوہ مذکورہ زانیہ کا نکاح حالت حمل مین بحالت نابالغی
زید کے درست ہوا یا نہین اور وہ اس صورت مین مستحق ادای مہر ہندہ و دلا پانے خرچ
شادی کا بھی ہو سکتا ہے یا نہین بینوا توجروا

ہو المصوب وہ نکاح درست ہوا اور نصف مہر زید پر واجب الادا ہوا اور اب
زید کو اختیار ہے خواہ وہ نکاح باقی رکھے یا فسخ کر دے واللہ اعلم حررہ الراجی
عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات] ۳۰۲

استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین اس صورت مین کہ مسمی زید کو ساتھ مسماۃ
ہندہ بالغہ ناکتخدا کے موافقت تھی لہذا ہندہ حسب ایمای زید اپنے گھر سے بخوشی اپنے آکر
زید کے گھر مین رہی پس زید نے باسترضای ہندہ مکان سے باہر جا کر چار آدمیون سے
بیان کیا کہ مین اپنی طرف سے اصالتا اور ہندہ کی طرف سے وکالتا بیان کرتا ہون کہ مین نے
اوسکے ساتھ بعوض مہر دہ دینار کے نکاح کیا اور اوسنے مجھسے نکاح کر لیا اور راضی ہے
تم اوسکے گواہ رہنا اور ہندہ نے بجماعت زنان علانیہ بیان کیا کہ میرا نکاح زید کے ساتھ ہو گیا
اور وہ ہر چہار گواہان مذکورہ بالا زید اور ہندہ دونون کے شناسا ہین اور بخوبی واقف ہین
اس صورت مین نکاح درست ہوا یا نہین اور بعد تھوڑے دنون کے مسماۃ ہندہ مذکورہ کے
بطن سے مسمی بکر طفل تولد ہوا پس وہ طفل حرامی ہے یا حلالی اور بعد زید کے پسر مذکور اوسکا
مسمی بکر ریاست و دیگر اموال منقولہ و غیر منقولہ زید مسطور از روے حکم شرع محمدی کے
پا سکتا ہے یا نہین بینوا توجروا

ہو المصوب اس صورت مین نکاح نہین ہوا اور بکر وارث زید کا نہین ہو سکتا ہے
ہان اگر ایک ہی مجلس مین گواہون نے دونون کا اقرار سنا ہو تو البتہ نکاح ہو گا واللہ اعلم
[محمد عبد الحی ابو الحسنات] حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی ۱۱

استفتا سوال ایک عورت نے زید کو اپنے نکاح پڑھانے کے لیے وکیل مطلق کیا
اور عمرو اور بکر گواہ وکالت زید کے ہین اور زید نے بکر سے کہ جو ایک گواہ وکالت کا تھا

بدون اطلاع واجازت عورت خواہ ولی ہو سکے کے باجازت خود نکاح پڑھوایا تو یہ نکاح درست ہی نہیں ہو المصوب اگر بوقت نکاح پڑھانے بکر کے وکیل یعنی زید بھی موجود تھا تو نکاح درست ہوا واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

باب المهر

استفتا ۱ چہ میفرمایند علمای دین اندرین باب کہ مسماۃ ہندہ زوجہ بکر برای آبکشی در چاہی آمد بقضای الہی پایش لغزیدہ درچاہ رفت و بمرد اکنون شوہرش از بار گران دین مہر سبکدوشی میخواہد صورتش چیست

ہو الموفق صورتش این ست کہ سہام شرعیہ ورثۂ ہندہ از مہرش بایشان اداسازد یا استعفای حقوق شرعیہ از ایشان بردازد واللہ علیم حررہ ابو الاحیای محمد نعیم عفی عنہ

الجواب صحیح واللہ اعلم حررہ محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ

استفتا ۲ زید نے وفات پائی اپنی زوجہ اور لڑکیون کو وارث چھوڑا اور کل متروکہ زید بعد وفات زوج کے بقبضہ زوجہ زید کے ہے لڑکیان زید کی چاہتی ہین اپنا اپنا حصہ شرعی پانا زوجہ زید ظاہر کرتی ہے کہ مین بعوض دین مہر کے قابض ہون لڑکیان مجیب ہین کہ زوجہ باظہار دعوی دین مہر کے مالک و متصرف متروکۂ شوہر کی نہین ہو سکتی اگر زوجہ کو دعوی دین مہر ہے تو عدالت مین رجوع کرے کے واجب الادا ثابت کرلے دین مہر بھی مثل دیگر دیون کے ہوتا ہے زوجہ کو قبضہ متروکۂ زید کا اختیار نہین ہے متروکۂ زید بقبضہ وارثان زید کے رہنا چاہیئے البتہ متروکۂ زید ذمہ دار ادای کل دیون کا ہے اور یہ منصب وارثان زید کو ہے کہ متروکۂ زید سے بقدر اپنے اپنے حصہ کے دین ادا کرین فما حکم ایہا الحنفیہ

ہو المصوب زوجہ کو بقدر اپنے دین مہر کے متروکۂ شوہری پر قبض کرنا پہونچتا ہے

خزانۃ الروایۃ مین ہے فی الخلاصۃ من کتاب الوصایا المرأۃ یأخذ مہرہا من الترکۃ من غیر رضاء الورثۃ ان کانت الترکۃ دراہم او دنانیر وان کانت شیئا مما یحتاج الی البیع تبیعہا کان صلح وتستوفی فی صداقہا سواء کانت وصیۃ من جہۃ زوجہا او لم تکن وتأخذ من غیر رضاء الورثۃ

انتہی واللہ اعلم حررہ محمد عبدالحی عفا عنہ

استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین و مفتیان شرع متین ان مسائل مین کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین واسطے کم مہر کے کی ہے یا واسطے زیادہ کے اور تعریف کم مہر والی عورتون کی کی ہے یا زیادہ والیکی ؀ اور اب مسلمانون کو بھی اپنی لڑکیون کا مہر کم مقرر کرنا چاہیے یا زیادہ فضیلت کسمین زیادہ ہے ؀ اور جو شخص کم مہر کو سنت جانتا ہے لیکن بخوف جھوٹے رسوم آبائی کے عمل نہین کرتا بلکہ بعض ایسے ہین کہ اگر اونسے واسطے کم مہر کے تکرار کیجاوے اور کہا جاوے کہ سنت ہے تو کہتے ہین کچھ ہو ہم کم نہین کرینگے ہمارے باپ دادے سے زیادہ ہی چلا آتا ہے اور بعض لوگ ایسے ہین کہ یہ سب نہین کہتے بلکہ صرف اتنا ہی کہتے ہین کہ کچھ ہو کم مہر نہین ہوگا تو ایسے دونون شخصون پر از روی شرع شریف کے کیا حکم کیا جاویگا ان سب مسائل کا جواب مع دلیل کے صحیح حدیث مرفوع سے فرمایا جاوے کہ رفع اشتباہ و تحقیق امر حق حاصل ہو بینوا توجروا

ہو المصوب اگرچہ مہر کی جانب زیادت کی کوئی حد شرعا نہین ہے کہ اوس سے زائد نہووے مگر زیادہ مہر باندھنا ایسا کہ قدرت شوہر سے اوسکا ادا کرنا باہر ہے جیسا کہ اکثر بلاد مین اس زمانے مین دستور ہے منجر اس امر کیطرف ہوتا ہے کہ ادا کرنیکی نیت نہین ہوتی ہے اور حدیث مین وارد ہے کہ جو شخص نیت نہ ادا کرنے کی رکھیگا وہ حکم زانی کا رکھتا ہے ابن حجر مکی زواجر عن اقتراف الکبائر مین لکھتے ہین السابعۃ والستون بعد المأتین ان یتزوج امرأۃ وفی عزمہ ان لا یوفیہا صداقہا لو طلبتہ اخرج الطبرانی بسند رجالہ ثقات انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ایما رجل تزوج امرأۃ علی ما قل من المہر او کثر ولیس فی نفسہ ان یؤدی الیہا حقہا خانہا فمات ولم یؤد الیہا حقہا لقی اللہ یوم القیامۃ وہو زان انتہی اور شرعا مہر کا کم باندھنا موافق سنت کے ہے اور زیادتی اوسکی خلاف سنت کے ہے تفسیر در منثور مین ہے اخرج سعید بن منصور وابو یعلی بسند جید عن مسروق قال رکب عمر بن الخطاب علی المنبر وقال یا ایہا الناس ما اکثارکم فی صدق النساء وقد کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ انما الصدقات فیما بینہم اربعمائۃ درہم فما دون ذلک ولو کان الاکثار فی ذلک تقوی عند اللہ او مکرمۃ لم تسبقوہم الیہا انتہی اور جو لوگ

اس سنت سے انکار کرتے ہین اور رسم آبا و اجداد کو نہین چھوڑتے اور طریقۂ رواجیہ کو مستحسن اور طریقۂ شرعیہ کو مستقبح سمجھتے ہین وہ لوگ گناہگار ہونگے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

۳۲۵

استفتا عند النکاح اگر مہر معجل و موجل بیان نکیا جاوے صرف تعداد بیان کردیجاوے تو نکاح صحیح ہوگا یا نہین

ہو المصوب نکاح صحیح ہوگا اور تعجیل و تاجیل مین اعتبار عرف کا کیا جاویگا خزانۃ الروایات مین ہے فی الوقایۃ والمعجل والموجل ان بینا فذلک والا فالمتعارف وفی السغناقی ای ینظر الی المرأۃ والی المہر المذکور فی العقد انہ کم یکون المعجل لمثل ہذہ المرأۃ من مثل ہذا المہر فیجعل ذلک القدر معجلا وانما ینظر الی المتعارف لان الثابت عرفا کالثابت شرعا فقط حررہ محمد عبد الحی

۳۲۶

استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین اس صورت مین کہ زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ پندرہ ہزار روپیہ مہر پر منعقد ہوا اور دین مہر زید کے ذمہ باقی رہگیا آخر کو زید نے اپنے مرض موت مین بدرستی ہوش و حواس یہ اقرار کیا کہ مسماۃ ہندہ زوجہ ہماری کا دین مہر پندرہ ہزار روپیہ ہمارے ذمہ پر واجب الادا ہے لہذا اقرار کرتا ہون کہ فلان فلان موضع زمینداری مالیتی تیرہ ہزار روپیہ کا مین نے اوسکے دین مہر مین دیا باقی دو ہزار ہندہ ہماری دوسری جائداد سے وصول کرلے پس یہ اقرار صحیح ہے یا نہین اور دین مہر ارث پر مقدم ہے یا نہین

ہو المصوب اقرار زید صحیح ہے اور دین مہر ارث پر مقدم ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

صح الجواب واللہ اعلم حررہ اضعف عباد اللہ محمد فضل اللہ

کتاب الرضاع

۳۲۷

استفتا چہ میفرمایند علمای دین متین و پیروان شرع مبین درین صورت کہ ہندہ بقسم گفت کہ من زید را شیر خود نوشانیده ام و بر دعوی خود یک گواہ ہم از ذکور و اناث ندارد پس درین صورت دعوی آن بنا بر شرع شریف مستوجب اثبات گردد یا نہ بینوا توجروا

ہو المصوب دعوی ہندہ غیر مسموع است چہ رضاع بقول یک زن ثابت نمیشود

ور کنز می آرد تثبت الرضاع بما تثبت به المال وتحت آن صاحب بحر الرائق تحریر می سازد وہو
شہادة رجلین عدلین او رجل وامرأتین فلا تثبت بشہادة امرأة واحدة انتہی واللہ اعلم
وعلمہ اتم کتبہ عبدہ محمد عبد الحی عفا عنہ القوی

۲۲۸ **استفتا** ما قولکم رحمکم اللہ کیا فرماتے ہین علمای دین اس صورت مین کہ ہندہ نامی ایک عورت کی دو دختر اور دو پسر موجود تھے بعدہ پسر کلان کے ایک پسر پیدا ہوا اور خود ہندہ کے ایک تیسری دختر پیدا ہوئی ہندہ نے پسر پسر مذکور کو دودھ پلایا کہ جس سے رضاعت ثابت ہے بعدہ ہندہ کی دختر کلان کی ایک دختر پیدا ہوئی اب مابین پسر پسر کلان مذکور جسکو ہندہ نے دودھ پلایا ہے اور دختر دختر کلان مذکور کے عقد مناکحت از روی مذہب حنفیہ صحیح ہے یا بوجہ اسکے کہ از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند دونون مین حرمت رضاعت ثابت ہوگی جواب مسئلہ ہذا از روی مذہب حنفیہ بروایات مصرحہ کتب فقہیہ مع مہر و دستخط خود و دیگر علمای معتبرین ثبت فرمایا جاوی فقط

ہو المصوب نکاح پسر پسر مذکورہ کا ساتھ دختر دختر مذکور کے بوجہ حرمت رضاعت کے نہین درست ہے فتاوی عالمگیری مین ہے المرضعة لو ولدت من ہذا الرجل او غیرہ قبل ہذا الارضاع او بعدہ فالکل اخوة الرضیع واخواتہ واولادہم اولاد اخوتہ واخواتہ انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

۲۲۹ **استفتا** کیا فرماتے ہین علمای دین اس مسئلہ مین کہ ایک عورت مسماة محفوظن بی گود مین ایک لڑکا موسومہ زید شیر خوار ہے اور ایک عورت دوسری مسماة شریفن ایک لڑکی مسماة ہندہ کو جنی چنانچہ مسماة محفوظن نے وہی شیر جو کہ زید کو پلاتی تھی ہندہ کو ایک بار یا دو بار یا تین بار پلایا تو اس صورت مین زید اور ہندہ دودھ شریکے بھائی بہن ہو سکتے ہین یا نہین بشرط ہونے کے پھر اگر ہندہ کی مان نے ایک دوسری لڑکی مسماة زینب کو جنا کہ اوسنے زید کا دودھ نہین پیا ہے مگر باپ اور مان وہی ہین جو ہندہ کے ہین تو اس صورت مین زید اور زینب سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہین بشرط جائز ہونے نکاح درمیان زید اور زینب کے پھر اگر بسبب عدم یاد کے سہوا درمیان زید و زینب کے نکاح ہو گیا ہو اور اوسی نکاح مین زید سے زینب کے لڑکا یا لڑکی پیدا ہو چکی ہو تو اس صورت مین کیا حکم علمای مقلدین امام اعظم رح کے دیتے ہین

گواہی ثبوت دودھ پلانے کے صرف مادر رضاعی اور مادر رضیعہ کے قول پر تمام ہو سکتی ہے یا اور گواہ سوا ان دو کے حسب قول امام اعظم رح بینوا توجروا

ہو المصوب دودھ پینے والے پر مرضعہ کی سب اولاد اور شوہر مرضعہ کی اولاد دوسری زوجہ سے حرام ہو جاتی ہے اور دودھ پینے والے کے بھائی بہن کی طرف حرمت نہیں آتی ہی بناء علیہ نکاح زید کا ساتھ ہندہ کے ناجائز اور ساتھ زینب کے جائز ہے خزانۃ الروایات میں ہے اذا ارضعت صبیۃ تحرم ہذہ الصبیۃ علی زوجہا وعلی آبائہ واولادہ وعلی اب المرضعۃ وعلی اولادہ والاصل ان اقرباء المرضعۃ واقرباء زوجہا اقرباء للرضیع واقرباء الرضیع لیسوا باقرباء للمرضعۃ انتہی اور باب رضاعت میں شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت کی واسطے ثبوت رضاعت کی ضرور ہے فقط قول مرضعہ کا یا مادر رضیع کا مثبت نہیں ہو سکتا مگر اجتناب و تنزہ اس صورت میں احوط و لازم ہے فتاوی خانیہ میں ہے رجل تزوج امرأۃ فشہدت امرأۃ انہا ارضعتہما لا تثبت الحرمۃ بقولہا وان کانت عدلۃ وان تنزہ کان افضل وکما لا یفرق بینہما بعد النکاح ولا تثبت الحرمۃ بشہادتہن فکذلک قبل النکاح انتہی ملتقطا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی

ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

۳۳۵
استفتا سوال ما قولکم رحمکم اللہ تعالی اندرین مسئلہ کہ مادر زید در عمر ہفت سالگی زید کہ شیر پستان نش بوجہ مضی زمانہ رضاعت بالکل خشک گشتہ بہ ہندہ دران حالت کہ از کنار مادر خویش جدا گشتہ فغان می بر آورد سر پستان خودش برای تسلی و طمانیت ہندہ در دہنش داد و مادر زید بادعان و یقین بلکہ بحلف میگوید کہ متصاص لبن ہرگز واقع نشدہ ہست پس در صورت رضاعت یا نہ زید بہ ہندہ نکاحت میشود یا نہ بینوا توجروا

الجواب درین صورت رضاعت مادر زید بہ ہندہ ثابت نمیشود در اشباہ والنظائر می آرد لو ادخلت المرأۃ حلمۃ ثدیہا فی فم رضیعۃ و وقع الشک فی وصول اللبن الی جوفہا لم تحرم لان فی المانع شکا کما فی الولوالجیۃ وفی القنیۃ امرأۃ کانت تعطی ثدیہا صبیۃ واشتہر ذلک فیما بینہم ثم تقول لم یکن فی ثدیی لبن حین القمتہا ثدیی ولا یعلم ذلک الا من جہتہا جاز لابنہا ان یتزوج بہذہ الصبیۃ انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

۳۳۶
استفتا بسم اللہ الرحمن الرحیم ما قولکم رحمکم ربکم اندرین مسئلہ در حالت پیری و عدم

[illegible]

پر بودن پستانهای خود از شیر بسبب آنکه پیر شده و هفت سال گذشته که نزائیده و بالکل شیر ندارد
مگر اینکه اگر پستان را نیک بمالد چیزے آب غلیظ شیر وار بر سر پستانش ظاهر میشود اگر پستان خود
بکودکے دهد برای مکیدن ولکن زن مذکوره را یقین کامل نیست که شیر در دهن کودک رسید
واز حلقش فرو رفته بسبب آنکه شیر در پستان ندارد و آنچه در پستان هست از آب غلیظ لزج آن بیرون نمی شود
مگر به بسیار سودن و آن را هم از روی یقین زن مذکوره گفتن نمی تواند که بر آمده در حلقش رسید
پس نزد نرسیدن شیر در حلق کودک تصا و لشکیکا حرمت ثابت میگردد یا نه بینوا توجروا

هو المصوب حرمت رضاعت اگرچه از لبن آیسه و عجوزه ثابت
می شود لیکن در صورت سوال بسبب عدم تیقن رسیدن آن رطوبت بحلق طفل حرمت ثابت
نخواهد شد در اشباه می آرد ولو کان فی الحرمة شک لم یعتبر ولهذا قالوا لو ادخلت المرأة حلمة ثدیها
فی فم رضیعة و وقع الشک فی وصول اللبن الی جوفها لم تحرم لان فی المانع شکا کما فی الولوالجیة
وفی القنیة امرأة کانت تعطی ثدیها صبیة و اشتهر ذلک فیما بینهم ثم تقول لم یکن فی ثدیی لبن حین القمتها
ولا یعلم ذلک الا من جهتها جاز لابنها ان یتزوج بهذه الصبیة انتهی واللہ اعلم حرره الراجی عفو ربه القوی
ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبه الجلی و الخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

۳۴۲

استفتا چه می فرمایند علمای دین اندرین مسئله که هنده در ایام رضاعت خود
شیر زینب که از شوهرش بود نوشیده پس از آن بعد عرصه زید بزینب زنا ساخته پس
نکاح زید به هنده درست خواهد شد یا نه بینوا توجروا

هو المصوب درین باب عبارات فقها مختلف واقع شده اند عبارت بحر الرائق در یک مقام
ارادبحرمة للصاهرة الحرمات الاربع حرمة المرأة علی اصول الزانی و فروعه نسبا و رضاعا و حرمة اصولها
و فروعها علی الزانی نسبا و رضاعا کما فی الوطی الحلال انتهی و عبارت جامع الرموز یحرم فی النظم و غیره انه
یحرم کل من الزانی والمزنیة علی اصل الآخر و فرعه رضاعا انتهی و عبارت بحر الرائق بمقام دیگر فرعت دینا
ان فروع المزنی بها من الرضاع حرام علی الزانی و کذا قال فی الخلاصة و کذا لو لم تحبل من الزنا و ارضعت
لا بلبن الزنا فانها تحرم علی الزانی کما تحرم بنتها من النسب علیه انتهی حرمت معلوم می شود و در درمختار
می نویسد الوطی بشبهة کالحلال قیل و کذا الزنا و الاوجه التحریم انتهی و در رد المحتار در شرح این قول می آرد

[illegible]

وذلک حیث قال ای صاحب الفتح لبن الزنا کالحلال فاذا ارضعت بہ بنتا حرمت علی الزانی وآبائہ وابنائہ
وان سفلوا وفی التجنیس عن الجرجانی ولعم الزانی التزوج بہا کالمولودۃ من الزانی لانہ لم یثبت نسبہا
من الزانی والتحریم علی آباء الزانی واولادہ للجزئیۃ ولا جزئیۃ بینہا وبین العم واذا ثبت ہذا فی المتولدۃ
من الزانی فکذا فی المرضعۃ بلبن الزنا قال فی الخلاصۃ وکذا لو تحبل من الزنا وارضعت فلبن الزنا یحرم
علی الزانی کما تحرم بنتہا علیہ وذکر الوبری ان الحرمۃ تثبت من جہۃ الام خاصۃ ما لم یثبت النسب فحینئذ تثبت
من الاب وکذا ذکر الاسبیجابی وصاحب الینابیع وہو اوجہ لان الحرمۃ من الزنا للبعضیۃ وذلک فی الولد
نفسہ لانہ مخلوق من مائہ دون اللبن اذ لیس اللبن کائنا من منیہ لانہ فرع التغذی وہو لا یقع الا بما یدخل
من اعلی المعدۃ لا اسفل البدن کالحقنۃ فلا اثبات فلا حرمۃ بخلاف ثابت النسب لان النص اثبت
الحرمۃ عنہ واذا ترجح عدم حرمۃ الرضیعۃ بلبن الزانی فعدمہا علی من لیس اللبن منہ اولی خلافا لما فی الخلاصۃ
ولانہ یخالف المسطور فی الکتب المشہورۃ اذ یقتضی تحریم بنت المرضعۃ بلبن غیر الزوج علی الزوج بالطریق
الاولی انتہی کلام الفتح ملخصا وحاصلہ ان فی حرمۃ الرضیعۃ بلبن الزنا علی الزانی وکذا علی اصولہ وفروعہ
روایتین کما صرح بہ القہستانی ایضا وان الاوجہ روایۃ عدم الحرمۃ وان ما فی الخلاصۃ مردود لان المسطور
فی الکتب المشہورۃ ان الرضیعۃ بلبن غیر الزوج لا تحرم علی الزوج وکلام الخلاصۃ یقتضی تحریمہا بالاولی وما فی
الفتاوی اذا خالف ما فی المشاہیر من الشروح لا یقبل ہذا تقریر کلام الفتح وقد وقع فی فہمہ خبط کثیر مستمد
لما ادعاہ فی البحر من ان محل الخلاف اصول الزانی وفروعہ وانہا لا تحل للزانی اتفاقا والحاصل کما قال
فی النہر ان المعتمد فی المذہب ان لبن الزانی لا یتعلق بہ التحریم وظاہر المعراج والخانیۃ ان المعتمد ثبوتہ قلت
وذکر فی شرح المنیۃ ان لا یعدل عن الدرایۃ اذا وافقتہا روایۃ وقد علمت ان الوجہ مع روایۃ عدم التحریم
انتہی ازین عبارات واضح شد کہ رضیعہ بلبن زنا بر زانی بر قول صحیح حرام نیست ونیز رضیعہ بلبن شوہری
بر شوہر دیگر حرام نیست بناء علیہ رضیعہ بلبن غیر زانی بدرجۂ اولی بر زانی حرام نخواہد بود وچون صاحب
فتح القدیر از ارباب ترجیح بلکہ معدود در مجتہدین ست قول او وہو الاوجہ بر روایات فتاوی مقدم خواہد شد
وآنچہ متوہم می شود کہ رضیعہ بلبن غیر زنا دختر رضاعی مرضعہ بلاشبہ میشود ومزنیہ بسبب زنا حرمت
مصاہرۃ باو ثابت میشود پس الا بد جملہ فروعش حرام خواہند شد پس مدفوع ست باین طور کہ منشاء
حرمت مصاہرت ثبوت جزئیت یا شبہ جزئیت ست وآن درین صور مفقود ست وخیال این امر

که درمیان حرمت رضیعه بلبن غیر الزوج علی الزوج وحرمت رضیعه بلبن حلال علی الزانی فرقی نیست

بلبن چه حرمت رضیعه علی زوج المرضعة از جهت دیگرست وحرمتش بر زانی از جهت دیگرست فحرمة

رضیعة المرأة علی الزانی انما هو بحرمة المصاهرة لا دخل فیها لبعضیة الرضیعة من الزانی وحرمة رضیعة المرأة

علی الزوج للرضاع فقط صحیح نیست چه هر دو مقام مساوی اند در اعتبار حرمت مصاهرة واعتبار

مصاهرت مبنی است بر اعتبار جزئیت واز ینجا مندفع شد توهم حرمت فروع فرعیه بر زانی عقوبة

ونیز بر ظاهرست که اگر رضیعه بلبن غیر زنا بر زانی حرام باشد رضیعه بلبن زنا بر زانی بدرجهٔ اولی حرام خواهد شد

وقد عرفت ان المعتمد فیها عدم الحرمة وهذا مسلم حصل بعد التنقیح التام والعلم التام عند الملک العلام

حرره الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

کتاب الطلاق

استفتا اگر کوئی شوہر اپنی زوجہ سے بدین وجہ ناراض ہو کر بلا موجودگی زوجہ کے اہل برادری کے سامنے قسم کھا کر کہے کہ مین نے زوجہ کو طلاق دیا اور زوجہ نے شوہر کے ساتھ جانا [illegible] انکار کیا بعد ازان شوہر چھبیس برس زندہ رہا لیکن حین حیات اوسنے زوجہ مذکورہ سے کچھ واسطہ نہین رکھا اور بعد ازان مر گیا اب زوجہ مطلقہ کہتی ہے کہ مجھکو میرے مواجہہ مین طلاق نہین دیا شرعا مواجہہ زن و مرد کا تکمیل طلاق کیواسطے ضرور ہے یا طلاق تسلیم کیا جائیگا بینوا توجروا

ہو المصوب اس صورت مین طلاق تسلیم کیا جائیگا اور مواجہہ زن و مرد کا ضرور نہین بلکہ علم زن کا بھی اوسوقت ضرور نہین عنایہ مین ہے الزوج یتفرد بالطلاق فربما لم تکن عالمة به

واللہ اعلم حررہ محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ

استفتا اگر کوئی شوہر اپنی زوجہ سے نزاع کرے اور زوجہ ہمراہ شوہر کے آگے گھر آنے سے انکار کیا اور زید شوہر نے قسم کھائی کہ تجھسے اور [illegible] سے کچھ واسطہ نہین ہے اور پھر چھبیس برس تک زید اپنی قسم پر تا وفات [illegible] رہا [illegible] سے واسطہ نرکھا [illegible] اس مدت تک احتراز منزلہ طلاق کے سمجھا جائے یا نہیں

ہو المصوب طلاق ثابت ہے واللہ اعلم کتبہ ابو الحسنات محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ

اس لفظ سے طلاق نیت سے ثابت ہی خزانۃ المفتین میں ہی وقال لم یبق بینی وبینک عمل او ما بری
من نکاحک او البعدی عنی ونوی الطلاق یقع انتہی واللہ اعلم حررہ محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ

استفتا چہ میفرمایند علمای دین ومفتیان شرع متین اندرین مسئلہ از روی مذہب حنفیہ صورتش اینکہ زید زوجہ خود مسماۃ ہندہ را در حالت غضب طلاق داد باین طور کہ سہ بار لفظ طلاق بر زبان آورد پس درین صورت بر ہندہ طلاق واقع شد یا نہ بر تقدیر اول چہ صورت ست کہ باز ہندہ را زید بنکاح آرد ابسطوا الجواب ؁

ہو المصوب بر ہندہ سہ طلاق واقع شدند حالا بدون تحلیل نکاحش با زید درست نیست واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا ما قولکم رحمکم اللہ تعالی کیا فرماتے ہین علمای دین اس صورت مین کہ زید نے اپنی زوجہ کی خالہ سے بحالت غصہ جو بوجہ تکرار سابق مابین زن وشوہر کے بھڑکا ہوا تھا کہا کہ کہدو اوس سے یعنی زوجہ سے ہمنے اوسکو آج کی تاریخ سے طلاق دیا طلاق دیا تب اوس زوجہ کی خالہ نے کہا کہ ایسی بات منہ سے مت نکالو یہ فتوی وحدیث کی بات ہے تب اوس زوج یعنی زید نے کہا کہ فتوی وحدیث کو طاق پر رکھو ہمنے اوسکو طلاق دیا طلاق دیا بعد ازان مابین زن وشوہر کے کچھ گفتگو کھانے پینے کی رہا کی اب وہ زوج یعنی زید طلاق دینے سے انکار کرتا ہے اور اوس طلاق کو اوسکی زوجہ اور اوسکی خالہ اور چند اشخاص زوجہ کے برادری والون نے خود سنا تھا پس اولا از روی مذہب حنفیہ یہ قول مرد کا کہ طلاق نہین دیا ہے معتبر ہوگا یا یہ قول عورت کا کہ طلاق دیا ہے معتبر ہوگا اور طلاق واقع ہوگا اور بصورت وقوع طلاق کون قسم کا طلاق شمار کیا جاویگا اور پھر اون دونون مین معاشرت کی کونسی صورت ہے یا یہ کہنا مرد کا کہ فتوی وحدیث کو طاق پر رکھو کلمہ ارتداد سمجھا جاویگا اور بدینوجہ وہ شخص دائرۂ اسلام سے خارج سمجھا جاویگا اور پھر از سر نو اسلام لاکر اوسی زوجہ سے تجدید نکاح کر سکتا ہے جواب اسکا از روی مذہب حنفیہ مع روایات مصرحہ کتب فقہیہ مع مہر ودستخط خود ودیگر علمای معتبرین ثبت فرمایا جاوی فقط

ہو المصوب یہ قول کہ فتوی وحدیث کو طاق پر رکھو کہ مفید اہانت شریعت واستخفاف احکام شرعیہ ہے موجب ارتداد ہے ایسے الفاظ کے ساتھ تکلم بحسب تصریحات فقہا باعث

کفر ہے کشف لو قایہ مین ہے اگر گوید من نماز را بطاق نہادم یکفر کذا فی خزانۃ المفتین انتہی ملخصا اور ہی
اوسی مین ہے لو قال شریعت را چہ کنم یکفر انتہی اور عالمگیریہ مین ہے لو قال با من شریعت وا این حیلہا
سود ندارد او قال در پیش نرود او قال شریعت چہ کنم فہذا کلہ کفر انتہی بنا علیہ اوس شخص پر جسنے
اس لفظ کے ساتھ تکلم کیا بمجرد اس تکلم کے حکم ارتداد کا دیا جاویگا اور اس ارتداد سے نکاح فی الفور
فسخ ہو جاویگا جیسا کہ کنز وغیرہ مین ہے وارتداد احدہما فسخ فی الحال انتہی اور چونکہ قبل اس ارتداد
کے وہ دو مرتبہ طلاق دیچکا ہے اور یہ فسخ حکم طلاق مین نہین ہے اور بعد اس ارتداد کے جو
دو مرتبہ طلاق اوسنے کہا اوسکا بوجہ نہ باقی رہنے نکاح کے اعتبار نہوا بنا علیہ از سر نو
سلام لاکے وہ شخص تجدید نکاح کر سکتا ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات

محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات]

استفتا مشتمل بر چہار مسئلہ

مسئلہ اول طلاق لغت عربی ہے معنی اسکے چھوڑ دینے کے ہین پس اس صورت مین اگر کوئی زوج اپنی زوجہ کو بلغت ہندی کہے کہ مینے تجکو چھوڑ دیا اور پھر زوج عرصہ ایک سال یا دو سال تک نان و نفقہ یا اور کسی طور سے پرسان حال زوجہ مذکورہ کا نہوا تو ایسی حالت مین زوجہ پر طلاق واقع ہوگا یا نہین

مسئلہ دوم جبکہ زوج نے اپنی زوجہ کو گھر سے اپنے نکال دیا اور آپ سفر دور و دراز چلا گیا اور زوجہ اپنے مان باپ کے گھر چلی آئی اور عرصہ دو سال یا زیادہ گذر گیا زوج کبھی پرسان حال نان و نفقہ یا خط کتابت سے زوجہ کا نہوا پس آیا ایسی حالت مین زوجہ کے والدین کو اختیار ہوگا کہ نکاح کو جو کہ زوج مذکور سے ہوا ہے فسخ کر کے اپنی لڑکی کا نکاح کسی دوسرے مرد سے کر دوین یا نہین بینوا توجروا

مسئلہ سوم زن منکوحہ اپنے خاوند کے گھر سے نکل جاوے اور بازار عام زنا ہر ایک کے ساتھ کرتی ہو اور یہی کسب شعار ہو یہ بات بخوبی ہر کس خرد و کلان پر بلکہ اوسکے زوج پر معروف و معلوم ہو جاوے اور اسکو عرصہ پانچ سات برس کا گذر جاوے زوج مذکور کو زن مذکورہ سے کچھ سروکار نہین ہو اگرچہ زوج موجود الیہ طلاق دینے سے انکار کرتا ہو تو ایسی حالت مین عورت مذکورہ مطلقہ ہوگی یا نہین اور قابل دین مہر پانے کے ہوگی یا نہین

مرسلہ مولوی [illegible] صاحب [illegible] ۱۲۹۶ ہجری

مسئلہ چہارم جبکہ زن منکوحہ بلا اجازت شوہر کے گھر سے شوہر کے نکل کر اپنے ماں باپ کے گھر یا ایک قریہ سے دوسرے قریہ مین چلی جاوے تو آیا ایسی حالت مین دین مہر زوجہ مذکورہ کا جو کہ اوپر ذمہ زوج اوسکے کے فرض ہے باطل ہو گا یا نہین

ہو المصوب جواب سوال اول اس لفظ سے کہ ہمنے تجکو چھوڑ دیا کہ معنی صریح طلاق کے ہین طلاق واقع ہو جاویگی جواب سوال دوم اس صورت مین نکاح دوسرا نہین ہو سکتا جبتک کہ شوہر طلاق نہ دیوے جواب سوال سوم ایسی حالت مین بغیر طلاق دینے شوہر کے زن مطلقہ نہوگی اور مہر اوسکا شوہر پر واجب الادا ہوگا جواب سوال چہارم ایسی حالت مین نان و نفقہ عورت کا ذمہ شوہر سے ساقط ہو جاویگا لیکن دین مہر ساقط نہوگا واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا زید نے اپنی عورت مدخولہ سے کہا لفظ واحد مین طلاق ہی طلاق ہی طلاق ہے تب اوس سے پوچھا کہ تمنے کتنی طلاق دی ہین تب اوسنے جواب دیا کہ صرف ایک طلاق کی تائید مین باقی لفظون کو مین نے ادا کیا ہے اب اوسکی عورت پر کے طلاق واقع ہوئی

ہو المصوب اس صورت مین اوسکی تصدیق فیما بینہ و بین اللہ کیجاویگی لیکن قاضی اوسکو تسلیم نکریگا درمختار مین ہے کرر لفظ الطلاق وقع الکل وان نوی التاکید دین انتہی واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا ایک شخص کی چار بیبیان ہین ایک مکان مین چارون موجود ہین دروازہ بند تھا شوہر نے باہر سے پکارا کسی بی بی نے اندر سے جواب دیا اور جواب دیکر خاموش ہوگئی صبح کو مرد نے کہا کہ جس بی بی نے جواب دیا اوسکو تین طلاق ہین عورتون سے پوچھا کہ کسنے جواب دیا تھا ہر ایک نے انکار کیا اب کس پر طلاق واقع ہوا بینوا توجروا

ہو المصوب اس صورت مین سب سے وطی کرنا بسبب اشتباہ کے حرام ہے جبتک کہ تعیین مطلقہ کی معلوم نہو اشباہ مین ہے الاصل فی الابضاع التحریم فاذا تقابل فی المرأۃ حل و حرمۃ غلبت الحرمۃ ولہذا لا یجوز التحری فی الفروج واذا طلق احدی نسائہ بعینہا ثلاثا ثم نسیہا ولذالک ان میز کل من الاواحدۃ لم یسعہ ان یقربہا حتی انہا غیر المطلقۃ انتہی اور یہی اوسمین دوسے

مقام مین ہے لو اختلطت زوجتہ بغیرہا فلیس لہ الوطی ولا بالتحری انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور بعد نکاح کے چھ مہینے تک ہندہ زید کے مکان پر رہی ابعد اسکے بطیب خاطر میکے مین آئی پھر جتنے مرتبہ زید نے بلانے کیواسطے آدمی ہندہ کے پاس بھیجا ہر بار والد ہندہ نے کسی نہ کسی حیلہ سے ٹالدیا حتی کہ ایک سال اسی لطائف الحیل مین گذر گیا بالآخر بحالت مجبوری زید نے بعدالت منصفی نالش رخصتی کی دائر کی اور والد ہندہ نے درخواست خلع اور تفریق کی اوسی عدالت مین کی حالانکہ زید مین کسی نوع کا عیب جو موجب خلع و تفریق ہو نہین پایا جاتا بجز شرارت ہندہ یا والد ہندہ کے دوسری وجہ معلوم نہین ہوتی اور نہ زید خلع و تفریق پر راضی ہے پس ایسی صورت مین حاکم عدالت جبراً خلع و تفریق کرادینے کا مجاز ہے اگر مجاز ہے تو بشرط تراضی طرفین یا صرف برضای ہندہ اگرچہ زید راضی نہو بینوا بسند الکتاب توجروا یوم الحساب

ہو المصوب چونکہ خلع طلاق بائن ہے اور طلاق بغیر رضای شوہر کے اور اوسکے تکلم کے ساتھ الفاظ طلاق کے نہین واقع ہو سکتا ہے پس ایسے ہی خلع بھی بغیر رضا و قبول شوہر نہین ہو سکتا ہے فتاوی عالمگیریہ مین ہے شرطہ شرط الطلاق وحکمہ وقوع الطلاق البائن کذا فی التبیین انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے اپنی عورت کو حالت غضب مین کہا کہ مین نے طلاق دیا مین نے طلاق دیا مین نے طلاق دیا پس اس تین بار کہنے سے تین طلاق واقع ہونگی یا نہین اور اگر حنفی مذہب مین واقع ہون اور شافعی مین مثلاً واقع نہون تو حنفی کو شافعی مذہب پر اس صورت خاص مین عمل کرنیکی رخصت دیجاویگی یا نہین

ہو المصوب اس صورت مین حنفیہ کے نزدیک تین طلاق واقع ہونگی اور بغیر تحلیل کے نکاح نہ درست ہوگا مگر بوقت ضرورت کہ اوس عورت کا علیحدہ ہونا اوس سے دشوار ہو اور احتمال مفاسد زائدہ کا ہو تقلید کسی اور امام کی اگر کریگا تو کچھ مضائقہ نہوگا نظیر اوسکی مسئلہ نکاح زوجہ مفقود و عدت ممتدۃ الطہر موجود ہے کہ حنفیہ عند الضرورۃ قول امام مالک پر عمل کرنیکو

درست رکھتے ہین چنانچہ رد المحتار مین مفصلاً مذکور ہے لیکن اولی یہ ہے کہ وہ شخص کسی عالم شافعی سے استفسار کرکے اوسکے فتوے پر عمل کرے واللہ اعلم حررہ محمد عبد الحی عفی عنہ

۱۲۱۳ استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین و مفتیان شرع متین کہ مریم مدعیہ باظہار وقوع سہ طلاق مغلظہ بدعوی تفریق ذات خود از زوجیت مدعی علیہ بنام جمنہ مدعا علیہ عدالت مین دعویدار ہوئی مدعی علیہ نے دینے طلاق سے انکار کیا اور کہا کہ اگر مین طلاق دیتا بالضرور کوئی شخص ایک برادری سے واقف ہوتا اور مین دستاویز فارخطی مدعیہ کو لکھدیتا نقدا جانب مدعیہ سے چھ گواہ تین مندرجہ عرضی دعوی اور تین غیر مندرجہ عرضی دعوی عدالت مین پیش ہوئے جو تین گواہ مسمیان بیر بخش و چندا و یاد اللہ مندرجہ عرضی دعوی بعدالت مین مسموع ہوئے انھون نے ہنگام ادای شہادت بدین تصریح باضافت الی الزوجہ کہ ای مریم مین نے تجھے طلاق دی ای مریم مین نے تجھے طلاق دی ای مریم مین نے تجھے طلاق دی بحوالۂ بیان مدعی علیہ طلاق دہندہ بلفظ استشہاد ادای شہادت کے اور تین گواہ مسمیان الہی بخش و مہبوط و مکھن جو غیر مندرجہ عرضی دعوی تھے منجملہ اونکے مسمی الہی بخش وہ شخص ہے جسکا نام باظہار مریم مدعیہ لکھا ہے اور مہبوط وہ شخص ہے جسکی نسبت خود مدعی علیہ نے روبروی حاکم عدالت یہ کہا کہ اوس سے اس مقدمہ مین نسبت وقوع و عدم وقوع طلاق استفسار کیا جائے غرض سہ گواہ مرقوم الصدر نے روبروی حاکم عدالت بلفظ اشہد بدین عبارت بحوالۂ کلام مدعی علیہ طلاق دہندہ کہ اے مریم مین نے تجھے طلاق دی اے مریم مین نے تجھے طلاق دی بخطاب الی المریم زوجہ خود مریم زوجہ اپنی کو طلاق دی فقط حاکم عدالت نے بعد سماعت شہود مذکور الصدر جنکا بیان حسب تصریح بالا مندرجہ اظہار ہے بنظر ثبوت وقوع طلاق از جانب مدعی علیہ بمدعیہ حسب شہادت شہود بتفریق ذات مدعیہ از زوجیت مدعی علیہ حکم دیا ہنگام رجوع مرافعہ منجانب مدعی علیہ حاکم مرافعہ نے رای عدالت مسترد کرکے اپنے فیصلہ مین وجہ استرداد یہ ظاہر کی کہ منجملہ سہ کس گواہ مدعیہ مندرجہ عرضی دعوی مسموعۂ عدالت بیر بخش گواہ نے عدالت مین الفاظ طلاق زبانی مدعی علیہ اسطرح ظاہر کیے کہ اے مریم مین نے تجھکو طلاق دی و ہر سہ موقع زبانی طلاق دہندہ بجای لفظ تجھکو تجھے کہا اور چندا گواہ نے عدالت مین بیان الفاظ طلاق کہ جا مریم مین نے طلاق دی و ہر سہ موقع بجاے لفظ جا لے بیان کیا بصورت ہذا

از رامپور جمادی الاولی سنہ ۱۳۰۶ھ

یہ تنزل بیانی اونکے موجب بطلان شہادت ہے باقی رہا بادالله ایک گواہ شرعا نصاب شہادت
نہین ومنجملہ عکس گواہ غیر مندرجہ عرضی دعوی مٹھو گواہ نے عدالت مین الفاظ طلاق زبانی مدعا علیہ
اسطور بیان کیے کہ اے مریم مین نے تجھکو طلاق دی وہر سہ موقع لفظ ای نکہا و بجای لفظ تجھکو
تجھے کہا اور الٰہی بخش گواہ نے بھی مطابق بیان مٹھو مخالفت کی اب بلحاظ اظہار صورت نزاعی
وتشریح بیان شہود وتبیین تجویز حکام ماتحت بخدمت علمای دین یہ التماس ہے کہ اس مقدمہ مین
تجویز حاکم عدالت باثبات طلاق حسب بیان شہود شرعا صحیح ہے یا نہین اور جو حاکم مرافعہ نے
بوجوہ مصرحۃ الصدر رای عدالت مسترد کی نسبت اونکے شرعا کیا حکم ہے آیا وہ مستلزم نقصان
شہادت شہود حسب قاعدہ شرع درباب ثبوت ووقوع طلاق ہین یا نہین جواب اسکا بتصریح
روایات کتب مستندہ فقہیہ مرحمت ہو بینوا توجروا

جواب صورت مسئول عنہا مین تجویز حاکم عدالت باثبات طلاق حسب شہادت شہود
مدعیہ شرعا صحیح ہے اور اعتراض حاکم مرافعہ درباب نقصان شہادت وتجویز اونکی متضمن استرداد
فیصلۂ عدالت ہر آئنہ غیر صحیح اسلیے کہ لفظ طلاق دی مین نے تجھکو یا تجھے ترجمہ طلقتک منجملہ
الفاظ طلاق صریح کے ہے ہدایہ مین لکھا ہو الطلاق علی ضربین صریح وکنایۃ فالصریح قولہ انت
طالق ومطلقۃ وطلقتک الخ اور جبکہ اضافت لفظ طلاق کی زوجہ کی طرف شوہر عاقل بالغ کی
جانب سے پائی گئی تو طلاق واقع ہو گئی باین روایت ہدایہ وغیرہ واذا اضاف الطلاق الی جملتہا
او الی ما یعبر بہ عن الجملۃ وقع الطلاق لانہ اضیف الی محلہ مثل ان یقول انت طالق لان التاء ضمیر
المراۃ اور فتاوی حمادیہ کی روایت سے بھی یہ مدعا ثابت ہے اوسمین لکھا ہے من الجواہر رجل
قال لامراتہ تراایک طلاق یک طلاق بغیر حرف العطف وہی مدخول بہا طلقت ثلثا
لقولہ انت طالق طالق طالق انتہی اور ای مریم مین نے تجکو طلاق دی یا تجھے طلاق دی اور لفظ
جامریم مین نے تجھکو یا تجھے طلاق دی یا مثل اسکے جسمین اضافت طلاق کی پائی جاوے سبکا
ایک ہی مطلب ہے جس سے طلاق واقع ہو گئی لفظ ای اور لفظ جا کو بحالت پائے جانے اضافت
صریح لفظ طلاق کے ایقاع طلاق مین کچھ مداخلت نہین صرف اضافت طلاق ہے بے لحاظ آنے دیگا
شوہر کی طلاق ہے تا اینکہ نیت کی بھی ضرورت نہین ظاہر ہے کہ اگر کہا جا اسے ہندہ یا جا ہندہ

بے اضافت لفظ طلاق کے اسکی طرف تو مجرد اس لفظ کہنے سے طلاق واقع نہوگی پس مدار وقوع
صرف اثبات اضافت طلاق ہی پر ہے لفظ اَئی او جا کا کہنا اور نہ کہنا دونون برابر ہے تصدیق
اس مدعا کی اس عبارت حموی شرح اشباہ سے بخوبی ہوتی ہے مجرد ندائہا باسمہا لا یکفی فی وقوع
طلاقہا عندنا یعنی توضیحہ انہ لو قال ان قدم زید یا زینب فانت طالق یا فاطمۃ مثلا کان قولہ فانت
طالق جزاء قولہ ان قدم زید فیتعلق طلاق زینب بقدومہ وصرح فیہا بی لفظ یقع الطلاق علی فاطمۃ
عند الثیہ لان قولہ یا فاطمۃ لا یصح الایقاع بہ کذا قیل اقول وقع بقولہ انت طالق حیث نواہا بہ
کما نوی زینب انتہی پس اثبات طلاق کے لیے بیان اتفاقی گواہون کا نقل مقولہ شوہر طلاق دہندہ
مین بلفظ مریم مین نے طلاق دی تجکو یا تجھے کہ دونون کا حاصل ایک ہے شرعا کافی اور وافی ہے
ائی اور جا کے بیان کی ضرورت نہین اندرین صورت بعض گواہ نے جو تعبیر مقولہ شوہر طلاق
دہندہ کی باین عبارت کی کہ ائی مریم مین نے تجکو طلاق دی یا تجھے طلاق دی اور دوبارہ بہ تبدیل
باین عبارت تعبیر کی کہ جا مریم مین نے تجکو یا تجھے طلاق دی اور بعض گواہ نے باین عبارت تعبیر کی
کہ مریم مین نے تجھکو طلاق دی اور بر موقع لفظ ائی نہ کہا و بجاے تجکو تجھے ظاہر کیا یعنی مریم مین نے
تجھے طلاق دی یہ سب گواہ اصل شہادت اثبات طلاق بالاضافت مین جو مثبت طلاق ہی
متفق اللفظ والمعنی ہین اختلاف صرف نقل لفظ ائی و لفظ جا و نیز لفظ تجکو و تجھے مین ہے کہ دونون کا
حاصل خطاب ہے اور دونون ایک ہی معنی مین بولے جاتے ہین اور بیان لفظ ائی اور لفظ جا کا
ایک امر زائد و غیر ضروری ہے سبب شہادت داخل شہادت مین داخل نہین اور نیز لفظ مریم مین نے
تجکو طلاق دی موافق و ہم معنی لفظ ائی مریم مین نے تجھے طلاق دی بحذف حرف ندا کے ہے اور
حذف ندا کی صورت مین بھی معنی ندا کے مقدر کیے جاتے ہین قال اللہ تعالی یوسف اعرض عن ہذا
ائی یا یوسف اعرض عن ہذا کذا فی التفاسیر اور شرعا اختلاف شہادت کا غیر سلب شہادت
غیر اصل شہادت یعنی امر زائد غیر ضروری ممکن التوفیق مین مانع قبول شہادت نہین ہے بلکہ مثبت اصل
مدعا ہے کفایہ شرح ہدایہ مین لکھا ہے الاختلاف فیما لیس من صلب الشہادۃ اذا کان علی وجہ یمکن
التوفیق لا یمنع قبول الشہادۃ انتہی اور فصول عمادی مین لکھا ہے القاضی اذا سال عن الشہود قبل
الدعوی عن لون الدابۃ المدعاۃ فقال واحد منہم عند الدعوی شہد وا علی خلاف ذلک اللون تقبل لان

القاضی فسال الشاهد عما لایکاف الشاهد بیانه فکان ذکره وعدمه بمنزلة انتهی اور ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے
اکثر کتب معتبرہ فقہیہ سے بالجملہ تمامی روایات معتبرہ منقولہ سے واضح ہے کہ صورت مسئول عنہا مین
تجویز حاکم عدالت کے متضمن اثبات طلاق وتفریق مدعیہ شرعا صحیح ہے اور اعتراض حاکم مرافعہ
ہرگز مستلزم نقصان شہادت شہود مدعیہ نہین پس تجویز اونکی بابت استرداد فیصلہ عدالت
ہرآینہ غیر صحیح ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم

ہو المصوب فی الواقع اس صورت مین حکم وقوع طلاق صحیح ہے اور اختلاف شہود امور زائدہ
مین مضر نہین تنقیح فتاوی حامدیہ مین ہے فی الانقروی الشهادة لو خالفت الدعوی بزیادة لا یحتاج
الی اثباتها او نقصان کذلک فان ذلک لا یمنع قبولها انتهی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی
ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

۳۴۳
استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین اس مسئلہ مین کہ ترمذی کے باب ماجاء فی الخلع
مین ہے عن الربیع بنت معوذ بن عفراء انها اختلعت علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فامرها
النبی صلی اللہ علیہ وسلم او امرت ان تعتد بحیضة وعن ابن عباس ان امرأة ثابت بن قیس اختلعت
من زوجها علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامرها النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان تعتد بحیضة بعد اسکے
یہ عبارت لکھی ہے واختلف اهل العلم فی عدة المختلعة فقال اکثر اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم
وغیرهم ان عدة المختلعة عدة المطلقة وهو قول الثوری واهل الکوفة وبه یقول احمد واسحق وقال بعض اهل العلم
من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرهم عدة المختلعة حیضة قال اسحق وان ذهب ذاهب الی هذا فهو مذهب
قوی اور کتب فقہ مین عدۃ مختلعہ کی مثل عدۃ مطلقہ کے ہے اس صورت مین بموجب حدیث نبوی
وعمل صحابہ مختلعہ کے عدۃ ایک حیض ہوگی جیسا حدیث ربیع وابن عباس وعمل بعض اہل علم سے
ثابت ہوتا ہے یا تین حیض جیسا عمل اکثر اہل علم وفقہا کا ہے بینوا توجروا

ہو المصوب موطا امام مالک مین جمہان اسلمی سے مروی ہے ان ام بکر الاسلمیة اختلعت
من زوجها عبد اللہ بن اسید ثم اتیا عثمان فقال هی تطلیقة الا ان تکون سمت شیئا فهو علی ما سمت
انتہی اور مصنف عبد الرزاق مین سعید بن المسیب سے مروی ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعل
الخلع تطلیقة بائنة انتہی فتح القدیر مین ہے مراسیل سعید لها حکم الوصل الصحیح لانه من کبار التابعین

وکبار التابعین قبل ان یرسلوا الا عن صحابی وان الفو مغیرہ نادر انقص ثقۃ انتہی اور سنن دار قطنی

وبیہقی اور کامل ابن عدی میں بسند ضعیف ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

جعل الخلع تطلیقۃ بائنۃ انتہی اور صحیح بخاری میں قصہ خلع ثابت بن قیس واونکی زوجہ میں مروی ہے

انہ صلی اللہ علیہ وسلم اقبل الحدیقۃ وطلقہا انتہی ان اخبار وآثار سے یہی ثابت ہے کہ خلع حکم طلاق

میں ہے پس لا بد عدت اوسکی عدت طلاق ہوگی او ظاہر قران بھی اس امر پر دال ہے اور حدیث

تعتد بحیضۃ نص صریح اسکے مخالف میں نہیں ہے بسبب احتمال اسکے کہ تنوین حیضۃ کی تنوین نوع ہو

واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

(۱۲)

استفتا بسم اللہ الرحمن الرحیم ہم سب جماعت مسلمین سکنہ معسر بگھور بخدمت عالیجناب خیر و برکت مآب

جامع الکمالات واقف الحادیث والآیات علامۂ نبیل محدث جلیل امام المسلمین مقتدام المومنین صاحب الدلیل

القوی سالک الطریق المستوی جامع الاختلاف محب الانصاف مولانا و مولوی الاحناف حضرت

ابو الحسنات الحاج المولوی الحافظ المفتی الواعظ الشیخ محمد عبد الحی اللکھنوی دام بالفیض الصوری

والمعنوی کے بصد عجز و نیاز عرض پرداز ہیں کہ اس مسئلہ میں ہم سبھون کا جناب عالی کے فتوی پر

فیصلہ ٹھہرا ہے اور یہان کے علما نے حضور کی تحریر پر اتفاق کیا ہے وہ یہ ہے کہ زید نے بیوی کو

ایک مجلس میں تین مرتبہ کہدیا کہ تجہیر طلاق ہے طلاق ہے لیکن اوسنے غصے میں بلا نیت

ایقاع طلاق ثلاثہ اور بدون سمجھے معنی اور حکم اس الفاظ کے کہا ہے پس اس صورت میں طلاق ثلاثہ

واقع ہوگی یا نہیں یہان دو جماعتیں ہوگئی ہیں ایک جماعت کہتی ہے کہ مطابق حکم ظاہر احادیث کے

واقع ہونگی اور ایک جماعت کہتی ہے کہ موافق تحقیق فقہائے محدثین کے واقع ہونگی پس آپ فرماوین

کہ اس بارے میں چارون مذاہب کا کیا اختلاف ہے یا اسکے واقع ہونے پر مجتہدین اربعہ کا اتفاق ہے

اور اسپر حدیث سے کیا سند ہے اور نہ واقع ہونے پر کونسی حدیث دلالت کرتی ہے اور پھر

اس حدیث میں کیا علت تھی اور کونسی حدیث اسکی معارض ہوئی جو اہل مذہب نے

چھوڑ دیا فقہ اور حدیث سے سب کے دلائل مع جرح و تعدیل رواۃ حدیث طرفین کے تحریر کیجیے

اور جو امر مفتی بہ ہے کہدیجیے کہ بجنسہ چھپکر شائع ہوگا اور آپکو اسمین اجر ملیگا

ہو المصوب جو شخص تین طلاق دیوے اور مقصود اوسکو دونون مرتبہ اخیر سے تاکید ہو

پس اس صورت میں بمذہب جمہور صحابہ و تابعین و ائمہ اربعہ و اکثر مجتہدین و بخاری و جمہور محدثین
تینوں طلاق واقع ہو جاوینگی البتہ بوجہ ارتکاب خلاف طریقہ شرعیہ کے گناہ لازم ہوگا موطا
امام مالک میں مروی ہے ان رجلا قال لابن عباس انی طلقت امرأتی مائة تطليقة فماذا ترى علي
فقال له ابن عباس طلقت منك بثلاث وسبع وتسعون اتخذت بها آيات الله هزوا اور بھی طحاوی میں
ہے ان رجلا جاء الى ابن مسعود فقال انى طلقت امرأتى بمائة تطليقات فقال ابن مسعود فماذا قيل
لك قال قيل لي انها قد بانت مني فقال ابن مسعود صدقوا آه اور سنن ابو داود میں مروی ہے
طلق رجل امرأته ثلاثا قبل ان يدخل بها ثم بدا له ان ينكحها فجاء يستفتي عبد الله بن عباس وابا هريرة
في ذلك فقالا لا نرى ان تنكحها الا ان تنكح زوجا غيرك قال فانما طلاقي اياها واحدة فقال ابن عباس
انك ارسلت ما كان لك من فضل اور مصنف عبد الرزاق میں عبادة بن الصامت سے مروی ہے
ان اباه طلق امرأة الف تطليقة فانطلق عبادة فسأل عنه فقال رسول الله بانت بثلاث في
معصية الله وبقي تسع مائة وسبعة وتسعون عدوان ظلم ان شاء عذبه وان شاء غفر له اور ایسا ہی
حکم حضرت عثمان رض اور حضرت علی رض سے وکیع نے روایت کیا ہے اور حضرت عمر رض کا اسی امر پر
اہتمام کرنا اور تینوں طلاق کے وقوع کا حکم دینا اگرچہ ایک جلسہ میں ہوں صحیح مسلم وغیرہ میں
مروی ہے اور یہی قول موافق ظاہر قرآن کے ہے باقی وہ حدیث جو صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے
كان الطلاق على عهد رسول الله وابي بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر ان الناس
قد استعجلوا في امر كان لهم فيه اناة فلو امضيناه عليهم فامضاه عليهم پس اوسکی تاویل جمہور محدثین و فقہا کے
نزدیک یہ ہے کہ اوائل میں تین مرتبہ طلاق کی لفظ اگر کہتے تھے تو اوس سے تاکید منظور ہوتی تھی
اسوجہ سے وہ ایک ہی طلاق ہوتا تھا نہ یہ کہ تین لفظ سے تین طلاق بھی مقصود ہوں اور پھر
وہ ایک ہی ہووے کذا ذکرہ النووی وابن الہمام وغیرہما واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی
ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

سوال ۳۴۵

استفتا کوئی جاہل اپنے شوہر کو بحالت غصہ باپ یا بیٹا کہے اس حیثیت سے کہ طلاق
بائن لفظ ہوتی ہے یا کہ شوہر اوسکا اپنی عورت کو ماں یا بیٹی بنا دے بائن نیت کہ طلاق
بائن لفظ ہوتی ہے پس یہ داخل طلاق ہے یا نہ

ہو المصوب عورت اگر ایسے کلمات کہے تو لغو ہو مگر شوہر اگر یہ کلمات کہے اور ارادہ طلاق کا کرے تو طلاق کا حکم دیا جاویگا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی | محمد عبد الحی ابو الحسنات |

استفتا ۳۴۶ ایک شخص نے بحالت غصہ اور خصومت زوجہ سے کہا کہ تو میری ماں بہن ہے اور بہن ہے اور تو چلی جا مین تجکو اپنے گھر مین نہ رکھونگا اور یہ بھی کہا کہ اگر تجکو رکھون تو جیسے ماں بہن کو رکھون تو اس صورت مین کیا حکم ہے بینوا توجروا

ہو المصوب اس صورت مین اگر نیت طلاق کی کی ہو حکم وقوع طلاق کا ہوگا فتاوی عالمگیریہ مین ہے ولو قال ابعدی عنی ونوی الطلاق یقع کذا فی فتاوی قاضیخان ومن الکنایات تنحی عنی وتحوت منی کذا فی فتح القدیر واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا ۳۴۷ کیا حکم شریعت ہے اس مسئلہ مین کہ اگر کوئی شخص عاقل بالغ حالت مرض موت اپنے مین زوجہ اپنی کو جو کہ دوسرے شہر مین ہو روبرو چند اشخاص کی طلاق دیوے تو طلاق واقع ہوگا یا نہیں اگر ہوگا تو زوجہ اوسکی مستحق ارث ہوگی یا نہ اگر ہوگی تو یہ امر کسی نص صریح سے ثابت ہے یا نہ اگر ہے تو تصریح اوس نص کی کیجاوے اگر نہیں ثابت ہے تو صحابۂ کرام کی رائے سے یہ مسئلہ ثابت ہوگا پس کل صحابہ اجمعین متفق ہے ہین یا بعض نے خلاف اسکے فتوی دیا ہے پھر ائمہ اربعہ کی رای اس مسئلہ مین کیا ہے اور آخر الامر تحقیق کیا ہے بتفصیل جواب مرقوم ہو

ہو المصوب اس مسئلہ مین صحابہ اور تابعین وائمہ مجتہدین کا اختلاف واقع ہے عینی نے شرح ہدایہ مین چند قول لکھے ہین

قال فیہ الاول انہ لا یقع طلاق المریض مرض الموت حکاہ ابن حزم عن عثمان الثانی یقع وترثہ بشرط قیام العدۃ وہو قول عمر وابنہ وابن مسعود وابی بن کعب وعائشۃ وبہ قال المغیرۃ والنخعی وابن سیرین وعروۃ وشریح والثوری وحماد بن ابی سلیمان واصحابنا الحنفیۃ الثالث ترثہ ما لم تتزوج زوجا غیرہ وان انقضت عدتہا وہو قول ابن ابی لیلی واحمد واسحق الرابع ترثہ وان تزوجت عشرۃ ازواج وبہ قال مالک واللیث فی روایۃ الخامس ترثہ دیر ثہا وبہ قال الحسن البصری السادس ان صح منہ ثم مات من غیر آثار المرض ترثہ عند الثوری والزہری والاوزاعی واحمد واسحق ترثہ ان مات قبل انقضاء عدتہا منہ السابع ترثہ وترثہا ما کان فی العدۃ وہو قول عروۃ الثامن ترثہ وتنتقل عدتہا الی عدۃ الوفاۃ ما لم تنکح وبہ قال الشعبی التاسع ... من ... عشر العاشر ترثہ قبل الدخول ولیس علیہا العدۃ وہو قول الحسن ... اسلم الاصیل الدخول ولا العدۃ وہو قول الظاہریۃ واحمد بن الشافعی فی القدیم عندہ الزوجۃ فارۃ فی المرض ... اقوال الاول مثل قولنا الثانی مثل قول احمد الثالث مثل قول مالک انتہی ملخصا اور مبسوط

[illegible]

امام محمد مین ہے اخبرنا مالک اخبرنا الزہری عن طلحة بن عبد الله بن عوف ان عبد الرحمن بن عوف طلق امرأته
وہو مریض فورثها عثمان منه بعد ما انقضت عدتها اخبرنا مالک اخبرنا عبد الله بن الفضل عن الاعرج عن عثمان
انه ورث نساء ابن مکمل منه کان طلق نساءه وہو مریض قال محمد یرثنه ما دمن فی العدة فاذا انقضت العدة قبل
ان یموت فلا میراث لهن وكذلك ذكر هشيم بن بشير عن المغيرة الضبي عن ابراهيم النخعي عن شريح انه كتب اليه عمر بن الخطاب
فی رجل طلق امرأته ثلثا وہو مریض ان ورثها ما دامت فی عدتها فاذا انقضت عدتها فلا میراث لها وهو
قول ابی حنیفة والعامة من فقهائنا انتهی والله اعلم حرره الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات
محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

واقعی طلاق واقع ہوگا اور زوجہ اندر عدت کے مستحق ارث ہوگی اور ائمہ اربعہ رض کی رای اس مسئلہ مین مختلف ہے
اور حضرات حنفیہ کرام نے امر مذکور پر فتوی دیا ہے اور یہی قول ہے حضرات عالی درجات عمر بن خطاب اور ابن عمر اور
ابن مسعود اور ابی بن کعب اور عائشہ رض اور مغیرہ اور نخعی اور ابن سیرین اور عروہ اور شریح اور ثوری اور
حماد بن ابی سلیمان علیہم رضوان الرحمن کا واللہ علیم حررہ ابو الاحیاء محمد نعیم عفی عنہ سنہ ۱۳۰۵ھ رجب

صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ نظام الدین احمد عفا عنہ اللہ الاحد

نظام الدین احمد

۱۲۹ استفتا کیا ارشاد فرماتے ہین علمای دین و مفتیان شرع متین بیچ اس صورت کے
کہ مثلا زید نے اپنی زوجہ سے کہا کہ مجکو تجھسے کچھ کام نہین ہے بعد چند مدت کے بکر سے کہا کہ ہماری
شادی کرادو بکر نے کہا کہ تمہاری ایک بی بی تو موجود ہے اب شادی کیون کروگے زید نے کہا کہ مین نے
اپنی بی بی کو طلاق دیا ہے تب بکر نے ایک مجمع عام مین اپنی برادری سے کہا کہ زید نے اپنی بی بی کو
طلاق دیا ہے تب لوگون نے اوسکو بلا کر پوچھا کہ آیا تو نے اپنی بی بی کو طلاق دیا ہے زید نے کہا کہ ہان
اس صورت مین زید کے پہلے کلام سے طلاق رجعی ثابت ہوا بطریق انشا کے پھر ایک بار بطریق اخبار کے
پھر لفظ ہان کا بکلمہ ایجاب ہے پس یہ سب طلاق مغلظہ ہونگے یا نہ اور تفسیر احمدی مین ہے کہ تین طلاقین خواہ
رجعی ہون خواہ بائن خواہ صریح خواہ کنایہ مغلظہ ہوتی ہین جیسا کہ یہ عموم مفید تغلیظ کا ہے ویسا ہی
بطریق اخبار اور بطور انشا مفید تغلیظ ہوگا یا نہوگا بینوا بسند الکتاب توجروا من اللہ الوہاب
ہو المصوب بیچ صورت مسئولہ کے زید کی اس لفظ سے کہ مجکو تجھسے کچھ کام نہین ایک طلاق بائن واقع ہوا فتاوی
عالمگیریہ مین ہے لو قال لم یبق بینی و بینک عمل ونوی یقع کذا فی العتابیة انتہی اور خبر طلاق سے

اور جواب استفہام سے دوسرا طلاق نہین واقع ہوا عالمگیریہ مین ہے لو قال لامرأته انت طالق فقال له رجل ما قلت فقال طلقتها او قال قلت هي طالق فهي واحدة في القضاء كذا في البدائع انتهى اور رد المحتار مین ہے لا حاجة الى جعله انشاء متى امكن جعله خبرا عن الاول بس اس صورت مین تجدید نکاح لازم ہے اور حاجت تحلیل کی نہین واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ زید نے اپنی زوجہ کو غیر وطن مین طلاق دیا اور اوس زوجہ نے بعد چند روز کے مسمی بکر کے ساتھ اپنا نکاح ثانی کیا مگر اوسکو نان و نفقہ نہین دیتا تھا بلکہ وہ خود اپنی محنت و مشقت سے پیدا کرکے کھاتی تھی تھوڑے دن کے بعد بکر نے چند آدمیون کی موجودگی مین اوس سے یہ کہا کہ مین تیرا منہ نہ دیکھونگا اور اگر ایسا ہو تو مین اپنے باپ کا نہین ہون تو تیرے نکٹ آؤنگا یہ کہکر کسی طرف چلا گیا آیا طلاق واقع ہوئی یا نہین

ہو المصوب صرف ان الفاظ سے طلاق واقع نہین ہوا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین اس مسئلہ مین کہ اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو لڑائی اور غصہ مین تین بار طلاق دے اور یہ کہے کہ تم اب بجای میری مان اور بہن کے ہو اور مجہسے کچھ واسطہ نہین اور بعد اسکے زوجہ و شوہر دونون جدا جدا ایک ماہ تک رہے پھر کچھ عرصہ کے بعد چند عزیزون نے آکر ملاپ کرا دیا اور جسطرح باہم رہا کرتے تھے رہنے لگے تو زوجہ اس صورت مین عقد سے باہر تو نہو جائیگی اور اگر عقد سے باہر ہو جائیگی تو اوسپر کیا حکم شرع ہوگا

ہو المصوب اس صورت مین زوجہ شوہر پر حرام ہو گئی اور اب وہ نکاح بھی اوسکے ساتھ نہین کر سکتا جب تک وہ عورت شوہر ثانی نکرے اور وہ بعد صحبت کے طلاق نہ دیوے اور جو لوگ باعث ملاپ کے ہوے وہ گنہگار ہوے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

استفتا کیا فرماتے ہین علما اس مسئلہ مین کہ زید نے نو برس پہلے مرگ کے بیان کیا تھا کہ میری زوجہ جو اپنی مان کے گھر رہتی ہے مجھے اوس سے کچھ کام نہین ہے اور وہ میری

زوجیت مین نہین ہے بیس برس سے وہ مان کے پاس ہے بعد اوس بیان کے ایک وصیت نامہ لکھا اوسمین اوسنے ایک حصہ اوسکا بھی لکھا اور کہا کہ وہ میری زوجہ ہے اور سوا اسکے کوئی اور تنازع باہم زن وشوہر کا نہین واقع ہوا پس ایسی صورت مین وہ عورت مستحق میراث ہوگی یا مطلقہ قرار پاویگی

ہو المصوب یہ الفاظ زید کے کنایات طلاق سے ہین بدون نیت طلاق انمین طلاق نہ واقع ہوگا فتاوی عالمگیریہ مین ہے لو قال لم یبق بینی وبینک عمل ونوی یقع کذا فی العتابیہ انتہی اور بھی اوسیمین ہی لو قال لامرأتہ لست لی بامرأۃ او قال لہا انا بزوجک ان قال نویت الطلاق یقع الطلاق فی قول ابی حنیفہ انتہی اور اس صورت مین چونکہ زید نے بعد ان الفاظ کے وصیت نامہ مین اپنی زوجہ اوسکو قرار دیا اس سے معلوم ہوا کہ اون الفاظ سے مقصود طلاق نتہا پس وہ عورت مستحق میراث ہوگی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

۱۱۳۶۲

استفتا چہ میفرمایند علمای دین اندرین مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی جورو کے حق مین کسی اور سے کہا کہ میری جورو میری والدہ کی جگہہ ہے اور میرے کام کی نہین اب مجھسے کچھ واسطہ نہین اور دوسرے روز یہ کہا کہ وہ اپنے فعل کی مختار ہے مجھسے کچھ سروکار نہین پھر تیسرے روز یون کہا کہ وہ غیر مرد کے استعمال مین آئی ہے اب میرے کام کی نہین ان صورتون مین طلاق واقع ہوگی یا نہین

ہو المصوب اگر نیت طلاق کی کی ہے تو طلاق واقع ہوگا ورنہ نہین واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

۱۳۶۳

استفتا کیا ارشاد ہے علمای دین کا اس مسئلہ مین کہ عرصہ اٹھارہ برس کا گذرا کہ نکاح مسماۃ نواب بیگم کا ساتھ محمد ہادی خان کے منعقد ہوا تھا اور محمد ہادی خان نے بوجہ شغف وتعلق اپنے کے ساتھ عورت دوسری غیر کفو کے کبھی نواب بیگم زوجہ منکوحہ اپنی کی جانب التفات نہین کیا اور نہ کسی قسم کی خبر گیری کی اور نہ زوجہ مذکورہ کو اوسکی مادر کے گھر سے اپنے مکان مین طلب کیا بناء علیہ نواب بیگم مسطورہ ہمیشہ اپنی مادر کے پاس رہی اور اب تلک ہے عرصہ تخمینا سات آٹھ سال کا ہوا کہ مسمی رحیم بخش اور دو عورتین سنید انہون کہ روبرو محمد ہادی خان نے غصہ مین نواب بیگم سے کہا کہ ہمسے تمسے کچھ واسطہ نہین ہے تم اپنا نکاح جس شخص سے چاہو کرلو اور یہ کلام محمد ہادی خان کا شوہر قومہ نے اپنے کانون سنا اس صورت مین مسماۃ نواب بیگم پر طلاق واقع ہوئی یا نہین

ہو المصوب طلاق واقع ہوئی اگر شوہر نے نیت طلاق کی کی ہو واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

۲۵۴
استفتا کیا فرماتے ہیں علمای دین اس مسئلہ میں کہ زید کا مقروض بکر ہے اور بکر کی دختر ہندہ زید کے نکاح میں ہے زید نے اکثر تقاضا اپنے روپیہ کا بکر سے کیا مگر بکر نے صاف جواب نہ دیا اوسوقت زید نے اپنی بی بی سے کہا کہ اب تو تقاضہ میرے روپیہ کا اپنے باپ سے کر شاید تیرے کہنے سے دیدے ہندہ نے اپنے شوہر کی طرف سے اپنے باپ سے کہا لیکن ہندہ کا بھی یہ کہنا پذیرا نہوا پھر زید نے اپنی بی بی ہندہ سے کہا کہ تقاضہ روپیہ کا کر ہندہ نے کہا کہ مین ہرگز نکرونگی اوسوقت ہندہ غصہ مین بھی آگئی تھی جسوقت کہ زید نے دوبارہ تقاضہ روپیہ کے کہا تھا زید نے بھی غصہ مین آکر کہا کہ اگر مین کہون بھی تو اب تجھے ہرگز نہ کہنا اور اگر کہوگی تو تجھپر طلاق ہے بعد تھوڑے دنون کے زید کے دل مین یہ خیال آیا کہ اگر ہندہ اپنے باپ سے اب پھر کہے تو یقین ہے کہ روپیہ ملجاے مگر اس خیال سے نہین کہتا ہے کہ مین نے کلمہ طلاق کا اپنی زبان سے نکالا تھا اور ہندہ نے بھی اس گفتگوی خشم آلود کے بعد یقینا کچھ اپنے باپ سے نہین کہا اب اگر زید اپنی بی بی ہندہ سے کہے کہ تو تقاضہ روپیہ کا کر اور ہندہ تقاضہ کرے تو طلاق واقع ہوگی یا نہین بینوا توجروا

ہو المصوب اس صورت مین اگر ہندہ اپنے باپ سے دربارہ قرض کے کہیگی تو طلاق رجعی واقع ہوگا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

۲۵۵
استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین اس مسئلہ مین کہ زید کی شادی بکر کی لڑکی کے ساتھ ہوئی اور زید اپنی عورت کا روز نکاح سے آجتک کفیل ہے اور علاوہ کفالت کے زید کوئی نقص شرعی نہین رکھتا ہے مگر زید اور بکر ایک ہی مکان مین رہتے ہین اور عورت بکر اکثر کہا کرتی ہے کہ بکر نے لڑکیون کی تقدیر پھوڑ دی اور اگر کوئی امر زید کے خلاف مرضی ہوا اور زید اپنی عورت پر خفا ہوا تو زید سے بکر اور اوسکی عورت آمادہ جنگ ہوتے ہین آخر کار ایک روز وقت جنگ کے زید نے اپنی عورت سے کہا کہ مین نے تمکو آجتک کسی طرح کی اذیت کھانے یا کپڑے یا اور کسی امر کی نہین دی مگر تمھاری والدہ ایسا کہا کرتی ہین اور ہمسے زیادہ اس سے خدمت بھی ہو نہین سکتی ہے پس جو تمھاری والدہ کہین کرو ہمنے اور تمسے

کچھ واسطہ نہین ہے اور اوسیوقت پھر زید سے اور بکر اور بکر کی عورت سے تکرار ہوئی زید نے بکر اور اوسکی عورت سے کہا کہ مین زیادہ خدمت کر نہین سکتا اب تم وہ بات کرو جسمین تمھاری لڑکی کی تقدیر نہ پھوٹے ہمسے کچھ واسطہ نہین ہے اور یہ گفتگو چند مرتبہ زید نے کی پس اس حالت مین زید کی عورت اوسکے نکاح مین رہی یا نہین اور مہر زید کا حضرت بی بی فاطمہ رض کے مہر پر ہو کتنا روپیہ دینا چاہیے

ہو المصوب اس لفظ سے کہ ہمسے کچھ واسطہ نہین اگر مقصود زید کا طلاق دینا اور چھوڑ دینا زوجہ کا تھا تو تین طلاق واقع ہو گئین اور عورت اوسپر مطلقا حرام ہو گئی اور مقدار مہر حضرت فاطمہ رض ایک سو آٹھ روپیہ کچھ چاندی زائد ہے اوسکو چاہیے کہ ایک سو نو روپیہ ادا کرے

واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی | محمد عبد الحی ابو الحسنات |

کتاب المفقود

۳۶۵ استفتا کیا قول ہے علما کا اس مسئلہ مین کہ ایک شخص چار یا پانچ برس یا اس سے زائد ہوتے ہین کہ مفقود ہے اور اوسکی عورت جوان ہے اور خواہش مردکی اوسکو ہے اور نان نفقہ سے محتاج ہے اور اندیشہ اسکا ہے کہ زنا مین مبتلا ہو جاوے تو ایسی صورت مین امام مالک کے مسلک پر اوسکو عمل کر لینا چاہیے کہ جو مروی ہے حضرت عمر رض سے یا جو کہ فرمایا ہے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اور مروی ہے حضرت علی رض سے بلکہ یہ بھی مرقوم ہے کہ رجوع کیا حضرت عمر رض نے طرف قول حضرت علی کے اور مذہب اکثر صحابہ کا یہی ہے جیسا کہ نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ کتاب المفقود مین ہے مفصلاً بعبارت کتب تحریر فرمایئے۔

ہو المصوب اس مسئلہ مین صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین مختلف ہین حضرت عمر رض وغیرہ وغیرہ صحابہ اس طرف گئے ہین کہ زوجہ مفقود کی چار برس انتظار کرے بعد ازان نکاح کر لے اور بعضون نے اسپر اجماع صحابہ نقل کیا ہے امام مالک موطا مین روایت کرتے ہین

ان عمر بن الخطاب قال ایما امراۃ فقدت زوجہا فلم تدر این ہو فانہا تنتظر اربع سنین ثم تعتد

اربعۃ اشہر و عشرا ثم تحل للازواج اور محمد بن عبد الباقی زرقانی شرح موطا مین لکھتے ہین روی

نحوہ عن عثمان و علی و قیل و اجمع الصحابۃ علیہ و لم یعلم لہم مخالف فی عصرہم و علیہ جماعۃ من التابعین

[illegible] جمادی الثانی ۱۳۰۹ ہجری [illegible] مولوی عبد الحی [illegible]

انتہی اور بعض صحابہ مثل ابن مسعود و علی بنا بر یک روایت کے اس طرف گئے ہیں کہ زوجہ مفقود تا دم
ظہور موت شوہر انتظار کرے اور یہی مذہب شعبی و نخعی کا ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے الحاصل
ان المسئلۃ مختلفۃ فی ما بین الصحابۃ فذہب عمر الی ما تقدم وذہب علی الی انہا امرأۃ حتی یاتیہا البیان
وروی عبد الرزاق عن ابن جریج قال بلغنا ان ابن مسعود وافق علیا علی ان امرأۃ المفقود تنتظر ابدا
واخرج ابن ابی شیبۃ عن ابی قلابۃ وجابر بن سعید والشعبی والنخعی کلہم قالوا لیس لہا ان تتزوج حتی
یستبین موتہ انتہی اور ایک حدیث مرفوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس باب میں موافق
رای علی مرتضی کے وارد ہے لیکن اوس حدیث کی سند میں ضعف ہے چنانچہ زیلعی تخریج
احادیث ہدایہ میں لکھتے ہیں اخرج الدارقطنی فی سننہ عن سوار بن مصعب حدثنا محمد بن شرحبیل عن المغیرۃ
بن شعبۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرأۃ المفقود امرأتہ حتی یاتیہا البیان ووجدتہ فی نسخۃ
اخری حتی یاتیہا الخبر وہو حدیث ضعیف قال ابن ابی حاتم فی کتاب العلل سالت ابی عن حدیث رواہ
سوار بن مصعب عن محمد عن المغیرۃ فی امرأۃ المفقود فقال ابی ہذا حدیث منکر ومحمد متروک الحدیث
ویروی عن المغیرۃ مناکیر اباطیل وذکرہ عبد الحق فی احکامہ من جہۃ الدارقطنی واعلہ بمحمد بن شرحبیل وقال انہ
متروک وقال ابن القطان فی کتابہ سوار بن مصعب اشہر فی المتروکین انتہی اور اسیطرح بدر الدین
عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں تحریر کیا ہے ہرگاہ یہ امر ممہد ہوا اب جاننا چاہیے کہ چونکہ حدیث
مرفوع اس مسئلہ میں بطریق ضعیف وارد ہے اور صحابہ خود مختلف ہیں لہذا ائمہ مجتہدین
فی المذہب اس مسئلہ میں مختلف ہو گئے ہیں ائمہ حنفیہ نے رای علی کو بضم حدیث مرفوع ترجیح کیا
اور ائمہ مالکیہ نے رای حضرت عمر و عثمان وغیرہم کو مختار کیا لیکن بوقت ضرورت ائمہ حنفیہ تصریح
کرتے ہیں کہ فتوی قول مالک پر جو موافق ایک جماعت صحابہ کے ہے درست ہے اور جب خوف
وقوع حرام کا ہو تو عمل کرنا مسلک مالکیہ پر جائز ہے جامع الرموز میں ہے قال مالک والاوزاعی
الی اربع سنین فینکح عرسہ بعدہا والمالکی الحقنا فلو افتی بہ فی موضع الضرورۃ ینبغی ان لا باس بہ علی ما اظن
انتہی اور رد المحتار حاشیہ در مختار میں ہے [illegible] انہ لو افتی بقول مالک
فی موضع الضرورۃ [illegible]
[illegible] القہستانی [illegible] لا باس بہ علی ما اظن انتہی ملخصا

واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

۲۵۴

استفتا زید ساٹھ برس کی عمر مین ایک زوجہ اور تین بیٹے اور دو بیٹیان چھوڑ کے مفقود الخبر ہو گیا اب تقسیم ترکہ مین کب تک انتظار ہونا چاہیے اور اندر میعاد کے اوسکے وارثون کے درمیان مین اوسکے ترکہ کا نفع کیونکر متصور ہوگا اور اوسکے انتظام کی کیا صورت ہوگی

ہو المصوب اوسکے تقسیم ترکہ مین تیس ۳۰ سال اور انتظار چاہیے تا نوے ۹۰ برس اوسکی عمر کے پورے ہو جاوین بعد اوسکے جو ورثہ اوسوقت موجود ہونگے اونپر وہ ترکہ تقسیم ہوگا اور اتنی مدت تک مال اوسکا اوسکے وکیل اور امین کے قبضہ مین رہیگا اگر وہ کسیکو وکیل یا امین کر گیا ہو ورنہ حاکم کسی محافظ کو مقرر کریگا اور ورثہ اوسکے مال سے نفع نہین اوٹھا سکتے ہین در مختار مین ہے فی معروضات المفتی ابی السعود انہ لیس للامین بیت المال نزعہ من ید من بیدہ من آمنہ علیہ قبل ذہابہ انتہی اور تنویر الابصار مین ہے لا یقسم مالہ ونصب القاضی من یاخذ حقہ ویحفظ مالہ ویقوم علیہ عند الحاجۃ الی موت اقرانہ فی بلدہ علی المذہب انتہی ملخصا اور رد المحتار مین ہے قولہ علی المذہب وقیل یقدر بتسعین سنۃ من حین ولادتہ واختارہ فی الکنز وہو الارفق ہدایہ وعلیہ الفتوی ذخیرہ انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

مرسلہ غلام عباس ... ضلع اعظم گڑھ ... ۱۲۹۶ ہجری

کتاب التولیۃ

۲۵۵

استفتا ما قولکم فی ہذہ المسئلۃ اگر کسی دختر نابالغ کا باپ جو ولی نابالغہ ہے فضول خرچ اور سفیہ ہو اور وہ جائداد نابالغہ کی برباد و ضائع کرتا ہو تو اس صورت مین نابالغہ کا شوہر یا کوئی اور قرابتی بمقابلہ باپ کے ولی جابر و مہتمم املاک نابالغہ شرعا ہو سکتا ہے جو حفاظت جائداد نابالغہ کی کرے یا بمقابلہ باپ کے باوجودیکہ وہ مبذر ہے کوئی دوسرا شخص مہتمم اوسکی املاک کا نہین ہو سکتا ہے بینوا توجروا

ہو المصوب ایسی صورت مین کہ باپ مسرف و مبذر ہے حاکم وقت کو چاہیے کہ اوسکے قبضہ سے جائداد نکال کے کوئی وصی مقرر کردے کہ وہ حفاظت جائداد کرے تنقیح الفتاوی الحامدیہ مین ہے فی الولوالجیۃ والخلاصۃ لو کان الاب مبذرا متلفا مال ابنہ الصغیر فالقاضی ینصب وصیا وینزع مال الابن عن یدہ ویحفظ انتہی واللہ اعلم۔ حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

... مرسلہ عبد الرحیم خان صاحب

۳۵۹

استفتا: مسماۃ اشرف النسا نابالغہ ناکتخدا ہے اور ماں باپ بھائی بہن دادا دادی نانا نانی خالو خالہ پھوپھا پھوپھی اسکی نہیں ہیں مگر محمد حسین و احمد حسین دو ماموں حقیقی اور مسماۃ صغری ایسی پھوپھی کہ جسکا دادا اور اشرف النسا مذکورہ کے باپ کا دادا باہم دونوں حقیقی بھائی تھے اور صغرے مذکورہ کا پسر عزیز الدین جو اشرف النسا مذکورہ کی علاتی ہمشیر متوفی کا شوہر ہے اور اوسی علاتی ہمشیر متوفی کا پسر نابالغ محمد اسحاق اور چند عصبہ اشرف النسا مذکورہ کے یعنی جد امجد کے جد کی پوتی کے پوتی کے پسر موجود ہیں تو اس صورت میں اشرف النسا مذکورہ کے نکاح کا ولی کون ہے پر وہ ولی اگر نکاح اوسکا کسی بالغ یا نابالغ کے ساتھ پڑھدے تو اشرف النسا مذکورہ کی پرورش اور اوسکے مال کی حفاظت و انتظام کس مدت تک کون کریگا وہی پھوپھی یا ماموں یا عصبہ مذکوران یا اشرف النسا مذکورہ کا بالغ شوہر یا عزیز الدین یا اور کوئی اور جب وہ مدت پرورش و حفاظت و انتظام مال کی ختم ہو جاوے تب اوسکے بالغ ہونے تک کون کریگا فقط

ہو المصوب: اشرف النسا کا ولی واسطے نکاح کے عصبہ اوسکا ہوگا در مختار میں ہے الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ وہو من یتصل بالمیت بنفسہ بلا توسط انثی علی ترتیب الارث والحجب فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام ثم للبنت ثم لبنت الابن ثم لبنت البنت ثم لبنت ابن الابن ثم لبنت بنت البنت وہکذا ثم للجد الفاسد ثم للاخت لاب وام ثم لاب ثم لولد الام ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال ثم الخالات ثم بنات الاعمام وبہذا الترتیب اولادہم انتہی ملخصا اور در باب انتظام مال کے رد المحتار میں مذکور ہے الولی فیہ الاب ووصیہ والجد ووصیہ والقاضی ونائبہ فقط انتہی اور فتاوی عالمگیریہ میں ہے نفقۃ الصبی علیہ القضاء اذا کان لہ مال فی مالہ کذا فی المحیط انتہی اور بھی اوسی میں ہے وان کان المیت ترک اموالا وترک اولادا صغارا کانت نفقۃ الاولاد من انصبائہم وکذا کل من یکون وارثا فنفقتہ فی نصیبہ وبعد ہذا ینظر ان کان المیت قد اوصی الی رجل فالوصی ینفق علی الصغار من انصبائہم وان کان لم یوص الی احد فالقاضی ینصب لکل واحد من الصغار فی نصیبہ بقدر ما یحتاج الیہ من النفقۃ علی قدر سعۃ اموالہم وضیقہا انتہی پس صورت سوال میں متولی نکاح اشرف النسا کا عصبہ ہوگا اور پرورش اوسکی اور صرف اوسکا نان و نفقہ تا بلوغ اوسکے یعنی اشرف النسا کی حصہ ترکہ سے کیا جاویگا اور انتظام اوسکے صرف کا اور حفاظت و انتظام مال کا متعلق ساتھ وصی پدر یا وصی پدر پدر کے اگر پدر نے یا پدر پدر نے وصی کیا ہو

مرسلۂ مولوی محمد ممتاز حسین صاحب از بانس بریلی ۱۰ ذیقعدہ روز یکشنبہ ۱۲۹۶ ہجری

متعلق رہیگا اور بر تقدیر فقدان وصی اب وجد کے انتظام اوسکا تا زمانہ بلوغ قاضی یا نائب قاضی کیساتھ
متعلق ہوگا اور بعد بلوغ وہ مال اوسکے سپرد کردیا جاویگا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی
ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی

۳۶ **استفتا** بسم اللہ الرحمن الرحیم کیا فرماتے ہین علمای دین اس باب مین کہ ہندہ مادر زید نے
بتانہ نابالغی زید مین موضع احمد آباد کو بقیمت ساٹھ ہزار روپیہ بحیثیت ولایت نابالغ مذکور وسطے
نابالغ کے بکر سے اکتوبر [illegible]ء کو جو دسوان مہینہ سال عیسوی کا ہوتا ہے خرید کیا اور منجملہ زر ثمن کے بیس ہزار روپیہ ذات خاص
نابالغ سے ادا اور چالیس ہزار روپیہ مسمی ولید مہاجن سے قرض لیکر کے زر ثمن ادا کیا اور بعوض چالیس ہزار روپیہ مذکور کے موضع
احمد آباد کو پاس مسمی ولید مذکور کے رہن بالوفا کردیا اور رہن نامہ مین ایک قسم کا تاوان سالانہ شرح دو پانصد روپیہ کے
واسطے ولید کے لکھدیا بعدہ ہندہ مادر نابالغ نے لغایت ۱۲ فروری [illegible]ء عیسوی جو دوسرا مہینہ سال عیسوی کا ہے
وقتاً فوقتاً بابت قرضہ مزید وتاوان مندرجہ دستاویز مورخہ ۲ جنوری [illegible]ء جوڑ کرکے
ایک دستاویز زر مزید بابت آٹھ ہزار روپیہ کے علاوہ دستاویز چالیس ہزار روپیہ کے
بنام ولید کے لکھدیا اور بار اوسکا موضع احمد آباد پر بشرط رہن بیع بالوفا عائد کیا زید نابالغ
ستمبر [illegible]ء کو جو نوان مہینا سال عیسوی کا ہے بالغ ہوا اور جو ہندہ مادر زید نے موضع احمد آباد
کو خرید کیا تھا اوس فعل خریداری کو منظور و تسلیم کیا لیکن زید مدعی ہو کر یہ بات ثابت کرتا ہے
کہ اول جو چالیس ہزار روپیہ ہندہ نے قرض لیکر کے زر ثمن ادا کیا اوسکے لینے کی ضرورت موجود
نہ تھی کہ دوسری جائداد زید کی موجود تھی ادائے زر ثمن مین اوس دوسری جائداد کو صرف کرنا
چاہیے تھا دوسرے اگر ضرورت قرضہ لینے کی تھی تو بوجہ اوسکے کہ فعل ہندہ کا ایسا نہین ہے جو
ایک ہوشیار شخص اپنی ذات و جائداد کے واسطے کرتا تیسرے آٹھ ہزار روپیہ علاوہ چالیس ہزار روپیہ
مذکورہ کے جو ہندہ نے موضع احمد آباد پر بذریعہ دستاویز ثانی عائد کیا ہے اوسکے لینے کی
کوئی ضرورت نہ تھی اور نہ ذات نابالغ و جائداد نابالغ کو اوس سے فائدہ ہوا بلکہ ثابت ہے کہ نقصان صریح
جائداد نابالغ کو پہونچا۔ سوال یہ ہے کہ آیا بصورت بالا زید کا دعوی بہ نسبت بطلان دستاویز
زر قرضہ چالیس ہزار روپیہ کے شرعاً جائز ہے یا نہین اور بہ نسبت آٹھ ہزار روپیہ اوس قرضہ کے
جو بعد بیع کے موضع احمد آباد پر ہندہ نے عائد کیا ہے وہ قرضہ اور اس دستاویز کی پابندی

زید پر لازم ہے یا یہ کہ اگرچہ بلا ضرورت و بلا فائدہ ذات و جائداد نابالغ بوجہ اُسکے کہ فعل خریداری مادر اپنے کو تسلیم و منظور کیا ہے لہذا اوس فعل کو بھی جو مادر زید نے بعد بیع نامہ یا وقت بیعنامہ کے خود قرضہ احمد آباد پر عائد کیا ہے زید اوس سے شرعاً انکار نہیں کرسکتا اور شرعاً ایسا فعل مادر زید کا زید کو پابند کرتا ہے یا نہیں بینوا بالعبارۃ الکتاب توجروا بالثواب

ہوالمصوب درباب تصرفات مالیہ کے مثل رہن و اجارہ و استدانہ و بیع و شراء مال طفل مین شرعاً مادر کو ولایت نہیں ہے اور اون معاملات مین کوئی معاملہ اوسکا طفل پر ملزم نہیں مگر یہ کہ طفل بعد بلوغ کے اوسکے تصرف کی اجازت دیوے جامع الفصولین مین ہے

الولایۃ فی مال الصغیر الی الاب و وصیہ ثم وصی وصیہ ولو بعد فلو مات ابوہ ولم یوص فالولایۃ الی اب الاب ثم وصیہ ثم الی وصی وصیہ فان لم یکن فالقاضی ومن یوصیہ القاضی انتہی اور فتاوی

عالمگیریہ مین ہے الام اذا رھنت مال طفلہا فانہ لا یجوز الا ان تکون وصیۃ او تکون ماذونۃ من جہۃ من یلی الطفل انتہی بناءً علیہ صورت سوال مین زید پر بوجہ تسلیم خریداری کے تسلیم دستاویز قرضہ و رہن لازم نہیں اور فعل مادر کا اوسکے واسطے ملزم نہیں واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی

ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبدالحی ابوالحسنات]

۳۶۱ **استفتا** چہ میفرمایند علمای دین و فضلای شرع متین و ارباب حقائق و صاحبان معارف و دقائق دریں معنی کہ مسمی زید را سلطان یا نایب وجہ سے سالانہ برای نذر و نیاز صندل و عرس بزرگان دین و سالکان مسلک حلم و یقین عطا نمودہ و بعد انتقال زید مذکور خدمت مذکور بذات فرزند کلان زید مذکور مسمی بکر مقرر ماند ہمچنان معاش مذکور و خدمت مسطور در اکبر اولادش من الابن بکر مسمی بخالد در رسید از رحلت خالد باوصف موجود بودن پسرش مسمی محمود پسر برادر عموی خالد مسمی لعمر و جبراً و غصباً بر خدمت مذکورہ قابض گردید پس عرفاً و طریقۃً حق خدمت مذکور محمود کہ از اولاد پسر کلان زید ست و تا چہار طبقہ بلا قصور و فتور بدست آبا و اجدادشان ماندہ است میرسد یا بعمرو جابر بینوا توجروا

ہوالمصوب استحقاق خدمت مذکورہ شرعاً و عرفاً بمحمود است نہ بعمرو در تنقیح فتاوی حامدیہ

می نویسد اذا مات من لہ وظیفۃ فی بیت المال بحق الشرع و اعزاز الاسلام و للمیت ابناء یراعون و یقیمون

حق الشرع كما يراعى وتقسيم الاب فلا امام ان يعطي وظيفة الاب لا ابناء الميت لا الغير بحصول مقصود الشرع وانجبار كسر قلوبهم انتهى والله اعلم حرره الراجي عفو ربه القوي ابو الحسنات محمد عبد الحي تجاوز الله عن ذنبه الجلي والخفي

الجواب صحيح والله اعلم حرره الفقير محمد عبد الوهاب عفا الله عنه

کتاب الوقف

مسئله

استفتا چه میفرمایند علمای دین ومفتیان شرع متین درین مسئله که یک موضع از والی ملک بطریق وقف در وجه اخراجات عود وگل واعراس وفقرا صادر و وارد وغیره درگاه حضرت شیخ مخدوم عطاء الله حسینی مفوض ومقرر گردیده بود از وقت عطای والی ملک بموجب اسناد سابق موضع مذکور بشرط خرج مذکور بنام اولاد اکبر حضرت موصوف انتقالا جاریست ونیز حسب دستور بزرگان مثلاً بنام مسمی بعمرو یکی از اولاد شیخ اکبر موصوف از عطای سند سرکاری بر موضع مذکور بمشروط مذکور بلا شرکت غیر سرفراز شده از قدیم قابض ومتصرف وانما بتدا تا این زمان احدی از اولاد اکبر یعنی سجاده نشین به برادری خود در شروط مذکور ترکه ندارد وحسب حکم شریعت معمول ومستمر آمده حالا مسمی به بکر برادر خرد عمرو مذکور در شرط مسطور حسب فرائض الله ترکه میخواهد وچار همشیریان عمرو بسبب دعوی بکر نیز دعوی ترکه می کنند پس از روی شرع شریف در شروط خرج مصارف عود وگل مذکور حکم فرائض به برادر وهمشیرگان جاریست یا نه وعبارت سند بدین نمط است موضع فیجاپور بموجب فرمان واسناد پیشین بمشروط خدمت تولیت سجاده نشینی روضه منوره حضرت شیخ المشایخ مخدوم عطاء الله حسینی واقع در وجه اخراجات عود وگل وعرس بر روضه منوره وفقرایان صادر مقرر وجاریست لهذا بدستور سابق از ابتدای ١٢٦٥ فصلی در وجه اخراجات روضه مذکوره بشروط خدمت مذکور بنام فلان بلا سهم دیگری مقرر بحال گشته فقط

هو المصوب موضع مذکور برای اخراجات عود وگل حسب سند سرکاری وقف ست نه ملک عمرو لهذا دران دعوی بکر وغیره بابت تقسیم ترکه رسد عمرو فقط از طرف سرکار متولی وقف مقرر شده ودر جمله کتب فقه مصرح که اختیار تولیت به واقف ست هر کسی را که خواهد متولی گرداند درین باب دعوی دیگر غیر سند قطع نظر ازین در سند لفظ بلا سهم دیگری موجود ست پس دعوی بکر وهمشیریان در صورت مذکوره نفاذی ندارد والله اعلم کتبه محمد عبد الحی عفا الله عنه

استفتا چہ میفرمایند علمای دین و مفتیان شرع متین اندرین مسئلہ کہ یک مسجد تعمیر کردہ کسے امیر یا نواب قدیم ست و زیر آن دکاکین ہستند و بر آن دکاکین ہم چند کسان قابض ہستند و گواہی شاہد بالمعاینہ بر وقف آن دکاکین بر مصارف مسجد نیست پس آیا شہادت بالتسامع درین باب کافی خواہد شد یا نہ بینوا توجروا

الجواب ہو الموفق للصواب شہادت بالشہرۃ بالتسامع بلا دعوی کسی برای اثبات وقف کافی ہست فی الہندیۃ الشہادۃ علی الوقف بالشہرۃ تجوز و کذا الشہادۃ بالتسامع فلو انہما شہدا بالتسامع و قالا نشہد بالتسامع تقبل شہادتہما و ان صرحا به لان الشاہد ربما یکون سنہ عشرین سنۃ و تاریخ الوقف مائۃ سنۃ فیتیقن القاضی ان الشاہد یشہد بالتسامع فاذن لا فرق بین السکوت و الافصاح انتہی و فی وقف الدر المختار الشہادۃ بالشہرۃ لاثبات اصلہ و ان صرحوا به ای بالتسامع فی المختار حفظا للاوقاف القدیمۃ عن الاستہلاک بخلاف غیرہ انتہی و فی شہادتہ لا یشہد بما لم یعاین بالاجماع الا فی النسب و الموت و النکاح و الدخول بزوجتہ و ولایۃ القاضی و اصل الوقف انتہی و فی الہدایۃ اما الوقف فالصحیح انہ تقبل الشہادۃ بالتسامع فی اصلہ دون شرائطہ لان اصلہ ہو الذی یشتہر انتہی و ہذا استحسان و القیاس ان لا تجوز لان الشہادۃ مشتقۃ من المشاہدۃ و ذلک بالعلم و لم یحصل فصار کالبیع وجہ الاستحسان ان ہذہ امور تختص بمعاینۃ اسبابہا خواص من الناس و یتعلق بہا احکام تبقی علی انقضاء القرون فلو لم تقبل فیہا الشہادۃ بالتسامع ادی ذلک الی تعطیل الاحکام و فی الاشباہ و حاشیۃ الحموی تقبل الشہادۃ حسبۃ بلا دعوی یعنی و یقضی بہا فی طلاق المرأۃ و عتق الامۃ و الوقف انتہی و در صورت عدم شہادت بالتسامع بنظر عرف فتوی وقف شدن دکاکین مذکورہ دادہ خواہد شد زیرا کہ نصوص واقف مانند نصوص شارع می شوند و ہرگاہ در صورت عدم نص شارع اعتبار عرف ہست در صورت عدم نص واقف نیز اعتبار عرف خواہد شد و الا یلزم ابطال کثیر من الاوقاف القدیمۃ و متعارف این ست کہ واقف ہرگاہ مسجد را وقف میسازد دکاکین وغیرہ نیز برای مصالح مسجد وقف میسازد علی الخصوص ہرگاہ مسجد کلان باشد و تعمیر کردہ کسے امیر یا نواب باشد در اشباہ می آرد نصوص الواقف کنصوص الشارع و فی ما لا نص فیہ من الاموال الربویۃ یعتبر فیہ العرف و الخصوصیۃ الربوا و انما العرف غیر معتبر فی المنصوص علیہ انتہی و ہرگاہ وقف دکاکین ثابت شد

درجمادی ثانیہ ۱۲۸۰ ہجری عبارت این استفتا طویل بود اختصاراً نقل کردہ شد و سوال و جواب بعبارت ہندی بود و در آن مرقوم بود کہ دکاکین زیر مسجد متعمرہ است بود

تملیک آن بطریق بیع یا ہبہ یا رہن جائز نخواہد شد فی الدر المختار فاذا تم ولزم لایملک ولا یملک ولا یعار ولا یرہن انتہی واللہ اعلم وعلمہ اتم کتبہ محمد بشیر عفی عنہ

ہو الموفق للصواب اگر شہادت بالمعاینہ نباشد شہادت بالتسامع کافی ست والدلیل تقبل فیہ الشہادۃ حسبۃ بدون الدعوی اربعۃ عشر منہا الوقف علی ما فی الاشباہ وتقبل فیہ الشہادۃ علی الشہادۃ والشہادۃ للنساء مع الرجال وبالشہرۃ لاثبات صلبہ وان صرحوا بہ ای بالسماع علی المختار ولو الوقف علی معینین انتہی من موضعی الدر المختار کتبہ محمد عبد اللہ الحسینی البلگرامی

قد اصاب المجیب بما اجاب حررہ العبد المفتقر الی اللہ محمد عظیم اللہ عفی عنہ

ہو المصوب فی الواقع جواز شہادت بالشہرۃ وشہادت علی الشہادت وبالتسامع برای ثبوت اصل وقف بشہادت کتب فقہیہ معتمدہ ثابت ست فی العالمگیریۃ تقبل الشہادۃ علی الشہادۃ فی الوقف کذا شہادۃ النساء مع الرجال کذا فی الظہیریۃ وکذا الشہادۃ بالتسامع فلو انہما شہدا بالتسامع وقالا نشہد بالتسامع تقبل وان صرحا بہ انتہی وہرگاہ کہ شہادت بالتسامع برای ثبوت وقف کافی شد بر تقدیر ثبوت وقف دکاکین مذکورہ بانی مسجد یا ورثۂ او ویا شخص دیگر را اختیار بیع یا ہبہ یا رہن وغیرہ نیست در رد المحتار ذیل قول صاحب در مختار لایملک ولا یملک می نویسد قولہ لایملک ولا یملک ای لا یکون مملوکا لصاحبہ ولا یملک ای لا یقبل التملیک لغیرہ کالبیع ونحوہ لاستحالۃ تملیک الخارج عن ملکہ انتہی حررہ عبد الخامل محمد عادل عاملہ اللہ بفضلہ الشامل وجعلہ من الآمنین یوم الرجف والزلازل

ہو المصوب در وقف شہادت بالتسامع وشہادت بالشہرۃ مقبول ست فی الذخیرۃ تقبل الشہادۃ علی الشہادۃ وکذا الشہادۃ بالتسامع من الرجال انتہی وفیہا ایضا وتقبل الشہادۃ علی اصل الوقف بالشہرۃ انتہی وفی خزانۃ المفتیین لو اشہدا بالتسامع وصرحا بہ تقبل شہادتہما انتہی واین جسم دکاکین در عرف موقوف میشوند برای مصالح مسجد وعرف مثل نص ست فی شرح الاشباہ للبیری عن المبسوط ان الثابت بالعرف کالثابت بالنص انتہی وفی الذخیرۃ اذا قال ارضی ہذہ للسبیل ولم یزد علیہ فان کان ہذا وقفا فی عرفہم وقف انتہی کتبہ محمد بشیر الدین

ہو المصوب بلاریب شہادت بالتسامع برای اثبات وقف معتبر ست وبر تقدیر فقدان شہادت بالعیان این چنین شہادت کافی خواہد شد فی جامع المضمرات فی النصاب

بل یجوز الشهادة علی الشهادة و بالتسامع المختار انه یجوز فانه لو لم یجز لادی ذلک الی استهلاک
الاوقاف القدیمة وبه اخذ الفقیه ابو اللیث حتی لو استولی علی الوقف ظالم وانکر الوقف کان لاهل
القریة ان یشهدوا بذلک انتهی وفی الفتاوی الخیریة قد ذکر فی جامع الفصولین رامزا للعدة ینبغی
ان یقبل ای الشهادة بالتسامع لو کان قدیما و وقف مشهور قدیم لا یعرف واقفه استولی علیه
ظالم فادعی المتولی بانه وقف علی کذا مشهورا و شهد کذلک فالمختار انه یجوز انتهی وفی الکفایة
قال الامام ظهیر الدین لا بد من بیان الجهة بان یبین ان هذا وقف علی المسجد او المقبرة او نحو ذلک
حتی لو لم یذکر ذلک لم تقبل و تاویل قولهم لا تقبل الشهادة علی شرط الوقف انهم بعد ما شهدوا ان هذا
وقف علی فلان لا ینبغی لهم ان یشهدوا ابیدء من غلته کذا و کذا انتهی و هرگاه شهادت بالتسامع برای
اثبات وقف دکاکین مذکورة الصدر کافی شد پس بعد ثبوت وقف آنها تصرف مثل بیع و هبه وغیره
جائز نیست شیخ الاسلام بدر الدین عینی در شرح هدایه می نویسند اذ صح الوقف لا یصح تملیکه و لا بیعه لما ذکر
فی اول الکتاب من قوله علیه الصلوة والسلام لعمر تصدق باصلها لا تباع و لا توهب و لا تورث
انتهی ملخصا حرره محمد عبد الحی عفا الله عنه

۳۶۴
استفتا املاک وقف ملک کسی هست یا نه در ان ملک کسے تصرف میتواند کرد یا نه
هو الموفق ملک کسے نه که الوقف لا یملک والله اعلم - لمقه خادم اولیاء الله الصمد علی محمد
غفر له الله الاحد صح الجواب علی ما فی الجوهرة النیرة قال ابو یوسف و محمد الوقف عبارة عن حبس
العین علی ملک الله علی وجه تصل المنفعة الی العباد فیزول ملک الواقف عنه الی الله فیلازمه و لا یباع
و لا یوهب و لا یرهن و لا یورث انتهی والله اعلم حرره محمد عبد الحی عفا عنه

(۱۱ رجب سنہ ۱۲۸۸ ہجری)

۳۶۵
استفتا کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مثلا زید نے
کسیقدر روپیہ حسبۃ للہ ایک مسلمان کی دوکان میں جمع کر دیا اس غرض سے کہ اوس سے کاروبار
تجارت کا ہو اور اوسکی اصل یا منافع سے صرف مدرسہ اسلامیہ کا جو فلان مسجد جامع میں ہے عمل میں
آیا کرے اور ایک وصیت نامہ بھی اس مضمون کا لکھکر چند اشخاص اہل اسلام کو جنکے مشورہ سے
عمارت مسجد مذکور مع چند مساجد دیگر کے انجام ہوتے تھے اور منجملہ اون اشخاص کے زید خود بھی
تھا واسطے انصرام اس وصیت کے وصی مقرر کیا اور یہ اشخاص ممبران کمیٹی مساجد مذکور کہلاتے تھے

(از ناگپور مرسلہ [illegible] رمضان [illegible])

بعدہ ممبران کمیٹی نے بصوابدید کثرت رای کے اوس مدرسہ سے مدرس عربی کو مع طلبہ اوس مسجد کے
اوٹھا کر دوسری مسجد مین لیگئے جسکے مہمات متعلق ممبران کمیٹی مذکور کے نہ تھے بلکہ وہ اہتمام مین فخر
خالد کے تھے جو اس کمیٹی کا افسر تھا مگر نام اوسی جزء مدرسہ کا جو مسجد آخر الذکر مین اوٹھ گیا وہی مدرسہ
اسلامیہ واقع مسجد اول الذکر قائم رہنے دیا اور ایک مدرس حافظ قرآن مع طلبہ مسجد اول الذکر مین
رہنے دیا اور چندہ جو نام سے مدرسہ اسلامیہ واقع مسجد اول الذکر کے وصول ہوتا تھا اوس سے
تنخواہ دونون مدرسون کی دیجاتی تھی بعدہ زید فوت ہوا اور عمرو بجاے اوسکے ممبر اوس کمیٹی کا
بمشورہ جملہ ممبران کمیٹی باقی ماندہ کے مقرر ہوا بعدہ بکر منجملہ ممبران کمیٹی کے ایک شخص شرکت مجلس
شورہ مساجد مذکور سے اور مدرس مذکور مداخلت مسجد مذکور یعنی مداخلت مسجد اول الذکر سے
باتفاق جملہ بقیہ ممبران کمیٹی ممنوع کیے گئے مگر خالد افسر کمیٹی نے مسجد آخر الذکر مین اوسکو قائم
رہنے دیا و برخاست نہین کیا اوسیوقت مسجد اول الذکر مین دوسرا مدرس عربی مقرر ہوا اور چندہ
جو واسطے مدرسہ کے مسلمانون سے وصول ہوتا تھا متفرق ہو گیا کچھ مسلمان مدرسہ جدید واقع
مسجد اول الذکر مین دینے لگے اور کچھ مسلمان مسجد آخر الذکر مین اور اہتمام دونون مدارس کا علیحدہ
ہو گیا مدرسہ مسجد اول الذکر باہتمام عمرو کے رہا اور مدرسہ آخر الذکر باہتمام بکر کے لیکن مدرس
حافظ قرآن کی تنخواہ کسی مصلحت سے مسجد آخر الذکر کے چندہ سے بدستور ملتی تھی بعدہ مدرس حافظ قرآن
متعینہ مسجد اول الذکر بہ ترک نوکری رخصت ہوا اور بجای اپنے دوسرے حافظ کو مقرر کرنا چاہا لیکن
عمرو مہتمم مدرسہ مسجد اول الذکر نے بنا منظوری اوسکے دوسرا حافظ مقرر کیا الا بکر نے اوسی حافظ کو
جسکو حافظ معزول نے مقرر کرنا چاہا تھا مسجد آخر الذکر مین مقرر کردیا اور مدرسہ حفظ قرآن وہان بھی
جاری کیا اور تنخواہ مدرس حافظ قرآن متعینہ مسجد اول الذکر کو جو چندہ مسجد آخر الذکر سے ملتی تھی
موقوف کردی اب دونون مسجدون کے مدارس کے چندہ اور مصارف بالکل علیحدہ ہو گئے
ایک کی آمدنی اور مصارف سے دوسرے مدرسے اور مسجد سے تعلق نہین ہے پس اب وہ روپیہ
جو زید نے واسطے مصارف مدرسہ مسجد جامع یعنی مسجد اول الذکر کے دوکان مذکور مین جمع کیا تھا
کس مدرسہ کے مصارف مین خرچ ہونا شرعاً واجب ہے آیا ممبران کمیٹی کو صرف کرنا اوس روپیہ کا
مدرسہ اسلامیہ مسجد جامع مین داخل ہے یا مدرسہ واقع مسجد آخر الذکر مین و اگر اوس روپیہ سے

کوئی جائداد تعمیر ہوئی ہو تو اوسکی آمدنی کس مدرسہ مین شرعاً صرف ہونا چاہیے اور کس مدرسہ مین صرف ہونے سے تعمیل وصیت ہوتی ہے اور کس مدرسہ مین صرف ہونا خلاف تعمیل وصیت ہے اور اس خلاف تعمیل وصیت سے ممبران کمیٹی جو اوصیا عند اللہ ہین گنہگار ہونگے یا نہین بینوا بالکتاب توجروا بالصواب

ہوالمصوب چونکہ شرط واقف کی لازم العمل ہے اور صورت سوال مین واقف نے بقید مدرسہ اسلامیہ ساتھ واقع مسجد جامع کے کی ہے بنائً علیہ اوس روپیہ کا مصروف ہونا مدرسہ مسجد جامع مین چاہیے نہ مسجد اخیر کے مدرسہ مین بحر الرائق شرح کنز الدقائق مین ہے فان قلت

اذا کان لہ درس فی جامع والزم بانہ ان یکون عما علیہ فی مدرستہ ہل یستحق المعلوم فی المدرسۃ قلت لا یستحق الا اذا باشر فی المکان المعین بکتاب الوقف لقولہ فی شرح المنظومۃ اما لو شرط الوقف فی ذلک کلہ شروطا اتبعت انتہی حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

| محمد عبد الحی
ابو الحسنات |

استفتا کیا فرماتے ہین علمای شریعت غرا و فضلای طریقت حقا اس مسئلہ مین اگر واقف نے کہ خود ہی متولی ہے اسطور پر وقف کیا کہ جو جائداد موجود ہی وہ مین نے وقف کی اور جو جائداد آئندہ زمانہ تولیت مین پیدا کرونگا وہ بھی وقف کی سوال یہ ہے کہ بہ نسبت جائداد آئندہ کے

وقف حال درست ہوگا یا نہین فقط بینوا توجروا

ہوالمصوب بہ نسبت جائداد آئندہ کے وقف حال نہ درست ہوگا غرالطلوقف سے مملوک ہونا موقوف کا بوقت وقف ہے واذ لیس فلیس بحر الرائق مین ہے من شرائط الملک وقت الوقف انتہی اور بھی اوسمین ہے فی الخانیۃ لو قال اذا ملکت ہذہ الارض فہی صدقۃ موقوفۃ لا یجوز لانہ تعلیق والوقف لا یقبل التعلیق انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

| محمد عبد الحی
ابو الحسنات |

از غازی پور مرسلۂ مولانا رحمت اللہ صاحب بماہ ربیع اول ۱۲۹۶ھ

استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ وقف مشاع جائز ہے یا نہین خواہ حصہ واقف کا دوسرے شریکون سے علیحدہ ہو خواہ شے موقوفہ درمیان موقوف علیہم کے منقسم اور معین ہو فقط بینوا بالکتاب توجروا من اللہ الوہاب

ہوالمصوب وقف مشاع مشترک محتمل القسمۃ بقول مفتی بہ نہین جائز ہے بحر الرائق مین ہی

الحاصل ان وقف المشاع مسجدا ومقبرۃ غیر جائز مطلقا اتفاقا وفی غیرہما ان کان مالا یحتمل القسمۃ جاز

اتفاقا والاختلاف فیما بجملہا فلا یجوز وقف المشاع عند محمد ویجوز عند ابی یوسف وصرح فی الخلاصۃ
من الاجارۃ بان الفتوی علی قول محمد فی وقف المشاع وکذا فی البزازیۃ والولوالجیۃ وفی شرح المجمع
لابن ملک وفی التجنیس بہ یفتی وتبعہ فی غایۃ البیان انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی
ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

۲۶۸
استفتا کیا فرماتے ہین علمای شرع شریف وفضلای دین لطیف اس مسئلہ مین کہ اگر واقف نے اس طور سے وقف کیا کہ کسی حاکم وقت کو اختیار نہوگا کہ اپنی رای سے کسی دوسری کو متولی مقرر کرے یا متولیان مقرر کردہ میرے کی نسبت معزولی وکمی وبیشی کرے یا نسبت اونکے کوئی جرم خیانت کا لگاوے تو سوال یہ ہے کہ آیا اسوجہ سے دست اندازی حاکم یا قاضی ممنوع ہوگی اس بات پر لحاظ رکھیے کہ موقوف علیہ اور متولی ایک ہی ہو فقط بینوا بالدلیل توجروا عند اللہ الجلیل
ہو المصوب ایسے شرط کی صورت مین دست اندازی قاضی وحاکم ممنوع ہوگی اور تغیر اور تبدیل کسی حاکم کو جائز نہوگی مگر جبکہ متولی کی خیانت بطور صحیح ثابت ہوا وسوقت حاکم شرع کو تبدیل کا اختیار ہوگا اور شرط وقف کا اعتبار نکیا جاویگا بحر الرائق شرح کنز الدقائق مین ہے واتے
القاضی لو خرج عن المشروط لہ ووصیہ انتہی آور بھی اوسمین ہے یعزل القاضی المتولی لو کان خائنا
للوقف ولا اعتبار لشرط الواقف ان لا یعزلہ القاضی والسلطان لانہ شرط مخالف لحکم الشرع انتہی
واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

۲۶۹
استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ زید نے اپنی جائداد غیر منقولہ کو عمرو وبکر پر وقف کیا اور اوسیکو متولی مقرر کیا اور یہ شرط کی کہ عمرو جسکو چاہے موقوف علیہ اور متولی بعد اپنے مقرر کرے تو آیا اس اختیار عطا کردہ واقف سے عمرو دوسرے کو موقوف علیہ اور متولی کر سکتا ہی یا نہین اور بعض لوگ یہ کہتے ہین کہ موقوف علیہ مالک نہین ہے اور سوای مالک کے دوسرا شخص موقوف علیہ مقرر نہین کر سکتا ہے گو مالک نے اوسکو اختیار دیا ہو فقط بینوا توجروا
ہو المصوب شرائط سے مملوک ہونا موقوف کا واسطے واقف کے ہے اور شے موقوف ملک موقوف علیہ مین داخل نہین ہوتی ہے جیساکہ فتاوی عالمگیریہ مین ہے واذا خرج عن ملک الواقف لا یدخل فی ملک الموقوف علیہ کذا فی الکافی وہو المختار کما فی فتح القدیر انتہی بناء علیہ موقوف علیہ کو

اختیار وقف موقوف کا نا ئیا حاصل نہیں ہوسکتا اور متولی کرنیکا اوسکو اختیار ہی رد المحتار مین ہے

معنی العموم کما فی انفع الوسائل انہ ولاہ واقامہ مقام نفسہ وجعل لہ ان یسندہ ویوصی بہ الی من شاء

ففی ہذہ الصورۃ یجوز التفویض منہ فی حال الحیاۃ وفی حالۃ المرض المتصل بالموت انتہی اور در مختار مین ہے

اراد المتولی اقامۃ غیرہ مقامہ فی حیاتہ وصحتہ ان کان التفویض لہ بالشرط عاما صح والا فان فوض

فی صحتہ لا یصح وان فی مرض موتہ یصح انتہی ملخصا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات

محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

نمبر ۲

استفتا کیا فرماتے ہین علماے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے وقف مبیع

بہ بیع الوفا منجانب مشتری درست ہے یا نہین کیونکہ اسمین لزوم ودوام نہین ہی جو وقف کیلیے

ضرور ہی کیونکہ بایع زر ثمن مثل زر رہن کے دیکر جائداد سے واپس کرسکتا ہے اور ثانیا جائداد

بیع الوفا مشتری کی مملوک نہین ہے مگر بعض لوگ کہتے ہین بیع الوفا بحکم بیع ہے

اسوجہ سے وقف جائز ہے فقط بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب

ہو المصوب بیع بالوفا کے باب مین فقہا کا اختلاف واقع ہے بعض بیع فاسد اور

بعض رہن تجویز کرتے ہین اور صاحب بحر نے اسمین آٹھہ قول نقل کیے ہین اور قول ہشتم کے

باب مین لکھا ہے الثامن القول الجامع لبعض المحققین انہ فاسد فی بعض الاحکام حتی ملک

کل منہما الفسخ وصحیح فی حق بعض الاحکام کحل الانزال والمنافع ورہن فی حق البعض حتی لم یملک المشتری

بیعہ من آخر ولا رہنہ انتہی اور بعد اسکے تحریر کیا ہے ینبغی ان لا یعدل فی الافتاء عن القول الجامع انتہی

بناء علیہ وقف مبیع بہ بیع الوفا کا نہ درست ہوگا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی

ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

نمبر ۳

استفتا کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ ایک مسجد قدیم کی

دیوارین پختہ اور محراب موجود ہے اور آبادی محلہ مسلمانون کی واقع ہے اب دیوارین اسکی

خراب شہید کر کے قریب اوسکے بفاصلہ پانچ سات درعہ مسجد جدید تیار کرنا اور اینٹ اور جو

مسجد قدیم کا مسجد جدید مین لگانا جائز ہے یا نہین اور مسجد قدیم کی زمین مین نہرین بنانا جائز ہی

یا نہین اور جو مسجد قدیم منہدم کی گئی اوسکی اراضی کیواسطے کیا حکم ہی بینوا توجروا

بماہ جمادی ثانیہ سنہ ۱۲۹۶ ہجری از قائم گنج ضلع فرخ آباد مرسلہ اکرم احمد خانصاحب از مکان مولوی جمیل الدین وکیل

هو المصوب جو مسجد منہدم ہو جاوے اور اوسکی تعمیر و ترمیم نہو سکے اور لسبب قرب
دوسری مسجد کے یا کسی اور وجہ سے اوس مسجد سے استغنا بھی حاصل ہو جاوے ایسی صورت مین
اسباب اوس مسجد کا دوسری مسجد مین نقل کرنا بمذہب صحیح و روایات مفتی بہ نہین درست ہے جیسا کہ
رسالہ اسعاد المساجد بعمارۃ مساجد مین فاضل ربانی حسن شرنبلالی تحریر کرتے ہین لایجوز
نقل اوقاف المدرسۃ ولا تغییر ما شرطہ واقفھا وکذلک المسجد علی المفتی بہ من المذہب وایضاح ذلک
بما قال العلامۃ الشیخ زین فی البحر الرائق قال محمد اذا خرب المسجد ولیس لہ ما یعمر بہ وقد استغنی الناس لبناء
مسجد آخر او لخراب القریۃ او لم تخرب لکن خربت بنقل اھلہا واستغنوا عنہ فانہ یعود الی ملک الواقف
وقال ابو یوسف ہو مسجد ابدا الی قیام الساعۃ لا یعود میراثا ولا یجوز نقلہ ونقل مالہ الی مسجد آخر سواء کانوا
یصلون فیہ او لا یصلون وعلیہ الفتوی کذا فی الحاوی القدسی وفی المجتبی واکثر المشایخ علی قول
ابی یوسف ورجح فی فتح القدیر قول ابی یوسف انتہی چہ جائیکہ مسجد قدیم کی دیوارین وغیرہ قایم ہین
اور آبادی مین واقع ہے ایسی مسجد کو منہدم کرنا اور اوسکا اسباب دوسری مسجد مین نقل کرنا کسی طرح سے
نہین درست ہوگا بلکہ منہدم کرنے والا اوسکا داخل وعید شدید کلام اللہ کا ومن اظلم ممن
منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا ہوگا اور اسیطرح سے مسجد قدیم کی زمین کو
نہر بنانا نہین جائز ہے تمام کتب فقہ مین مصرح ہے لا یجوز تغییر شرط الواقف ہر گاہ اوس زمین کو
واقف نے مسجد بنایا تا قیام قیامت اوسکا حکم مسجد کا رہیگا اور کسی طرح سے اوسمین تصرف جائز نہوگا
واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی (محمد عبد الحی ابو الحسنات)

استفتا بسم اللہ الرحمن الرحیم ما قولہم رحمہم اللہ خدمت مین علمای دین و مفتیان شرع متین کے
کہ بصفت لا یخافون لومۃ لائم متصف ہین عرض ہے سوال اول قریب پچاس سال سے ایک مسجد
قصبہ گنگولی مین آباد ہے اوسکے اخراجات کے واسطے چند کوٹھے بنای مسجد سے کہ جنسے بارہ یا تیرہ
روپیہ کی ماہواری آمدنی ہوتی ہے ملحق مسجد ہین اور ایک موذن بھی ہمیشہ سے سات روپیہ
ماہواری کا مقرر رہا اب عرصہ ایک سال سے ایک مدرسہ موسومہ بہ انجمن اسلامیہ و فلاح عام
چندہ اہل اسلام سے بقدر وسعت کے جاری کیا گیا ہے منتظمان انجمن نے ایک مدرس پندرہ
روپیہ ماہواری کا اور نیز ایک نایب مدرس چھہ روپیہ ماہوار کا اس طور سے کہ موذن سابق کو

فضول جانکر چار روپیہ مسجد سے و دو روپیہ چندۂ مدرسہ سے جملہ چھ روپیہ کرکے مقرر کیا کہ جسکے ذمہ دونون کام یعنی نیابت مدرس اور اذان مسجد تفویض ہوئی جب اوس سے انتظام مسجد اور اذان کا نہو سکا تب ایک اور شخص دو روپیہ ماہواری پر مسجد کی آمدنی سے مقرر کیا گیا اسپر زید اعتراض کرتا ہے کہ جو صرفہ آمدنی مسجد سے مدرسہ مین لیا جاتا ہے بیجا ہے غور فرمایا جاوے ماسوای اُسکے کچھ زمین جو نامزد مسجد سے افتادہ تھی اوسپر چند کوٹھی بشمول آمدنی مدرسہ و مسجد کے بنائی گئی ہین مقولہ بکر یہ ہے کہ نئے کوٹھون کی آمدنی مسجد مین نہین دیجائیگی کیونکہ مدرسہ بھی کار خیر مین داخل ہے اوسپر زید معترض ہے کہ بحکم حدیث نبوی صلعم جو مشارق الانوار مین ہے خولہ بنت ثامر ان رجالا یتخوضون فی مال اللہ بغیر حق فلہم النار یوم القیامۃ بخاری مین خولہ بنت ثامر رض سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ مقرر جو لوگ گھسے پڑتے ہین خدا کے مال مین یعنی ناحق لوٹے کھاتے ہین اونکے لیے قیامت مین آگ ہے فریقین کو عمل کرنا چاہیے تو مقولۂ بکر ہو کہ زید کو حدیث بجھنے کی تمیز نہین ہے ممکن ہے کہ اس حدیث کی ناسخ کوئی اور حدیث ہو اور وہ مجھہ تک نہ پہونچی ہو مگر کوئی حدیث ناسخ پیش نہین کی مشتبہ بیان کرتا ہے اور جب حدیث مذکور کی تنسیخ تحریر از زید مانگتا ہے تو انکار ہے اور طرفہ یہ کہ تعلیم اس مدرسہ کی حسب ضابطہ اسکول سرکاری اور صرف و نحو کی ہوا کرتی ہے علم دینی کی نہین حتی کہ امتحان افسران سرشتہ تعلیم کو دلاکر انعام کچھ اوپر پچاس روپیہ سرکار سے ملا وہ چندہ مدرسہ مین جمع کیا گیا اب عرصۂ دو ماہ سے تنخواہ مدرس مقررہ پندرہ روپیہ ماہواری سے پانچ کمی کرکے دس روپیہ قرار دیے اور کھانا اہالیان انجمن مین سے ایک صاحب نے اپنے ذمہ لیا ہے تو ایسے مدرسے مین مسجد کا روپیہ لگانا کیسا ہے بینوا توجروا۔ مکرر آنکہ مولوی یوسف علی صاحب و منشی یعقوب علی صاحب دیوبندی کی زبانی معلوم ہوتا ہے کہ دیوبند مین مدرسۂ اسلامیہ جو چودہ پندرہ برس سے قایم ہے مولانا رفیع الدین صاحب و مولانا یعقوب صاحب مہتمم مدرسہ نے باوجود کثیر آمدنی مسجد مدرسہ کو مسجد سے متعلق نہین رکھا اور نہ مسجد کا روپیہ مدرسہ مین لگایا اور سرکار سے سو روپیہ ماہواری چندہ لینے سے بھی انکار کیا اور سرکار سے کچھ تعلق نہین رکھا سوال دوم مقولۂ بکر ہے کہ جمعہ و عیدین مین خطبہ عربی زبان مین پڑھکر اوسی منبر پر اوسکا ترجمہ قوم کی

زبان مین بیان کر دینا جائز ہے مگر کوئی مستند پیش نہین کرتا البتہ زید بربنائے طوالت خطبہ

وبمقتضای حدیث مشارق الانوار عمار ان طول صلوة الرجل وقصر خطبته مئنة من فقهه فاطیلوا الصلوة

واقصروا الخطبة یعنی عمارؓ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ البتہ نماز کو بڑھانا مرد کا و خطبہ کا گھٹانا پہچان

اوسکی دانائی وعقلمندی کا سو تم نماز کو بڑھایا کرو اور خطبہ کو مختصر اور کم کرکے پڑھا کرو اسمین معترض ہے اور

کہتا ہو کہ خطبہ عربی زبان کے سوائے دوسری زبان مین پڑھنا یا عبارت عربی پڑھکر اوسکا ترجمہ

بیان کر دینا نہین چاہیے سلف سے ثابت نہین صحابہ وتابعین مین سے کسی سے یہ فعل پایا نہین جاتا

حالانکہ حضرات صحابہ وتابعین عرب کے سوای اور ملکون مین بھی جاتے تھے جہان عربی بولی نہ تھی مگر

خطبہ کا ترجمہ اور زبان مین بیان کرنا ثابت نہین ہوتا جب تک اون بزرگون سے ثابت نہو جاے

اونکی اتباع نہین چاہیے بجای خدا کتمان حق نکرو صاف صاف بیان کرو بینوا ولکم الاجر

عنداللہ تعالی عبدالحکیم ساکن کندیلی ضلع نرسنگہ پور

ہو المصوب جواب سوال اول اوقاف مسجد سے صرف کرنا مدرسہ مین نہین

درست ہے درمختار مین اتحد الواقف والجہة وقال مرسوم بعض الموقوف علیہ بسبب

خرابہ وقف احدہما جاز للحاکم ان یصرف من فاضل الوقف الاخر الیہ لانہما حینئذ کشئی واحد

وان اختلف احدہما بان بنی رجلان مسجدین او رجل مسجدا ومدرسة ووقف علیہما اوقافا لایجوز

له ذلک انتہی جواب سوال دوم بمذہب امام ابو حنیفہ خطبہ جمعہ وغیرہ فارسی مین پڑھنا

درست ہی مگر مراد اوس سے یہ ہے کہ خطبہ جمعہ جو شرط نماز ہے اگر فارسی مین پڑھا جاویگا یا

اردو مین یا کسی اور زبان مین تو شرط ادا ہو جائیگی اور نماز جمعہ صحیح ہو جاویگی مگر اسمین شک

نہین ہو کہ یہ طریقہ خلاف مسنون ہو پس خالی کراہت سے نہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

خطبون مین کبھی کبھی ایسے لوگ عجمی آتے تھے کہ زبان عربی نہین سمجھتے تھے اور صحابہ کے زمانہ مین

جب بلاد فارس وعجم فتح ہوے تو اونکے خطبون کی مجالس مین ہزارہا وہ ہوتے تھے جو عربی

نہین سمجھتے تھے باینہمہ کسی سے منقول نہین کہ اونے خطبہ بزبان غیر عربی پڑھا ہو یا ترجمہ اوسکا

اوسوقت کیا ہو حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فارسی پر کسی قدر قدرت حاصل تھی اور

صحابہ مین بہت فارسی سمجھتے تھے اور بول سکتے تھے باینہمہ ہرگز آنحضرتؐ او صحابہ سے یہ امر

منقول نہین ہے پس بالضرور یہ امر مکروہ اور خلاف مسنون ہوگا باقی رہی تفہیم اور تعلیم عوام اوسکے واسطے وعظ مقرر ہے جس زبان مین چاہے تعلیم کرے تفصیل اس مسئلہ کی میرے رسالہ احکام النفائس فی اداء الاذکار بلسان الفارس مین موجود ہے جسکو شوق ہو دیکھ لے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔ محمد عبد الحی ابو الحسنات

استفتا ایک زمین جسکے مالک تین شخص بالشرکہ ہین قبضے مین ایک رعیت کے اس طور پر ہے کہ وہ رعیت کل محاصل اس زمین پر متصرف ہوتا ہے اور مالکان کو صرف خزانہ مقررہ سالانہ زمین دیدیا کرتا ہے اور جبتک رعیت مذکور خزانہ مقررہ ادا کرتا چلا جاوے مالکان از روی قانون انگریزی کے اوسکو بیدخل نہین کر سکتے ہین اور اوس زمین کو اس رعیت کے قبضہ و تصرف سے باہر نہین کر سکتے ہین ہان اگر وہ رعیت خزانہ ادا نکرے تو البتہ مالکان اوسکو بیدخل کر دینے کے قانوناً مجاز ہین اور اوس زمین کو اوس رعیت سے منتزع کر کے دوسرے کے ساتھ بندوبست اوس زمین کے کر دینے کے مختار ہین اور اوس زمین کا بندوبست بعد پانچ سال کے متبدل ہو جایا کرتا ہے یعنی خزانہ مقررہ اوسکا گھٹ بڑھ جایا کرتا ہے اور جسوقت مالکان جمع سابق پر اضافہ کرتے ہین رعیت مذکور اوسکو قبول کرکے ہمیشہ پانچ پانچ سال تک کا بندوبست اپنے ساتھ کر لیا کرتا ہے اور اوس حال مین اگر رعیت مذکور جمع زائد ادا نکرے بلکہ جمع سابق ہی دیتا جاوے تو مالکان کو بجز لینے جمع زائد کے حق انتزاع زمین قانوناً حاصل نہین ہے صرف انتزاع زمین کے مختار وہ لوگ اوسوقت ہین جب مطلق خزانہ دینا رعیت موقوف کرے ایسی زمین مین رعیت مذکور مسجد بلا اذن مالکان بنایا چاہتا ہے پس شرعاً وہ مختار ہے یا نہین اور بلا اذن مالکان کے اگر وہ مسجد بنا لیوے تو وہ مسجد شرعاً مسجد ہوگی اور احکام مسجد اوسپر مترتب ہونگے یا نہین اور اگر مالکان ثلثہ سے دو یا ایک سے اذن لیوے کل سے اذن نہ لیوے تو شرعاً کیا حکم ہو اور اگر قبل بنجانے کے اوسنے کسی سے اجازت نہ لی یا لی تو بعض سے اور بعد تیار ہو جانے مسجد کے جملہ شرکاء نے اذن دیا تو اوس تقدیر پر وہ مسجد شرعاً ہوگی یا نہین اور بصورت اذن شرکاء کے ثواب وقف زمین و تعمیر مسجد دونون کا رعیت مذکور کو ہوگا یا صرف تعمیر کا ثواب پاویگا اور وقف زمین کا ثواب مالکان کو ملیگا جواب ہر شق کا مفصلاً بسند کتب معتبرہ درکار ہے بینوا توجروا

ہو المصوب شرائط صحت وقف سے یہ ہے کہ موقوف ملک واقف مین قبل وقف کے

ہو یا بعد وقف کے مالک اجازت دیدے رد المحتار مین ہی افادان الواقف لا بدان یکون مالکا لہ وقت الوقف ملکا تاما ولو بسبب فاسد وان لا یکون محجورا عن التصرف حتی لو وقف الغاصب المغصوب لم یصح وان ملکہ بعد الشراء او صلح ولو اجاز المالک وقف فضولی جاز انتہی پس صورت مذکورہ مین رعیت اوس زمین مین مسجد بنانے کا مختار نہین ہے اسوجہ سے کہ وہ زمین اوسکی مملوک نہین ہے ہان اگر جملہ شرکا رمالکین اجازت دیدین قبل تعمیر کے یا بعد تعمیر کے اوسوقت حکم صحت وقف کا ہوگا مگر اس صورت مین ثواب وقف کا اصل مالکون کو ہوگا اور رعیت کو صرف تعمیر کا ثواب ملیگا اور درصورت عدم اذن مطلق اوس مسجد کا حکم حکم مساجد شرعیہ کا نہوگا واللہ اعلم۔ حررہ الراجی عفو ربہ القوی

ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا سوال اول جو جانور کہ ہنود بزعم خود اپنے بتون کے نام سے وقف کرتے ہین جیسے سانڈ وغیرہ اوسکا کھانا بلا اجازت مالک یا بطریق شرا یا ہبہ کے غیر شخص مالک سے باوجود علم کے کیسا ہی **سوال دوم** جو جانور کہ ہنود بلا قطع یا بعد قطع بعض عضو اوسکے دریا مین یا کسی بت پاس چھوڑ دیتے ہین اوسکا کھانا بطریق مذکورہ سوال اول کیسا ہے **سوال سوم** غیر ذی روح چیزین جو کسی درگاہ یا امام باڑہ یا بت یا ایسے مقام پر کہ پرستش اوسکی شرعا ناجائز ہے بہ نیت تقرب چڑھائے جاتے ہین فی زماننا دو طریقے پر مروج ہے اول یہ ہے کہ چڑھائی ہوئی چیز اوسکے مقام پر چھوڑ دیجاوے دوسرے یہ کہ مالک کی طرف سے اوسی مقام پر تقسیم کردیجاوے اوسکا کھانا یا استعمال کرنا دونون صورتون مین کیسا ہے بینوا توجروا

ہو المصوب **جواب سوال اول و دوم** اس قسم کے جانورون کا کھانا بدون اجازت مالک کے حرام ہی نہ اسوجہ سے کہ وہ ما اہل لغیر اللہ ہی کیونکہ ما اہل لغیر اللہ وہ ذبیحہ ہی جو بقصد تقرب الی غیر اللہ ذبح کیا جاوے نہ وہ کہ زندہ چھوڑ دیا جاوے بلکہ اسوجہ سے کہ ایسا جانور اس قسم کے وقف کرنے اور ارسال سے ملک مالک سے نہین نکلتا ہے پس اگر وہ اجازت دیدے کھانا اوسکا درست ہوگا رد المحتار مین ہے المختار فی الصید انہ لا یملکہ اذا لم یبحہ وکذا فی الہدایۃ اذا سیبہا لما بسطہ الشرنبلالی فی شرحہ انتہی اور زیلعی کی شرح کنز مین مرقوم ہے ان کان مرسلا فہی مال الغیر فلا یجوز تناولہ الا باذن صاحبہ انتہی **جواب سوال سوم** جس چیز مین نذر لغیر اللہ

مقصود ہو بلکہ تقسیم کرنا اور اوسکا ثواب میت کو پونہچانا وہ حلال ہے اور جسمین صرف چڑھانا او
نذر الی غیر اللہ مقصود ہو جیسے وہ چیزین کہ اکثر عوام قبرون پر یا تعزیہ وغیرہ پر چڑھا کے چلے آتے ہین
اور مقصود اونکو صرف نذر کر دینا ہوتا ہے وہ حرام ہین در مختار مین ہے اعلم ان النذر الذی یقع
للاموات من اکثر العوام وما یوخذ من الدراہم والشمع والزیت ونحوہا وینقل الی ضرایح الاولیاء تقربا الیہم
فہو بالاجماع باطل وحرام مالم یقصدوا صرفہا لفقراء الانام وقد ابتلی الناس فی ہذہ الاعصار وقد بسطہ
العلامۃ قاسم فی شرح درر البحار انتہی واللہ اعلم۔ حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات
محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

استفتا ۴۷۵ کیا فرماتے ہین علمای دین اس مسئلہ مین کہ بانسہ شریف مین سید شاہ
عبد الرزاق رضی اللہ تعالی عنہ کی درگاہ ہے اور کئی پشت سے سید صاحب کی اولاد مین جانشین
و مالک و متولی برابر ہوتے چلے آئے ہین اور سید صاحب کے فرزند شاہ غلام دوست محمد صاحب نے
گل شاہ کو واسطے جاروب کشی و چراغ بتی و خدمتگذاری درگاہ و حاضرین و زائرین درگاہ کے مقرر
و مامور کیا تھا چنانچہ گل شاہ کے بھی کئی پشت تک وہ تعلق برابر چلا آیا ہے اس زمانے مین جو لوگ
مالک و متولی ہین اون لوگون نے خادمین یعنی اولاد گل شاہ کو بوجہ قصور و تمرد کے موقوف کر دیا ہے
پس ایسی صورت مین حق موقوفی کا مالکان و متولیان کو شرعا حاصل ہے یا نہین فقط

ہو المصوب بسبب ظہور تمرد و قصور کے مالکون اور متولیون کو جو اولاد سید صاحب سے
ہین حق موقوفی حاصل ہے خصوصا جبکہ اونکے موقوف کرتے مین مصلحت ہو اور موقوف کرنا اونکا
بوجہ معتبر واقع ہوا شاہ مین ہے لیس للامام ان یخرج شیئا من ید احد الا بحق ثابت معروف انتہی
یعنی امام و قاضی وغیرہ کو حق نہین ہے کہ کسی چیز کو کسی کے قبضہ سے نکال لے اور اوسکو
موقوف کر دے مگر بوجہ شرعی معتمد اور تنقیح فتاوی حامدیہ مین ہے قال بیری زادہ ینبغی ان یقید
بما اذا لم یکن فیہ فائدۃ للوقف اما اذا کان عزلہ خیرا لہ کما فی جامع الفصولین انتہی حاصل اسکا یہ ہے
کہ جو ناظر و مدبر و متمم مال وقف وغیرہ ہو اوسکا موقوف کرنا اوس وقت ناجائز ہے جبکہ اوسمین
کوئی فائدہ و مصلحت متعلق اموال وقفیہ نہو اور اگر اوسکے موقوف کرنے مین مصلحت ہو تو موقوف کرنا جائز ہے
واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

۱۰ ماہ ربیع ثانی سنہ ۱۳۱۲ ہجری مرسلہ منصف پنشن یافتہ مولوی احمد اللہ بن مولوی رحمت اللہ مرحوم از محلہ اردو شہر جونپور

استفتا چہ میفرمایند علمای دین ومفتیان شرع متین اندرین مسئلہ ہین نے بتحریر ایک وثیقہ
مرقومہ انیسوین اپریل ۱۸۹۳ء اپنی بالکل جائداد مین سب اپنے زوجات واولاد کا حصہ بقید جداگانہ
بناءعزو وقف لکھدیا مگر ابتک اوسپر قبضہ اونکو یا اونکے متولی کو نہین دیا ہے اور شرط بقای عین حقیقت
بحق اپنے لکھا لیا ہے اونمین دو لڑکے میرے حمد اسد ومحمد اللہ جو میری ایک عورت سے ہین جسکا مہر فاطمی
بندھا اور ادا بھی کردیا گیا تھا اور وہ مر بھی گئی ہین وے دونون بھائی بزعم اوس تحریر کے کہ باپ
جو کچھ تھا وہ لکھ ہی چکے اب وس سے کیا غرض ہے براہ ناخلفی مجھسے منحرف ہو گئے آزادگی
وعیاشی مین مبتلا ہو رہے اپنی صورت دکھلانی اور سیدھی بات کرنے کو بھی روادار نہین میری نافرمانی
اور توہین کرتے اور میری باتون کو نہین سنتے اور جواب دلشکن دیتے رہتے ہین اور اس انتظار مین
ہین کہ باپ مرجاوین تو اوسکی سب جائداد پر قبضہ کرکے حد درجہ کی تماش بینی مثل اپنے ننہالی خاندان کے
کرگذرین اب مین بحلف مذہبی اقرار کرتا ہون کہ اون دونون کی بیہودگی وبدنیتی ودغابازی وخیانت
وخباثت سے مین سخت عاجز اور تنگدل ہو رہا ہون اور جب وہ مجھسے ایسی بیوفائی وکفران حقوق
پرورش وغیرہ کررہے ہین تو اپنے سوتیلی ماؤن اور سوتیلے بھائیون اور بہنون کو کہ انمین بالطبع
خصومت رہتی ہے کب چین وآرام گھر مین لینے دینگے بلکہ یہی دونون بھائی بداطوار میرے بعد میری بالکل
جائداد کا منافع بالا بالا لوٹ مار کرکے اپنے عیش ونشاط مین اوڑایا کرینگے اور میرے بچے جو اونمین کوئی
بھی بالغ نہین اور میری بیبیان جو پردہ نشین او بے خویش وبرادر وبیکس ہین بھوکون مرینگی یا بھیک
مانگتے گھر سے باہر نکلجاوینگی لہذا اون دونون بھائی حمد اسد ومحمد اللہ کے دست برد کے روکنے کے لیے
اون دونون کے نام جو حصہ اوس وثیقہ مین نامزد کیا ہے اوسکو پھر مین اپنی طرف واپس کرنا لینا
چاہتا ہون اسلیے کہ عین جائداد تو خود اوس وثیقہ مین میری ملکیت دوام کے لیے میرے حق مین قائم رہنے کو شرط
ہو چکی ہے باقی بنظر منفعت قبضہ اونکا بحسب قواعد تکمیل وقف کے اونکو یا اونکے متولی کو کہ اوس محمد اسد کے
نام تولیت لکھا تھا ابتک سپرد نہین کیا ہے نہ اونکا نام سررشتہ سرکاری مین بطور دخل خارج کے
لکھا گیا اور نہ اپنے وصیت نامہ مین اوسکی تائید کی بلکہ مین بدستور قدیم اپنے طور پر اپنے نام سے بطور
قبضہ مالکانہ سب کارروائی خانگی وعدالتی کر رہا ہون اور بار بار اونکی نسبت فقط بے پروائی بطور تنبیہ کے ذری
وے دونون بھائی حمد اسد ومحمد اللہ اپنے دستخطی خطون مین لکھتے رہے ہین تب ایسے حالات مین مجھہ اصل مالک کو

شرعاً اختیار واپسی اوس حصہ کا جو بنام اونکے وثیقہ مذکور مین لکھا تھا حاصل ہے یا نہین اور اگر ہے تو کس دلیل پر بینوا توجروا الراقم محمد احمد اللہ خان ساکن محلہ خادم خان عرف محلہ اردو شہر جونپور بقلم خود

ہو المصوب اس صورت مین واقف کو واپسی وقف کا اختیار ہے اسوجہ سے کہ شی موقوف کے مالک واقف نہین زائل ہوتی ہے جبتک کہ تسلیم الی المتولی نہو اور لزوم وقف بعد تسلیم الی المتولی ہوتا ہے جیساکہ تنویر الابصار مین ہے ولا یتم حتی یقبض ولم یفرز فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملک ولا یعار ولا یرہن انتہی اور در مختار مین ہے تسلیم کل شئی بما یلیق بہ ففی المسجد بالافراز وفی غیرہ بنصب المتولی وتسلیمہ ایاہ انتہی پس جبکہ واقف نے ہنوز جائداد موقوفہ پر قبضہ متولی کا نہین کرایا بلکہ اپنا ہی دخل رکھا تو وہ جائداد اوسکی ملک سے زائل نہین ہوئی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی محمد عبد الحی ابو الحسنات

کتاب البیوع

استفتا زید کے پاس زمین اور ایک مکان خرید پانسو روپیہ کا اوسکے قبضہ مین سالہا سال رہا اور وہ خالد کا قرضدار چالیس روپیہ کا تھا خالد نے عدالت مین نالش کی سرکار نے وہ زمین اور مکان بابت روپیہ خالد کے مع خرچہ عدالت کے نیلام کرا ڈالا اور حامد کے نام وہ اٹھ روپیہ پر چھوٹا سرکار نے اوسپر قبضہ مالکانہ حامد کا کرادیا لیکن زید جو کہ مالک ہے وہ اوس نیلام پر راضی نہین ہے پس ایسی زمین اور مکان سے بدون رضامندی زید کے نفع لینا یا قبرستان اور مسجد بنانا از روی شرع جائز ہے یا نہین

ہو المصوب اس صورت مین نفع لینا حامد کو اوس زمین مین جائز نہین کیونکہ اگرچہ بیع مال قرضدار کی جوقت کہ قرض ادا نکرے حاکم کو بلا اجازت اوسکے جائز ہے علی الاصح کما فی ملتقی الابحر والدر المختار والحامدیۃ وغیرہا لیکن چونکہ یہ بیع نہایت نقصان سے ہوئی کہ پانچسو کی مالیت اٹھ روپیہ کو بکی اور ولایت حاکم کی مبنی شفقت اور نفع پر ہے نہ ضرر و نقصان پر مثل ولایت صبی کے لہذا یہ بیع جائز نہوگی فتاوی خیریہ مین ہے الحاصل ان القاضی نصب ناظرا فینبغی لہ ان ینظر للمدیون بما نظر للدائن فیبیع ما کان انظر لہ انتہی واللہ اعلم حررہ محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ

استفتا تجارت اور بیع اور شراء پوست حیوانات مردار بلا ذبح کے تر یا خشک

بدون دباغت کے شرعاً جائز ہے یا نہیں

ہو المصوب نہیں فتح القدیر میں ہے لا یجوز بیع جلود المیتة قبل ان تدبغ لانها غیر منتفع بها قال صلی اللہ علیه وعلی آله وسلم لا تنتفعوا من المیتة باهاب ولا الخلاف فی هذا انتہی واللہ اعلم ۔ حررہ محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ

استفتا زید مال خود بدست بکر جاگر طور فروختہ اقرار کرد کہ ہرگاہ خواہد بشرط عدم استعمال واپس دہد پس بکر مال مذکور بجای فروخت نفع کہ ازان حاصل شد بکر را حلال است یا نہ

ہو المصوب حرام است زیرا کہ مال جاگر طور از ملک بائع بیرون نمی آید در لقایہ می آرد لا یخرج مبیع عن ملک بائعه مع خیاره کالمقبوض علی سوم الشراء انتہی وہرگاہ آن ملک از ملک بائع بیرون نہ آمد نفع گرفتن بکر را جائز نیست واللہ اعلم ۔ حررہ محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ

استفتا زید بکر را طلے دادہ گفت کہ بدین قیمت فروختہ دہند وانچہ زیادہ حاصل شود حق تست پس چیزے کہ از قیمت معینہ زائد بدست آمد بکر را حلال ست یا نہ

ہو المصوب حلال است واللہ اعلم حررہ محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ

استفتا چہ میفرمایند علمای شافعیہ رحمہم اللہ تعالی درین مسئلہ کہ بعض مردم این دیار خریدن شراب بنیت سرکہ ساختن جائز میدارند ومیگویند کہ بسبب نیت مے نزد شان شرطہاست حرمت ونجاست خمر مرتفع میگردد پس قول ایشان صحیح ست یا نہ بینوا بدلائل کتب الشافعیة توجروا یوم القیامة عن اللہ القوی الرحیم

الجواب خریدن خمر اصلا روا نیست اگرچہ بہ نیت سرکہ کردن باشد زیرا کہ از سند عبارت کتب فقہ شافعیہ اصلا صحتی ندارد کہ خمر حرام وپلید ست کذا فی المغنی وغیرہ وہرچہ نجس ست خریدنش اصلا جائز نیست لعدم وجود الشرط للمبیع پس معتبر از شروط بیع نزد امام شافعی رحمہ اللہ آنست کہ مبیع نجس العین نباشد بلکہ بالفعل پاک باشد یا امکان پاکی بشستن داشتہ باشد واگر پاک نباشد یا بغیر از غسل امکان طہارت ندارد نیز جائز نیست ہمچنین ست در فتح المعین وطہرہ او امکان طہرہ بغسل فلا یصح بیع نجس وجلد میتة وان امکن طہرہا بتخلل او دباغ انتہی لہذا صحیح نیست بیع سگ معلم وخنزیر وخمر جائز نیست بیع خمر قال فی احیاء علوم الدین فیعتبر فیه ستة شروط الاول ان لا یکون نجسا فی عینه فلا یصح بیع کلب وخنزیر ولا یجوز بیع الخمر انتہی وفی المنہاج وللمبیع شروط طہارة عینه فلا یصح بیع کلب وخنزیر وخمر والمتنجس الذی لا یمکن تطہیره کالخل واللبن انتہی وفی الزبد

ویشترط فی المبیع ان یکون طاہرا انتہی وفی الانوار ولہ شروط الاول ان یکون طاہرا ویطہر بالغسل فلا یصح بیع
کلب وخنزیر وفروعہما والمیتۃ کالعاج وجلدہا قبل الدباغ والسرجین والخمر انتہی وخمرے کہ بے معالجے
سرکہ شود پاک است وخم آن ہم پاک در مغنی ہم مسطور ست وانچہ نجس العین ست مثل سگ
وخون ومردار بہیچ وجہ پاک نشود مگر خمر خود بخود بغیر معالجہ سرکہ گردد یا پوست مردارے کہ دباغت
کنند انتہی ایضا در مغنی مرقوم ست بدانکہ خمر را بمعالجے سرکہ کردند مثل آنکہ نمک یا سرکہ یا نان گرم
یا شیرہ وغیر ذلک در وی انداز ندآن سرکہ شود این سرکہ پلید وحرام ست وپاکی آن ممکن نیست وفی
المنہاج ولا یطہر نجس العین الا خمر تخللت وکذا ان نقلت من شمس الی ظل وعکسہ فی الاصح فان خللت
بطرح شیء فلا انتہی وفی الانوار لا یطہر من نجس العین الا الخمر بالتخلل وجلد المیتۃ بالدباغ انتہی بلکہ بر بائع
ومشتری از احادیث صحیحہ لعنت خدا ورسول ثابت وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم لعن اللہ الخمر وشاربہا وساقیہا وبائعہا ومبتاعہا وعاصرہا الحدیث وعن
انس رضی اللہ عنہ قال لعن رسول اللہ فی الخمر عشرۃ عاصرہا ومعتصرہا وشاربہا وحاملہا والمحمولۃ الیہ
وساقیہا وبائعہا واکل ثمنہا والمشتری لہا والمشتری لہ رواہ الترمذی وابن ماجۃ کذا فی المشکوۃ الشریف
واللہ اعلم بالصواب حررہ الخادم العلماء الربانی فقیر شاہ رحمۃ اللہ القادری النقشبندی عفی عنہ | حاجی شاہ محمد رحمۃ اللہ قادری |

الجواب المرقوم صحیح | ہذا الجواب صحیح لا شک فیہ | سید علی رضا | میر تصدق حسین ۱۲۷۵

الجواب صحیح کتبہ خادم علمای دین متین محمد شہاب الدین قادری عفا عنہ وعن اسلافہ | محمد شہاب الدین

الجواب صحیح غلام قادر عفی عنہ | من اجاب اصاب کتبہ خادم شرع مصطفی سید مرتضی | سید مرتضی ۱۲۵

ہو الصواب بمذہب شافعیہ سرکہ ساختن خمر حرام ست واز سرکہ نجاست آن مرتفع نمی شود
البتہ اگر خود بخود سرکہ شود پاک می شود وبیع اشیاء نجسہ حرام ست امام محی الدین نووی در شرح
صحیح مسلم می نویسند من قال بتحریم تخلیلہا وانہا لا تطہر بہ الشافعی واحمد ومالک فی اصح الروایتین عنہ
وجوزہ الاوزاعی واللیث وابو حنیفۃ ومالک فی روایۃ واما اذا انقلبت بنفسہا خلا تطہر عند جمیعہم الا ما حکی
عن سحنون المالکی انہ قال لا تطہر انتہی ونیز می نویسند فی روایۃ ان الذی حرم شربہا وحرم بیعہا وفیہ تحریم بیع
الخمر وہو مجمع علیہ والعلۃ فیہ عند الشافعی وموافقیہ کونہا نجسۃ ولیس فیہا منفعۃ مقصودۃ انتہی ومحمد خطیب
شربینی شافعی در اقناع شرح مختصر ابی شجاع می نویسند لا یصح بیع عین نجسۃ سواء امکن تطہیرہا بالاستحالۃ

لجلد المیتة ام لا کالسرجین والکلب ولو معلما والخمر لخبر الصحیحین انه صلی الله علیه وسلم نهی عن ثمن الکلب
وقال ان الله حرم بیع الخمر والمیتة والخنزیر انتهی والله اعلم حرره الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات
محمد عبد الحی الحنفی اللکنوی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی (محمد عبد الحی ابو الحسنات)

الجواب صحیح نمقه خادم اولیاء العبد الکریم محمد ابراهیم غفر له الله الرحیم ابن مولانا مولوی علی محمد مرحوم (محمد ابراهیم)

شیخ جلال الدین محلی در شرح منهاج الفقه می آرد وللمبیع شروط خمسة احدها طهارة عینه فلا یصح بیع الکلب والخمر وغیرهما من نجس العین لانه صلی الله علیه وسلم نهی عن ثمن الکلب وقال ان الله حرم بیع الخمر والمیتة والخنزیر رواهما الشیخان والمعنی فی المذکورات نجاسة عینها فالحق بها ما فی نجس العین انتهی وهمین حکم عدم جواز بیع خمر ست پیش شیوخ یا عمائد اسلام حضرات حنفیه اعلام بوأهم الله تعالی دار السلام وکثر مقتضی آثارهم الی یوم القیام والله علیم وحکمه حکیم حرره خادم الکتاب الکریم والحدیث النبوی ابو الاحیاء محمد نعیم النظامی الحنفی القادری اللکنوی غفر له العلی الرب الحکیم وجعله من ورثة جنة النعیم

۳۸۲ **استفتا** علمای دین ومفتیان شرع متین درین مسائل چه میفرمایند که در شرع شریف بیع پوست حیوان مردار غیر مدبوغ وخریدن شراب بنیت سرکه کردن درست یا نه واستعمال وانتفاع از استخوان مرده وموی وپر وغیره جایز است یا نه وهر پوست حیوان که از دباغت پاک میگردد واز ذبح نیز طاهر می شود یا نه وذکاة چه معنی دارد بینوا توجروا

الجواب حامدا ومصلیا ومسلما بیع پوست مردار قبل از دباغتش جائز نیست کما قال فی العینی ولم یجز ایضا بیع جلد المیتة قبل الدبغ لما روی انه علیه الصلوة والسلام نهی عن الانتفاع بجلد المیتة وعصبها رواه ابو داود وغیره وبعده ای بعد الدبغ یباع لانه طهر بالدبغ انتهی وفی شرح الوقایة ولا یبیع جلد المیتة قبل الدبغ انتهی وفی الهدایة قال ولا بیع جلد المیتة قبل ان یدبغ لانه غیر منتفع به قال علیه الصلوة والسلام لا تنتفعوا من المیتة باهاب وهو اسم لغیر المدبوغ علی ما مر فی کتاب الصلوة انتهی وایضا فیها ولا باس ببیعها والانتفاع بها بعد الدباغ لانها طهرت بالدباغ انتهی یعنی فروختن پوست مردار پیش از دباغت آن جائز نیست زیرا که انتفاع بآن روا نیست که در حدیث شریف آمده است که انتفاع مگیرید از پوست مردار که بے دباغت ست واهاب پوست غیر مدبوغ را گویند چنانچه در کتاب الصلوة ذکر آن گذشته اما فروختن پوست مردار وانتفاع بآن بعد از دباغت آن روا است زیرا که آن بعد دباغت پاک میگردد انتهی ترجمه هدایه

وخرید و فروخت مال غیر متقوم یعنی آنچه منتفع به نیست مثل خمر و خنزیر و مثل آن باطل ست کما فی الدر المختار وبطل بیع مال غیر متقوم ای غیر مباح الانتفاع به ابن کمال فلیحفظ کخمر وخنزیر انتهی وفی الهدایة واما بیع الخمر والخنزیر ان کان قوبل بالدین کالدراهم والدنانیر فالبیع باطل وان کان بعین فالبیع فاسد حتی یملک ما یقابله وان کان لا یملک عین الخمر والخنزیر انتهی وفی العینی بیع الباطل وهو غیر مشروع اصلا کبیع الخمر والخنزیر والمیتة والدم انتهی قال فی العالمگیریة لا یجوز بیع الحر والخمر والخنزیر والمیتة کذا فی التهذیب انتهی وفی شرح الوقایة بطل بیع مال غیر متقوم کالخمر والخنزیر بالثمن انتهی وفی الصافیة البیع فی الخمر باطل حتی لا یملک عین الخمر انتهی الحاصل آنچه در شریعت مالیتش غیر متقوم ست فروختن آن باطل ست مثل خون و مردار وغیره و همچنین باطل ست خریدن آن و در شرح وقایه مسطور ست بطل بیع ما لیس بمال کالدم والمیتة والحر والبیع به انتهی و در ملتقی الابحر مرقوم ست بیع ما لیس بمال والبیع به باطل انتهی باید دانست که بیع بمعنی فروختن و خریدن ست و در شرع عبارت از مبادلهٔ مال بمال ست بتراضی کذا فی الهدایة عصب مرده و استخوان و شاخ و پر و موی و پشم و سم و منقار و آنچه حیات در ان حلول نکند پاک ست و انتفاع بدان جائز ست هرگاهی که بر آن پیه نبود و قال فی غنیة المستملی وعصب المیتة وعظمها وقرنها وریشها وشعرها وظفرها وظلفها وکذا حافرها ومخلبها وکل ما لا تحل الحیوة منها طاهر اذا لم یکن علیه دسومة انتهی هر حیوانی که بسم الله ذبح کرده شود جلد و گوشت و پیه و جمیع اجزای او پاک شود مگر خنزیر اعم ست از ینکه گوشت آن حیوان میخورده باشد یا نه قال فی غنیة المستملی کل حیوان اذا ذبح بالتسمیة طهر جلده ولحمه وشحمه وجمیع اجزائه سوی الخنزیر والآدمی سواء کان ماکول اللحم او غیر ماکول اللحم انتهی وفی الهدایة وما یطهر جلده بالدباغ یطهر بالذکاة لانه یعمل عمل الدباغ فی ازالة الرطوبات النجسة وکذلک یطهر لحمه بالذکاة وان لم یکن ماکولا انتهی وفی الدر المختار ای ما طهر بدباغ طهر بذکاة انتهی ذکاة بذال معجمه بمعنی ذبح شرعی ست قال فی الطحطاوی الذکاة بالذال المعجمة الذبح انتهی وفی الدر المختار یشترط لطهارة جلده کون الذکاة شرعیة انتهی والله اعلم بالصواب

نمقه خادم العلماء الربانی فقیر شاه رحمت الله القادری النقشبندی | حاجی شاه محمد رحمت الله قادری

الجواب المرقوم صحیح سید علی رضا شافعی المذهب | سید علی رضا | اصاب من اجاب کتبه | سید مرتضی ۱۲۵۱

الجواب صحیح کتبه خادم علمای دین متین محمد شهاب الدین قادری عفا عنه و عن اسلافه | محمد شهاب الدین

هذا الجواب صحیح لا شک فیه | میر تصدق حسین ۱۲۷۵ | الجواب صحیح بلا ارتیاب والله اعلم بالصواب کتبه غلام قادر عفا الله عنه

فی الواقع بیع پوست مردار قبل دباغت جائز نیست قاضی القضاة بدر الدین محمود عینی در بنایه

شرح ہدایہ می نویسند لا یجوز بیع جلود المیتۃ قبل الدباغ ولا التملیک بہا ذکرہ فی المحیط وشرح الطحاوی انتہی وہمچنین خرید وفروخت خمر ہم جائز نیست در مجتبی شرح مختصر قدوری می نویسند اما بیع الخمر والخنزیر ان کان الدین کالدراہم والدنانیر فالبیع باطل واتفقت الروایات علی ان ثمن الخمر والمیتۃ غیر مملوکۃ وان تحمل بعین فالبیع فاسد حتی یملک ما یقابلہ وان کان لا یملک عین الخمر والخنزیر انتہی واستعمال اجزاء مردار کہ دران حیاۃ حلول نساز درست است در شرح وقایہ می نویسند وشعر المیتۃ وعظمہا وعصبہا وحافرہا وقرنہا وشعر الانسان وعظمہ طاہر انتہی وہر پوست کہ از دباغت پاک میشود از ذبح شرعی نیز پاک میگردد ودر شرح وقایہ می نویسند وما طہر جلدہ بالدبغ یطہر بالذکاۃ وبالاغلا ای ما لا یطہر بالدبغ لا یطہر بالذکاۃ والمراد بالذکاۃ ان یذبح المسلم او الکتابی من غیر ان یترک التسمیۃ عامدًا انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی اللکنوی الحنفی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

الجواب صحیح نمقہ خادم اولیاء اللہ الکریم محمد ابراہیم غفر لہ اللہ الرحیم ابن المولوی علی محمد المرحوم

محمد ابراہیم

در جامع الرموز می آرد ولا یجوز ولا یبطل بیع جلد المیتۃ قبل دبغہا انتہی ونیز می نگارد وفی الاکتفاء اشعار بجواز اجزاء غیرہما کالشعر وغیرہ ولو میتۃ وفی القصب والاتیان کما فی المحیط انتہی واز غیرہما درین عبارت غیر آدمی وخنزیر ارادہ می سازد وہم می طراز د وبطل مع مال غیر متقوم بکسر الواو ای غیر منتفع بہ شرعًا کالخمر فیما بین المسلمین ومسلم وکافر بالثمن وفیہا اشارۃ الی ان بیعہا بالعرض غیر باطل انتہی مختصرًا واز غیر باطل فاسد را قصد میدارد ونیز می آرد وما ای حیوان طہر جلدہ بالدبغ طہر ذلک الحیوان جلدہ بالذکاۃ والذکاۃ الشرعیۃ الذبح من الاہل مع التسمیۃ انتہی ملخصًا واللہ علیم بالصواب عندہ ام الکتاب حررہ ابو الاحیاء محمد نعیم غفر لہ العلی الرب الحکیم

استفتا چہ می فرمایند علماء دین ومفتیان شرع متین اندرین مسئلہ کہ در بازار نرخ گندم فی خروار بیست مروج است شخصے از سوقی صاحب المجلوب یک خروار بمہلت شش ماہ مقابل قیمت بیست وپنج مقرر شد یعنی از داہیہ تاجیل در ثمن پنج روپیہ اضافہ میکند ہنگام حلول اجل جملہ بست وپنج خواہد کرد آیا این ازدیاد ثمن جائز است یا نہ ولو اخذنا التمسک للجواز بقول صاحب الہدایۃ والکفایۃ والنہایۃ والشامی والطحطاوی ویزاد فی الثمن لاجل الاجل لصح ام لا قال فی حاشیۃ الچلپی یجوز ان یقدر الثمن فی المبیع بالموجل اکثر مما فی المعجل بحیث تقابل کثرۃ الموجل لتعجیل القلیل انتہی لکنہ یخالف ما فی صلح الہدایۃ ان الاعتیاض عن الاجل حرام فہذا الاجل وہذا لان حرمۃ ربوا النساء لیست الا لشبہۃ مبادلۃ المال بالمال حقیقۃ والا ان یکون حرامًا اولی بینوا توجروا

از ملک سندہ مقام قاسم پور مختیار لوہری ضلع شکارپور ماہ ذیحجہ ۱۲۹۵ھ ہجری

هو المصوب زیادتی ثمن برای اجل بلاشبہہ درست ست وثبوت آن از عبارت هدایہ فی کتاب المرابحۃ الاتری انہ یزاد فی الثمن لاجل الاجل بوجہ احسن میگردد وهمچو عبارت در کتب عدیدہ موجود ست فصیح الدین هروی در شرح وقایہ می نویسند در کتاب المرابحۃ فی النسیئۃ یزاد الثمن لاجل الاجل انتهی ودر نهر فائق شرح کنز الدقائق می آرد الاتری انہ یزاد فی الثمن لاجلہ انتهی ودر بحر رائق شرح کنز الدقائق می نویسد لان الاجل شبیها بالمبیع الاتری انہ یزاد فی الثمن لاجل الاجل انتهی وبعد چند سطور می نویسد الاجل فی نفسہ لیس بمال ولا یقابلہ شیء من الثمن حقیقۃ اذا لم یشترط زیادۃ الثمن بمقابلۃ قصدا ویزاد فی الثمن لاجلہ اذا ذکر الاجل بمقابلۃ زیادۃ الثمن قصدا انتهی ازین عبارت صاف جواز امر مسئول عنہ معلوم شد وهمچنین است در بسیاری از کتب فقهیہ واما عبارت صلح هدایہ لو کانت لہ الف مؤجلۃ فصالحہ علی خمس مائۃ حالۃ لم یجز لان المعجل خیر من المؤجل وهو غیر مستحق بالعقد فیکون بازاء ما حطہ عنہ وذلک اعتیاض عن الاجل وهو حرام انتهی پس بنوعی مخالف عبارات سابقہ نیست چہ اعتیاض عن الاجل امری دیگر ست وزیادۃ ثمن لاجل الاجل امری دیگر ست چون درین مسئلہ از سابق حق اجل ثابت بود وصلح بر پانصد حال واقع شدہ اعتیاض من الاجل الذی لیس بمال لازم آمد بناءً علیہ حکم حرمت دادہ شد ودر صورت زیادت ثمن برای اجل حق اجل از سابق ثابت نیست بلکہ ابتدای مقصود تاجیل ثمن زائد می شود پس در جوازش کلامی نخواهد بود واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

۳۸۴

استفتا سوال اول کیا فرماتے ہین علما اس مسئلہ مین کہ زید نے بکر سے ایک لونڈی خریدی باین طور کہ عمرو نامی ایک اپنے دوست کو روپیہ دیا کہ وہی عمرو اوس مبیع کا ایجاب وقبول کرے اپنے نام سے اور روپیہ ادا کرے مگر مقصود اس خریداری سے تمتع زید کا ہو چنانچہ بکر نے بعت کہا اور عمرو نے اشتریت کہا اور بیع تمام ہوئی اور زر ثمن اوسکا عمرو نے بکر کو ادا کر دیا اب یہ لونڈی زید کی ملک ہوگی یا عمرو کی اور زید پر حلال ہونے کے واسطے عمرو کی جانب سے تجدید تملیک لنسبت زید کے ضروری ہے یا نہین خصوصاً ایسی صورت مین کہ جب عمرو کو اصرار ہے کہ مین نے اپنے روپیہ سے خرید کیا اور خود اپنے واسطے لیا اب اگر زید ثابت کرے کہ خریداری زید کی روپیہ سے ہوئی تو اوسکو دعوی عمرو پر لینے روپیہ پانے کا ہوگا یا لونڈی کے ملک کا ہوگا اور بعد ادای زر ثمن اگر خالد

مرسلہ مولوی فاروق صاحب از مقام اعظم گڑھ مکان مفتی محمد اکرم صاحب بماہ رجب ہفتم روز شنبہ ۱۲۹۶ ہجری

دعویدار ہو کہ وہ لونڈی ملک میری تھی بکر کی ملک ہی نہین تھی چنانچہ بشہادۃ عدول اوسکا دعوی ثابت ہوا
اور قاضی نے ملک عمرو سے اوسکو خارج کردیا تو عمرو اوسکا زرثمن بکر سے واپس پانیکا مستحق ہی یا نہین
اور معاملات مین نیت اور مقصود عاقدین کو باوجود ایجاب و قبول صریح کچھہ دخل ہے یا نہین بینوا توجروا

سوال دوم اگر اسی طور سے زید کوئی عقار نام عمرو کے خرید کرے یعنی ایجاب بیع عمر اپنے نام
قبول کرے بقصد تمتع زید اور زرثمن زید سے لیکر ادا کرے اور اسوجہ سے زید اپنے کو مشتری عقار
سمجھے باوجود اسکے کہ ایجاب و قبول مین ذکر زید کا کسی طرح درمیان مین نہین آیا اور عمرو کو انکار بھی
زید کے تمتع مقصود ہونے سے ہے اور وہ عقار بوجہ دعویداری خالد بشہادت عدول ملک عمرو سی
نکلجاوے تو عمرو اصل بائع پر دعوی واپسی زرثمن کرسکتا ہے یا نہین اور احکام مشتری ہونے کے
قضاءً و شرعاً عمرو سے متعین ہونگے یا زید سے بینوا توجروا

ہوالمصوب جواب سوال اول اس صورت مین عمرو لونڈی کے خریدنے کے واسطے
زید کیطرف سے وکیل ہوا پس اگر توکیل جاریہ معینہ کی تھی اور عمرو نے اوسی کو خرید کیا تو وہ جاریہ ملک
زید ہوگی اور عمرو کو اپنے واسطے اوسکا خرید کرنا درست نہین اور زید پر وہ جاریہ حلال ہوگی حاجت
تجدید تملیک کی نہین ہے اگر عمرو نے بمواجہہ زید کے اوسی جاریہ کو خرید کیا اور تصریح کردی کہ مین
اپنے واسطے خرید کرتا ہون نہ زید کیواسطے اس صورت مین البتہ وہ جاریہ عمرو کی ہوگی اور سوای اسکے
اور کسی صورت مین وہ جاریہ عمرو کی نہین ہوسکتی ہدایہ مین ہے لو وکلہ بشراء شئی بعینہ فلیس لہ ان یشتریہ
لنفسہ انتہی اور کفایہ مین ہے سواء نوی عنہ عقد الشراء لنفسہ او صرح بالشراء لنفسہ بان قال اشہدوا انی قد اشتریتہ
لنفسی وہذا اذا کان الموکل غائبا فان کان حاضرا او صرح الوکیل بالشراء لنفسہ یصیر مشتریا لنفسہ کذا فی التتمۃ انتہی
تنقیح الفتاوی الحامدیہ مین ہے الوکیل لشراء شئی بعینہ اذا اشتراہ لنفسہ بمثل الذی امر بہ حال غیبۃ الموکل یکون
مشتریا للموکل ولا یملک الشراء لنفسہ ما لم یخرج عن الوکالۃ وہو یملک اخراج نفسہ عن الوکالۃ عند حضرۃ الموکل لا عند
غیبتہ کذا فی الخانیہ انتہی پس جب زید ثابت کردیگا کہ یہ خریداری اوسیکے روپیہ سے ہوئی تو اوسکو
دعوی عمرو سے لونڈی کا ہوگا اور در صورت استحقاق عمرو کو بکر سے واپسی زرثمن کی ضرور ہوگی جیسا کہ
درمختار مین ہے و یثبت رجوع المشتری علی بائعہ بالثمن اذا کان الاستحقاق بالبینۃ لما یجئ انہا حجۃ متعدیۃ
انتہی اور اگر توکیل جاریہ غیر معینہ کی خریداری کی تھی پس اگر عمرو نے زید کے روپیہ سے خرید کیا یا بوقت خرید

نیت زید کیواسطے لینے کی تو وہ جاریہ زید کی ہوگی نہین تو عمرو کی جیسا کہ ہدایہ مین ہے ان وکل الشراء
عنہ بغیر عینہ فاشتری عبدا فہو للوکیل الا ان یقول نویت الشراء للموکل او یشتریہ بمال الموکل انتہی جواب سوال دوم
اس صورت مین وہ شراء عمرو کی زید کے واسطے سمجھی جاویگی نتائج الافکار مین ہے ان تکاذبا ای الوکیل
والموکل فی النیۃ یحکم النقد بالاجماع انتہی اور حقوق عقد راجع طرف عمرو کے ہونگے تنویر الابصار مین ہے
حقوق عقد لا بد من اضافتہ الی الوکیل کبیع یتعلق بہ انتہی اور عمرو اصل بائع پر دعوے واپسی زر ثمن کر سکتا ہے
واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی | محمد عبد الحی ابو الحسنات |

۳۸۵
استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین اس مسئلہ مین کہ تجارت تمباکو خوردنی و نوشیدنی بغرض
حصول منفعت و فراغت معاش درست ہے یا نہین بینوا توجروا

ہو المصوب درست ہے علامہ ابراہیم بن حسین الشہیر بہ بیری زادہ حنفی مکی اپنے رسالہ رفع الاشتباک
فی حکم تعاطی شجرۃ التنباک مین لکھتے ہین اما بیعہا و شراؤہا فیجوز لامکان الانتفاع بہا فی غیر الشرب بدلیل
تقیید الاصحاب عدم الجواز فی مثلہا بما لا ینتفع بہ انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی
ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

۳۸۶
استفتا سوال اول تجارت چرم ذبیحہ و غیر ذبیحہ بلا دباغت درست ہے یا نہین
حسب الارشاد ہر چہار امام رحمۃ اللہ علیہم ارشاد فرماوین سوال دوم تجارت غلہ کیونکر حلال ہے
اور کس صورت مین اطلاق حرمت ہے سوال سوم جہت خرید غلہ روپیہ کا دینا قبل درو زراعت کے
بعد طے وزن کے درست ہے یا نہین سوال چہارم زید نے بکر کو دو روپیہ دیے اور غلہ کا دینا
بروقت درو زراعت کے بہ تعیین وزن وقت معین قرار پایا یا کہ بلا تعیین وزن بوقت معین نرخ
بازار قرار پایا مگر زید کو غلہ نہین ملا اور بعد درو زراعت غلہ بھی کم وزن معینہ سے فروخت ہوا غرضیکہ
اوسی حساب سے دو روپیہ کا تین خواہ چار بدلی بکر ٹھہرا کر اوسکا مطالبہ کیا اس صورت مین
اطلاق حلت ہے یا حرمت بینوا توجروا

ہو المصوب تجارت چرم کی بغیر دباغت کے حرام ہے اور تجارت غلہ ہر طور سے درست ہے
جبتک کہ کوئی معاملہ خلاف شرع نہو اور واسطے خرید غلہ کے قبل زراعت کے روپیہ دینا درست ہے
مگر طے کرنا وزن کا اور بیان کرنا جنس و وصف غلہ کا ضرور ہے اور بدون تعیین وزن کے اس طور پر

[illegible] ربیع الاول ۱۲۹۵ ہجری

کہ جو نرخ بازار ہوگا لینگے نہین درست ہے اور جس صورت مین کہ روپیہ دینے والیکو غلہ نہین ملا اوسکو
صرف اپنا روپیہ واپس کرلینا درست ہے یا اوسقدر غلہ لینا جو وزن مقرر ہوگیا ہو زیادہ کم نہین درست ہے
واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی

استفتا مشتمل بر سہ سوال **سوال اول** چہ می فرمایند علمای دین و مفتیان شرع متین
اندرین صورت کہ اگر شخصے ریسمان وزنا بقیمت شش روپیہ شش آنہ نقد کہ نرخ اوست خریدہ
و بدست دیگری بقیمت ہفت روپیہ ہفت آنہ یا شش روپیہ چاردہ آنہ یا دوازدہ آنہ بوعدہ معینہ نسیہ
فروخت نماید پس شرعا این بیع درست خواہد شد یا نہ صرحوا بعبارۃ الکتاب توجروا فی یوم الحساب

الجواب تصرف در مبیعہ کیلے یا وزنے بعد قبض درست ست و قبل قبض درست نیست اشتری
مکیلا بشرط الکیل حرم بیعہ و اکلہ حتی یکیلہ و مثلہ المعدود و الموزون تنویر الابصار پس ہرگاہ کہ ریسمان را وزنا
بقیمت مذکور خریدکردہ و بقبض خود آوردہ اکنون رواست کہ حالا یا نسیۃ ہر طوریکہ خواہد فروخت نماید
و زیادتی ثمن بمقابلہ اجل جائز است کما فی العینی لانہ یزاد فی الثمن لاجل الاجل فقط

سوال دوم مثلا متعارف و متعاد ست کہ غلہ گندم یا نخود یا جو وغیرہ عند الضرورۃ بوعدہ مدت معینہ
قرض میگیرند یعنی نسیۃ خریدی نمایند کمتر از نرخ بازار و بعد انقضای وعدہ ثمن آن میدہند پس
اینچنین بیع گندم وغیرہ بہ نسیہ شرعا درست ست یا نہ صرحوا

جواب درست ست مطابق روایت عینی کہ در جواب سوال اول گذشت لانہ یزاد فی الثمن لاجل الاجل فقط
سوال سوم مثلا از بقال ہر روز یکمشت ارد و دال مونگ و نمک خواہ گندم و نخود بطور قرض بگیرند
یعنی بہ نسیہ خرید کنند و بقال کمتر از نرخ بازار مید ہد و زر ثمن کامل میگیرد اینچنین معاملہ بیع و شرا درست
یا نہ صرحوا بالکتاب فقط **جواب** - جواب این سوال عین جواب سوال اول ہست فقط

استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین و مفتیان شرع متین اس صورت مین کہ علمای
ٹونک سے ان مسائل ثلثہ مفصلۂ بالا مین استفتا کیا گیا تھا اون سوالات و جواب کی نقل بجنسہ
درج کرکے بھیجی جاتی ہے بعد ملاحظہ اگر صحیح ہون تو تصحیح ورنہ جو حکم شرع شریف ہو بتصریح مع نقل
عبارت کتاب ترقیم فرمایئے بعد نقل عبارت ہر سہ سوال و جواب وہ خدشہ گذارش کیا جاتا ہے
جو دامن اس تصحیح کا ہوا اولا خدشہ اسمین قابل گذارش یہ ہے کہ مجیب صاحب کی عبارت منقولہ

۸ شعبان ۱۳۰۹ [illegible] ضلع [illegible]

کما فی العینی لانہ یزاد فی الثمن لاجل الاجل غالباً عینی ہدایہ کی معلوم ہوتی ہے اسواسطے کہ عینی کنز مین باوصف
تتبع نظر نہین پڑتی پس اسکے ماسبق کا فقرہ جسکی دلیل مین یہ لانہ مذکور ہے کیا ہے ترقیم فرمانا چاہیے
ثانیاً یہ کہ فتاوی قاضیخان مین خاص بابت بیع وشراء حنطہ کی یہ جزئیہ منقول ہے لایجوز بیع الحنطۃ
بثمن نسیئۃ اقل من سعر البلد فانہ فاسد واخذ ثمنہ حرام ایضاً فی الایضاح ان بیع الحنطۃ بنقصان ثمن
البلدۃ فہو فاسد وان اخذ الثمن بعد مضی المدۃ فہو حرام لان الثمن متفاضل بالحکم وہو الربوا اس جزئیہ
خاص سے مصرح معلوم ہوتا ہے کہ بیع حنطہ بنسیہ اقل نرخ بلد سے جائز نہین اور اسکو موید ہے بعض
عبارت فتح القدیر حاشیہ ہدایہ کی بھی کہ حنطہ وشعیر وغیرہ مقیسات ماکولات کا حکم لسبب اسکے کہ
اونکی تصریح حدیث شریف مین وارد ہے اور اشیاء ربویہ سے مستثنے ہے کسی قسم کا تفاضل اور شبہہ
ربوا جائز نہین اور ہدایہ مین تصریح ہے کہ شبہہ ربوا حکم عین ربوا مین ہے یہ سب قرائن عدم جواز
اس بیع کی اور موید قول صاحب قاضیخان کے ہین اور علمای ٹونک نے اس قسم کی بیع کا خاص
گندم وجو ونخود وغیرہ مین حکم جواز لکھا ہے پس ان دو اقوال متخالف مین صحیح کون قول ہے
بنقل عبارت کتاب جواب ترقیم فرمائیے کہ یہ خدشات دفع ہوکے امر محقق دریافت ہو جاوے
ہو المصوب عبارت عینی جو جوابات سابقہ مین مذکور ہے وہ عبارت عینی کی شرح ہدایہ مین
کتاب المرابحہ مین واقع ہے پوری عبارت دونون کی یہ ہے ومن اشتری غلاما بالف درہم نسیئۃ
فباع مرابحۃ ولم یبین انہ اشتراہ بنسیئۃ فعلم المشتری فان شاء ردہ وان شاء قبلہ لان للاجل شبہا
بالمبیع الاتری انہ یزاد فی الثمن لاجل الاجل والشبہۃ فی ہذا الباب ملحقۃ بالحقیقۃ ای بحقیقۃ المبیع حتی یصار
فصار کانہ اشتری شیئین وباع احدہما بثمنہما ای بثمن الاثنین وذلک حرام یجب الاحتراز عنہ انتہی اور
موافق اس عبارت کے اور بھی عبارات موجود ہین کہ جنسے صحت جوابات سابقہ کی معلوم ہوتی ہے
نصیح الدین ہروی کی شرح وقایہ مین ہے فی النسیئۃ یزاد الثمن لاجل الاجل انتہی اور نہر فائق شرح
کنز الدقائق مین ہے الاتری انہ یزاد فی الثمن لاجلہ انتہی اور بحر الرائق مین ہے لاجل فی نفسہ لیس
بمال ولا یقابلہ شیء من الثمن حقیقۃ اذا لم یشترط زیادۃ الثمن بمقابلتہ قصداً ویزاد فی الثمن لاجلہ اذا
ذکر الاجل بمقابلۃ زیادۃ الثمن قصداً انتہی اور یوسف چلپی کی حواشی شرح وقایہ مین ہے یجوز ان یقدر
الثمن فی المبیع بالموجل اکثر مما فی المعجل بحیث یقابل کثرۃ الموجل تعجیل القلیل انتہی ان سب عبارات سے

ثابت ہوا کہ زیادہ کردینا قیمت کا بر تقدیر نسیہ درست ہے اور جزئیہ اسکے جواز کا کتاب الحجج تصنیف

امام محمد تلمیذ امام ابو حنیفہ رح مین موجود ہے عبارت اوسکی یہ ہے قال محمد قال ابو حنیفۃ قال فی رجل

یکون لہ علی رجل مائۃ دینار الی اجل فاذ احلت قال لہ الذی علیہ الدین بعنی ..... مائۃ یکون

ثمنہا مائۃ دینار نقدا بمائۃ وخمسین الی اجل ان ہذا جائز لانہما لم یشترطا شیئا ولم یذکرا

امرا یفسد بہ الشراء انتہی اور بھی اوسی مین ہی بعد چند سطر کے وہٰذا یتبایع الناس لانہم

اذا اخروا ازدادوا اما باس بہذا انتہی یہ جزئیہ جو خود امام محمد ابی حنیفہ سے نقل کرگئے

جزئیہ قاضیخان وغیرہ سے بالضرورۃ مرجح ہے باقی رہا خدشہ ربوا کا وہ یون مدفوع ہے کہ گندم

وغیرہ اقسام غلہ بعوض دراہم ودنانیر کے فروخت کرنے مین ربوا نہین ہے اور نہ شبہہ ربوا اگر

دو سیر گیہون کہ بازار مین مثلا دو آنہ کو ملتا ہے کوئی شخص بعوض ایک روپیہ کے نقد بیچے تو بھی درست ہے

ایسے ہی اگر نسیہ مین قیمت بڑھاوے اور مشتری راضی ہو جاوے تب بھی درست ہی اسیوجہ سے

شاہ عبد العزیز رح دہلوی اپنے فتوے مین لکھتے ہین البیع الی اجل مع الزیادۃ فی الثمن بلا شبہۃ جائز است

ومقابلہ زیادہ ثمن با اجل درینجا مضر نیست زیرا کہ تفاضل واجل درصورتے حرام ست کہ جنسین باہم

مقابل شوند یا ماہو فی حکم الجنسین انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات

محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی | محمد عبد الحی ابو الحسنات |

۳۸۹

استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ تجارت غلہ کی عموما

حرام ہے یا نہین زید کہتا ہے کہ تجارت غلہ کی عموما حرام ہے کیونکہ وہ احتکار ہے اور احتکار

حرام ہے آیا یہ قول زید کا صحیح ہے یا نہین بینوا توجروا

ہو المصوب رب زدنی علما قول زید کا بدیہی البطلان ہے کیونکہ تجارت غلہ کی عموما

ہرگز حرام نہین اور نہ وہ احتکار ہے البتہ خریدنا غلہ وغیرہ کا جو قوت ہو آدمیون کا یا بہایم کا

گرانی مین تجارت کے لیے اور رکھنا اوسکا تا کہ گرانی مین فروخت کیا جائے احتکار ممنوع اور

حرام ہے امام نووی منہاج شرح صحیح مسلم ابن الحجاج مین فرماتے ہین قال اہل اللغۃ الخاطی بالہمز ہو العاصی

الاثم وہذا الحدیث صریح فی تحریم الاحتکار قال اصحابنا الاحتکار المحرم ہو الاحتکار فی الاقوات خاصۃ

وہو ان یشتری الطعام فی وقت الغلاء للتجارۃ ولا یبیعہ فی الحال بل یدخرہ لیغلو ثمنہ انتہی اور طیبی ترشیح

از مجموعۂ ... فتاویٰ ... ۱۲۹۹ ہجری

شرح مشکوۃ المصابیح میں لکھتے ہیں الاحتکار المحرم ہو فی الاقوات خاصۃ بان یشتری الطعام فی وقت الغلاء ولا یبیعہ فی الحال بل یدخرہ لیغلو انتہی اور مجالس الابرار میں مرقوم ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احتکر فہو خاطی ہذا الحدیث من صحاح المصابیح رواہ عمرو بن عبد اللہ ومعناہ ان من یجمع الطعام الذی یجلب الی البلاد ویحبسہ لیبیعہ فی وقت الغلاء فہو آثم لتعلق حق العامۃ بہ وہو فی الحبس والامتناع عن البیع یرید ابطال حقہم وتضییق الامر علیہم وہو ظلم عام وصاحبہ ملعون لما روی انہ علیہ السلام قال الجالب مرزوق والمحتکر ملعون فانہ علیہ السلام بین فی ہذا الحدیث ان الذی یجلب الامتعۃ والاقوات ویبیعہا لتحصیل الربح یحصل لہ الربح ولا اثم علیہ لان الناس ینتفعون بہ فینالہ برکۃ دعائہم والذی یشتری الطعام الذی یجیٔ الی البلاد ویحبسہ لیبیعہ فی وقت الغلاء فہو ملعون بعید عن الرحمۃ ولا یحصل لہ البرکۃ مادام فی ذلک الفعل انتہی وفی مجمع البحار من احتکر طعاما ای اشتراہ وحبسہ لیقل فیغلو والحکرۃ الاسم منہ وفی موضع آخر من احتکر فہو خاطی بالہمز المحرم من الاحتکار ما ہو فی الاقوات وقت الغلاء للتجارۃ ویوخر للغلاء انتہی وفی الفتح فیہ اشعار بان الاحتکار انما یمنع فی حالۃ مخصوصۃ انتہی اور اگر بازار سے خرید نکرے بلکہ اوسکی زمین کا ہو یا ارزانی میں خرید کرے لیکن اوسکو روکے نہیں بلکہ فوراً بیچ ڈالے یا گرانی میں اور اوسکو روکے لیکن تجارت مقصود نہو بلکہ مصارف روزمرہ کیلیے اوسنے مول لیا ہو یا جنس قوت بشر اور بہائم خارج ہو تو ان سب صورتوں میں تجارت مذکور حرام نہیں بلکہ جائز اور درست ہے باتفاق حنفیہ اور شافعیہ قال النووی فی شرح صحیح مسلم فاما اذا جاءہ من قریتہ او اشتراہ فی وقت الرخص وادخرہ او ابتاعہ فی وقت الغلاء لحاجتہ الی اکلہ او ابتاعہ لیبیعہ فی وقتہ فلیس باحتکار ولا تحریم فیہ واما غیر الاقوات فلا یحرم الاحتکار فیہ بکل حال ہذا تفصیل مذہبنا قال العلماء والحکمۃ فی تحریم الاحتکار دفع الضرر عن عامۃ الناس کما اجمع العلماء علی انہ لو کان عند انسان طعام واضطر الناس الیہ ولم یجدوا غیرہ اجبر علی بیعہ دفعا للضرر عن الناس ای قوتہ وحملا لحدیث علی احتکار القوت عند الحاجۃ الیہ والغلاء ولذا حملہ الشافعی وابو حنیفۃ وآخرون وہو الصحیح انتہی وقال الطیبی فی شرح المشکوۃ فاما اذا جاء بہ من قریتہ او اشتراہ فی وقت الرخص وادخرہ وباعہ فی وقت الغلاء فلیس باحتکار ولا تحریم فیہ اما غیر الاقوات فلا یحرم الاحتکار فیہ بکل حال انتہی بقدر الحاجۃ وفی المجالس ومن حبس غلۃ ارضہ لا یکون محتکرا لانہ خالص حقہ لم یتعلق بہ حق العامۃ لکن لو کان للناس الیہ حاجۃ فالافضل لہ ان یبیعہ ولو امتنع عن البیع یکون مسیا لقلۃ شفقتہ علی المسلمین انتہی وفی موضع آخر وہذا فیما یضر حبسہ عند الحاجۃ

المیہ مما ہو قوت البشر والبہائم کالبر والشعیر والتمر والتین والزبیب انتہی اور علامہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری مین فرماتے ہین قال الکرمانی الحکرۃ احتکار الطعام ای حبسہ تربص بہ الغلاء ہذا بحسب اللغۃ واما الفقہاء فقد اشترطوا لہا شروطا مذکورۃ فی الفقہ انتہی اور مجمع البحار مین مذکور ہے المحرم من الاحتکار ما ہو فی الاقوات وقت الغلاء للتجارۃ ویؤخر للغلاء لا فیما جاء من قریتہ وانفراہ فی الرخص ادخرہ او ابتاعہ فی الغلاء لیبیعہ فی الحال پس اگر صغری مین احتکار سے مراد احتکار شرعی ہے پس صغری ممنوع ہے کیونکہ تجارت گندم اور جو اور چنے بلکہ جمیع اقسام اناج کے بلکہ جمیع اقسام اقوات بشر اور بہائم سے ہرگز احتکار شرعی نہین چنانچہ سابقا مفصلا معلوم ہوا اور اگر مراد احتکار لغوی ہے تو مسلم ہے لیکن کبری مین احتکار سے کیا مراد ہے اگر مراد احتکار شرعی ہے تو حد اوسط مکرر نہین چنانچہ خود ظاہر ہے اور اگر مراد احتکار لغوی ہی تو حد اوسط مکرر ہے لیکن کبری ممنوع ہے کیونکہ احتکار لغوی ہرگز حرام نہین بلکہ جائز اور درست ہے بلا دغدغہ بلکہ خود خیر القرون مین موجود متحقق تھا حرام نہین صحیح مسلم مین جو ثانی صحاح ستہ ہی اور بعض کے نزدیک اصح الکتب بعد کتاب اللہ اور مقدم ہے صحیح البخاری پر سعید بن مسیب سے منقول ہے فقیل لسعید فانک تحتکر قال سعید ان معمر الذی کان یحدث ہذا الحدیث کان یحتکر انتہی پس سعید بن مسیب تابعی جلیل الشان اور معمر بن عبد اللہ راوی حدیث سید الانس والجان جو زیتون کے تیل کا احتکار کرتے تھے معاذ اللہ زید کے مذہب کے موافق مرتکب حرام کی ٹھہرتے ہین ولیس ہذا اول قارورۃ کسرت فی الاسلام اور اکابر اہل سنت والجماعۃ ہرگز اونکو مرتکب اوسکا نہین قرار دیتے ہین بلکہ حدیث کو محمول احتکار شرعی پر کرتے ہین اور اونکے قول کو مخصوص باحتکار لغوی کرتے ہین نووی شرح صحیح مسلم مین لکھتے ہین وانما ذکر فی الکتاب عن سعید بن المسیب ومعمر راوی الحدیث انہما کانا یحتکران فقال ابن عبد البر وآخرون انما کان یحتکران الزیت وحملا الحدیث علی احتکار القوت عند الحاجۃ الیہ والغلاء وکذا حملہ الشافعی وابو حنیفۃ وآخرون وہو الصحیح انتہی فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین والصلوۃ علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ہذا ما علینا ان نقول ومن اللہ نرجو حسن القبول نمقہ العبد الخامل الجانی السید امیر احمد النقوی السہسوانی بواہ اللہ فی دار التہانی وسخر لہ غزلان المقاصد والامانی فقط مہر در یں وقت موجود نیست

ما نمقہ البحر القمقام والحبر الہمام راس الفقہاء والمحدثین سند الاذکیاء والمحققین فہو حق حقیق وحمد وتحقیق انیق لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ وانا العبد الضعیف المستجیر الی رحمۃ ربی القدیر ابو محمد الشہیر باسم

السید عبد الرحمن لصلیح شانہ المنان الحق لا یتجاوز عما فی ہذا الجواب فماذا بعد الحق الا الضلال
کما لا یخفی علی اولی النہی والافضال

زہے شرف سید کونین شد شریف حسین	خادم شریعت رسول الثقلین محمد لطف حسین ١٢٩٢ھ	سید محمد نذیر حسین ١٢٨١ھ	المعتصم بحبل اللہ الاحد ابو البرکات حافظ محمد ١٢٩١	سید احمد حسن ١٢٩٠ سنہ ہجری	نعم المولی ونعم النصیر سنہ ١٢٩٣ ہجری

فی الواقع مطلقاً تجارت غلہ حرام نہیں ہی بلکہ احتکار شرعی جیسا کہ مفصلاً مجیب مصیب نے بیان کیا ہے واللہ علم
حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

۲۹ استفتا بسم اللہ الرحمن الرحیم ما قولکم رحمکم اللہ تعالی اندرین صورت کہ کفار سے مال خریدنے میں قاعدہ اونکا
یہ مقرر ہے کہ جا ہے نقد لیوے جاہے ادھار مگر دام مدت پر طے کر لیتے ہین یعنی بغیر مدت بکری ہو
قیمت نہین کرتے اور مدت تین مہینے سے کم نہیں پھر جسوقت کہ قیمت طی ہوئی خریدار سے دستخط
کرا لیتے ہین یعنی اب خریدار کو مال لینا ضرور ہوگا اور مال کی نکاسی اونکی کوٹھیون سے دو صورت پر ہی
ایک صورت یہ ہے کہ فوراً روپیہ دے اور دوسری صورت یہ کہ تین مہینے کے بعد روپیہ دیوے
مگر اوسکے کاغذ مین یہ لکھا رہتا ہے کہ ہم چاہین نقد لیکر مال دیوین چاہین مدت پر دیوین پھر اگر کسیکو
مدت پر دیا تو ایک تمسک میعادی تین مہینہ لکھوا لیتا ہے پھر اگر خریدار کے پاس روپیہ بہم ہوا اور
اندر ایک مہینہ خواہ دو مہینے کے داخل کرنا چاہا تو بائع کو یہ بھی اختیار باقی رہتا ہے کہ اندر میعاد کے
روپیہ لیوے خواہ میعاد معینہ پر لیوے کیونکہ میعاد معینہ پر روپیہ لینے مین تفصیل مفصلہ ذیل
بائع کا نفع ہے کہ اگر ایک مہینہ کے بعد روپیہ وصول ہوا تو مدت مین سے کہ دو مہینے باقی رہے
اوس دو مہینہ کا فی سیکڑہ تین روپیہ کم لینا ہوگا اگر دو مہینہ کے بعد وصول ہوا تو ایک مہینہ کا کم لیگا
اگر پوری مدت پر کہ تین مہینے ہی وصول ہوا تو کچھ بھی کم نکریگا اور اگر فوراً بوقت طی ہونے قیمت کے
زر قیمت وصول ہوا تو پوری مدت کا کہ تین مہینے ہین فی سیکڑہ تین روپیہ کم لیگا پس ان صورتوں مین
کہ فوراً روپیہ دینے مین اور مہینے دو مہینے کے بعد دینے مین قیمت طی شدہ سے کچھ کم لیتا ہے
خریدار کے حق مین جائز ہے یا نہین بینوا توجروا

الجواب واللہ سبحانہ الموفق للصواب خرید کرنا مال کا کفار سے باین طور کہ اگر نقد
روپیہ ادا کرے تو پوری قیمت معینہ بائع کو دینا ہوگی اور اگر بعد ایک مہینے یا دو مہینے یا تین مہینے کے
روپیہ ادا کرے تو فی سیکڑا تین روپیہ فی ماہ زیادہ اوس قیمت معینہ سے دینا ہوگا یہ

فی الحقیقت بیان ہے نرخ مال کا یعنی اگر خریدار نقد خرید کرے تو مثلاً سو روپیہ قیمت دے اور اگر بعد ایک ماہ یا دو ماہ یا سہ ماہ کے قیمت ادا کرے تو قیمت مال ایک سو تین یا ایک سو چھ یا ایک سو نو روپیہ دیوے اور تحریر کرا لینا اس مضمون کا خریدار سے واسطے توثیق اور یادگاری کے ہے پس یہ عقد حق خریدار مین شرعاً جائز ہے قال فی الہدایہ ویجوز البیع بثمن حال ومؤجل اذا کان الاجل معلوماً لاطلاق قولہ تعالی واحل اللہ البیع وعنہ علیہ السلام والصلوۃ انہ اشتری من یہودی طعاما الی اجل ورہنہ درعہ انتہی اور زیادت ثمن کی فی سیکڑا تین روپیہ ہر ماہ مین اوسمین بھی خریدار کو شرعاً کوئی قباحت نہین ہے قال فی رد المحتار ان الاجل یقابلہ قسط من الثمن انتہی اور بعد اس بات کے کہ بائع نے خریدار سے تمسک میعادی تین مہینہ کا بر تقدیر بیچنے مال کے بمدت لکھا لیا اور مال اوسکو دیا پس اوس وقت مین بائع مستحق لینے قیمت کا تین مہینے کی مدت مین ہے پھر اگر خریدار درمیان میعاد مذکور کے روپیہ قیمت کا ادا کرے تو بائع کو اختیار ہے چاہے قیمت بین المیعاد لیوے اور چاہے علی المیعاد لیوے اسواسطے کہ رجوع اوسکا جانب بائع سے طرف حط بعض قیمت کے اور جانب خریدار سے طرف حط اجل کے ہوگا اور ان دونون امرون مین شرعاً کچھ قباحت نہین ہے قال فی الدر المختار وغیرہ وصح الحط منہ فقط

واللہ سبحانہ اعلم وعلمہ اتم العبد المجیب محمد ارشاد حسین عفی عنہ [محمد ارشاد حسین]

الجواب صحیح محمد عبد القادر الجواب صواب عنایت اللہ ولد حبیب اللہ

صح الجواب واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

۱۵ استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین ومفتیان شرع متین اندرین باب کہ زمانہ بادشاہی کے بابت عہدہ قضا ایک صد بیگہ زمین ومبلغ یک روپیہ سرواہی ونکاح بندی وخلعت عیدین وغیرہ بنام زید مقرر ہوا اور زید کے دو پسر ہوے ایک عمرو دوسرا بکر اور بعد فوت ہونے زید کے وہ اشیاء مذکورہ بالانصف نصف ہر دو پسران مذکورین پر تقسیم ہوئین اور بعد ازان عمرو فوت ہوا اور اوسکی تین دختر اور ایک زوجہ رہی اور بعدہ بکر بھی فوت ہوا اور اوسکی دو پسر رہے اب زوجہ عمرو نے اوس نصف اشیاء مذکورہ سے نصف برادر اپنے کو دیا اور نصف ایک دختر خورد اپنی کو ہبہ کیا پس بعد فوت ہونے برادر زوجہ عمرو کے فرزندان برادر زوجہ عمرو نے وہ اشیاء عہدہ قضا ایک شخص کے ہاتھ فروخت کر دیے آیا یہ بیع اور وہ ہبہ بموجب شریعت غرا صحیح ہے

[illegible]

یا نہین اور فرزندان بکر کا بھی اوس زمین وغیرہ مین حق ہے یا نہین بینوا رحمکم اللہ

ہو المصوب جو عطای سلطانی لبطور انعام موبد کے ہو اور قبضہ مین معطی لہ کے آجاوے وہ ملک معطی لہ کی ہو جاتی ہے اور اوسکی بیع وہبہ وغیرہ جملہ تصرفات ملکیہ صحیح ہوتے ہین اور جو بطور وظیفہ ومشاہرہ وتقرری کے ہو اوسمین ملک معطی لہ کی نہین ہوتی ہے جب تلک کہ اوسکا قبضہ نکرے ان عبارات سے یہ تفصیل واضح ہے خزانۃ الروایات مین ہے من لہ وظیفۃ فی بیت المال کاجر العاشر والامامۃ والتاذین وساقی الماء وغیر ذالک اذا قسمہ حال حیوتہ فقسمتہ باطل انتہی اور جواہر الفتاوی مین ہے مشاہرۃ من مال الخراج یوصل الیہ کل سنۃ فوہبہا لغیرہ ووکلہ لقبضہا لایجوز لانہ لایملکہا قبل القبض ولایصح بجعلہ ہبۃ لغیرہ ولایورث عنہ لانہ لایملکہا انتہی اور عالمگیریہ مین ہے اذا ماتت المرأۃ فتنازع رجلان فی عطائہا وادعی کل منہما انہا امہ واختہ فاصطلحا علی ان یکتب العطاء لاحدہما باسم الآخر علی ان یعطیہ الآخر اجرا علی ذالک فالعطاء لصاحب الاسم انتہی اور واقعات مین ہے الانعام المخلد والموبد بمنزلۃ الملک یجوز بیعہ وشراؤہ علی الصحیح انتہی اور رسالہ احکام الاراضی مین ہے فی غیر المقبوض قولان اظہرہما انہ لایملک وہو قول الجمہور الموافق للقوانین الفقہیۃ فان الاصل ان المعدوم لایصح تملیکہ ولا التصرفات فیہ من الفتاوی العلویۃ انتہی اور بھی اوسی رسالہ مین ہے لاتعلیم للقول بالتملک فی غیر المقبوض من الوظیفۃ اصل من الکتب المشہورۃ المعتبرۃ فصار قولا مرجوحا لایعبأ بہ انتہی پس صورت سوال مین زمین معافی کی ہبہ وبیع نافذ ہے اور باقی حقوق کی ہبہ وبیع ناجائز ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

۱۶ ۲۹۲

استفتا یہ نیلام معہود جو براہ جبر وحکومت انگریزی ہوتا ہے کہ مالک سے نہ اذن لیا جاتا ہے نہ وہ اوسپر راضی ہوتا ہے ہزار روپیہ کی جائداد ہے پانسو روپیہ کا قرض وہ اسی پانسو مین ہبا دیجاتی ہے پس بیع نیلامی مثبت ملک مشتری ہے یا نہین اور قاضی شرع کو جو اختیار بیع مال مدیون مفلس کا ہے نزدیک صاحبین کے اوسکی شرط تو یہ ہے ان امتنع المفلس من بیعہ وقسمتہ بین غرمائہ بالحصص ہدایہ کا شکی مالک سے کہتے کہ تو بیع اور قرض ادا کر تو یہ ظلم ہوتا بینوا توجروا

ہو المصوب یہ بیع نیلامی بلا تراضی مثبت ملک مشتری نہوگی اور قاضی کو بیع مال مدیون کا اوسوقت اختیار ہے جب متمرد وسرکش ہو کہ خود فروخت کرکے ادا نکرتا ہو فتح القدیر مین ہے

[illegible]

الراضی شرط الثبوت حکمہ شرعا وہو الملک انتہی اور تنقیح فتاوی حامدیہ مین ہے سئل فی مدیون امتنع من
اداء الدین حتی حبس والحال ان لہ عقارا وغیرہ یمکنہ الوفاء من ثمنہ ای انہ تمرد وتعنت فی بیع فلک فہل
یبیع القاضی علیہ حیث کان الحال ما ذکر الجواب نعم انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات
محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

سنہ ۱۲۹۶
استفتا کیا فرماتے ہین علمای دین اس مسئلہ مین کہ سو روپیہ نوٹ کے مثلا بیع وشرا
کمی وزیادتی پر جائز ہے یا نہین بینوا توجروا

ہو المصوب نوٹ ہر چند کہ خلقۃ ثمن نہین مگر عرفا حکم ثمن مین ہے بلکہ عین ثمن سمجھا جاتا ہے
اسوجہ سے کہ اگر نوٹ سو روپیہ کا کوئی ہلاک کردے تو اصل مالک سو روپیہ تاوان لیتا ہے اور
سو روپیہ کا نوٹ جب بیچا جاتا ہے تو مقصود اوس سے قیمت ملنا اوس کاغذ کی نہین ہوتی ہے
کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ وہ کاغذ دو پیسہ کا بھی نہین ہے بلکہ مقصود سو روپیہ کا بیچنا اور اوسکی قیمت
لینا ہوتا ہے اور نوٹ سو روپیہ کا اگر کوئی شخص قرض لے تو بوقت ادا خواہ نوٹ سو روپیہ کا
دیوے یا سو روپیہ دیوے دونون امر مساوی سمجھے جاتے ہین اور دائن کو کسی کے لینے مین
مدیون سے عذر نہین ہوتا ہے حالانکہ اگر مدیون غیر جنس بوقت ادا دیوے تو دائن نہین لیتا ہے
بخلاف پیسون کے کہ وہ بھی اگرچہ عرفا ثمن ہین مگر یہ کیفیت اونکی نہین ہے اگر ایک روپیہ کے
عوض مین کوئی چیز خریدے یا ایک روپیہ کسی سے قرض لے اور بوقت ادا پیسے ایک روپیہ کے
دیدے تو دائن اور فروخت کنندہ کو اختیار رہتا ہے کہ وہ لے یا نہ لے اور حاکم کیطرف سے اوسپر
جبر نہین ہوسکتا کہ خواہ مخواہ وہ پیسے لیلیں پس پیسے اگرچہ عرفا ثمن ہین مگر عین ثمن خلقی نہین سمجھے گئے
ہین بخلاف نوٹ کے کہ یہ عین ثمن خلقی ہے گو ثمنیت خلقیہ نہین بلکہ ثمنیت عرفیہ ہو پس تفاضل
بیع فلوس مین جائز ہونے سے یہ نہین لازم ہے کہ نوٹ مین بھی جائز ہو جاوے کیونکہ پیسے غیر جنس
ثمن ہین حقیقۃ بھی اور عرفا بھی گو بوجہ اصطلاح اور عرف کے اوسمین صفت ثمنیت کی آگئی ہو پس
ہرگاہ نوٹ عرفا جمیع احکام مین عین ثمن خلقی سمجھا گیا باب تفاضل مین اوسی بنا پر حکم دیا جاویگا
اور تفاضل اسمین حرام ہوگا فانما الاعمال بالنیات ولکل امرئ ما نوی اور اگر اسمین ربوا حقیقۃ نہو تو
شبہہ ربوا سے تو مفر نہین اور تمام کتب فقہ مین مرقوم ہے کہ شبہہ ربوا باعث حرمت ہے علاوہ ازین

جو بیع وشراء نوٹ مین تفاضل اختیار کریگا مقصود اوسکو بجز اسکے کہ بعوض کم روپیہ کے زیادہ روپیہ حاصل ہوجاوین اور کچھ نہوگا مگر بطور حیلہ کے وہ نوٹ کا معاملہ کریگا اور یہ ظاہر ہے کہ ایسے ارتکاب حیلہ سے حکم حلت کا نہین ہوسکتا ہے تہذیب الایمان مین ہے انما المحرم ان یقصد بالعقود الشرعیة غیر ما شرعها الله له فیصیر مخادعا لدینه کائدا لشرعه فان مقصوده حصول الشئ الذی حرم الله تلک الحیلة او اسقاط ما اوجبه انتہی پس اگر نوٹ مین تفاضل قضاءً جائز بھی ہو لیکن دیانۃً فیما بینه وبین الله کسی طرح سے درست نہوگا اسیوجہ سے کتب فقہ مین بیع عینیہ اور شراء باقل مما باع وغیر ذلک کی ممانعت مذکور ہی اور احادیث اس باب مین بکثرت وارد ہین جنسے حرمت ایسے حیل کی ثابت ہوتی ہے اگر یہ شبہہ ہو کہ نوٹ ہرگاہ ثمن خلقی نہین ہے پس حکم اوسکا بعینہ کیونکر ہوسکتا ہے تو جواب اوسکا یہ ہے کہ چونکہ عرفاً وہ عین ثمن خلقی سمجھا گیا اور تمام مقاصد ثمن خلقی کے اوسکے ساتھ متعلق ہوئے لاجرم باب تفاضل مین اوسیکا اعتبار ہوگا لا سیما دیانةً فانها متعلقة بالمقاصد وان کانت خفیة باقی رہا قول فتح القدیر کا لو باع کاغذة بالف یجوز انتہی اس سے مراد اوسکی یہ کاغذ نہین کہ عین ثمن خلقی سمجھا گیا کیونکہ اسکا وجود اون زمانون مین نتھا بلکہ سادہ کاغذ مراد ہے کما لا یخفی والله اعلم بالصواب وعنده ام الکتاب

حررہ الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی

۲۹۳

استفتا سوال سلم در فلوس رائجہ درست ست یانہ بینوا توجروا

هو المصوب بمذہب امام رح درست ست وبقول امام محمد رح درست نیست وابن ملک مثل خلاف در بیع فلوس مع التفاضل ست و متون معتبرہ باعتبار قول امام در ہر دو مسئلہ نوشتہ اند در تنویر الابصار می نویسد وصح السلم فیما امکن ضبط صفته ومعرفة قدرہ کمکیل وموزون مثمن وعددی متقارب کجوز وبیض وفلس ولبن وآجر بملبن معین انتہی ودر بحر الرائق می آرد والفلس لانه عددی یمکن ضبطه فصح ان یکون مسلما فیه وقیل لا یصح عند محمد لانه ثمن ما دام یروج وظاہر الروایة عن الکل الجواز واذا بطل ثمنیتها لا یخرج عن العدالی الوزن الا ان یهدرہ اہل العرف انتہی والله اعلم حررہ الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی

۲۹۵

استفتا چہ میفرمایند علمای دین ومفتیان شرع متین کہ در ملک رنگون قصابان مسلم گاوان خود را بمذبح خاص سرکار در آوردہ اولا پیش نظر صاحب سارجن کہ در جای مذکور از سرکار بنا ہے

مرسلہ مولوی عبد الباری صاحب از شہر رنگون کوچہ نمبر ۳۲ مکان نمبر ۱۲ بتاریخ ۲ شوال سنہ ۱۳۰۳ ہجری

این امر متعین ہست کہ نصف بیشتر از وی برای امر ذبح نام اجازت حاصل ساختہ از گاو کشی مسلم کہ بمعرفت
شان بلا نام شد ذبح میسازند و بازار در آوردہ دفعۃً بہ برہما و کان داران مسلمان بیع می نمایند
و بعضی ایشان خردہ خردہ میفروشند و اکثر مسلمان صرف بنا بر این معنی کہ آن گوشت از مسلمان
قصاب خریدہ اند از برہما و مسلمان میخریدند آیا جائز ہست یا نہ

ہو المصوب خریدن لحم از بائع کافر جائز ہست اگر آن کافر بگوید کہ این را از اہل اسلام
خریدہ ام در ملتقی الابحر می نویسند و یقبل فی المعاملات قول الفرد ولو انثی او عبدا او فاسقا او کافرا
کقولہ شریت اللحم من مسلم او کتابی فیحل او من مجوسی فیحرم انتہی و در شرح آن مجمع الانہر می نویسد ہذہ العبارۃ
اولی من عبارۃ الکنز وہو قولہ ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمۃ لان شارح الزیلعی قال ہذا سہو لان
الحل والحرمۃ من الدیانات وانما یقبل قولہ فی المعاملات خاصۃ للضرورۃ انتہی لکن حملہ علی المسامحۃ اولی
من حملہ علی السہو ویکون المراد یقبل قول الکافر فیما یودی الی الحل والحرمۃ لانہ قال العینی اراد بالحل الحل
الضمنی وبالحرمۃ الحرمۃ الضمنیۃ لانہ اراد حاصل مسئلۃ فی الہدایۃ وہو قولہ ومن ارسل اجیرا لہ مجوسیا
او خادما فاشتری لحما فقال اشتریتہ من یہودی او نصرانی او مسلم وسعہ اکلہ لان قول الکافر مقبول فی المعاملات
لانہ خبر صحیح لصدورہ عن عقل ودین یعتقد فیہ حرمۃ الکذب والحاجۃ ماسۃ الی قبولہ لکثرۃ وقوع المعاملات
وان کان غیر ذلک لم یسعہ ان یاکل منہ انتہی و در مختصر وقایہ می نویسد فان قال کافر اشتریت اللحم من
مسلم او کتابی حل اکلہ ومن مجوسی حرم انتہی و ہمچنین در منح الغفار و ہدایہ و تنویر الابصار و در مختار وغیرہ
واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

سنہ ۱۲۹۲

استفتا چہ می فرمایند علمای دین اندرین صورت کہ زید کسی شخص سے کنگھیاں مول
لیتا ہے اور نرخ پانچ روپیہ سیکڑا ہے تو کسی شخص نے مبلغ سو روپیہ پیشگی دیے اور بائع نے
اقرار کیا کہ میں تمہیں سیکڑا دونگا اور اس شرط سے دونگا کہ وہ مال جب میں طیار کروں تب
اپنے ہاتھ سے بیچکر نفع اوسکا جو کچھ ہوگا تمکو دونگا تو وہ نفع اس شخص کو کھانا جائز ہی یا نہیں بینوا توجروا

ہو المصوب ایسی شرط کے ساتھ بیع ناجائز ہے واللہ اعلم حررہ الراجی
عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

سنہ ۱۲۹۱

استفتا کیا فرماتے ہیں علمای دین اس مسئلہ میں کہ تجارت کی غرض سے خرید کرنیکے

واسطے کسی جنس کے پیدا ہونیکے قبل اوسکی بابت کوئی نرخ معین کرکے پیشگی قیمت دینا چاہیے ہے یا نہین اگر فرض کیا جاوے کہ اسطرح پر پیشگی روپیہ دینا جائز ہے تو نرخ کے تعین کی نسبت کیا حکم ہے یعنی نیا بھاؤ جو مقرر کیا جاوے اوسکو موجودہ نرخ یا اوس شی کی فصل پر کے نرخ سے کچھ نسبت ہونی چاہیے یا جو نرخ فریقین اپنی رضامندی سے مقرر کرلیوین بینوا توجروا

ہو المصوب درست ہے بشرطیکہ نرخ بوقت روپیہ دینے کے معین کرلیا جاوے کہ فی روپیہ اسقدر لینگے خواہ فصل مین نرخ کم ہو یا زائد واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

| محمد عبد الحی ابو الحسنات |

استفتا چہ میفرمایند علمای دین اندرین مسئلہ کہ تجارت تمباکو خوردنی و کشیدنی تر و خشک کی شرعا درست ہے یا نہین اور منافع اوسکا حلال ہے یا حرام

ہو المصوب تجارت تمباکو خوردنی کی درست ہے اور چونکہ حقہ مین اختلاف واقع ہوا ہے اکثر اسکو مکروہ لکھتے ہین بناءً علیہ تجارت تماکو کشیدنی سے اجتناب چاہیے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

| محمد عبد الحی ابو الحسنات |

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین اما بعد خدا کے فضل و کرم سے یہ مجموعۂ فتاوی جلد اول مؤلفہ حضرت خاتم الفقہا والمحدثین عالم جلیل فاضل نبیل جناب مولانا مولوی حاجی حافظ ابو الحسنات محمد عبد الحی لکھنوی فرنگی محلی نور اللہ مرقدہ جسکو جناب مولوی محمد ایوب صاحب نبیرۂ مولف نے حسب ابواب فقہی کی مرتب کیا اور اس نئی طرز کے ساتھ بار اول ماہ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ ہجری یوسفی میں فرنگی محل لکھنؤ مین حسب الحکم جناب مفتی محمد یوسف صاحب کے طبع ہوکر شائع ہوا فقط

المشتہر

منیجر مطبع یوسفی

فہرست مضامین استفتاہائے مجموعۂ فتاوی جلد اول

تمام شد

نام کتاب	قیمت
... سمشمون فی الانتفاع	
... مرہون از مولانا محمد عبد الحی رح	۱/
... قول الجازم فی سقوط الحد	
... کح الحازم لمولانا محمد عبد الحی رح	۲/
... وری بتحشیۂ جدیدہ	عہ/
... لنی مبارک	عہ/
... البنبر بتحشیۂ جدیدہ	۱۲/
... مع سعدیہ یوسفی	عہ/
... دین احسانی	۱۲/
... یہ مع زینی زادہ	عہ/
... یہ مع حواشی جدیدہ	۶/
... ستان	۱۲/
... انی المصنوعہ	معہ/
... ط امام محمد رح	عہ/
... موعۂ فتاوی مولانا محمد عبد الحی	
... سہ جلد	۔/
... مد اول	عہ/
... ثانی	عہ/
... ثالث	۱۹/
... قطبی	۱۲/
... وعہ محرم افندی	للعہ/
... وعۂ امام علم الکلام	۱۲/
... عۂ خطب	۱۲/
... المعتلی	عہ/
... موعۂ ثمانی رسائل	۱۲/
... النجب فی التثویب	

نام کتاب	قیمت
افادۃ الخیر لسوال الخیر تحریر الفلک	
فی حصول الجماعۃ بالجن والملک	
جمع الغرر فی رد نثر الدرر	
تحسرۃ العالم لوفاۃ مرجع العالم	
غایۃ المقال فی ما یتعلق بالنعال	
مع تعلیقۃ ظفر الانفال	
تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار	
مع تعلیقۃ نخبۃ الانظار تحکام القنطرۃ	
فی احکام البسملۃ لمولانا محمد عبد الحی	۹/
مجموعۂ میر زاہد رسالہ	
یعنی حواشی زاہدیہ متعلقہ قطبیہ	
لواء الہدی فی اللیل والدجی	
و ہدایۃ الوری الی لواء الہدی	
و مصباح الدجی فی لواء الہدی	
و نور الہدی تحلۃ لواء الہدی	
و علم الہدی علی حواشی نور الہدی	
و حاشیۂ مولانا مولوی	
محمد فضل اللہ رح فرنگی محلی	عہ/
میبذی شرح ہدایۃ الحکمۃ بتحشیۂ	
مولانا محمد عبد الحلیم رحمہ اللہ	عہ/
مجموعۂ حل المعاقد	۔/
مطول الی مقام الدرس	عہ/
مختصر معانی مع حاشیۂ تجریدیہ	۔/
میر زاہد شرح مواقف	عہ/
مجموعہ سبع رسائل	۱۹/
مجموعۂ تحفۃ الطلبہ	۱۲/

نام کتاب	قیمت
ملا حسن شرح سلم	عہ/
میر مطول	عہ/
مجموعہ میر زاہد ملا جلال	عہ/
مجموعۂ عبد الغفور	۔/
مختصر معانی بتحشیۂ جدیدہ	عہ/
مجموعۂ ست رسائل	۱۲/
مجموعۂ خمس رسائل	۱۲/
نور الانوار مع حاشیۂ قمر الاقمار	
لمولانا محمد عبد الحلیم رحمہ اللہ	عہ/
نوادر الوصول	۱۲/
نفیسی مع حل از مولوی عبد الحلیم رح	عہ/
نفع المفتی	۱۲/
زہرۃ الفکر فی الجہر بالذکر	عہ
نفحۃ الیمین	۱۲/
الوسیلۃ الجلیلہ	عہ/
ہدایہ کامل بتحشیۂ مولانا محمد عبد الحی رح	عہ
جلدین اولین	عہ/
جلدین اخیرین	عہ/
ہدیہ مختاریہ شرح	
العضدیہ از مولانا محمد	
عبد الحلیم رحمہ اللہ	۱۲/

المشتہر

محمد یوسف مالک مطبع یوسفی فرنگی محل لکھنؤ

مژدہ

الحمد للہ علی احسانہ کہ اندنوں مجموعہ فتاوی
جلد اول مؤلفہ حضرت خاتم الفقہاء والمحدثین جناب
مولانا مولوی حاجی حافظ ابو الحسنات محمد عبد الحی
لکھنوی فرنگی محلی نور اللہ مرقدہ جسکو نور چشم مولوی محمد ایوب
سلمہ نبیرہ مؤلف نے موافق ترتیب ابواب فقہی کے مرتب کیا اور
اس نئی ترتیب کے ساتھ بحسن و خوبی بار اول بماہ ذی الحجہ
سنہ ۱۳۳۰ ہجری یوسفی پریس فرنگی محل لکھنؤ سے چھپکر شائع
ہوا چونکہ اسکا حق کاپی رائٹ بنام راقم محفوظ ہے لہذا کوئی صاحب بلا
اجازت راقم کے اسکے طبع کا خیال بھی بھولکر نہ لائیں بلکہ جسقدر نسخے مطلوب ہوں
یوسفی پریس فرنگی محل لکھنؤ سے طلب فرمائیں فقط

المشتہر

محمد یوسف مالک مطبع یوسفی
فرنگی محل لکھنؤ